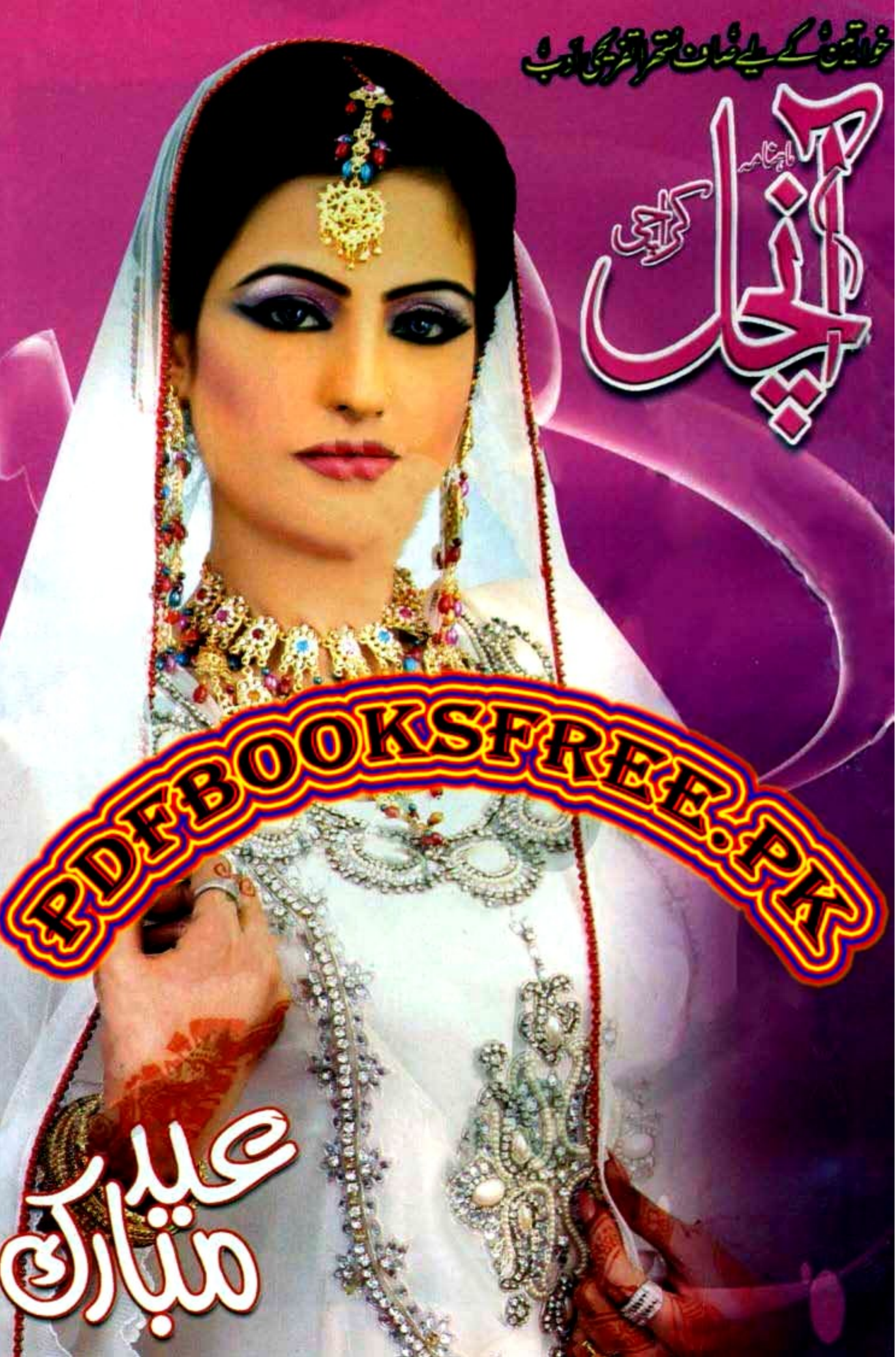
خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
PDFBOOKSFREE.PK
عید مبارک

اِس شمارے میں

ابتدائیہ

سرگوشیاں — مدیرہ — 12

حمد — راؤ مظہر الیاس ایڈووکیٹ — 13

نعت — راؤ مظہر الیاس ایڈووکیٹ — 13

درجواب آں — مدیرہ — 14

دانش کدہ

امام اعظم ابوحنیفہؒ — مشتاق احمد قریشی — 18

ہمارا آنچل

فاخرہ ایوب/ایش اکرم/ملیحہ احمد/سیدہ فرحت کاظمی/دیا آفرین — 22

بہنوں کی عدالت

راحت وفا — ادارہ — 27

سلسلے وار ناول

بھیگی پلکوں پر — اقرأ صغیر احمد — 68

مکمل ناول

جھیل، کنارہ، کنکر — نازیہ کنول نازی — 32

کیکٹس کا پھول — عشنا کوثر سردار — 108

ناول

چراغِ جاں — سفینہ یاسمین — 164

بانٹتے چلو پیار — طلعت نظامی — 184

ناولٹ

کاروان محبت — نادیہ فاطمہ رضوی — 52

انکار بھی اقرار بھی — راحت وفا — 92

افسانہ

سنہری دھوپ — ام مریم — 146

عید کا جوڑا — نزہت جبین ضیاء — 202

قصہ نصف بہتر کا — مسز حرا مجید — 208

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: نینا چوہدری ...... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر ...... عکاسی: منصور اے خان

مستقل سلسلے

قرآنی مسائل کا حل — حافظ شبیر احمد — 211

آپ کی صحت — ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا — 215

ڈش مقابلہ — طلعت آغاز — 219

بیوٹی گائیڈ — روبینہ احمد — 223

غزلیں نظمیں — ایمان وقار — 225

بیاض دل — میمونہ تاج — 229

یادگار لمحے — جویریہ طاہر — 232

آئینہ — شہلا عامر — 237

دوست کا پیغام آئے — ہما احمد — 244

ہم سے پوچھئے — شمائلہ کاشف — 250

کام کی باتیں — حنا احمد — 253

تندرستی نعمت — لبابہ احمد — 255

حنا کے رنگ — حدیقہ احمد — 257

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2

فیکس 021-35620773 ایک از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Info@aanchal.com.pk

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”میری امت میں سے لوگ شراب پئیں گے اوراس کا نام شراب کے علاوہ کچھ اور رکھ دیں گے اوران کے سامنے باجے بجائے جائیں گے اور گانے والی باندیاں گائیں گی، اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اوران میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دے گا۔“ (ابن ماجہ)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
ستمبر۲۰۱۲ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

قارئین کو عید الفطر مبارک

کہنے کو تو یہ عید نمبر ہے لیکن حقیقتاً یہ ہماری طرف سے عیدی ہے۔

سب سے پہلے میں اُن تمام بہنوں کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتی ہوں جنہوں نے میری درخواست پر صفورا شہاب بیٹی کے لیے پرخلوص دعا کیں ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان سب بہنوں کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

ماہِ مبارک رمضان اختتام پذیر ہو رہا ہے رحمتوں اور فضلِ الٰہی کی جو بارش برس رہی ہے وہ تمام ہوا چاہتی ہے۔ اس آخیر عشرہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرشتے صدا دے رہے ہیں پکار رہے ہیں کہ ہے کوئی جہنم کی آگ سے بچنے والا تو آئے اور رحمتِ الٰہی کو سمیٹ لے۔ یہ تو اُن لوگوں کی یقیناً بدبختی ہی ہوگی جو اس سنہرے موقع سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ رمضان کے روزے نہ رکھیں، نماز اور دیگر عباداتِ الٰہی سے منہ موڑے رہیں اور اپنے اعمال بد سے اپنے لیے جہنم کی آگ خریدتے رہیں۔ جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت تو حیلے بہانے سے اپنے بندوں کی مغفرت و بخشش کا اہتمام فرما رہی ہوتی ہے۔ رمضان اور اُس کی یہ رحمتیں چند ہی روز کی رہ گئی ہیں یہ وہ قیمتی ایام ہیں جن کی کوئی ایک طاق رات حکمِ الٰہی کے مطابق ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ سورۃ القدر کی اس آیت پر اگر بہنیں غور وفکر کریں جس میں ارشادِ الٰہی ہوا ہے کہ یہ ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ آیت میں ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا گیا ہے برابر نہیں اس کا مقصد ہے اس رات یعنی شبِ قدر کا اجر ہزار مہینوں سے کہیں زیادہ ہے ہزار مہینے تو کم از کم اجر کے لیے ارشاد ہوا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جو قادرِ مطلق ہے جتنا چاہے نواز سکتے ہیں۔

میں اُن تمام قلم کار بہنوں کی بھی انتہائی شکر گزار ہوں جن کے تعاون و مدد سے مجھے آنچل کو سنوارنا سجانا آسان ہو گیا ہے۔ سب لکھاری بہنوں اور قارئین کو میری اور ادارے کے تمام افراد کی جانب سے دلی عید مبارک۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا ہے کہ عید سلامتی و امن کا پیغام بن کے آئے آمین۔

اس ماہ کے ستارے۔

”جھیل کنارہ کنکر“۔ نازیہ کنول نازی اور ”کیکٹس کا پھول“ عشنا کوثر سردار کے مکمل ناول۔

”چراغِ جاں“ سفینہ یاسمین عید کا خوب صورت ناول۔

”کاروانِ محبت“ نادیہ فاطمہ رضوی اور ”انکار بھی اقرار بھی“ راحت وفا ناولٹ ہمراہ۔

”سنہری دھوپ“ اُم مریم اور ”عید کا جوڑا“ نزہت جبین ضیاء کے افسانے۔

دعا گو قیصر آرا

حمد

یہ زمین و آسماں ہیں تیری قُدرت کے نشان
ذرہ ذرہ سَر بَسر ہے تیری عَظمت کا بیاں

تو ہی پالنہار ہے مولا تمامی دہر کا
رِطب ویابس کے سب تیرے لیے رطبُ اللّساں

نُور سے تیرے منّور ہیں سماوات و ارض
ہے جھلک ادنیٰ سی مِہرِ مُستنیر ضوفشاں

دَست بَستہ ہیں سبھی خُرد وکلاں تیرے حضور
تیرے ”امرِ کُن“ کے ہیں مرہون یہ کون ومکاں

حمد کا حق راوٴ مظہر تم سے ہوگا کب ادا
ہیں سَراپا عجز جب اچھے بھلے معجز بیاں

نعت

اے حبیب ﷺ خدا سرور انبیاء ﷺ
آپ ﷺ پر ہے فدا ساری خلقِ خدا
کامران ہے زمان و مکاں میں وہی
آپ ﷺ کا ہو توسل جسے بھی عطا
ہو گیا حال اُمت کا بے حد برا
ایک نظرِ کرم ہو ادھر بھی ذرا
اے غریبوں یتیموں کے چارہ رسا
پھر سے اُمت کو دیں سیدھا رستہ دکھا
کر دیا پارہ پارہ اسے غیر نے
مختلف کر کے باہم دیا ہے لڑا
عَظمتِ رفتہ کی پھر کرے جستجو
اِس کے دل میں ہو پیدا شعور و ضیا
اس کو دے جذبہ اتحاد اِس قدر
کہ یہ ہو جائے یکجا نہ ہو پھر جدا
راوٴ مظہر کی آقا ہے اک التجا
اس کو اپنا ہی دیوانہ لیجئے بنا
چھوڑ کر سارے جنجال اس دہر کے
آپ کے عشق میں گم رہے سر تا پا

(راوٴ مظہر الیاس ایڈووکیٹ)

درِ جواب آں

مدیرہ

تحسین انجم انصاری.........اسلام آباد

پیاری تحسین سلامت رہو۔ہم آپ کے جذبات کی بہت قدر کرتے ہیں کہ آپ نے فرحت آپا کی خواہش کو مقدم جان کران کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے الف دیوتا تحریر کیا مگر بہن ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم اپنی پوری کوشش کے باوجود اس ناول کے لیے گنجائش نہیں نکال پا رہے۔ آپ کا افسانہ جلد ہی شائع کردیں گے آپ کے علم میں تو ہوگا ہی کہ ابھی لگاتار عید نمبرز ہے۔اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو خوش وخرم رکھے آمین۔

فصیحہ آصف خان.........ملتان

فصیحہ ڈیئر سدا خوش رہو۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی کی نعمت سے مالا مال کرے اور آپ کا سایہ آپ کے بچوں پر قائم ودائم رکھے آمین۔ ان شاء اللہ عید نمبرز سے فراغت پاتے ہی آپ کا افسانہ شاملِ اشاعت کرکیا جائے گا۔دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

صائمہ طاہر سومرو.........حیدر آباد

اچھی صائمہ شاد وآباد رہو۔اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے نئے سفر میں کامیابی وکامرانی عطا کرے اور آپ کا نصیب بلند کرکے آپ کو اپنے خاص خزانے سے بہت سی خوشیاں عطا کرے تاکہ آپ سدا خوش وخرم رہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سویرا فلک.........کراچی

سویرا خوش رہو۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو اپنے اس خاص بابرکت مہینہ میں اپنی خاص رحمت سے نوازا بہت بہت مبارک ہو۔ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ بچی کے بخت بلند سے بلند کرے اور آپ کو بہت سی خوشیاں عطا کرے آمین۔

اُم ثمامہ.........جھڈو

گڑیا ثمامہ سلامت رہو۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کے بھائی کی مغفرت فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے اور آپ سب کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے بہت بڑا سانحہ جس کا ازالہ ممکن ہی نہیں ہماری تو کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا کہ آپ کو کن الفاظ میں تسلی دیں۔ ہم تمام قارئین سے درخواست گزار ہیں کہ وہ سب اُم ثمامہ کے بھائی کے لیے دعائے مغفرت فرمائے ادارہ آنچل آپ کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

دعا ہاشمی.........فیصل آباد

پیاری بادشاہ سلامت خوش رہو۔بادشاہ سلامت کا حکم سر آنکھوں پر ان شاء اللہ آئندہ پورا پورا خیال رکھا جائے گا کہ کوئی بے ادبی نا ہو۔بیسٹ فرینڈ اور فرینڈ میں تو کوئی فرق نہیں ہوتا ہماری نظر میں آگے لوگ اس کے بارے میں کیا تاویل رکھتے ان کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ سوکھے خوشبودار گلاب کے پھولوں کے لیے شکریہ۔

عمارہ حامد.........اسلام آباد

پیاری عمارہ آباد رہو۔پہلی بار شریکِ محفل ہونے پر خوش آمدید اور جہاں تک آپ کی کہانی کی بات ہے تو ان شاء اللہ عید نمبرز سے فراغت پاتے ہی پڑھ کر آپ کو ان ہی سطور میں جواب دے دیں گے۔

اقرا کلثوم.........سمبڑیال

ڈیئر اقرا خوش رہو۔عید نمبرز سے فراغت پاتے ہی پڑھ کر ان سطور پر جواب دے دیں گے۔دعاؤں کے لیے بہت بہت جزاک اللہ۔

پری وش گوندل.........مانگٹ

پیاری پری شاد رہو۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی عطا کرے اور آپ کو امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیابی عطا کرے۔آمین آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔

شہزادی عزیز.........بری سلطان

اچھی شہزادی خوش رہو۔آپ کا تعارف اس کے شعبہ میں بھیج دیا گیا ہے جہاں آپ کی باری آنے پر شائع کردیا جائے گا جس کے لیے آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔آپ بھی ہمارے لیے اتنی ہی اہم ہیں جس قدر تمام بہنیں ہیں۔آپ بھی ان کی صف میں شامل ہیں اب تو خوش۔

سیدہ جیا یاور عباس کاظمی.........تلہ گنگ

جیا گڑیا دعا۔آپ نے بہت اچھا کیا جو سب کچھ ہم سے کہہ کر دل کا بوجھ ہلکا کرلیا اور ہمیشہ ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ ہم سے اپنی ہر بات شیئر کرسکتی ہیں۔ہماری تو یہی سمجھ میں نہیں آرہا کہ ہم اپنی پیاری سیدہ آرائین جیا گویا اب سیدہ جیا یاور کو کیا کہیں کس طرح دلاسا دیں اتنا بڑا نقصان کہ آپ ابھی پوری طرح نئے سفر کی خوشیاں بھی نہیں دیکھ پائی تھیں کہ ظلم کا اتنا بڑا پہاڑ آپ پر آن گرا مگر گڑیا ایک بات ہے یقیناً اس میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت ہوگی جو ابھی ہم کو نظر نہیں آرہی۔ہم دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرما کر بہت ساری ہمت وطاقت عطا فرمائے اور آپ کے شوہر کی مغفرت فرما کر ان کے درجات کو بلند فرما کر انہیں اعلیٰ علیعین میں شمار فرمائے آمین۔ ہمت وحوصلہ رکھو گڑیا ہم اور آنچل کے تمام قارئین آپ کے ساتھ ہیں۔

ماریہ گھمانوی ماآیا.........ایبٹ آباد

ماریہ ڈیئر خوش رہو۔اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کے اور اس میں رہنے والوں کے تمام مسائل کو حل کردے اور ہمارے دلوں کو پاک صاف کردے آمین۔دعاؤں کے جزاک اللہ۔

دیا آفریں.........شاہدرہ

دیا جیتی رہو۔لیجیے ہم نے آپ کی خواہش پر نولفٹ کا بورڈ اٹھا کر سمندر برد کردیا ہے اب تو خوش ہیں ناں آپ۔ تاریخ کے لیے تو ہم آپ سے معذرت ہی کرسکتے ہیں وہ اس لیے کہ ایک تو ہمارے ملکی ڈاک کا نظام انتہائی اعلیٰ پائے کا ہے کہ بس کیا کہیں۔آپ کو بھی ڈھیروں مبارک باد۔ جزاک اللہ۔

سعدیہ نسرین.........نامعلوم

سعدیہ ڈیئر خوش رہو۔پہلی بار شریکِ محفل ہونے پر خوش آمدید۔آپ کا آنچل سے محبت اور لگاؤ جان کر خوشی ہوئی۔اب جب تک آنچل آپ کے ہاتھوں میں پہنچے گا اس وقت تک عید شروع ہورہی ہوگی یا ختم ہوچکی ہوگی ہماری طرف سے آپ کو عید مبارک۔ان سطور کے ذریعے آپ کی تمام رائیٹرز کے لیے تعریف اور پسندیدگی پہنچائی جارہی ہے اور ادارئی آنچل اور ملک کے لیے دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عندلیب.........نامعلوم

عندلیب ڈیئر دعا۔بالکل آپ بھی آنچل فیملی کا حصہ ہیں اور ان شاء اللہ اگر لگن کے ساتھ محنت کی جائے اور بھرپور توجہ کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی رائگاں نہیں جانے دیتا۔آنچل پسند کرنے کا شکریہ اللہ آپ کو بھی خوش وخرم رکھے اور دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔آمین

انوری محمد رمضان.........پنڈ دادنخان

انوری پیاری خوش رہو۔پہلی بار شریکِ محفل ہونے پر خوش آمدید۔آنچل اور اس کی تمام لکھاری بہنوں کو پسند کرنے کا شکریہ یہ سب آپ بہنوں کا پیار ومحبت ہی ہے جو آج آنچل اس مقام تک پہنچ پایا ہے۔آپ کی بات سولہ آنے درست ہے کہ اب بھی بہت سے گھرانوں میں ڈائجسٹ ورسائل پڑھنا معیوب سمجھا جاتا ہے مگر اس میں بھی ان گھرانوں کا کوئی قصور نہیں کیونکہ بہت سے رسائل سستی شہرت کے لیے بہت ہی خراب چیزیں شائع کرکے نوجوان نسل کو تباہ وبرباد کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور وہ بھی صرف چند روپوں کے لیے جس سے اچھا اور معیاری مواد شائع کرنے والے ادارے بھی متاثر ہوجاتے ہیں خیر اللہ سب کو نیک ہدایت دے آمین۔

کنیز ماحی.........نامعلوم

کنیز ڈیئر دعا۔ہم اور آنچل آپ سب بہنوں کے لیے ہی ہیں ہمیں آپ کی یا کسی بھی بہن کی کوئی بات بری لگ ہی نہیں سکتی کیونکہ آپ کی ناراضگی وخفگی میں بھی آپ کا پیار واپنایت پوشیدہ ہوتی ہے تو آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ ہم آپ سے ناراض ہوجائیں گے یا آپ کے الفاظ ہمیں برے لگیں گے کبھی سوچے گا بھی نہیں اور ہاں ایک بات ہمیشہ کے لیے ذہن نشین کرلیجیے کہ ہم ہر کہانی کو پورا پڑھ کر ہی فیصلہ کرتے ہیں کوئی بھی کہانی ہمارے لیے غیر اہم نہیں ہوتی چاہے وہ نئی لکھاری بہن کی ہو یا پرانی، ہم پوری توجہ کے ساتھ ہر کہانی پڑھتے ہیں اگر کسی بھی کہانی میں تھوڑا بہت اصلاح کا کام ہوتا ہے تو ہم وہ کرلیتے ہیں ہاں اگر بہت زیادہ اصلاح ہو تو پھر مجبوری ہوتی ہے۔اب ہم امید کرتے ہے کہ آپ کی تشفی ہوگئی ہوگی۔

فاخرہ ایوب.........نامعلوم

فاخرہ پیاری سلامت رہو۔ پہلی بار شریکِ محفل ہونے پر خوش آمدید۔آپ کو تعارف کے سلسلے میں باری کا

انتظار کرنا ہوگا۔ نازیہ کنول نازی کو آپ کی مبارک باد ان سطور کے ذریعے پہنچائی جارہی ہے۔ آپ کی تمام تجاویز نوٹ کرلی ہیں ان شاء اللہ جلد ان کو پورا کرنے کی سعی کریں گے۔ آپ کا یہ پیغام ان سطور کے ذریعے تمام لکھاری بہنوں تک پہنچارہے ہیں کہ آپ چاہتی ہیں کہانیوں کے مرکزی کردار حسن سیرت کا نمونہ پیش کریں تاکہ انہیں پڑھ کر لوگ اپنی اصلاح کرسکیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

صدیقہ خان............باغ آزاد کشمیر

اچھی صدیقہ خوش رہو۔ ربِ کریم آپ کی تمام دعائیں قبول فرمائے آمین۔ آپ کی تمام تجاویز نوٹ کرلی گئی ہیں۔ آپ کا تعارف اس کے شعبہ کو بھیج دیا گیا جہاں باری آنے پر شائع کردیا جائے گا اور دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

طیبہ نذیر............شادیوال

پیاری طیبہ سلامت رہو۔ آپ سب کو عید کی ڈھیروں مبارک باد، ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کی اس ماہِ مبارک میں کی جانے والی تمام عبادات کو اپنی بارگاہِ میں قبول فرما کر عید کی خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔ ربِ کریم آپ کے ماموں کی مغفرت فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے آمین۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عائشہ مقصود............گوڑھا

عائشہ ڈیئر جیتی رہو۔ پہلی بار شریکِ محفل ہونے پر خوش آمدید۔ ربِ کریم آپ کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائے آمین۔ آپ کی کہانی............۔

دیا خان خٹک............میانوالی

اچھی دیا بہت سی دعائیں۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کے شکوہ کے جواب میں بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ جو بھی چیزیں وقت پر مل جاتی ہیں وہ ضرور شائع ہوجاتی اس ماہ نہیں تو اگلے ماہ مگر جب کچھ ملے گا ہی نہیں تو پھر کیسے شائع کیا جاسکتا ہے اب آپ ہی بتائیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

صوفیہ مقصود علی............جھنگ

پیاری صوفیہ خوش رہو۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کے حالات جان کر بس دعا ہی کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام مشکلات کو آسانی میں بدل دے آمین۔ آپ اپنی سہیلیوں سمعیہ اور ارشاد کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہیں جنہوں نے آپ کی مدد کی اور دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شگفتہ خان............بھلوال

گڑیا شگفتہ ڈھیروں دعائیں۔ آپ کے خط سے مختصراً آپ کے حالات کی جانکاری ملی جسے پڑھ کر بے حد دکھ ہوا اور دل خون کے آنسو رویا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کے حق میں بہتری والا معاملہ فرمائے اور آپ سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے آپ کے والد کی مغفرت فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے آمین۔ ہم تمام قاری بہنوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ شگفتہ کے والد اور تمام آنچل فیملی وقارئین کے لیے خصوصی دعا فرمائیں اور اس کا اجر اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو ضرور عطا فرمائے گا۔

میمونہ صدف............راولپنڈی

ڈیئر صدف سلامت رہو۔ آپ کے چاروں سوالات کا جواب یہ ہے کہ اس ہی سلسلے کے آخر میں لگا بکس پڑھ لیجئے گا جس سے آپ کو تمام معلومات مل جائیں گی اور جہاں تک آپ کی بہن کی کہانی کا سوال ہے تو وہ پڑھے بغیر تو ہم بتا نہیں سکتے کہ شائع ہوگی کہ نہیں۔

فریحہ شبیر............شاہ نکڈر

پیاری فریحہ خوش رہو۔ آنچل کے حصول میں درپیش آپ کی مشکلات کا پڑھ کر اندازہ ہوا تو آپ کو ہم یہ مشورہ ہی دے سکتے ہیں کہ آپ سالانہ خریدار بن جائیں تو آپ کو گھر بیٹھے آنچل ملتا رہے گا۔ جی آپ بھیج سکتی جو ہم ان تک پہنچادیں گے دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

نازیہ کنول نازی............ہارون آباد

ڈیئر نازیہ۔ خوش رہو۔ آپ کی طرف سے بہن اُم ثمامہ کے جوان سالہ بھائی کی ناگہانی رحلت پر اس سطور کے ذریعے تعزیتی پیغام پہنچارہے ہیں آپ کے ساتھ ادارہ بھی بہن اُم ثمامہ کے دکھ میں برابر کا شریک ہے۔

مشترکہ جوابات

شاہ زندگی بنڈی۔ آپ اس سلسلے کے آخر میں لگا بکس پڑھ لیجئے جس میں آپ کو ساری رہنمائی مل جائے گی۔ ساجدہ زیدی ویروالہ جہلم۔ آپ کا بہت بہت جزاک اللہ۔ سیدہ صبا اکبر منڈی بہاؤ الدین۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ نیناں شاہ میانوالی۔ نیناں ہمارے ادارے کی پالیسی نہیں ہے یہ۔ نگہت حق کسووال۔ آپ کو بھی عید مبارک اور دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔ نامعلوم بہن چک نمبر ۱۱۳ ای بی عارف والہ۔ خوش آمدید آئندہ اپنا نام لکھنا نہ بھولیے گا۔ نامعلوم خواب نگر۔ اسلام میں سالگرہ منانا جائز نہیں ہے۔ عاصمہ مجید سمندری۔ آپ کی شرکت ہم کو کیوں بری لگے گی بھلا آنچل اور ہم ہیں ہی آپ سب کے آپ کی کہانیاں ابھی پڑھی نہیں گئیں۔ ماہ رخ سیال ۶۴ ایس بی سلانوالی۔ آپ کو پہلی بار آمد پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ نمرہ افتخار اوکاڑہ۔ آپ کا تعارف اس کے شعبہ میں بھیج دیا اور جہاں تک شائع ہونے کا سوال ہے تو وہ باری آنے پر ہی شائع ہوگا انتظار کیجئے۔ سمیعہ ناز سمی ساگری کلاں۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید آپ کو بھی عید مبارک۔ ماریہ ارشد سرگودھا۔ خوش آمدید اور ہماری پاس ردی کی ٹوکری نہیں ہے آپ اپنی کہانی بتائے گئے طریقہ کے مطابق لکھ کر بھیج سکتی ہیں۔ انا احب گجرات۔ طویل غیر حاضری کے بعد آمد پر خوش آمدید۔ مہر گل کراچی۔ آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہے اور آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ لغات کے مطابق سوفے اور صوفے دونوں ہی صحیح ہیں۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط

نائلہ اشفاق کے جی ایم۔ جنت فاطمہ فیصل آباد۔ سندر یاد ستیانہ۔ مون عابد ہری پور۔ وجیہہ خان بہاولپور۔ ماریہ مغل پنڈی گھیب۔ مہک شاہ نکڈر۔ نورین شاہد رحیم یار خان۔ عظمیٰ احمد میانہ گوندل۔ حفصہ بتول بہاولپور۔ ثمیرا اور حمیرا ادھم احمد پور شرقیہ۔ عطیہ ارشد سمندری۔ حافظہ ثمیرا شاہ نکڈر۔ آسٹر۔ ارم شہزادی ڈی جی خان۔ عشرت سید محمد رمضان حیدرآباد۔ نازیہ و نبیلہ سلیم کراچی۔ طیبہ شریں کوری خدا بخش۔ شانزے ریاض ماڑی پور کراچی۔ امید چوہدری مری۔ مہوش ملک گنگا پور۔ ایمن وفا جھڈو۔ دعا عاشی جھنگ۔

ناقابل اشاعت

آنچل کے سنگ، بات حق کی ہے، ماں جی، دربار عشق، عشق اساں نال، دشت آرزو، میرا عشق بھی تو، مائی ینگر برادر، مجھے آرزوئے سحر رہی، وقت بڑا بے ایمان، دل بے خبر، دریچہ آگہی، قید، یہی تو زندگی ہے، زیست ہم سفر جیوں تو کیسے، کیسی خوشی لیکر آیا چاند، سوچو تو ذرا، غفلت کی راہ، اب لوٹ آؤ، کشمکش، دوستی اور عشق، پاگل پری، خار ہے زندگی، سزائے زندگی، فیس بک اور عنائیہ، دعا رائیگاں نہیں جاتی، محبت اعتبار اور وفا، عید خوشیوں کا تہوار، نئی رتوں کے نئے موسم، مجھے چاک پر سے اتار دے، کبھی سمندر کبھی ستارا، یہ زندگی جنہیں راستے میں خبر ہوئی، میٹھی عید کی خوشیاں، لمحہ آگہی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ○

انتقال پرملال:۔ بڑے دکھ کے ساتھ بہنوں کو اطلاع دی جارہی ہے کہ آنچل کی لکھاری بہن اُم ثمامہ کے بھائی حکم ربی سے انتقال کرگے ہیں۔ آنچل کا ادارہ بہن اُم ثمامہ اور ان کے اہل خانہ کے دکھ میں برابر کا شریک ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجئے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

امام شافعیؒ سے حرملہ نے روایت کی کہ جو شخص فقہ میں کامل بننا چاہے وہ ابوحنیفہؒ کے عیال میں شامل ہوجائے‘ کیونکہ فقہ ان کے موافق کردی گئی ہے‘ ایک اور جگہ امام شافعیؒ سے ربیعؒ روایت کرتے ہیں کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں‘ میں نے ان سے زیادہ فقیہہ کسی کو نہیں دیکھا۔ جس نے امام ابوحنیفہؒ کی کتب کا مطالعہ نہیں کیا وہ علم میں کمال حاصل نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرسکتا ہے۔

(امام شافعیؒ نے جس طرح امام صاحبؒ کی شان میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اس سے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ امام شافعیؒ خود امام ابوحنیفہؒ کی تقلید و پیروی کرتے۔ لیکن ایسا اس لیے نہیں ہوسکا کہ امام شافعیؒ ان کے علم‘ ان کی ذہانت‘ ان کی حاضر جوابی‘ ان کی قوت استدلال سے متاثر تھے لیکن قرآن کینص کی تشریح اور استنباط میں وہ اپنی رائے اور راہ چونکہ الگ رکھتے تھے‘ اس لئے بہت سے مسائل میں انہیں امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف بھی تھا۔)

حضرت ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے ابوحنیفہؒ جیسا نہیں دیکھا۔ جو شخص علم مغازی سیکھنے کا ارادہ کرے وہ مدینہ منورہ جائے اور جو مسائل حج سیکھنا چاہے وہ مکہ مکرمہ میں جائے اور جو علم فقہ حاصل کرنا چاہے اسے لازم ہے کہ وہ کوفہ جا کر امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کو لازم پکڑے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ فقیہہ نہیں دیکھا اور وہ خیر کی نشانی تھے۔ کسی نے دریافت کیا خیر کی یا شر کی؟ اس پر ابن مبارکؒ نے فرمایا خاموش رہ۔ شر کے لیے لفظ غایہ استعمال ہوتا ہے‘ آیہ نہیں۔ آیہ خیر کی نشانی ہے اور خیر کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ اگر رائے کی ضرورت ہو تو امام مالکؒ سفیانؒ اور امام ابوحنیفہؒ کی آرا درست ہیں۔ ان سب میں امام ابوحنیفہؒ سب سے زیادہ فقیہہ اور اچھے فقیہہ تھے اور باریک بین فقیہہ میں سب سے زیادہ غور و خوض کرنے والے تھے۔ ایک اور جگہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں کسی موضوع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ ملے تو ہم ابوحنیفہؒ کے قول کو حدیث کا قائم مقام سمجھتے ہیں۔ وہ

فرماتے ہیں کہ ایک دن میں لوگوں سے حدیث بیان کررہا تھا اور میں نے جب یہ کہا کہ حدیث بیان کی مجھ سے نعمان بن ثابت نے تو مجلس والوں میں سے کسی نے پوچھا یہ نعمان بن ثابت کون ہے؟ میں نے کہا ابوحنیفہؒ جو علم کا مغز ہے۔ یہ سن کر بعض لوگوں نے حدیث لکھنا چھوڑ دیا تو میں کچھ دیر تو خاموش رہا پھر میں نے کہا اے لوگو! تم آئمہ کے ساتھ بے ادبی اور جہالت کا معاملہ اختیار کرتے ہو تم علم اور علماء کے مرتبے سے جاہل ہو۔ امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی قابل اتباع نہیں کیونکہ وہ متقی پرہیزگار ہیں مشتبہ چیزوں سے بچنے والے ہیں۔ علم کا پہاڑ ہیں۔ علم کو ایسے کھولتے ہیں کہ ان سے پہلے کسی نے اتنی باریک بینی اور ذکاوت سے ایسا نہیں کھولا۔ اس کے بعد ابن مبارکؒ نے قسم کھائی کہ میں تم سے ایک ماہ تک کوئی حدیث بیان نہیں کروں گا۔

حضرت ابن جریحؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے علم اور شدت تقویٰ اور حفاظتِ دین حفاظت علم کے بارے میں فرمایا کہ بے شک وہ بڑے فقیہہ ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ تقویٰ اور زہد و ایثار آخرت میں ایسے مقام پر ہیں کہ کوئی دوسرا اس مقام تک نہیں پہنچ سکا۔

محدث حضرت یزید بن ہارونؒ نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ کی کتب کو دیکھا کرو کیونکہ میں نے کسی فقیہہ کو نہیں دیکھا جو ان کی کتابوں کو دیکھنا پسند نہ کرتا ہو۔

حضرت خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے لیے اپنی نمازوں میں دعا کریں‘ کیونکہ انہوں نے سنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ کو محفوظ کردیا ہے اور جو شخص جاہلیت اور اندھے پن سے نکلنا چاہے اور یہ خواہش مند ہو کہ اُسے فقہ کی حلاوت حاصل ہو تو وہ امام ابوحنیفہؒ کی کتب کا مطالعہ کرے۔

حضرت مکیؒ بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔

حضرت یحییٰ بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہتر رائے کسی کی نہیں سنی۔ اسی لیے فقہاء ان کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔۔ حضرت نضر بن شمیلؒ فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ سے غافل تھے یعنی سوئے ہوئے تھے لیکن امام ابوحنیفہؒ نے انہیں جگا دیا۔

محدث حضرت مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں کہ جس نے امام ابوحنیفہؒ کی اتباع کی اس پر کوئی خوف نہیں کیونکہ فقہ میں ان سے بہتر کسی کی رائے نہیں کیونکہ میں نے ان سے بڑا فقیہہ نہیں دیکھا۔

محدث حضرت عیسیٰ بن یونسؒ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے امام ابوحنیفہؒ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا اور نہ ان سے بڑا فقیہہ دیکھا۔

حضرت معمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ فقہ میں اچھا کلام کرنے والا اور ایک مسئلے کو دوسرے مسئلے پر اچھی طرح قیاس کرنے والا نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے بہتر حدیث کی شرح کرنے والا دیکھا۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ فقہ میں معروف، تقویٰ میں مشہور، وسعت مال والے تھے۔ اپنے ہم مجلسوں پر خوب خرچ کرتے تھے۔ دن رات دین کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔ بہت کم گو تھے، حرام وحلال کے مسائل پر جواب، حق کے بغیر نہیں دیتے تھے۔ حکومت اور حکمرانوں سے دور رہنے والے تھے۔

حضرت قاضی ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے لیے اپنے والدین سے پہلے دعا کرتا ہوں۔ ابوحنیفہ کو اللہ تعالیٰ نے فقہ، عقل، سخاوت، اچھے اخلاق سے زینت بخشی تھی۔ اور وہ اخلاق جو قرآن میں ہیں۔

حضرت محدث وکیعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑا نہ تو فقیہہ دیکھا اور نہ کسی کو ان سے اچھی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

حضرت امام حافظ ناقد رجال یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ ثقہ وصدوق تھے۔ فقہ میں اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں مامون تھے۔

حضرت ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے قاضی حسن بن عمارہؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے گھوڑے کی رکاب پکڑے دیکھا وہ فرما رہے تھے، خدا کی قسم! میں نے ان سے زیادہ فقہ میں فصیح وبلیغ کلام کرتے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ ہی صابر وحاضر جواب، یہ اپنے وقت کے سید الفقہاء ہیں۔

حضرت محدث شعبہؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ حسن الفہم اور جید الحفظ تھے۔

حضرت محدث خارجہ بن مصعبؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ باقی فقہاء میں چکی کے مرکز یعنی قطب کی طرح ہیں یا نقاد کے مشابہہ ہیں جس سے کہ سونا پرکھا جاتا ہے۔

حضرت حافظ محمد بن میمونؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں نہ کوئی ان سے بڑا عالم تھا نہ پرہیزگار اور نہ زاہد نہ عارف نہ فقیہہ، اللہ کی قسم ان سے حدیث سننا مجھے ہزار دینار سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

حضرت ابراہیم بن معاویہؒ فرماتے ہیں دین وسنت کی علامت امام ابوحنیفہؒ سے محبت ہے۔ وہ انصاف کی تعریف کرتے اور انصاف کے مطابق کلام کرتے تھے۔ انہوں نے لوگوں کے لیے علم کا راستہ واضح کردیا اور تمام مشکلات کو حل کردیا۔

حضرت امام داؤد طائیؒ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ ایسا ستارہ ہیں جس سے رات کے وقت مسافر راستہ پاتا ہے اور ایسا علم ہیں جس کو ایمان والوں کے دل قبول کرتے ہیں۔

بہت سے لوگوں نے بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ مجالس کے اعتبار سے بڑے کریم اور سب سے زیادہ اکرام کرنے والے تھے۔ اپنے ساتھیوں سے بھائی چارہ کرنے والے اور غریبوں کی شادیاں کرانے والے اور ان پر خرچ کرنے والے تھے۔

حضرت امام یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی آپ سے اپنی کسی ضرورت یا حاجت کا ذکر کرتا آپ اسے ضرور پورا کرتے تھے۔ جب امام صاحب کے بیٹے حمادؒ نے سورۃ فاتحہ ختم کی تو امام صاحبؒ نے اپنے بیٹے کے استاد کو پانچ سو درہم بہ طور ہدیہ پیش کیے۔ استاد نے کہا میں نے کیا کیا ہے جو آپ اتنی بڑی رقم دے رہے ہیں اس پر انہوں نے فرمایا جو آپ نے میرے بیٹے کو سکھایا ہے اس کو حقیر نہ جانیے۔ خدا کی قسم! اگر اس وقت میرے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو قرآن کی تعظیم کے لیے میں سب حاضر کردیتا۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ بہت زیادہ صدقہ کرنے والے تھے۔ انہیں جو بھی مال حاصل ہوتا اس میں سے کچھ نہ کچھ وہ ضرور خیرات کرتے جو ہدایا ان کے پاس آتے میں ان کی کثرت سے تنگ ہونے لگا تو میں نے امام صاحب کے شاگردوں سے اس کی شکایت کی تو انہوں نے بتایا کہ اگر آپ ان ہدایا کو دیکھتے جو امام صاحبؒ نے حضرت سعید بن عروبہؒ کو دیئے تو آپ حیران رہ جاتے۔ امام صاحبؒ تو ہر محدث کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں اور خوب خوب ہدیے بھیجتے۔

حضرت مسعرؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ جب اپنے یا اپنے اہل وعیال کے لیے کپڑا وغیرہ یا پھل وغیرہ خریدتے تھے تو اس سے پہلے وہ وہی چیزیں بڑے بڑے علماء کے لیے بھی خریدتے تھے۔

(جاری ہے)

ہمارا آنچل

ملیحہ احمد

فاخرہ ایوب

السلام علیکم! تو جناب میرا نام فاخرہ ایوب ہے۔ میں آزاد کشمیر ڈسٹرکٹ باغ کے ایک پیارے سے گاؤں نڑول کی باسی ہوں اور جنوری میں اس دنیا میں تشریف لائی۔ موسم کی سنگینی کو بھی ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔ سمجھ گئے ہمیں دنیا دیکھنے کی بہت جلدی تھی سو مزاج پر بھی موسم کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ ہم دو بہنیں اور تین بھائی ہیں۔ بشریٰ باجی اجارہ داری سے لطف اندوز ہو رہی تھیں کہ مابدولت نے ان کی اجارہ داری کو Duopoly میں چیلنج کر دیا جس پر وہ ملول بھی رہی ہوں گی لازماً بھئی کہاں اجارہ داری اور کہاں دو جارہ بچپن بالکل ویسا ہی گزرا کہ جیسا گزرنا چاہیے تھا۔ بے فکرا، ہنسی مذاق، لڑائی جھگڑا، کھیل کود، دوست بناتے، تعلیمی مدارج بھی کامیابی سے طے ہوتے رہے۔ خوشی کے پنڈولیم میں جھولتے کالج لائف اور یونیورسٹی لائف گزر گئی، لگتا ہے لمحے کی بات تھی اور وقت گزر گیا۔ ماسٹرز کرنے کے بعد مقامی کالج میں لیکچرر شپ سے لطف اٹھا رہی ہوں، یہ میرا وہ خواب تھا جو میں نے بہت ڈرتے ڈرتے دیکھا تھا اور بہت خاموشی کے ساتھ اس کی آبیاری کی۔ میرے اس شوق اور خواب کی تعبیر محض اللہ پاک کی مجھ ناچیز پر اعلیٰ درجے کی عنایت ہے جس کا میں جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔ آنچل، شعاع اور خواتین رسالے سے وابستگی اس وقت سے ہے جب میں آٹھویں میں تھی۔ رزلٹ کے بعد امی سے اجازت لی پڑھنے کی اور پوزیشن چونکہ لی تھی سو بخوشی کچھ دیر کے لیے اجازت مل گئی۔ اب تو عرصہ ہو گیا، فراغت کو مطالعہ، گپ شپ (اگر دوست دستیاب ہوں) اور پڑوسیوں کو شرف میزبانی بخشنا (جو کہ بہت کم ہوتا ہے) میں گزارتی ہوں۔

میرا جی چاہتا ہے میرے پاس بکس ہی بکس ہوں اور میں خریدتی بھی ہوں۔ اشفاق احمد، قدرت اللہ شہاب، واصف علی واصف، بانو قدسیہ، جاوید چوہدری، ڈاکٹر ذاکر نائیک کو تھوڑا بہت پڑھا ہے۔ مجھے "لبیک" ممتاز مفتی بہت پسند ہے۔ خوشی کے پیمانے بڑے نہیں، کوئی چھوٹی سی بات بے پناہ خوشی دے دیتی ہے اور چھوٹی سی بات آزردہ بھی کر دیتی ہے۔ حد میں رہتے ہوئے ہر فیشن پسند ہے۔ رنگوں میں بلیک، وائٹ، پنک، فیروزی اور موقع کی مناسبت سے اچھا لگنے والا رنگ پسند ہے۔ جیولری میں نت نئی جیولری پسند ہے۔ نظر آنے پر خریدتی ضرور ہوں پر پہنتی کم ہوں مجھے رنگز، بریسلیٹ، جھمکے (بڑے بڑے) اور ہاں کانچ کی سادہ چوڑیاں بے حد پسند ہیں۔ کھلی کھلی، ان کی آواز بہت پسند ہیں۔ برستے ساون میں سلیپر پہن کر "شڑاپ شڑاپ" کی آواز سننا اچھا لگتا ہے چاہے چھینٹے سر سے اوپر جائیں۔ سادہ خوراک ہوں کڑاہی اور پنیر پلاؤ پسند ہے۔ کوکنگ...... مائی گاڈ...... چھوٹی عمر میں من میں جانے کیا سمائی بڑوں کی ذمہ داریوں میں سر گھسا لیا اور پھر نہ پوچھیں بخوشی راستے ہموار اور میدان صاف کر دیا گیا اب تو یہ عالم ہے دہائی دیتی ہوں خدارا میں اپنی یہ ذمہ داری خوشی سے آگے منتقل کرنا چاہتی ہوں پر کس کو پڑی ہے (خیر کوکنگ شوق ہے اور تھوڑا بہت گزارا لائق پکا لیتی ہوں) مجھے تنہائی میں بیٹھ کر آرام سے چائے پینا بھی پسند ہے اتنے آرام سے کہ آخری سپ بالکل ٹھنڈا پانی ہوتا ہے۔ میک اپ میں مجھے لپ لائنر اور نیل پالش پسند ہے۔ لباس میں قمیص شلوار، فراک ٹراؤزر پسند ہے۔ ہلکی بارش میں ہلکی پھلکی موسیقی ود لانگ ڈرائیو پسند ہے۔ نصرت فتح علی، لتا، نادیہ حسن، راحت فتح علی، عاطف اسلم کی آواز پسند ہے، غزلیں پسند ہیں۔ ناپسندیدہ مصروفیت کو اچھی موسیقی میں ہی انجام دیتی ہوں۔ میرا پسندیدہ پروگرام ٹی وی پر کیپیٹل ٹاک، ہم سب امید سے ہیں، کامران خان، حامد میر اور سینئر اینکرز میں ثناء بچہ پسند ہیں۔ میری زندگی کا خوش گوار لمحہ میری بھانجی فضہ کی آمد ہے اس دن اس لمحے کو آج بھی یاد کرتے ہوئے اتنی ہی خوشی محسوس کرتی ہوں جتنی اس کی پیدائش پر تھی پھر ماشاء اللہ، معاذ، امامہ، فصیح، ایمان، انتان نے آ کر میرے عہدے اور ذمہ داریوں میں اضافہ کیا (بھئی پھوپی، خالہ کے فرائض) میری زندگی کا بدترین دن جب میں نے اپنے ابو کے زندگی سے عاری ماتھے کو چھوا، وہ ٹھنڈک مجھے کبھی نہیں بھولے گی۔ موت سے زیادہ اذیت ناک اور خوفناک کوئی چیز نہیں، بس پھر زندگی کا دوسرا رخ سامنے گیا۔

بدلتے رشتے بے پناہ دکھ دیتے ہیں تاہم اس حقیقت کو قبول کرنے کی کوشش کرتی ہوں، تبدیلی کائنات کا ضمیر ہے، تاہم پرانے زخم اکثر درد تو دیتے ہیں۔ مجھے اپنی کزن کے ساتھ بستر میں گھس کر اپنی آواز میں گنگنانا پھر سننا اور پھر جی کھول کر ہنسنا آج بھی بہت یاد آتا ہے۔ وہ بے ساختہ قہقہے، مستیاں سب کھو گیا

میں فطرتاً خوش مزاج ہوں، مجھے جھگڑالو، خود پسند، منافق، دوسروں کی ٹانگیں کھینچنے والے، حاسد اور مکھیاں، سمجھ گئے نا آپ۔ بالکل پسند نہیں۔ غصہ بہت کم آتا ہے پر جب آتا ہے بہت بُرا آتا ہے۔ مخلص، سادہ اور پڑھے لکھے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا پسند ہے۔ ریزرو نیچر ہے فوراً فرینک نہیں ہوتی، اگر کسی کی کوئی عادت ناقابل برداشت ہو تو بڑے غیر محسوس انداز میں اس سے دور ہو جاتی ہوں۔ فرینڈز کی تعداد بہت کم ہے، زیادہ دوست نہیں بناتی پر جو ہیں طویل دوستی ہے۔ اللہ کا تصور میرے لیے حوصلہ ہے، مجھے زندگی بخشتا ہے۔ میری خواہش ہے میں اپنے دل سے تمام کثافتیں دور کر لوں اور اللہ کا گھر بناؤں، پر دنیا مجھے کھینچ لیتی ہے، میرے لیے دعا کیجیے گا۔ میری اچھی عادات میری نظر میں نرم خو، خوش اخلاق، سافٹ نیچر، صاف دل، بُری عادات بہت کم ہیں، بھئی فاخرہ ایوب دنیا میں ایک ہی تو ہے پھر وہ کوشش کر کے اچھی کیوں نہ بنے۔ امی اور آصف بھائی مجھے ست کہتے ہیں۔ بشریٰ باجی کی نظر میں میرے اندر کوئی خاص نہیں۔ عاصم بھائی سے تو میں کبھی نہ پوچھوں وہ تو گھنٹوں میری نادیدہ برائیاں بتائے گا۔ وقاص کی نظر میں بہت اچھی پیاری بہن ہوں۔ باقی چھوڑیں اب کیا برائیاں ڈھونڈوں خود میں۔ البتہ حساسیت اور مروت اکثر نقصان دیتے ہیں، قلم تو رک نہیں رہا تاہم آپ کا خیال بھی رکھنا ہے، اجازت چاہوں گی، اللہ ہمیں آسانیاں عطا فرمائے اور بانٹنے کی توفیق دے، آمین۔ میرا تعارف کیسا لگا آپ کی آراء کی منتظر رہوں گی، والسلام۔

ایش اکرم

سلام جی! ارے ارے لڑائی مت کریں، شاباش جہاں جگہ ملتی ہے بیٹھ جائیں۔ بلو! کھڑی کیوں ہو، نیچے بیٹھو۔ کاکو! تم دروازے کے پاس جو اسٹول ہے نا اس پر بیٹھ جاؤ اور گڈی تم میری گودی میں آ جاؤ۔ جی تو بسم اللہ کرتے ہیں، نام ہے میرا عائشہ سب مجھے عاشی کہتے ہیں۔ دوست ایش کہتی ہیں۔ ویسے میرے سات آٹھ الٹے نام بھی ہیں (یار سمجھا کریں نہیں بتا سکتی) میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کے گاؤں سادا آرائیں میں آرائیوں کے گھر پیدا ہوئی۔ میں سال میں دو دفعہ سالگرہ مناتی ہوں۔ دوستوں اور اسکول والوں کے خیال میں، میں یکم اپریل کو اس دنیا میں آئی اور گھر والوں کے خیال میں، میں 16 دسمبر کو اس دنیا میں آئی۔ اب اللہ بہتر جانتا ہے کہ میں کب آئی۔ میں اس سال MCS کروں گی ہم پانچ بہن بھائی ہیں ذرا پہلے اپنے بہن بھائیوں کا تعارف کروا دوں۔ وسیم اکرم! جس کی فون کسٹڈی میں ہر وقت سات آٹھ لڑکیاں رہتی ہیں (وہ ہے ہی اتنا پیارا)۔ آپ غلط سمجھے یہ کرکٹر وسیم اکرم نہیں۔ حسیب اکرم! مارشل آرٹ کا کھلاڑی، جو دنیا کا سب سے بڑا کاروباری اور بل گیٹس بننا چاہتا ہے پھر میں مجھے تو آپ دس منٹ بعد جان ہی جائیں گے، ویسے میں درمیان میں ہوں اور درمیان میں ہونے کی وجہ سے اکثر چکی میں گندم کے دانوں کی طرح پس جاتی ہوں پھر فائزہ (فیفی) MSC کر رہی ہے۔ رابعہ (باوی) جس کو پڑھائی کے وقت کوئی نہ کوئی کام یاد آ جاتا ہے۔ میں نہ غرور کرتی ہوں اور نہ ہی کسی سے حسد۔ اگر کوئی مجھ سے ناراض ہو جائے تو صلح میں سب سے پہلے پہل کرتی ہوں، چاہے میرا قصور ہو یا نہ ہو اور چاہے مجھے شرمندگی کیوں نہ اٹھانی پڑے، یہ میری زندگی کا سب سے خوب صورت اصول ہے اور ہاں یاد آیا کہ میں ہینڈ بال کی بہت اچھی کھلاڑی ہوں، رنگوں سے کھیلنا میرا جنون ہے اور دنیا کا نمبرون آرٹسٹ بننا میرا خواب۔ حسد نہیں کرتی مگر کبھی کبھی جھوٹ بول ہو جاتا ہے (ارادتاً نہیں) انسان خطا

کا پتلا ہے اور میرا خیال ہے آج کے دور میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو جھوٹ نہ بولتا ہو۔ اب بات کرتے ہیں میری پسند و ناپسند کی۔ میری پسند و ناپسند کی فہرست زیادہ طویل نہیں ہے، سادہ سی بندی ہوں، جو مل جائے صبر کے گھونٹ پی کر کھا لیتی ہوں، ویسے آلو گوبھی میری پسندیدہ ڈش ہے، چکن اور مچھلی شوق سے کھاتی ہوں (مگر صرف اپنے فش فارم کی) اور...... اور...... ہاں نیلا رنگ بہت پسند ہے اور ساڑھی پہننا اچھا لگتا ہے (مگر کبھی بنائی نہیں) اس سال عمارہ کی شادی پر بناؤں گی، میری دوستوں کی فہرست بہت طویل ہے، مگر عمارہ (ماموں زاد) سے میری دوستی بہت اچھی ہے اس سے میں ہر بات شیئر کر سکتی ہوں۔ میرے خیال میں گھر والوں کے بعد دنیا کا سب سے مخلص رشتہ کزنز کا ہے۔ گانوں میں مجھے "حُسن ذرا" اور چاند سے پردہ کیجیے پسند ہے اور مووی میں دل کا رشتہ اچھی لگتی ہے۔ سلمان خان، اکشے کمار اور سنیل شیٹھی اچھے ایکٹرز ہیں اور مادھوری (دھک دھک گرل) تو میری جان ہے۔ کہانیوں میں دشت آرزو بہت پسند ہے۔ اُف یاد آیا، میں نے اپنی ممی کا تعارف تو کروایا نہیں۔ میری پیاری ماما! وہ رہتی ہیں آسمانوں میں۔ آتی ہیں کبھی کبھی ملنے کو مگر رات کو خوابوں میں۔ ارے کیا ہوا اداس ہو گئے، بھئی جانا تو سب کو ہے ایک نا ایک دن۔ مجھے بھی آپ کو بھی اور ان کو بھی جو آپ کے ساتھ بیٹھی ہیں۔ چلیں چھوڑیں ویسے مجھے مجاہد بھی بہت اچھے لگتے ہیں، میں چاہتی ہوں میرے خاندان کا ہر فرد مجاہد ہو۔ اگر عورتیں جہاد کرتیں تو میں سب سے آگے ہوتی۔ ایک منٹ آئی ابو جی...... اچھا اب میں اجازت چاہتی ہوں، وہ ابو بلا رہے ہیں نا۔ میں نے ابھی کپڑے استری کرنے ہیں، سالن بنانا ہے اور برتنوں کا ایک ڈھیر دھونا ہے۔ آپ اداس مت ہوں، ایسا کرتے ہیں پھر کسی شام کو محفل لگائیں گے، میں کچھ اپنی کہوں گی کچھ آپ کی سنوں گی، کتنا مزا آئے گا نا اور ہاں آپ کو مچھلی بھی کھلاؤں گی۔ جاتے جاتے آپ سب کو ٹرین کی پٹڑی سے بھی لمبا سا پیار۔

سیدہ فرحت کاظمی

السلام علیکم! آنچل قارئین ویسے تو آنچل میں ہر ماہ حاضری ہوتی ہی رہتی ہے لیکن اس مرتبہ سوچا کیوں نا اپنا مکمل تعارف کروایا جائے۔ میں ضلع ڈیرہ غازی خان کی تحصیل تونسہ شریف کے قصبہ ننکانی کے محلہ سادات میں رہتی ہوں۔ پہلے ہمارے قصبہ کا نام سادات نگر تھا لیکن بعد میں ننکانی ہو گیا یہ چھوڑیں کیوں ہو گیا کیسے ہو گیا، ورنہ تعارف لمبا ہو جائے گا۔ میرا نام سیدہ فرحت کاظمی ہے یعنی میں سید فیملی سے تعلق اور دو اکتوبر کو اس دنیا میں ہماری تشریف آوری ہوئی۔ اس حوالے سے میرا اسٹار Sagitarius ہے لیکن میں اسٹار پر یقین نہیں رکھتی میں بحیثیت مسلمان تقدیر کے اچھا یا بُرا ہونے پر یقین رکھتی ہوں۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں۔ سب سے بڑے بھائی سید تنویر کاظمی (مستقبل کے شاعر) اور اس کے بعد باجی مسرت کاظمی اور تیسرے نمبر پر مابدولت فرحت کاظمی میرے بعد توقیر کاظمی اور اس کے بعد رفعت کاظمی اور سب سے چھوٹے یعنی (لٹل اسٹار) سید تاثیر کاظمی ہیں۔ میرے والد صاحب کی وفات ہو چکی ہے ار ہماری دو امی ہیں۔ چھوٹی امی نے جنم دیا ہے تو بڑی امی نے پالا ہے، اس لیے دونوں ہم سے اور ہم ان سے برابر کا پیار کرتے ہیں اور دونوں امی بڑی شفیق ہیں۔ ہمارے محلہ کی لڑکیاں بڑی اماں سے قرآن شریف پڑھتی ہیں، سو بڑی اماں صبح و شام قرآن کی تعلیمات دینے میں مصروف رہتی ہیں۔ جی تو قارئین اب میں اپنی جانب آتی ہوں، میری تعلیم (B.A.B.ED) ہے اور ایم اے اسلامیات کر رہی ہوں اور ساتھ ساتھ اپنی اکیڈمی بھی چلا رہی ہوں۔ میرا فیورٹ مضمون Math ہے اپنے قصبہ کے ہائی اسکول (جو اب 2011ء سے ہائیر سیکنڈری ہو چکا ہے) میں دو سال میتھ پڑھانے کے بعد میں نے اپنی مستقل اکیڈمی کھول لی اور اپنی اکیڈمی میں ہر مضمون پڑھاتی ہوں۔ میں نے اپنی اکیڈمی کا نام (اپنے سویٹ بابا جانی کے نام پر) النور اکیڈمی رکھا ہے تاکہ علم کی روشنی پھیلے۔ میری اکیڈمی میں میرے ساتھ میری چھوٹی بہن رفعت کاظمی بھی پڑھاتی ہے۔ ہمارے شہر میں کالج نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی لڑکیوں کو تعلیمی میدان میں ہماری اکیڈمی سپورٹ کرنے میں سرفہرست ہے اور ہر سال ہماری محنت کا صلہ ہمیں طالبات دیتی ہیں۔ ایم سوری بور مت ہوئیے ابھی کچھ باتیں کرنی ہیں، میں بہت شوق رکھتی ہوں مطالعہ کا مجھے پڑھنے پڑھانے کا بہت شوق ہے اور آنچل ڈائجسٹ سے وابستگی پانچ سال پرانی ہے اور ہم تینوں بہنیں ہر ماہ باقاعدگی سے خریدتی ہیں اور ہم نے اپنے گھر میں چھوٹی سی لائبریری بنائی ہے، جہاں پر (ڈائجسٹ ہر قسم کی ادبی کتب، اسلامی کتب جیسی کتابیں ہیں) ہمارے قصبہ میں جب کسی پرانے ڈائجسٹ کی ضرورت پڑتی ہے لڑکیوں کو تو ہماری لائبریری کی طرف رخ کرتی ہیں۔ میں اپنی اکیڈمی کی ٹف روٹین میں بھی آنچل پڑھنے کا وقت نکال ہی لیتی ہوں۔ میری فیورٹ رائٹر ہر وہ رائٹر ہے، جو بہت اچھا لکھتی ہیں اور جن کی کہانیوں میں جان ہوتی ہے کیوں کہ میں ہر اچھی چیز کو پڑھنے کی قائل ہوں۔ اس کے علاوہ شعرا میں احمد فراز، وصی شاہ، محسن نقوی، سید تنویر کاظمی، نازیہ کنول نازی اور اسلام امجد کے کلام کو بڑے شوق سے پڑھتی ہوں اور ان کے کلاموں کو اپنی ڈائری کی زینت بناتی ہوں۔ مجھے بھی لکھنے کا شوق ہے ان شاء اللہ مستقبل میں آپ سب کے لیے بڑی اچھی رائٹر ثابت ہوں گی۔ میں حساس طبیعت کی مالک ہوں اور منافق لوگوں سے نفرت کرتی ہوں۔ میرا پسندیدہ لباس شلوار قمیص اور بڑا سا دوپٹا ہے۔ میرے پسندیدہ کلر پنک اور وائٹ ہیں اور خوشبو گلاب اور چنبیلی کی پسند ہے۔ ہماری سادات حویلی چونکہ بہت بڑی ہے اس لیے بڑی حویلی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک باغیچہ ہے جہاں پر پھول پودے اور درخت ہیں۔ جب بور ہوتی ہوں تو آرام کے لیے اپنے باغیچہ میں چلی جاتی ہوں۔ گرمیوں کی شامیں اور سردیوں کی دوپہر مجھے بہت پسند ہے اور میرا پسندیدہ موسم بہار ہے۔ بہار میں ہر چیز پورے جوبن پر ہوتی ہے اور ہر طرف ہریالی ہوتی ہے۔ جو آنکھوں کو فرحت بخشتی ہے اور انسان اس موسم میں دوسرے موسموں کی نسبت زیادہ چاق و چوبند رہتا ہے۔ میں نماز باقاعدگی سے ادا کرتی ہوں جب تک نماز ادا نہ کروں ذہن بے سکون رہتا ہے اور میری پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں اور گھر کے کاموں کو بھی ٹائم دیتی ہوں، کھانے میں مجھے گوشت، کریلے، بینگن اور بریانی زیادہ پسند ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہر چیز کو کھا لیتی ہوں۔ ٹی وی دیکھنے کا ٹائم نہیں ملتا لیکن صرف رات کے آٹھ بجے والے ڈرامہ کو ضرور دیکھتی ہوں، بقول بڑے بھائی کے پڑھنے پڑھانے کے علاوہ بھی انسان کو دوسری ایکٹیویٹی میں دلچسپی لینا چاہیے۔ سو ان کی بات پر عمل کرتے ہوئے کچھ وقت اپنے آپ کو دیتے ہیں کیوں کہ کہتے تو وہ ٹھیک ہیں کہ انسان ذہن کو آرام دے تو ذہن تھکتا نہیں۔ زندگی میں والد صاحب کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے، کاش آج وہ زندہ ہوتے تو دیکھ کر خوش ہوتے کہ ان کی اولاد کتنی ترقی کر چکی ہے۔ بڑے بھائی بہت شفیق ہیں ابو کی طرح انہوں نے کبھی کسی چیز کی کمی نہیں دی وہ بلوچستان میں جاب کرتے ہیں اور فارغ وقت میں شاعری بھی کرتے ہیں۔ اسٹیٹ لائف میں مارکیٹنگ منیجر ہیں اور ان شاء اللہ جنوری 2013ء میں ایریا منیجر بن جائیں گے اور دو چھوٹے بھائی وڈیرہ اسٹائل ہیں، انہوں نے زمینوں کو سنبھالا ہوا ہے اور اجناس وغیرہ کا کاروبار کرتے ہیں۔ خوبیاں اور خامیاں ہر انسان میں ہوتی ہے، ظاہر ہے مجھ میں بھی ہوں گی اور میں دوست بہت کم بناتی ہوں لیکن ایک دوست ہے سمیعہ نذیر جس سے چھٹی جماعت سے لے کر آج تک دوستی قائم و دائم ہے۔ جی جناب تعارف کافی لمبا ہوتا جا رہا ہے، بس مختصر کرتے ہیں آخر میں اپنے ابو کے لیے دعا کہ اللہ میرے ابو کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے، آمین ثم آمین اور آنی فرحت کے لیے بھی یہ دعا ہے کہ اللہ انہیں جنت نصیب کرے اور ان کے درجات بلند فرمائے، آمین ثم آمین۔ کیوں کہ ہر انسان نے لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ انسان کا اصل مقام وہی ہے یہ دنیا فانی ہے۔ اللہ پاکستان کو ترقی دے اور دشمن کی میلی آنکھ سے بچائے، آمین۔ آنچل کے تمام اسٹاف کے لیے دعا کہ اللہ آپ کو کامیابیوں اور کامرانیوں سے نوازے اور آپ کے دکھ سکھ میں بدل دے، آمین۔ آنچل دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے، آمین ثم آمین۔ سب قارئین کے لیے جہاں رہیں خوش رہیں، اللہ حافظ۔

دیا آفریں

7 مارچ میری تاریخ پیدائش ہے۔ سال اس لیے نہیں بتاؤں گی کہ پھر سب لوگ بچی سمجھنے لگتے ہیں (میرے ساتھ الٹ حساب ہوتا ہے) جب کوئی پوچھ بیٹھے کہ کیا کرتی ہو؟ تو پہلے تو میں اس کی شکل دیکھتی ہوں کہ بے چارا بات کو ہضم کرپائے گا کہ نہیں۔ میرے یوں گھورنے پر لوگ مجھے مشکوک بھی سمجھنے لگتے ہیں' پڑھ رہی ہوں اور ایک پرائیوٹ اسکول میں ٹیچنگ کرتی ہوں۔ چہرہ شناسی' ستاروں کا علم' علم الاعداد اور پامسٹری کسی حد تک سیکھے ہیں۔ پڑھنے سے تو دلچسپی ہے ہی اب تو لکھنے کا بھی چسکا لگ گیا ہے۔ لکھنے کے بعد دوسرا بڑا شوق اسکیچنگ ہے۔ مجھے چہرہ بنانے میں مزہ آتا ہے۔ عربی' پشتو' سندھی اور فارسی زبانیں سیکھنا چاہ رہی تھی' شروع بھی کیا مگر ٹائم مینج ہی نہیں ہو پاتا۔ آگے ارادے تو بڑے ہیں اور میں سمجھتی ہوں میں سب کچھ مینج کرلوں گی مگر یہ لوگ بھی نا' سمجھتے ہیں بس سوچنے کی باتیں ہیں۔ اب آپ اسے میرا ارادہ سمجھ لیں یا خواہش' نیوی میں جانا چاہتی ہوں' صحافت سے بھی دلچسپی ہے (اکثر نیوز چینل لگا کر بیٹھی رہتی ہوں) موسیقی سے تو حد درجہ لگاؤ ہے (مگر اچھی موسیقی) کلاسیکل موسیقی جب سنتی تھی ساتھ آواز ملانے لگتی تھی مگر کلاسیکل کے ساتھ آواز ملانا انتہائی مشکل تھا اور اب جب آواز ملنے بھی لگی ہے تو خود کو کوستی ہوں کہ بھلا کیا فائدہ اس کا۔ ہومیو پیتھک کا کورس کرنے لگی ہوں۔ ڈینٹسٹ بھی بننا چاہوں گی۔ سوچ رہی تھی حکمت کا بھی کورس کرلوں' ہومیو پیتھک کا کورس اس لیے کرنا ہے کہ میں صرف ہومیو پیتھک کی میڈیسن ہی استعمال کرتی ہوں اور حکمت کا اس لیے کہ اس میں اسکن بیوٹی کی نہایت شان دار ٹپس مل جاتی ہیں اور سب سے بڑھ کر میری یہ خواہش ہے کہ جو بھی کروں یا جو بھی کروں ساتھ لکھتی بھی رہوں' مزے کی بات یہ کہ میں خواب بہت دیکھتی ہوں تو اکثر وہی کچھ کہانی میں لکھ دیتی ہوں۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ بھی اچھا ہے مگر کاش کہ میں لڑکا ہوتی (مزہ تو تب تھا) مگر اتنے ارادوں کے باوجود اخبار دیکھتی رہتی ہوں کہ (چند سال بعد) مجھے کس قسم کی جاب مل سکتی ہے' ہوں نا پاگل۔ اس کے علاوہ اگر Personality کو دیکھا جائے تو چلیں آپ کو دوسروں کی Personality کے بارے میں بتاتی ہوں' جو چیز مجھے فوری طور پر اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ ہے آواز۔ ایک اچھی گہری اور مضبوط آواز کے ساتھ لہجہ بھی خوب صورت ہو تو زبردست! مجھے خواتین سنگرز اس لیے نہیں پسند کہ ان کی آواز میں مردانہ آواز کی طرح مضبوطی اور وہ ٹھہراؤ نہیں ہوتا چند ایک میں ہوتا ہے اور مجھے اچھا بھی لگتا ہے۔ ویسے کسی کے بارے میں اندازہ لگانا چاہوں تو کوشش کرتی ہوں چھپ کر اسے دیکھوں' اس کی چھوٹی چھوٹی چیزیں نوٹ کروں اگر سامنے ہو تو سب سے پہلے ہاتھوں پر نظر پڑتی ہے پھر چہرے کے تاثرات اور باڈی لینگویج' آنکھیں پڑھنے سے اجتناب ہی کرتی ہوں کیونکہ مجھے آج تک ان کی زبان سمجھ نہیں آئی الٹا خود گڑبڑا جاتی ہوں۔ اب ایسا بھی نہیں ہے کہ صرف باتیں ہی بناتی ہوں' گھر کا کام بھی کرتی ہوں' کوکنگ تو میرا شوق بھی ہے۔ آخر میں میری چند عادتیں (یہی خوبیاں خامیاں ہیں خود ہی سمجھ لیں)۔ میں کسی کو معاف نہیں کرتی البتہ بدلہ بھی نہیں لیتی کیونکہ ہوسکتا ہے میں بدلے کے چکر میں کسی سے زیادتی کرجاؤں اس لیے خدا کو گواہ بناتی ہوں' وہ تو جانتا ہے نا اور وہ بہترین انصاف کرنے والا ہے۔ اپنے مقصد اور لائحہ عمل سے بخوبی واقف ہوں مگر یہی ارادے کسی دوسرے کے سامنے پیش کرنے پڑیں تو اپنے آپ پر اعتماد نہیں رہتا۔ چھپکلی اور کتے سے بہت ڈر لگتا ہے جب کہ روحوں اور جن بھوت وغیرہ میں دلچسپی محسوس ہوتی ہے۔ کھانے میں چائے کے علاوہ جلیبیاں' چاکلیٹ' چاکلیٹ کیک' برگر' چپس اور حلوہ پوری وغیرہ پسند ہے۔ ناشتہ میری کوشش ہوتی ہے کہ کچھ Change ہو' ویسے کچھ نہ کچھ بناتی رہتی ہوں' سادہ رہتی ہوں' مگر نہ تو کسی کو میرے بال الجھے نظر آئیں گے نا کپڑے خراب۔ کوشش کرتی ہوں فریش رہوں۔ اللہ حافظ۔

بہنوں کی عدالت

راحت وفا

ادارہ

طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات

سوال: السلام علیکم! راحت جی! کیا ہو رہا ہے آج کل؟

جواب: وعلیکم السلام' کالج سے چھٹیاں ہیں اور رمضان کی برکت سے فیض یاب ہونے کی سعی کر رہے ہیں۔

سوال: آپ کا ناول ''جانِ جاں تُو جو کہے'' بہت اچھا ہے اب کب ایسا ناول لے کے آئیں گی؟''

جواب: تعریف کے لیے شکریہ۔ ان شاء اللہ بہت جلد ایک خوب صورت ناول کے صفحات پر دیکھیں گی۔

سوال: آپ کا اسٹار کیا ہے اور اپنی فیملی کے بارے میں بتائیں؟''

جواب: میرا اسٹار Taurs ہے اور ہم 7 بہن بھائی ہیں۔ الحمدللہ سب خوش باش ہیں۔

سوال: آپ کو لکھتے ہوئے کتنا عرصہ ہوگیا ہے؟''

جواب: 1980ء سے لکھ رہی ہوں۔ ابن صفی مرحوم کی وفات سے لکھنا شروع کیا اور آنچل سے ہی اپنے اس سفر کا آغاز کیا۔

سوال: آپ کو رائیٹر بننے کا کیسے خیال آیا؟

جواب: والد صاحب کا تعلق کیونکہ اخبار کی دنیا سے تھا۔ وہ روزنامہ امروز ملتان کے سینئر ایڈیٹر تھے۔ گھر میں اخبار اور جرائد کا انبار لگا رہتا تھا۔ تو میں نے کچھ لکھنے اور بیان کرنے کے لیے قلم سنبھالا۔ حساس طبیعت نے ہر چیز کو غور سے دیکھنے اور محسوس کرنے پر مجبور کیا۔

سوال: اپنی دو خوبیاں اور دو خامیاں بتائیں؟

جواب: غصہ بہت آتا ہے' بہت بے باک اور جرأت مند ہوں۔ اصول پرستی کے باعث کسی غلط اور بے اصولی بات کو دیکھ کر چیخ پا ہو جاتی ہوں۔ مزید یہ کہ دوسروں کی مدد کرکے ان کے کام آنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہوں۔

سوال: آپ کی اپنی پسند کا ناول جو آپ نے بار بار پڑھا ہو؟

جواب: بانو قدسیہ کا ناول ''راجا گدھ'' اور ممتاز مفتی کا ''علی پور کا ایلی''۔

سوال: اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابیاں نصیب فرمائے' آمین۔

جواب: دعا کے لیے بے حد شکریہ۔ بس آپ سب کی دعائیں درکار ہیں۔

عشرت سید رمضان.....حیدرآباد سندھ

سوال: پہلی تحریر کا نام اور اپنی لائف اور تعلیم کے بارے میں بتائیں؟

جواب: پہلا افسانہ ''بھنور اور ساحل'' آنچل میں شائع ہوا۔ زندگی بہت جدوجہد اور مشکلات پر مبنی ہے۔ لیکن الحمدللہ ماں کی دعاؤں اور اللہ کی مہربانیوں سے ہر مشکل سے نکالا اور کامیابی بخشی۔ بچپن میں والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ بہن بھائیوں کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ سیلف میڈ ہوں۔ تعلیم ایم اے اردو کیا ہے اور Honour اردو کیا۔

سوال: ''جانِ جاں تُو جو کہے'' دل کو چھو لینے والی تحریر تھی' جو کبھی نہیں بھول سکتے' آنچل میں اب کب جلوہ گر ہو رہی ہیں؟''

جواب: پسندیدگی کا شکریہ آپ کی خواہش سر آنکھوں پر۔ قیصر آرا باجی جب حکم دیں گی سر کے بل حاضر ہوجاؤں گی۔

سوال: ''جانِ جاں تُو جو کہے'' آپ کی رئیل لائف سے کتنی مطابقت رکھتی ہے؟

جواب: ''جان جاں تو جو کہے'' میری رئیل لائف سے نہیں مگر میرے گہرے مشاہدے کی ترجمان ہے۔

سوال: وفا آپی آپ نے کیا کوئی خاص ٹاپک پر کہانی لکھی ہے یا تخیلاتی سوچ ہے؟"
جواب: میں حقیقت پر مبنی کہانی لکھتی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میرے افسانے ادبی جرائد میں بھی شائع ہوتے ہیں۔ مجھے مختلف اور سچ لکھنے کا جنون ہے۔
سوال: آپ میریڈ ہیں یا ان میریڈ اور کون سے شہر میں رہتی ہیں اگر کراچی میں رہتی ہیں تو بتایئے ایڈریس میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں؟
جواب: میں سنگل ہوں۔ ملتان سے تعلق ہے اور ملتان میں ہی رہتی ہوں۔
سوال: اب تک آپ کی کتنی تحریریں آچکی ہے اور کون سی زبان میں اور آنچل سے وابستگی کیسے ہوئی؟
جواب: بے شمار...... جو شمار نہیں کی جاسکتی۔ سب سے زیادہ آنچل میں لکھا۔ مزید پاکیزہ، شعاع، خواتین، نازنین، شمع، فنون اور اخبار جہاں وغیرہ وغیرہ۔ آنچل سے وابستگی طارق عزیز کے پروگرام نیلام گھر کے ذریعے ہوئی۔ طارق عزیز آنچل کا تعارف کرواتے تھے تو میں نے رسالہ خرید کر پڑھا پسند آیا پھر اس کے لیے لکھنا شروع کیا۔ ان دنوں میں ساتویں جماعت کی طالبہ تھی۔
سوال: آپ کا نک نیم کیا ہے اور آپ کے نام میں وفا آتا ہے اس کی کوئی خاص وجہ؟
جواب: وفا میرا تخلص ہے اور میرے والد گرامی کے نام کا حصہ بھی۔ حشمت وفا نک نیم ہے۔ گھر والے پیار سے بے بی پکارتے ہیں مگر سب ہی تقریباً اصل نام سے پکارتے ہیں۔

طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش

سوال: السلام علیکم! راحت وفا جی!
جواب: وعلیکم السلام!
سوال: آپ کی پسندیدہ شخصیت کون سی ہے؟
جواب: میری پسندیدہ شخصیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور میری پیاری ماں۔
سوال: آپ کے فیورٹ ناول کون سے ہیں؟
جواب: میرے فیورٹ ناول اور افسانے وہ ہیں جنہیں آپ قاری بہنیں پسند کرتی ہیں۔ دیگر لکھنے والوں کے ناول جو متاثر کریں۔
سوال: آپ کو موسم کون سا پسند ہے؟
جواب: موسموں میں موسم گرما پسند ہے۔
سوال: آنچل ڈائجسٹ کیوں پسند ہے؟
جواب: آنچل میری پہلی چاہت، پہلی خوشی اور پہلی خواہش ہے۔ میرے قلمی سفر کا آغاز ہے۔ اس میں وہ سب کچھ ہے جو کسی معیاری اور تفریحی ادب میں ہونا چاہیے۔

ساجدہ زید...... ویرووالہ

سوال: السلام علیکم! راحت وفا کیسی ہیں آپ؟ آپ وفا ہیں تو باقی سب بے وفا ہیں کیا (مائنڈ مت کرنا)؟
جواب: وعلیکم السلام! میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں مجھے تو اتنا پتا ہے کہ میں وفا ہوں اور چاہتی ہوں کہ باقی سب بھی وفا سے باوفا ہوں۔
سوال: آپ اپنی کہانیوں میں جو منظر کشی کرتی ہیں تو کیا اس جگہ جا کر بیان کرتی ہیں کیونکہ مشاہدہ کے بغیر کوئی منظر پیش نہیں ہوتا؟
جواب: یقیناً ایک اچھے رائٹر کے گہرے مشاہدے اور ذاتی تجربہ کے باعث ہی اعلیٰ تخلیقات وجود میں آتی ہیں۔
سوال: آپ نے لکھنا کب شروع کیا اور پہلی تحریر؟
جواب: 1980ء سے لکھنا شروع کیا۔ پہلا افسانہ بھنور اور ساحل۔
سوال: اپنے بارے میں تفصیل سے بتایئے گا؟
جواب: بہن بھائیوں میں سب سے بڑی ہوں۔ درس وتدریس کے شعبے سے وابستہ ہوں۔ نوائے وقت ملتان میں ہفتہ وار کالم "معاف کیجیے گا" کے نام سے لکھتی ہوں۔ ریڈیو پاکستان ملتان کے لیے ڈرامے لکھتی

ہوں۔ فیچر نگاری کرتی ہوں۔ خاص میں افسانہ نگار اور ناول نگار ہوں۔ خود پسند نہیں ہوں۔ مگر انا پرست ہوں۔ اچھا اور خوش ذائقہ کھانا کھاتی ہوں ورنہ معذرت کرلیتی ہوں۔ اس کے علاوہ سب کا خیال رکھنا پسند کرتی ہوں۔ حد درجہ حساس ہوں۔ اسی لیے کسی کی چھوٹی سی پریشانی دیکھ کر بہت زیادہ پریشان ہوجاتی ہوں۔
سوال: اگر آپ کو کوئی موضوع، عنوان دیا جائے تو اس پر لکھنا آپ کے لیے آسان ہوگا یا لکھ کر عنوان دینا؟
جواب: دونوں صورتوں میں لکھ لیتی ہوں۔

(ای میل) حبہ حسین...... نامعلوم

سوال: السلام علیکم! راحت آپی کیسی ہیں آپ اور آپ کا ماہ رمضان کیسا جارہا ہے؟
جواب: جی میں بالکل ٹھیک ہوں الحمدللہ ماہ رمضان بڑا اچھا گزر رہا ہے۔
سوال: آپ جو لو اسٹوری لکھتی ہیں اس میں اصل زندگی میں کتنے فی صد حقیقت ہوتی ہے؟
جواب: میں زندگی کی کڑوی اور تلخ حقیقت کو کہانی کا حصہ بناتی ہوں۔
سوال: کیا آپ نے خود کسی سے محبت کی ہے؟
جواب: میں سب سے محبت کرتی ہوں کیونکہ محبت سب سے ہی کرنی چاہیے۔
سوال: بہترین زندگی بسر کرنے کے دو اصول؟
جواب: زندگی کو امانت سمجھ کر پوری دیانت داری سے جیو اور جینے دو۔
سوال: نیو رائیٹرز کے لیے کوئی مخلصانہ مشورہ؟
جواب: اپنے سینئر کو خوب پڑھا کریں۔ پھر طبع آزمائی کریں اور ہمت کبھی نہ ہاریں۔
سوال: آپ کی تاریخ پیدائش کیا ہے اور کیا آپ سالگرہ مناتی ہیں؟
جواب: 26 اپریل ہے۔ سالگرہ منانا پسند نہیں کرتی۔
سوال: آپ شادی شدہ ہیں اگر ہاں تو آپ اپنی لائف کو کس طرح مینج کرتی ہیں کیوں کہ آپ رائیٹر ہیں؟
جواب: میں سنگل ہوں گھر میں میری پیاری بھابی ستارہ اتنا خیال رکھتی ہیں کہ میں آسانی سے سب کچھ مینج کرلیتی ہوں۔

(ای میل) گڑیا...... کراچی

سوال: آپ نے کب اور کہاں سے لکھنا شروع کیا؟
جواب: 1980ء سے آنچل میں لکھنا شروع کیا۔
سوال: کیا آپ اسٹارز پر یقین رکھتی ہیں؟
جواب: بالکل نہیں۔

صائمہ علی خان...... لاہور

سوال: کچھ اپنی فیملی کے بارے میں بتایئے اور یہ بھی بتایئے لکھنے کا ادراک کیسے ہوا؟
جواب: جواب اوپر دیکھ لیں۔
سوال: آپ کون سے شہر میں رہتی ہیں اور کیا میں آپ سے دوستی کرسکتی ہوں؟
جواب: ملتان میں رہتی ہوں آپ فیس بک جوائن کرسکتی ہیں۔
سوال: کوئی ایسی بات جو نئے لکھنے والوں کے لیے باعث رہنمائی ہو؟
جواب: زندگی کی باریکیوں میں ڈوب کر شوق اور لگن سے لکھے مشاہدے اور تجربات کو تخلیق کی بنیاد بنائے۔

عروسہ خان...... بہاولپور

سوال: آپ آنچل کے علاوہ اور کس کس شمارے میں لکھتی ہیں؟
جواب: پاکیزہ، خواتین، شعاع، شمع، نازنین، معاصر اور اخبار جہاں وغیرہ وغیرہ۔
سوال: آپ کی زندگی کا سب سے حسین دن کون سا ہے؟
جواب: جب پہلی کتاب "بارش میں میری سہیلی" شائع ہوئی۔

سوال: کہانیاں لکھنے کا شوق کب اور کیوں ہوا؟

جواب: کہانیاں پڑھ کر لکھنے کو ہی اظہار کا بہترین ذریعہ سمجھا۔

سوال: آپ کا مذہب کی طرف کتنا رجحان ہے؟

جواب: ایک اچھا مسلمان بننے کی کوشش کرتی ہوں باقی اللہ ہمارے اعمال درست اور قبول فرمائے۔ آمین

ثناءعلی...... منڈی بہاؤالدین

سوال: آپ کی پسندیدہ شخصیت کون سی ہے؟

جواب: جواب اوپر دیا جاچکا ہے۔

سوال: آنچل کی قارئین کے نام کوئی پیاری سی نصیحت جو آپ کرنا چاہتی ہوں؟

جواب: قرآن اللہ کی رسی ہے اس کو مضبوطی سے تھام لیں تو سکون خوشی دونوں میسر ہوں گے۔

سوال: آپ کی نظر میں "آنچل" کی سب سی بڑی خوبی کیا ہے؟

جواب: میری نظر میں آنچل ایک معیاری اور صاف ستھری بیلنس شیٹ ہے۔ جس میں سب کچھ توازن اور تناسب کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

سوال: کتابوں سے کس حد تک شغف ہے کون سا شاعر یا ادیب زیر مطالعہ رہتا ہے؟

جواب: بہت زیادہ پڑھنے کا تو وقت نہیں ملتا جتنا ملتا ہے اس میں امجد اسلام امجد، احمد فراز، فیض اور اشفاق احمد۔

مہوش ماروی...... آزاد کشمیر

سوال: اک تحریر کو تخلیق کرنے کے لیے موضاعات میں کن باتوں کو مدنظر رکھتی ہیں؟

جواب: کہ اس کا تعلق انسان کی حقیقی زندگی سے ہو۔ معاشرے کے عام موضوعات جو حقیقت کی ترجمانی کریں۔ جن سے پڑھنے والوں کو اپنے معاشرے میں موجود ہونے کا احساس ملے۔

سوال: تنقید کس حد تک ضروری ہے اور کس طرح کی تنقید ہونی چاہیے؟

جواب: تنقید برائے تعمیر ہونی چاہیے۔ تنقید اتنی اہم کہ ہر تخلیق کار کو پہلے اچھا تنقید نگار ہونا چاہیے۔

سوال: آپ معاشرتی نکتہ نظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی تحاریر لکھتی ہیں مجھے آپ کا انداز تحریر بہت اچھا لگتا ہے؟

جواب: آپ کی پسندیدگی کا شکریہ۔

سوال: جب آپ کی پہلی تحریر شائع ہوئی تو آپ کے کیا تاثرات تھے؟

جواب: وہ سب سے بڑی خوشی تھی جس کا احساس آج بھی تازہ ہے۔ آنچل سے پہلا چیک 300 روپے کا ملا تھا۔ جسے میں نے کافی عرصہ کیش نہیں کرایا۔

صدف نایاب...... لاہور

سوال: فرصت کے اوقات کس طرح گزارنا پسند کرتی ہیں؟

جواب: کچھ لکھنے میں یا پھر کوکنگ کرکے۔

سوال: آپ کی زندگی کا مشکل ترین لمحہ؟

جواب: جب تعلیم کے ساتھ ملازمت کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

سوال: جب آپ کا موڈ آف ہوتا ہے تو کیا کرتی ہیں؟

جواب: تو سب کو اس خراب موڈ کی سزا کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

سوال: کتابی شکل میں آپ کے ناول شائع ہوئے ان کے بارے میں بتائیں؟

جواب: کتابی شکل میں اب تک میرے 4 ناول مارکیٹ میں آچکے ہیں۔ سب سے پہلا گڑیا، ماہیا، جانِ جاں تو جو کہے اور ایک تھی نینا، باقی 3 افسانوی مجموعے مارکیٹ میں ہیں۔ بارش میری سہیلی، ہتھیلی پہ پانی اور مور کے پاؤں۔

سوال: آپ ہمیشہ خوش رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابیوں وکامرانی سے نوازے آمین

جواب: آپ کا بے حد شکریہ۔

مبشرہ انصاری...... ڈیفنس لاہور

سوال: لکھاری بننے کا خیال کیسے آیا؟

جواب: جواب اوپر دیا جاچکا ہے۔

سوال: سب سے زیادہ قیمتی اور عزیز از جان اثاثہ؟

جواب: سب سے پہلے میرا ایمان اور پھر میرے سب پیارے رشتے۔

سوال: آپ اپنی سب سے پیاری عادت کے بارے میں بتائیں؟

جواب: سب کا بہت خیال اور ان کا بہت احساس کرنا۔

سوال: کامیاب اور پرسکون زندگی کے لیے کیا بہت ضروری ہے؟

جواب: ایک دوسرے سے محبت رکھنا صبر وقناعت کے ساتھ رہنا۔

سوال: آنچل سے شناسائی کب اور کیسے ہوئی؟

جواب: جواب اوپر دیا جاچکا ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں آج کل تحریریں معاشرے کی عکاس ہوتی ہیں؟

جواب: نہیں، جبکہ ہونی چاہیے۔

اربیہ شاہ...... بہاولپور

سوال: آپ کہانیاں کیسے تخلیق کرتی ہیں اپنے ارد گرد کے لوگوں کو دیکھ کر یہ کہانیاں آپ ذہن سے تخلیق کرتی ہیں؟

جواب: جواب اوپر دیا جاچکا ہے۔

سوال: آپ کن کے انداز تحریر سے متاثر ہیں، کن رائیٹرز کو شوق سے پڑھتی ہیں؟

جواب: اشفاق احمد، بانو قدسیہ، ممتاز مفتی، عصمت چغتائی اور منٹو۔

سوال: اپنی شخصیت کو تین لفظوں میں بیان کریں؟

جواب: آرام، محبت اور اعتبار۔

امید ہاشمی...... لاہور

سوال: بہترین تعریف یا تنقید جواب تک یاد ہو؟

جواب: جب آنچل سے اظہر کلیم صاحب کا تعریفی خط ملا۔ ایک افسانے کو عطا الحق قاسمی صاحب نے تنقیدی نظروں سے پڑھ کر رہنمائی کی۔

سوال: کوئی ایسا دن یا رات جو کبھی نہ بھولتا ہو؟

جواب: میری والدہ کی وفات کی رات اور تدفین کا دن۔

سوال: کون سی خوش بو پسند ہے اور کیوں؟

جواب: بہت دھیمی سی خوش بو اچھی لگتی ہے۔ جس سے خوشگوار احساس ہوتا ہے۔

سوال: گھر کا کوئی ایسا کام جو آپ کو کرنا اچھا لگتا ہو یا برا؟

جواب: کوکنگ۔

عکاسہ...... چنیوٹ

سوال: آپ کے نزدیک محبت کیا ہے؟

جواب: سب سے اعلیٰ وارفع جذبہ لازوال طاقت۔

سوال: آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟

جواب: مرتے وقت کلمہ نصیب ہو۔

سوال: آپ کی پسندیدہ مصنفہ یا مصنف کون سے ہیں؟

جواب: جواب اوپر دیا جاچکا ہے۔

سوال: آپ نے کس خاص واقعہ سے متاثر ہو کر لکھنا شروع کیا؟

جواب: جواب اوپر دیا جاچکا ہے۔

سوال: آپ کی زندگی کا سب سے یادگار دن؟

جواب: میری گاڑی اور ناول ماہیا ایک ساتھ ایک ہی دن آئے۔

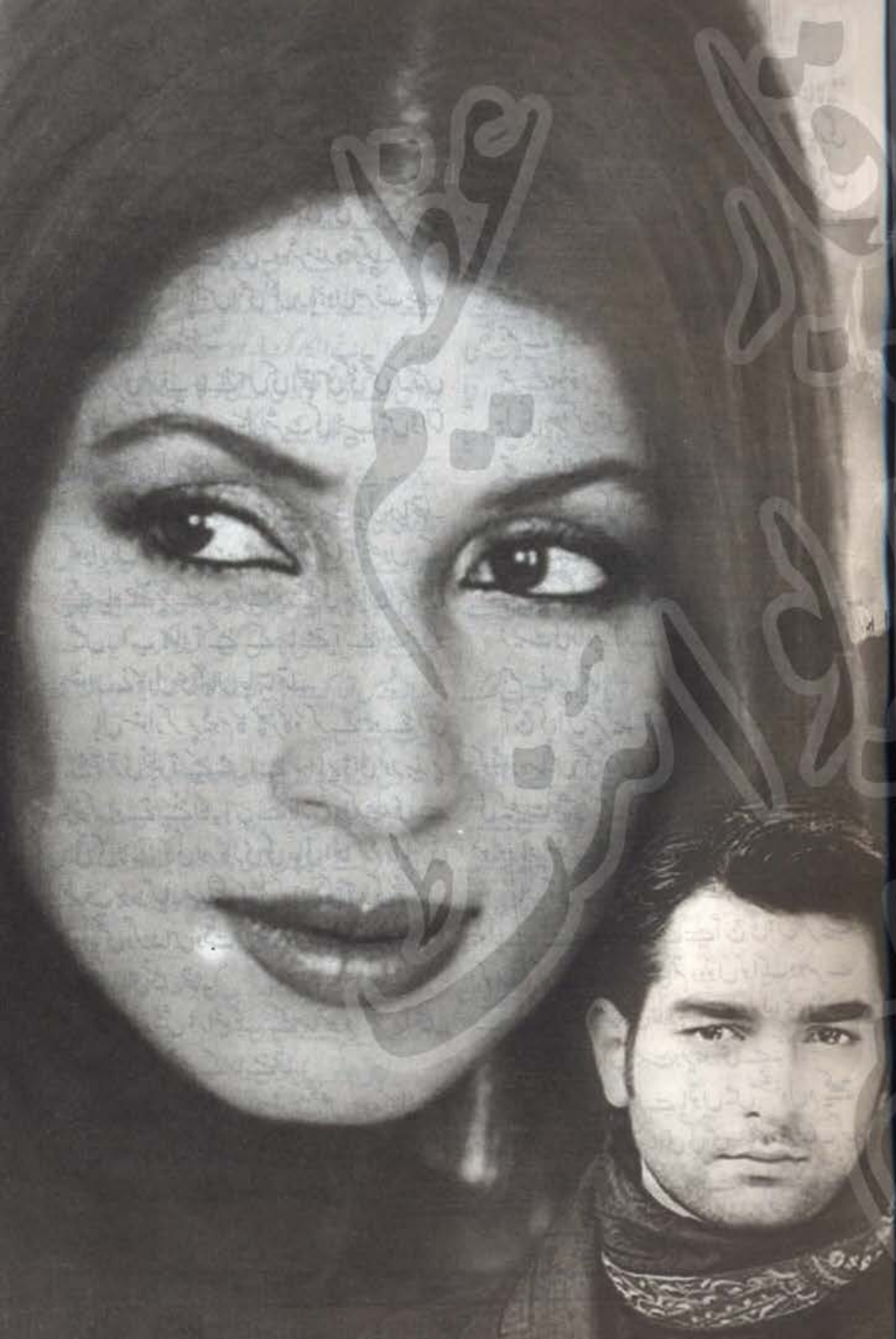

جھیل کنارہ کنکر

نازیہ کنول نازی

عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر

اپنی ہستی مٹا کے بھی تنہا ہوں
میں سب کچھ لٹا کے بھی تنہا ہوں
لوگ دور تک جاتے ہیں کسی کے لیے
اور میں اس کے پاس رہ کر بھی تنہا ہوں

اے شمع کوئے جاناں
ہے تیز ہوا مانا
لو اپنی بچا رکھنا رستوں پر نگاہ رکھنا
ایسی ہی کسی شب میں آئے گا یہاں کوئی
ایک زخم دکھانے کو
ٹوٹا ہوا ایک تارا مٹی سے اٹھانے کو
آنکھوں میں نمی ہوگی چہرے پر دھواں ہوگا
ہاتھوں کی لکیروں میں گزرے ہوئے سالوں کا
اک ایک نشاں ہوگا
بولے گا نہ کچھ لیکن فریاد کناں ہوگا
اے شمع کوئے جاناں
وہ خاک بسر راہی وہ سوختہ پروانہ
جب آئے یہاں اس کو مایوس نہ لوٹانا
ہو تیز ہوا کتنی لو اپنی بچا رکھنا
رستے پر نگاہ رکھنا راہی کا پتا رکھنا

سارے گھر میں گمبھیر خاموشی کا راج تھا۔ گاڑی گیراج میں پارک کرنے کے بعد وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوا اذیت و کوفت کی ایک لہر پورے بدن میں سرائیت کرگئی۔ آج زندگی کو اس سے روٹھے کتنے ماہ ہو گئے تھے۔ اسے یقین ہی نہ آتا تھا کہ جس کے بغیر وہ چند لمحے بڑی مشکل سے گزارتا تھا اس کے بغیر اس نے اتنے ماہ زندہ رہ کر گزار کیسے لیے تھے۔ کسی کے بغیر یہ دن کس اذیت وٹوٹ پھوٹ میں بسر ہوئے یہ الگ کہانی تھی۔

علی کے کمرے سے ٹی وی چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ اپنے کمرے میں تھا۔ وہ تھکا تھکا سا لاؤنج میں پڑے صوفے پر ڈھے گیا۔

"صاحب کھانا لگا دوں؟" حفیظ بابا اس کی موجودی کی اطلاع پاتے ہی فوری کچن سے نکل آئے تھے۔ میکال نے سر صوفے کی پشت گاہ سے ٹکا کر پلکیں موند لیں۔

"نہیں بابا! بھوک نہیں ہے۔"

"آپ نے صبح بھی کچھ نہیں کھایا تھا صاحب کل رات بھی۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا بابا! ابھی ایک پارٹی میں جا رہا ہوں۔ وہاں کچھ کھالوں گا۔ آپ فکر مند نہ ہوں علی کو کھانا کھلا کر سلا دیجیے گا اور خود بھی کھا لیجیے گا۔"

اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے حفیظ

بابا کو ہدایت کی تھی۔ وہ خاموشی سے سر جھکا کر کھڑے رہے۔ ابھی وہ شاور لے کر نکلا تھا کہ سیل بج اٹھا تھا۔

''میکال کے بچے' کہاں ہو تم پارٹی شروع ہوگئی ہے۔''

کال پک ہوتے ہی مسز رحیم کی تھکی تھکی سی مگر پر شکوہ آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔ وہ شرمندہ ہوگیا۔

''ایم سوری آپا' بس ابھی نکل رہا ہوں صرف پندرہ منٹ دے دیں پلیز۔''

دوسری طرف جانے اس کی التجا سنی گئی تھی کہ نہیں مگر کال کٹ گئی تھی۔ وہ سیل شرٹ کی جیب میں ڈالتا جلدی جلدی بال سنوارنے لگا۔

پچھلے گزرے چند ماہ نے اسے بہت بدل دیا تھا۔ گورا رنگ سانولے پن میں ڈھل گیا آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے پڑ گئے۔ چہرے اور جسم کی ہڈیاں ابھر آئی تھیں۔ اب بھلا آئینے کے سامنے آنے اور خود کو سنوارنے کا دل ہی کہاں چاہتا تھا۔

بال سنوار کر پرفیوم کا چھڑکاؤ کرتے ہوئے اس نے آخری نظر آئینے میں اپنے سراپا پر ڈالی اور بیڈ پر بیٹھ کر جوتے پہننے لگا۔ اس سے فارغ ہو کر جلدی سے ٹائی کی ناٹ لگائی اور گاڑی کی چابی اٹھا کر فوراً باہر کی طرف بڑھ گیا۔ صد شکر کہ علی کو اس کی آمد کی خبر نہیں ہوئی تھی وگرنہ اس وقت اس کا یوں اکیلے گھر سے باہر جانا ممکن ہی نہیں تھا۔

خاصی ریش ڈرائیونگ کے ساتھ وہ تقریباً بیس منٹ میں مسز رحیم کے سامنے تھا۔

''تم انتہائی فضول اور اسٹوپڈ شخص ہو میکال۔ تم بھائی ہو تو کچھ کہہ بھی نہیں سکتی وگرنہ وہ کان کھینچتی کہ یاد رکھتے۔'' اسے دیکھتے ہی وہ پھر خفا ہوئی تھیں۔ وہ مسکرا کر رہ گیا۔

''سوری کہا تو ہے آپا' آج سچ میں آفس میں بہت کام تھا۔''

''بس رہنے دو' یہ فضول کے بہانے کسی اور کو سنانا۔''

وہ کوئی عذر سننے کو تیار نہیں تھیں۔ میکال بے چارگی سے کندھے اچکا کر رہ گیا۔ تبھی قطعی نادانستہ طور پر اس کی نگاہ سامنے اٹھی تھی اور پھر وہ جیسے وہیں فریز ہو کر رہ گیا تھا۔

زیست کی راہ پر گزرے ہوئے چند لمحوں میں
ہم نے چاہا تھا تیرے ساتھ چلیں
تیرے ہونٹوں پر ہنسی' آنکھ میں جگنو بن کر
دل کی دھڑکن میں سما کر تجھے جیتا دیکھیں
تیرے خوابوں کو سجا لیں ہم اپنی آنکھوں میں
تیرے چہرے کی اداسی کو خوشی میں بدلیں
اور کچھ رنگ بھی بھر دیں تیرے روز و شب میں
پھر تجھے رنگ بہاروں کے چراتے دیکھیں
زیست کی راہ پر گزرے ہوئے چند لمحوں میں
ہم نے چاہا تھا......

آج کی اس تقریب میں وہ بھی شریک تھی۔ میکال کو لگا وہ سانس بھی نہیں لے سکے گا۔ مسز رحیم سے اس کی کیفیت چھپی نہیں رہ سکی تھی۔ تبھی ایک نظر سامنے موجود ہانیہ صفدر پر ڈالتے ہوئے وہ مسکرا کر بولیں۔

''ہانیہ آئی ہے' بہت اصرار کے بعد سمجھو زبردستی بلوایا ہے اسے' صرف تمہارے لیے آج کی اس تقریب کو ارینج کرنے کا مقصد ہی تم دونوں کو ایک دوسرے کے قریب لانا تھا۔ ساری غلط فہمیاں دور کروانی۔''

''اب نہیں آپا اب بہت دیر ہو چکی ہے۔''

جلتی آنکھوں سے اسے باتوں میں مشغول دیکھتے ہوئے اس نے جیسے خود کلامی کی تھی۔ پھر سر جھٹک کر سائیڈ پر چلا آیا۔ دل کے زخم پھر سے رسنے لگے تھے۔ خدا خدا کر کے تو اسے صبر آیا تھا اور مسز رحیم جیسے پھر سے اس کا صبر آزمانے پر تل گئی تھیں۔

نہیں ہم کو شکایت اب کسی سے
بس اپنے آپ سے روٹھے ہوئے ہیں
بظاہر خوش ہیں لیکن سچ بتائیں
ہم اندر سے بہت ٹوٹے ہوئے ہیں

پیچھے آ کر وہ ایک خالی نشست پر بیٹھ گیا تھا مگر جلتی' سلگتی نافرمان نگاہیں اب بھی اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ وہ چہرہ کہ جسے آنکھ کھلتے ہی دیکھے بغیر اس کی صبح نہیں ہوتی تھی۔ جسے رات سونے سے پہلے پیار کیے بغیر اسے نیند نہیں آتی تھی۔ کتنی عجیب بات تھی کہ جب وہ اس کی دسترس میں تھی تو اسے اردگرد کی دنیا میں کشش محسوس ہوتی تھی اب جب وہ دور تھی تو دنیا ویران لگتی تھی۔

وہ کسی بات پر مسکرا رہی تھی اور میکال کو لگا جیسے اس کی مسکراہٹ نے ساری محفل میں رنگ بکھیر دیے ہوں۔ اب کھانا سرو ہو رہا تھا۔ وہ بددل سا وہاں سے اٹھ گیا۔

''میں واپس جا رہا ہوں آپا میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔''

''ایسی کی تیسی تمہاری طبیعت کی۔ بیٹھے رہو آرام سے' کھانے کے بعد تم نے ہانیہ سے بات کرنی ہے۔''

''مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی آپا' نہ میرا اب اس کی زندگی سے کوئی لینا دینا ہے پلیز۔'' وہ چٹخا تھا۔ مسز رحیم اپنا سر پیٹ کر رہ گئیں۔

میکال چپ چپ سا مسز رحیم کے بلاوے پر ان کی طرف چلا آیا۔

''کہاں جا رہے ہو کھانا لگ گیا ہے' کھانا تو کھا کے جاؤ۔'' انہوں نے اصرار کیا۔

''سوری' مجھے بھوک نہیں ہے۔''

''بھوک بھی لگ جائے گی تم آؤ تو سہی اور یہ علی کہاں ہے؟''

''گھر پر ہی ہے دیر ہو رہی تھی اس لیے اسے ساتھ نہیں لایا۔''

''چلو' جیسی تمہاری مرضی۔''

رسان سے کہتے ہوئے انہوں نے میکال کو زبردستی اپنے ساتھ بٹھا لیا تھا۔

کھانے کے بعد مشروب کا دور چلا اور مشروب کے بعد ڈانس کا' سب ڈانس کے نام پر یونہی تھرک رہے تھے۔ اس نے دیکھا ایک لڑکا ہانیہ کو ڈانس کی آفر کر رہا تھا۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا اس وقت اگر وہ اس لڑکے کی آفر قبول کر لیتی تو جانے وہ کیا کر بیٹھتا۔

وہ ڈانس فلور کے بالکل سامنے بیٹھی تھی۔ میکال کچھ سوچتے ہوئے اٹھا اور اپنے قریب ہی بیٹھی ایک ماڈرن سی لڑکی کو ڈانس کی آفر کر دی۔ جسے اس لڑکی نے فوراً سے پیشتر قبول کر لیا تھا۔ ہانیہ اپنی ٹیبل پر بالکل اکیلی بیٹھی تھی۔ غیر ارادی طور پر اس کی نظریں جونہی سامنے اٹھیں۔ اس کا دل گویا کٹ کر رہ گیا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ وہاں آئے گا وگرنہ شاید وہ وہاں کسی قیمت پر نہ آتی۔

دل کے اندر کہیں طوفان اٹھا تھا اور ایک آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر گالوں پر پھسل آیا۔ اس بار اس نے جو منظر دیکھا اس کے بعد اس میں کچھ اور دیکھنے کی تاب نہیں رہی تھی۔ وہ اٹھی تھی اور کچھ سوچتے ہوئے مسز رحیم کے پاس چلی آئی تھی۔

''مسز رحیم ایک فیور دیں گی؟'' وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں سائیڈ پر لے آئی تھی۔

''ہاں بولو میری جان۔''

''مسز رحیم' آپ پلیز کچھ دیر تک میکال کو یہیں مصروف رکھیے گا میں گھر جا رہی ہوں اپنے بیٹے سے ملنے۔''

''ٹھیک ہے تم جاؤ' میں روک لوں گی۔''

تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی جھلک آئی۔
''تھینکس۔'' بوجھل لہجے میں وہ صرف یہی کہہ سکی تھی وہ مسکراتی نگاہوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہیں۔ میکال ہانیہ کے اٹھتے ہی ڈانس فلور سے اتر آیا تھا۔

''چلی گئی وہ؟'' مسز رحیم کے قریب آکر اس نے استفسار کیا تو وہ مسکرا کر بولیں۔

''ہاں مگر تمہارے گھر گئی ہے اپنے بیٹے سے ملنے۔''

''اونو وہ یقیناً اسے ساتھ لے جائے گی۔''

''نہیں، کہیں نہیں لے جاسکتی وہ اسے، میری ساری محنت پر تو پانی پھیر ہی دیا ہے تم نے اب خدا کا واسطہ ہے تمہیں فوری گھر جاؤ اور اسے منالو۔ یہ فاصلے اگر ابھی نہ سمیٹے تو عمروں کی لمبی جدائی جھیلنی پڑ جائے گی۔ میکال بڑا ذاتی تجربہ ہے میرا، وہ ایک ہستی کہ جس کے بغیر دنیا خالی خالی سی بے معنی لگے اسے انا کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہیے۔ ورنہ ساری عمر کی بے سکونی اور رونا نصیب میں لکھا جاتا ہے۔'' قدرے اداس لہجے میں وہ اسے سمجھا رہی تھیں۔ میکال چپ چاپ سا ان کا شکریہ ادا کرتا وہاں سے سیدھا گھر چلا آیا۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

شہر خموشاں میں اس وقت غروب ہوتے سورج کی نارنجی کرنوں کے ساتھ ہی ایک عجیب سی خاموشی بکھرتی گئی تھی۔ آس پاس سے گزرتے لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بھی مانند پڑ گیا تھا۔ ہاتھ میں تازہ پھولوں کے گلدستے کے ساتھ جونہی وہ شہر خموشاں کی حدود میں داخل ہوا اس کی نگاہ سامنے لگے شیشم کے اس پیڑ کی طرف اٹھی تھی جس کے نیچے ابھی چند ہفتے قبل ایک نئی لحد تیار کی گئی تھی۔

پچھلے چند ہفتوں میں عذیر اس کانچ سی لڑکی کو روزانہ اسی وقت اس لحد کے نزدیک، درخت کے تنے سے ٹیک لگائے اردگرد سے قطعی بے نیاز بیٹھے دیکھتا تھا۔ روز وہ تازہ پھول اور پانی لاتی، قبر پر پہلے پانی اور پھر پھول بکھیرتی پھر خاموشی سے دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹ کر شیشم کے پیڑ کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ جاتی۔ ایک طرح سے اس نے اپنے سارے سلسلے مٹی کے اس ڈھیر سے وابستہ کر رکھے تھے۔ عذیر کو اس لمحے بے ساختہ معروف مصنفہ بشریٰ رحمٰن کے وہ چند الفاظ یاد آئے تھے۔ جو انہوں نے کسی کی یاد میں شاید ایسے ہی کسی موقع پر تحریر کیے تھے۔

''شہر خموشاں میں جانے والے وہاں جاکر اتنے بے پروا کیوں ہوجاتے ہیں جاکر کوئی خیر خیریت کی خبر کیوں نہیں بھیجتے خوابوں میں آتے ہیں تو کھل کر بات کیوں نہیں کرتے سارے سلسلے مٹی کے ایک ڈھیر سے کیوں وابستہ ہوجاتے ہیں۔''

اسے لگتا تھا جیسے اس نے اسے کہیں دیکھا ہے مگر کہاں یہ اسے یاد نہیں آتا تھا۔ شاید اسے علم ہی نہیں تھا کہ عورتوں کا قبرستان میں آنا جانا جائز نہیں۔ وگرنہ شاید وہ یوں روز پابندی سے وہاں نہ آتی۔

جانے چند ہفتے قبل مٹی کے ڈھیر تلے اترنے والی اس ہستی سے اس کا کیا تعلق تھا؟ وہ کیوں اسے کسی اور ہی دیس کی باسی لگتی تھی۔

روز وہ اس کے بارے میں سوچتا تھا اور روز رات گئے تک خود سے الجھتے ہوئے بے چین رہتا تھا۔

......☆☆☆

درخت جاں پر عذاب رت تھی نہ برگ جاگے نہ پھول آئے
بہار وادی سے جتنے پنچھی، ادھر کو آئے ملول آئے
وہ ساری خوشیاں جو اس نے چاہیں اٹھا کے جھولی میں اپنی رکھ لیں
ہمارے حصے میں عذر آئے جواز آئے اصول آئے

شام ڈھل رہی تھی۔ آسمان پر سیاہ بادل کسی بھی پل برسنے کو تیار دکھائی دے رہے تھے۔ میکال حسن نے تھکی تھکی سی نظر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور نگاہیں پھر سے عائشہ برہان کے خوب صورت چہرے پر ٹکا دیں۔ جو آسمان کی طرح اپنی آنکھوں کے گہرے بادل لیے کسی گزرے ہوئے طوفان کی مانند خاموش بیٹھی تھی۔

''تو یہ طے ہے کہ ہمیں آج کے بعد نہیں ملنا؟''

گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔ جواب میں عائشہ برہان نے ذرا سا رخ پھیر لیا۔ اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو انمول ہیروں کی مانند دمک رہے تھے۔

''ہوں......!''

''زندگی کا اتنا لمبا سفر میرے بغیر طے کرلو گی؟''

دھیرے سے ہاتھ بڑھا کر اس نے اس کے سرد ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیا تھا۔ جواب میں اس کی سسکاری نکل گئی۔

''پتا نہیں یہاں زندگی کا اعتبار کسے ہے میکال، ہوسکتا ہے میں ابھی یہاں سے اٹھ کر جاؤں اور صبح تم تک میرے مرنے کی خبر پہنچ جائے۔''

''نہیں......!'' وہ اس کی طرف دیکھ نہیں رہی تھی میکال تڑپ اٹھا۔

''نہیں عائش! ایسا مت کہو پلیز، میں تمہیں چھوڑ سکتا ہوں ہمیشہ کے لیے کھو نہیں سکتا۔'' اس کا سیل بار بار بج رہا تھا مگر اس میں اتنی سی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ پاکٹ سے سیل نکال کر باہر سڑک پر پھینک دے۔ پچھلے پچیس منٹ میں وہ پچاس لاکھ کا نقصان کر بیٹھا تھا۔ مگر اسے پروا نہیں تھی۔ عائشہ برہان کے لفظ اس کا آخری دیدار، کسی بھی اہم میٹنگ سے بڑھ کر تھا اس کے لیے۔ عائشہ نے بس ایک نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر فوراً سے پیشتر نگاہیں پھیر لی تھیں۔

''تم میری زندگی میں آنے والے پہلے اور آخری شخص ہو میکال۔ نہ تم سے پہلے کوئی نظر میں جچا نہ تمہارے بعد میں کسی سے دل لگا پاؤں گی شاید میں کبھی تمہیں بھلا بھی نہ سکوں کہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے مگر ایک چیز میرے اختیار میں ہے۔'' بوجھل آواز میں بولتے بولتے اچانک اس نے سر اٹھایا تھا۔

''میں تمہیں دفن کرسکتی ہوں یہاں۔'' اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی آنکھ سے ایک اور موتی ٹوٹ کر گرا تھا۔

''تم وہ شخص ہو میکال جسے زندگی سے پیار کروانا آتا ہے تمہیں دلوں میں گھر کرنا آتا ہے۔ کسی بھی لڑکی کے دل کو اپنے قدموں کی آہٹ پر دھڑکانا آتا ہے تم محبت کی نگری کے وہ مسافر ہو میکال جو خواب دکھاتا ہے اور پھر اپنے اسیروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے تصور میں قید کرلیتا ہے اور میں...... میں وہ بد نصیب لڑکی ہوں جو صرف تمہاری رفاقت کے خواب دیکھ سکتی ہے، مگر تمہیں پا نہیں سکتی۔ اس لیے آج میں یہاں تم سے مل کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہیں اپنی یادوں میں قید کرلینا چاہتی ہوں تم سمجھ لینا کہ ہم کبھی ملے ہی نہیں تھے۔''

''کیا تمہارے لیے یہ سمجھ لینا آسان ہے؟''

''نہیں، مگر اس کے سوا کوئی حل بھی تو نہیں ہے۔''

''حل نکالا جاسکتا ہے آخر تم مجھے اپنے گھر والوں سے بات کرنے کیوں نہیں دے رہیں؟'' وہ زچ ہوا تھا۔ عائشہ نے اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے نکالتے ہوئے آنسو پونچھے۔

''اب اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ تم میری فیملی کو نہیں جانتے۔ یہ لوگ ایک بار اگر کوئی بات طے کرلیں تو پھر مرتے دم تک اس سے پیچھے نہیں ہٹتے اور

میں ان بیٹیوں میں سے نہیں ہوں جو اپنی خواہشات کے لیے اپنے ماں باپ کے سامنے تن کر کھڑی ہوجاتی ہیں۔" سر جھکائے، بہت دھیمے لہجے میں وہ کہہ رہی تھی۔

"میری ماں نے زندگی میں بہت دکھ دیکھے ہیں۔ پاپا کی رحلت کے بعد بہت مشکل سے پال پوس کر بڑا کیا ہے ہمیں۔ میں انہیں مزید کوئی دکھ نہیں دینا چاہتی میکال۔ میں وہ ہرگز نہیں کرنا چاہتی جو میری آپی نے کیا، بہت مشکل سے سنبھالا ہے میری ماں نے خود کو میں دوبارہ انہیں اس اذیت میں نہیں دھکیل سکتی۔"

"اچھی بات ہے مگر میرا کیا قصور ہے۔ کس چیز کی کمی ہے مجھ میں؟ تم اپنے والدین کے عمر بھر کے دکھوں کا مداوا مجھے دکھ سونپ کر کیوں کرنا چاہتی ہو؟" اس بار میکال کے لہجے میں دکھ کی آمیزش تھی۔

"کیا قصور ہے میرا کہ میں ساری زندگی خوشی کے لیے ترستا رہوں تم میری آئیڈیل ہو عائشہ پہلی محبت ہو میری، میں یوں آسانی سے تمہیں کھو کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ بہت شدت سے چاہا ہے میں نے تمہیں۔ زندگی میں کسی کو تمہارا مقام نہیں دے سکوں گا۔ میری زندگی میں کوئی اور لڑکی کبھی تمہاری جگہ نہیں لے سکے گی۔ سچ میں مر جاؤں گا۔ تمہیں اپنی ماں کی پروا ہے میری نہیں۔" اس کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔ عائشہ کو لگا وہ سانس بھی نہیں لے پائے گی۔

"ایم سوری میکال، رئیلی ویری سوری۔" اس کی آنکھوں سے بھی لہو ٹپک رہا تھا۔ وہ رخ پھیر گیا۔

"نہیں، تم ایک سنگدل اور منافق لڑکی ہو میں کبھی تمہیں اس بے وفائی کے لیے معاف نہیں کروں گا۔"

"میکال......!" بہت شدت سے تڑپ کر اس نے اسے پکارا تھا مگر میکال نے پلٹ کر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں جا رہی ہوں تم سمجھ لینا تمہیں جس عائشہ برہان سے محبت ہوئی تھی وہ مر گئی۔ خدا حافظ......! ہو سکے تو پلیز مجھے معاف کردینا اور اپنا بہت خیال رکھنا۔"

اسے جانے کی جلدی تھی وہ ہارے ہوئے شکستہ جواری کی طرح چپ چاپ بیٹھا رہ گیا۔ شام اپنی تمام تر اداسی کے ساتھ رخصت ہو رہی تھی۔ اسے لگا جیسے وہ اپنی متاع کل لٹا چکا ہو۔ اس میں اتنی سی ہمت بھی نہیں رہی تھی کہ وہ اٹھ کر اسے اس کے گھر تک ڈراپ ہی کردیتا۔ تاہم اپنی گاڑی کی چابی ضرور اس نے اس کے پرس میں ڈال دی تھی۔ محبت بچھڑ رہی تھی اور وہ جیسے آنکھوں میں ریت بھرے خود اپنی ہی بربادی کا تماشا دیکھ رہا تھا۔

آخری بار ملو
ایسے کہ جلتے ہوئے دل
راکھ ہوجائیں کوئی اور تقاضا نہ کریں
چاک وعدہ نہ سلے، زخم تمنا نہ کھلے
سانس ہموار رہے شمع کی لو تک نہ جلے
باتیں بس اتنی کہ لمحے بھی انہیں گن جائیں
آنکھ اٹھائے کوئی امید تو آنکھ چھن جائے
اس ملاقات کا اس بار کوئی وہم نہیں
جس سے اک اور ملاقات کا امکاں نکلے
اب نہ ہیجان جنوں کا نہ حکایات کا وقت
اب نہ تجدید محبت نہ شکایات کا وقت
لٹ گئی شہر حوادث میں متاع الفاظ
اب جو کہنا ہو تو کیسے کوئی نوحہ کہیے
آج تک تم سے رگ جاں کے کئی رشتے تھے
کل سے جو ہوگا اسے کون سا رشتہ کہیے
پھر نہ دہکیں گے کبھی عارض و رخسار ملو
ماتمی ہیں دم رخصت در و دیوار ملو
ہم نہ پھر ہوں گے نہ اقرار نہ انکار ملو
"آخری بار ملو۔"

عائشہ برہان جا چکی تھی!

کسی منہ زور آندھی کی طرح وہ اس کی زندگی میں آئی تھی اور پھر چلی بھی گئی مگر وہاں دل پر کبھی نہ مندمل ہونے والا ایک زخم ضرور لگ گیا تھا۔ اس رات اس کی گھر واپسی نہیں ہوئی تھی وہ خود کو ختم کرلینا چاہتا تھا مگر...... نہیں کر پایا۔

⟡......⟡......⟡

اگلے روز اس کی آنکھ اسپتال میں کھلی تھی۔

کل عائشہ برہان کے چلے جانے کے بعد جس حال میں اٹھ کر وہ گھر واپسی کے لیے چلا تھا اس کا ایکسیڈنٹ ہوجانا لازمی بات تھی۔ جانے کب سامنے سے آتی گاڑی نے اسے ٹکر ماری۔ اس کے بعد اسے کوئی ہوش نہیں رہا تھا کہ وہ کہاں ہے؟

آنکھوں کے سامنے یکلخت اندھیرا چھا گیا تھا۔ اس کی آنکھ کھلی تو مسز حسن اس کے بیڈ کے قریب بیٹھی رو رہی تھیں۔

"میکال...... میری جان تم ٹھیک ہونا؟"

"جی۔" اسے ٹانگ میں شدید درد کا احساس ہو رہا تھا تبھی وہ پھر سے پلکیں موند گیا۔

"کہاں گئے تھے کل؟ تمہیں پتا ہے تمہارے پاپا کتنے پریشان رہے ہیں تمہارے لیے۔ کتنا بڑا نقصان ہوا ہے کل......!"

"سوری مما...... ایک دوست کی طرف نکل گیا تھا۔"

"اتنا اہم دوست تھا کہ لاکھوں کے نقصان کی پروا نہیں کی۔" وہ متحیر تھیں۔ میکال کے رگ و پے میں شدید درد کی ٹیس سرائیت کرگئی۔ بند پلکوں سے بے ساختہ آنسو پھسلے تھے۔

"میکال کیا بات ہے میری جان سب ٹھیک تو ہے نا۔" اپنے سوال پر اس کے خاموش آنسوؤں نے انہیں بے چین کردیا تھا۔

"جی......!" کچھ لمحے کمرے میں خاموشی چھائی رہی تبھی وہ بولا تھا۔

"آپ لوگ چاہتے ہیں ناں مما کہ میں کمال بھائی کی جگہ پاپا کی یو کے والی فرم کا چارج سنبھال لوں۔" زندگی میں پہلی بار مسز حسن اسے اتنا رنجیدہ دیکھ رہی تھیں۔ مسٹر حسن بھی کمرے میں چلے آئے تھے مسز حسن اسے دیکھتی رہ گئیں۔

"میں آپ لوگوں کی خواہش پر سر جھکانے کے لیے تیار ہوں ماما، آپ پاپا سے کہیں کمال بھائی کو واپس بلالیں۔" اپنی بات مکمل کرنے کے بعد اس نے پھر پلکیں موند لی تھیں۔ جواب میں ریاض حسن صاحب اور ان کی بیگم دونوں شاکڈ رہ گئے تھے۔ وہ تو کسی صورت پاکستان سے جانے پر آمادہ نہیں تھا۔ اب ایک دم سے کیا ہوا تھا کہ اس نے یہ جان گسل فیصلہ اچانک کرلیا تھا۔

"میکال...... تم ٹھیک تو ہونا؟"

مسز حسن پریشانی سے اس پر جھکی تھیں۔ تبھی ریاض حسن صاحب نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر انہیں آنکھ کے اشارے سے خاموش رہنے کی ہدایت کی تھی۔ "مصطفیٰ ہاؤس" میں اس رات کوئی فرد بھی سکون کی نیند نہیں سو سکا تھا۔

⟡......⟡......⟡

ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور وہ سنگی بینچ پر خاموش بیٹھا جانے کن خیالات میں گم تھا جب ہانیہ نے چپکے سے اس کے پیچھے آکر اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ نہال نے ان ہاتھوں کی نرماہٹ کو فوراً پہچان لیا تھا۔

"ہانی......!"

"جی ہاں، ہانی آج مجھے بتا کر کیوں نہیں نکلے گھر

سے؟'' اس کے شانے پر ہلکا سا مکا رسید کرتی وہ اس کے برابر میں بیٹھ گئی تھی۔ نہال کے لبوں پر ہلکی سے مسکان بکھر گئی۔

''میری مرضی' تمہیں بتا کر نکلتا ہوں تو سارے رستے فضول سر کھاتی رہتی ہو۔''

''یہ بات ہے؟'' اس نے آنکھیں دکھائی تھیں وہ کھل کر ہنس پڑا۔

''نہیں یار مذاق کر رہا ہوں اصل میں کچھ اپ سیٹ تھا۔''

''کیوں؟''

''بس یونہی میکال بھائی یو کے جا رہے ہیں۔''

''تو اس میں اپ سیٹ ہونے کی کیا بات ہے؟''

''بات تو کوئی نہیں مگر وہ اپنی خوشی سے نہیں جا رہے۔ تم عائشہ برہان کے بارے میں تو جانتی ہو کتنے بچی ہیں وہ ان کے معاملے میں۔ مگر کل سے وہ ان کے بارے میں کوئی بات نہیں کر رہے بس اسپتال سے ڈسچارج ہونے کے بعد سارا دن کمرا بند کیے پڑے رہتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ایکسیڈنٹ شدید نہیں تھا۔ ورنہ شاید وہ چل پھر بھی نہ سکتے۔''

''ہوں' ہوسکتا ہے ان کا جھگڑا ہو گیا ہو عائشہ جی سے۔''

''شاید ایسا ہی ہو' مگر...... میرا خیال ہے کہ انہیں شیئر کرنا چاہیے۔ یوں چپ چاپ میدان چھوڑ کر بھاگنا نہیں چاہیے۔''

''صحیح کہا تم نے' خیر چھوڑو چلو گھر چلتے ہیں میرا خیال ہے ابھی تھوڑی دیر میں بارش شروع ہونے والی ہے۔''

اسے میکال حسن اور اس کی عائشہ جی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی تبھی فوری اٹھ کھڑی ہوئی تو نہال کو بھی اس کی تقلید کرنی پڑی...... وہ دونوں یونیورسٹی کے بے حد اچھے دوست تھے اور اس وقت جاگنگ کے لیے نکلے تھے۔ نہال اس روز گھر آ کر بھی میکال حسن کے لیے خاصا اپ سیٹ رہا تھا۔

❁......❁......❁

ریاض حسن صاحب ریٹائرڈ کرنل تھے۔ زندگی کا طویل حصہ آرمی جیسی خشک جاب میں بسر کرنے کے باوجود اپنے گھر والوں کے ساتھ ان کا رویہ بے حد نرم' شگفتہ اور دوستانہ تھا۔ قدرت نے انہیں زندگی کے ہر میدان میں آسودگی ہی آسودگی سے نوازا تھا۔ بہترین جاب' محبت کرنے والی بے مثال بیوی اور بے حد سمجھ دار' فرماں بردار بچے......!

وہ اپنے مالک حقیقی کا جتنا بھی شکر ادا کرتے کم تھا۔

کمال حسن ان کے سب سے بڑے ہونہار بیٹے تھے اور شادی شدہ تھے۔ ریاض صاحب نے آرمی سے ریٹائرمنٹ کے بعد اپنا ذاتی کاروبار شروع کر دیا تھا۔ جس میں کمال ان کے ہم قدم تھا۔ پچھلے دس سال میں ان کی گتے کی فیکٹری ترقی کر کے کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھی۔ اسی لیے دو سال قبل ریاض صاحب نے کمال کو اپنی یو کے والی فرم کا چارج سنبھالنے کے لیے وہاں بھیج دیا تھا۔ میکال ان دنوں اپنا ایم بی اے مکمل کر کے نیا نیا بزنس کی طرف آیا تھا۔ وہ بھی ریاض صاحب کی ضد و اصرار پر' وگرنہ وہ اپنے بل بوتے پر ہی کچھ کرنا چاہتا تھا۔ میکال سے چھوٹا نہال ابھی یونیورسٹی میں پڑھ رہا تھا۔ جبکہ مائرہ کالج میں تھی۔

میکال کی طبیعت اپنے دونوں بھائیوں سے قدرے مختلف تھی۔ وہ اپنے آپ میں مگن رہنے والا بہت ریزرو نیچر کا مالک تھا۔ کمال کی بیوی غیا ان کی چچا زاد تھی اور بے حد شگفتہ مزاج کی حامل خاتون تھی۔

غیا کے والد فیاض حسن صاحب کا اپنا بزنس تھا اور وہ ساتھ والے پورشن میں ہی قیام پزیر تھے۔ غیا کی

ایک چھوٹی بہن اور ایک بڑا بھائی سمیر تھا۔ پچھلے پچیس سالوں سے دونوں گھرانوں کی محبت مثالی تھی۔ صبح کا ناشتا ہوتا یا دوپہر کا لنچ یا پھر رات کا ڈنر دونوں گھرانوں کے افراد ایک ہی میز پر مل جل کر کھانا کھاتے تھے۔ مائرہ اور سارا ایک ہی کالج میں پڑھ رہی تھیں اور دونوں کی گہری دوستی تھی۔ نہال اور سمیر آپس میں بہت کلوز فرینڈ تھے۔ گھر میں ہر وقت دھما چوکڑی کا ماحول رہتا تھا مگر میکال اس ماحول کا حصہ نہیں تھا۔ اس کی گھر میں کسی کے ساتھ بھی فرینڈ شپ نہیں تھی۔ جتنا وقت وہ گھر پر گزارتا تھا اس کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ اپنے کمرے میں بند رہے۔ غیا کے ساتھ بھی بس واجبی سی دعا سلام تھی اس کی یہی وجہ تھی کہ ریاض صاحب اسے کمال کی جگہ یو کے بھیجنے پر بضد تھے مگر وہ عائشہ کی وجہ سے ان کی اس ضد کے سامنے اڑ گیا تھا۔

عائشہ اسے اتنی دور بھیجنے کے حق میں نہیں تھی مگر' اب تو بازی الٹ گئی تھی۔ یو کے جانے کا فیصلہ کر کے اپنے بند کمرے میں وہ بہت دیر تک بے آواز روتا رہا تھا۔

❁......❁......❁

عائشہ برہان نے جس وقت قدم گھر کی دہلیز پر رکھے وہاں عجیب سناٹے کا راج تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی کی مرگ ہوگئی ہو' اور مرگ تو ہوگئی تھی خود اپنے آپ کو مار کر باہر دفن کرنے کے بعد ہی وہ گھر واپس لوٹی تھی۔

لاؤنج خالی پڑا تھا وہ کچھ دیر گم صم سی وہیں بیٹھی خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی پھر صوفے کی پشت گاہ سے سر ٹکا کر پلکیں موند لیں۔ ایک عجیب سی تھکن جیسے اس کی رگ رگ میں سرائیت کر گئی تھی۔ عین اسی لمحے اسے اپنی ماں کے کمرے سے اپنی بڑی بہن کے چنگھاڑنے کی آواز سنائی دی تھی۔

''آپ ٹھیک نہیں کر رہی ہیں امی۔ وہ لڑکا کسی بھی طور سے عائشہ کے قابل نہیں ہے۔ دیکھنے سے ہی پاگل لگتا ہے۔ کیسی ماں ہیں آپ؟ خاندان سے رشتا بنائے رکھنے کے لیے اپنی بیٹی کو سولی پر چڑھا دیں گی' اس کا دل چاہا وہ دونوں کانوں پر انگلیاں رکھ لے مگر وہ بے حس بنی بیٹھی رہی۔ بہن کے بعد اب اس کی ماں چیخ رہی تھی۔

'' بکواس بند کرواپنی اور دفع ہو جاؤ یہاں سے کوئی حق نہیں ہے تمہیں اپنی ماں کے فیصلوں میں ٹانگ اڑانے کا۔ تم نے جو کرنا تھا اپنی باری پر کر چکی اب میں اسے کسی پاگل سے بیاہوں یا ہوش مند سے یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے سمجھیں تم؟''

''ظلم کر رہی ہیں آپ اور وہ بھی اپنی سگی اولاد پر۔ ماں سے بڑھ کر اس روئے زمین پر کوئی رشتا خوب صورت اور مخلص نہیں' ماں سے زیادہ اولاد کا غمگسار دوسرا کوئی نہیں' ماں تو بن کہے اپنی اولاد کے دل کا حال جان لیتی ہے۔ آپ کیسی ماں ہیں جو آپ کو اس کی آنکھوں میں تیرتے آنسو دکھائی نہیں دے رہے۔''

ایک بار پھر اسے اپنی بہن کی آواز سنائی دی اور اس کے فوراً بعد ہی ماں کی۔

''تم بکواس بند کرو گی یا میں دھکے دے کر نکال دوں تمہیں یہاں سے؟''

''نکال دیں یہی کر سکتی ہیں آپ' مجھے تو لگتا ہی نہیں کہ آپ ہماری سگی ماں ہیں مجھ پر داؤ نہیں چلا تو چھوٹی بیٹی کو اپنی جھوٹی انا پر قربان کر رہی ہیں۔''

اس کے حق میں کسی قابل وکیل کی مانند بولتی اس کی بہن از حد جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمرے سے نکل آئی تھی۔ عائشہ نے پلکوں سے ٹوٹ کر گال پر پھسلتے آنسو کو مٹھی میں دبا لیا۔ تھوڑی دیر بعد اسے سیڑھیوں پر اپنی بہن کی سینڈل کی ٹک ٹک سنائی دی تھی۔ وہ بے جان سی بیٹھی رہی۔ اس کی بہن اب

خاموشی سے اس کے پہلو میں صوفے پر آ بیٹھی تھی۔

"یوں چپ کر کے بیٹھے رہنے سے زندگی کے مسائل حل نہیں ہوتے۔ سمجھیں تم۔"

"میرے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا کوئی حل نہیں ہے آپا۔"

"کیوں حل نہیں ہے صاف انکار نہیں کر سکتیں؟ تم پڑھی لکھی سمجھ دار لڑکی ہو وہ شخص جو کسی بھی طرح سے کسی لڑکی کے قابل نہیں ہے تم اس شخص سے شادی کا تصور بھی کیسے کر سکتی ہو؟ اور پھر میکال اس سارے کھیل میں اس کا کیا قصور ہے اسے کس بات کی سزا دے رہی ہو تم؟" طائشہ کی آنکھوں میں خفگی تھی، غصہ تھا، رنج تھا۔

عائشہ نے آہستہ سے رخ پھیر لیا۔ اس کی آنکھیں اس لمحے جیسے جل رہی تھیں۔

"آج جو میرے ساتھ ہو رہا ہے یہ آپ کا نصیب تھا آپا مگر آپ نے اپنے نصیب سے بغاوت کر کے اپنی پسند کا ہم سفر چن لیا، دو سال پہلے اگر آپ ایسا نہ کرتیں تو آج میں میکال کے لیے کچھ کر سکتی تھی۔ مگر اب نہیں آپا، مجھ میں دو سال پہلے والا تماشا دوبارہ دیکھنے کی ہمت نہیں ہے۔"

"نہیں ہے تو مرو، میرا کیا جاتا ہے۔"

عائشہ کے جواب نے اسے تپا دیا تھا تبھی مزید بحث کیے وہ اٹھ گئی تھی مگر عائشہ سر جھکائے ٹپ ٹپ بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہیں بیٹھی رہی۔ اس رات کا ایک ایک لمحہ اس پر کسی عذاب کی صورت نازل ہوا تھا۔

اگلی صبح ناشتے کی میز پر اس کا سامنا اپنی ماں سے ہوا تھا۔

سرخ متورم آنکھیں رات بھر رت جگے کی چغلی کھا رہی تھیں۔ ہلکا ہلکا بخار بھی تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنے ٹائم پر بے دار ہو کر کمرے سے نکلی تھی۔ سعد بھی خلاف توقع وہیں موجود تھا۔ تاہم اس کی بہن موجود نہیں تھی۔ رات شدید جنگ کے بعد شاید طائشہ اپنے گھر واپس چلی گئی تھی۔ ناشتے کی میز پر آج خاص اہتمام تھا۔ وہ ماں اور بھائی کو مشترکہ سلام کرتی اپنی نشست پر بیٹھ گئی۔

"کیسی ہو، جاب سے ریزائن دے دیا یا نہیں؟"

نشست سنبھالتے ہی ماں نے سوال داغ دیا تھا وہ "کیسی ہو" کو یکسر نظر انداز کر گئی۔

"جی...... کل شام دے آئی تھی۔"

"شاباش، آج گاؤں سے تمہارے سسرالی آرہے ہیں۔ بہت جلدی ہے انہیں اپنی بہو کو گھر لے جانے کی اگلی اتوار کا ٹائم طے کیا ہے میں نے، تم آج ان کے ساتھ جا کر کچھ شاپنگ وغیرہ کر لینا۔"

"ٹھیک ہے امی۔" اس کا سر جھکا تھا تبھی شاید انہیں خیال آیا۔

"تم خوش ہو نا عائشہ؟"

اور عائشہ کا دل چاہا وہ اس سوال پر خوب ہنسے، مگر اپنے آنسوؤں کی طرح اس نے اپنی ہنسی کا گلا بھی گھونٹ دیا تھا۔

"کیا فرق پڑتا ہے امی۔ میری خوشی تو آپ کی خوشی میں ہے۔ اگر آپ خوش ہیں تو میں بھی خوش ہوں کیونکہ میرا ایمان ہے کوئی ماں کبھی اپنی اولاد کا برا نہیں چاہ سکتی۔ آپ نے میرے لیے جو طے کیا ٹھیک ہی ہوگا۔ نہ بھی ہوا تو کیا فرق پڑتا ہے، آپ مجھے جنم دینے والی ہیں۔ راتوں کو جاگ جاگ کر سنبھالنے اور پیٹ کاٹ کاٹ کر پالنے والی ہیں آپ خدا کا دوسرا روپ ہیں امی میں آپ کے حکم کی خلاف ورزی کیسے کر سکتی ہوں؟"

"خوش رہو بیٹے؟" اس کے الفاظ نے عائزہ بیگم کے دل پر خاص اثر کیا تھا۔ تبھی انہوں نے اس کا ہاتھ

تھام لیا۔

”طائشہ بکواس کرتی ہے اسے ماں کی قدر نہیں ہے مگر تم وہاں بیاہ کر جاؤ گی تو دیکھو گی تمہاری ماں نے تمہارے لیے کیسا شان دار گھر پسند کیا ہے میں بہت ڈری ہوئی ہوں عائشہ‘ تمہارے ابا کے بعد ساری زندگی ایک ایک چیز کے لیے ترس ترس کر جیسے میں نے عمر پوری کی ہے میں نہیں چاہتی ویسی ہی زندگی تمہیں گزارنی پڑے۔ پھر تمہارے ابا کی وفات کے بعد میں بہت اکیلی پڑ گئی ہوں۔ ایسے میں خاندان والوں سے کٹ کر میں اپنی بیٹیاں غیر خاندان کے سپرد کیسے کر سکتی ہوں۔ اپنا اگر مارے بھی تو چھاؤں میں پھینکتا ہے تم سمجھ رہی وہ نا میری بات۔“

”جی امی۔“ وہ اگر یہ ساری وضاحت نہ بھی کرتیں تب بھی اسے کہیں بھاگنا نہیں تھا۔

”شاباش‘ سیدھا سادا لڑکا ہے۔ دیکھا ہے میں نے زیادہ چخ چخ نہیں ہے گھر میں ماں بہن تھوڑی تیزی ہے مگر تمہیں تو شوہر کے ساتھ رہنا ہے وہ اگر مٹھی میں ہو تو ساس نندوں کا کیا ہے؟ گھر کی گاڑی ہے زمین ہے اور کیا چاہیے سعد کا ویزہ لگوا دیا ہے تمہارے دیور نے وہ باہر ہی ہوتا ہے۔ اب دیکھنا اس گھر کے حالات بھی چٹکیوں میں بدل جائیں گے۔“

اپنی بیٹی کا سودا کر کے وہ ماں خوش ہو رہی تھی اور عائشہ کو اب پتا لگا تھا کہ اس کا پورا گھر اس رشتے پر خوش کیوں تھا۔ جس کی نسبت اس سے بڑی طائشہ سے طے تھی طائشہ کے انکار اور پھر اپنی مرضی سے گھر والوں کی پسند کے بغیر کورٹ میرج کر لینے کے بعد وہ ہڈی خود بخود اس کے گلے میں فٹ ہو گئی تھی۔ سارا خاندان اور برادری الگ منہ بنائے بیٹھے تھے۔ ایسے میں وہ چاہتے ہوئے بھی اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

بیٹی رحمت کا روپ بن کر باپ کے گھر جنم لیتی ہے پروان چڑھتی ہے اور پھر اس رحمت کو اس کے وارث جب چاہیں جیسے چاہیں آزمائش کی بھٹی میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ بھی رحمت تھی لہٰذا اس نے بھی دل پر پتھر رکھ کر خود کو اپنے والدین کی طرف سے آزمائش کی بھٹی میں جلانے کے لیے ذہنی طور پر تیار کر لیا تھا۔

❁ ❁ ❁

اس کی شادی طے ہو گئی تھی۔

پتھر کے بے جان مجسمے کی طرح نکاح کے روز وہ آنکھوں کے سوتے خشک کیے اپنے ساتھ ہونے والا تماشا دیکھتی رہی تھی۔ جس روز اس کا نکاح تھا اس سے دو روز قبل اسے میکال حسن کی طرف سے ایک خط ملا تھا اور اس خط میں سوائے سرخ روشنائی سے تحریر ایک قطعے کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ نہ کوئی سوال‘ نہ گلہ‘ بس ایک قطعہ۔

عکس پانی کا اگر قید کیا جا سکتا
عین ممکن تھا کہ اس شخص کو میں پا سکتا
کتنی بے سود جدائی ہے کہ دکھ ہے نہ ملال
کوئی دھوکہ ہی وہ دیتا کہ میں پچھتا سکتا

اور عائشہ نے یہ قطعہ بھیگی آنکھوں سے پڑھنے کے بعد ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا تھا۔

❁ ❁ ❁

میکال حسن کو یوکے آئے ہوئے دوسرا سال تھا۔ جب اس روز اسکائپ پر مائرہ نے اس سے رابطہ کیا۔

”السّلام علیکم! بھائی کیسے ہیں آپ؟ ٹھیک ٹھاک ہیں نا؟ آپ کے لیے ایک گڈ نیوز ہے۔“ ہر روز آن لائن ہوتے ہی وہ یونہی شروع ہو جاتی تھی۔ میکال جو ابھی کیمرا سیٹ کر رہا تھا ایک دم سے چونک اٹھا۔

”گڈ نیوز۔“

”جی ہاں گڈ نیوز‘ سنیں گے؟“

”ہوں۔“

”مما نے آپ کے لیے لڑکی پسند کر لی ہے اور پتا ہے لڑکی کون ہے...... ہانیہ صفدر۔“ مسکرا کر مطلع کرتے ہوئے اس نے گویا دھماکا کر ڈالا تھا۔ وہ سر تا پیر ہل کر رہ گیا۔

”وہاٹ مگر میری مرضی کے بغیر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں ابھی شادی کے حق میں نہیں ہوں۔“

”تو کیا ہوا۔ ہم لوگ تو ہیں نا اور پھر ہانیہ جیسی لڑکی تو چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔ آپ نے تو دیکھا ہی ہوا ہے انہیں۔ کل نہال بھائی کی برتھ ڈے پارٹی میں آئی تھیں۔ اتنی پیاری لگ رہی تھیں کہ بس مت پوچھیں۔ ویسے بھی آپ کو کون سا ان کے ساتھ رہنا ہے۔ وہ تو یہاں رہیں گی ہمارے پاس۔“

مائرہ اپنا راگ الاپ رہی تھی۔ میکال نے تنگ کر لائن ڈسکنکٹ کر دی۔

دو سال ہو گئے تھے مگر آج بھی اس کے دل میں اپنی محبت کا زخم تازہ تھا۔ آج بھی بے دار ہو کر آنکھ کھلتے ہی وہ بے تابی سے موبائل دیکھتا کہ شاید عائشہ کی طرف سے کوئی میسج آیا ہو‘ دن بھر اس کی یاد چٹکی بن کر کاٹتی رہتی۔ رات میں بستر پر لیٹتا تو وہ چھم سے تصور میں آ موجود ہوتی۔ اس کی ہر یاد اب بھی اس کے دل سے لپٹی تھی۔

”پتا ہے میکال جب ہماری شادی ہو گی نا تو میں روز تمہیں بہت پیار سے لاڈ کر کے جگایا کروں گی۔“

اس روز وہ دونوں قریبی پارک آئے تھے جب عائشہ نے بہت ترنگ میں اس سے کہا تھا میکال اس کی بات پر مسکرایا تھا۔

”اچھا‘ مثال کے طور پر کیسے جگایا کرو گی؟“

”اوں...... سوچنے دو...... ہاں...... تم سو رہے ہو گے میں کمرے میں آؤں گی تمہیں آواز دوں گی مگر تم آنکھیں نہیں کھولو گے۔ تب میں بیڈ پر تمہارے پہلو میں بیٹھ کر ذرا سا جھکوں گی۔ پھر اپنے لب تمہاری پیشانی پر رکھ دوں گی تم ذرا سا کسمساؤ گے اور میں پیشانی کے بعد تمہاری آنکھوں کو باری باری چوموں گی۔ پھر دونوں گالوں پر پیار کروں گی پھر......!“ وہ شرما بھی رہی تھی اور بتا بھی رہی تھی میکال کی آنکھیں شرارت سے چمک اٹھیں۔

”ہوں اور تمہیں پتا ہے پھر اس کے بعد میں کیا کروں گا۔“

”نہیں تم بتا دو۔“

”شادی کے بعد بتاؤں گا۔“

عائشہ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ میکال کا دل چاہا اسے خود میں جذب کر لے۔ اسے خبر بھی نہ ہوئی اور اس کی آنکھوں کے گوشے نمی سے بھیگ گئے۔ اسی لمحے اس نے اپنے گھر کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

”السّلام علیکم امی!“ کئی بیلز کے بعد اس کی کال مسز حسن نے ریسیو کی تھی۔

”وعلیکم السّلام کیسے ہو بیٹا۔“

”ٹھیک ہوں۔“ چاہنے کے باوجود ان سے اپنے لہجے کی نمی چھپا نہیں سکا تھا۔

”مگر مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے ہو کیا تم رو رہے ہو میکال؟“

وہ ماں تھیں اور ماؤں کے دلوں کے ساتھ قدرت نے عجیب سگنل فٹ کیے ہوتے ہیں سمندر پار سے بھی انہیں اپنی اولاد کی آنکھوں میں آنسو دکھائی دے جاتے ہیں۔ میکال نے ان کے سوال پر اپنی آنکھیں رگڑ لیں۔

”نہیں مما‘ ایسی کوئی بات نہیں‘ بس کل سے زکام ہوا ہے تو خیر چھوڑیں آپ اس بات کو‘ مجھے آپ سے کچھ اور بات کرنی تھی۔“

”جی میری جان کہو۔“

"مما مائرہ بتا رہی تھی آپ لوگوں نے میرے لیے کوئی لڑکی پسند کی ہے۔"

"ہاں بہت پیاری بچی ہے ہانیہ' تمہارے پاپا کے بہت عزیز دوست کی بیٹی ہے تم جانتے تو ہو انہیں۔ پسند آئی ہے ہمیں' بس میں اور تمہارے پاپا تو رشتا کر آئے ہیں۔"

"مگر مما آپ لوگوں کو مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا۔ میں ابھی شادی نہیں کرسکتا پلیز آپ نہال کی کردیں۔"

"پاگل ہوئے ہو' اس کی ابھی تعلیم مکمل نہیں ہوئی ہے۔"

"تو کیا ہوا جب پاپا نے آپ سے شادی کی تھی تو آپ کی بھی تعلیم مکمل نہیں ہوئی تھی۔"

"عورت اور مرد میں فرق ہوتا ہے بیٹے' ایک لڑکا جو ابھی اپنے پیروں پر کھڑا ابھی نہیں ہوا میں اس کے لیے اس بچی کا ہاتھ مانگ لوں جو ہزاروں نہیں لاکھوں میں ایک ہے اور تم کیا سمجھتے ہو اس کے لیے رشتوں کی کمی ہے۔ ہرگز نہیں' بہت لوگ ہیں اس کے لیے جھولی پھیلانے والے مگر تمہارے پاپا کی محبت کی وجہ سے وہ لوگ ہماری عزت کررہے ہیں۔"

"جو بھی ہو' میں اس شادی کے لیے تیار نہیں ہوں' سوری۔" اس کا ضبط جواب دے رہا تھا۔ تبھی حتمی لہجہ اختیار کرتے ہوئے اس نے لائن کاٹ دی تھی۔

"کیا ہوا مما؟" نہال لاؤنج میں مسز حسن کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے چپ چاپ سی وہیں بیٹھ گئیں۔

"میکال نے شادی سے انکار کردیا ہے۔"

"کیوں؟"

"پتا نہیں؟"

"مجھے پتا ہے۔" گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑی کتاب بند کردی تھی۔ مسز حسن نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا پتا ہے؟"

"اس کی زندگی میں ایک لڑکی تھی مما' عائشہ برہان پاپا کے آفس میں ہی کام کرتی تھی میکال بہت چاہتا ہے اسے' مگر بدقسمتی سے اس لڑکی کے گھر والوں نے اس کی شادی کہیں اور کردی اسی لیے وہ گھر اور ملک چھوڑ کر گیا ہے۔"

"تمہیں کیسے پتا ہے یہ سب۔"

"میکال کے دوست نے بتایا تھا آج کل یو کے میں اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ پل پل کی خبر دیتا رہتا ہے اس کی۔ میکال اپنے ساتھ ٹھیک نہیں کررہا ہے مما' وہ خود کو تباہ کررہا ہے۔"

ایک کے بعد ایک یہ کیا انکشاف ہورہا تھا۔ یہ ساری باتیں سن کر حیران ہوگئی تھیں۔ اسی روز رات میں انہوں نے ریاض حسن صاحب سے بات کی۔

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کروں؟"

"تم فکر مت کرو' ہانیہ بہت پیاری بچی ہے' یقیناً وہ اسے سمیٹ لے گی۔"

"مگر وہ ہانیہ سے شادی پر تیار نہیں ہے۔"

"ہوجائے گا ہم پلاننگ ہی ایسی کریں گے کہ اس کے پاس فرار کا کوئی راستا ہی کھلا نہ رہے۔"

"مگر......!"

"اگر مگر چھوڑو اللہ بہتر کارساز حقیقی ہے۔ یقیناً وہ سب کچھ بہتر کردے گا۔" حسن صاحب تھکے ہوئے تھے لہٰذا لائٹ آف کرکے سو گئے۔ تاہم مسز حسن اس رات ایک پل کے لیے بھی نہیں سو سکی تھیں۔

⊛......⊛......⊛

تمہاری یاد کی کرنوں کو اکثر ذہن میں رکھ کر
میں اپنی نیند کھوتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
ہوا' احساس' خوشبو' چاندنی کو دیکھ کر اکثر
تیرے دھوکے میں رہتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
فلک کے چاند تاروں کے حسیں جھرمٹ میں جان جاں
تیرے چہرے کو تکتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
میں اپنی زندگی کے سارے جذبوں کو میری جاناں
تمہارے نام کرتا ہوں تو یہ میری محبت ہے!

"یار آخر تم بتا کیوں نہیں دیتیں کہ تمہیں اس شادی پر کیا اعتراض ہے۔ تم یہ شادی کیوں نہیں کرنا چاہتیں؟" وہ کوئی تیسری بار اس سے پوچھ رہی تھی۔ ہانیہ صفدر نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ بھیگی ہوئی پلکوں اور سرخ چہرے کے ساتھ وہ رخ موڑے کھڑکی کے قریب کھڑی رہی تھی۔

"بتادوں گی تو کیا ہوجائے گا کیا تم یہ شادی رکوا دو گی؟"

"ہاں رکوا بھی سکتی ہوں' تمہیں پتا ہے تمہارے لیے میں کچھ بھی کرسکتی ہوں مگر تم منہ سے کچھ پھوٹو تو سہی۔"

وہ اس کے لیے پریشان تھی۔ ہانیہ گہری سانس بھرتی کھڑکی سے پلٹ آئی۔

"یہ شادی رکوا دو ہادیہ' جیسے بھی ہوسکتا ہے پلیز نہیں تو میں مر جاؤں گی' دیکھ لینا تم ٹھیک ایک ہفتے کے بعد ان ہاتھوں پر مہندی کی جگہ خون رچے گا۔ ڈولی کی جگہ جنازہ اٹھے گا میرا۔" گلوگیر لہجے میں وہ شروع ہوئی تو پھر بولتی چلی گئی۔

ہادیہ نے بے ساختہ اپنا سر پیٹ لیا۔

"تم پاگل ہوگئی ہو ہانی' اور کچھ نہیں یار ماں باپ اولاد کا بھلا سوچتے ہیں ہمیشہ۔"

"بھلا' یہ بھلا سوچا ہے میرے ماں باپ نے میرا۔ ایک شخص جس کے پاس آپ کو دینے کے لیے کچھ بھی نہیں، خالص محبت' خالص جذبات کچھ بھی نہیں اس کے ساتھ میرا رشتا جوڑ کر بھلا کیا ہے میرے گھر والوں نے؟ ایسا بھلا کرتا ہے کوئی اپنی سگی اولاد کے ساتھ؟ میں کیا لولی لنگڑی ہوں' اندھی ہوں' پچاس سال سے اوپر عمر ہوگئی ہے میری یا پھر بدکردار ہوگئی ہوں۔ کیوں یہ لوگ کسی بوجھ کی طرح گلے سے اتار پھینکنا چاہتے ہیں مجھے' کیوں؟" وہ دوبارہ آبدیدہ ہوگئی تھی۔

ہادیہ اس بار اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"تم غلط سوچ کی شکار ہورہی ہو ہانیہ' میکال بھائی اتنے بھی برے نہیں ہیں کہ کوئی لڑکی ان سے شادی کے لیے یوں رو رو کر آنکھیں سجا لے اور پھر آج کل اتنے اچھے لڑکے ملتے کہاں ہیں۔ لڑکیوں کے ماں باپ کی نیندیں اڑی ہوئی ہیں شکر کرو کہ گھر بیٹھے اتنا اچھا بر مل گیا ہے تمہیں ورنہ آج کل حسین سے حسین لڑکیاں صرف ایک نام کے لیے کس کس عذاب کا شکار ہورہی ہیں تم نہیں جانتیں۔"

"میں جاننا بھی نہیں چاہتی' کوئی شوق نہیں ہے مجھے شادی وادی کا اور ایک بٹے ہوئے انسان سے شادی کا تو ہرگز نہیں' میں جس حال میں ہوں خوش ہوں۔"

"آج خوش ہو' ساری عمر خوش نہیں رہ سکو گی' پانچ سال دس سال پندرہ سال کتنا عرصہ جوان رہو گی ایک وقت آئے گا جب تم تنہا چلتے چلتے تھک جاؤ گی اور تب تمہارے اندر یہ خواہش بیدار ہوگی کہ کوئی ہو' جو زندگی کے سفر میں تمہارے ساتھ چلے مگر تب وقت گزر چکا ہوگا۔ پھر کیا کرو گی؟"

"خودکشی کرلوں گی مگر میکال حسن جیسے کسی فضول انسان سے شادی نہیں کروں گی۔" مرغی کی ایک ٹانگ کی طرح وہ اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹی تھی۔

ہادیہ اپنے گال پیٹ کر رہ گئی۔

"کیوں نہیں کرو گی اتنا خوب صورت اور اچھا رشتا ہے۔"

''تمہیں لگتا ہوگا تم کرلو' ویسے بھی مشکل میں دوست ہی دوستوں کے کام آتے ہیں۔تم نے دیکھا نہیں فلموں کہانیوں میں فرینڈز کیسی کیسی قربانیاں نہیں دیتیں اپنی فرینڈز کے لیے۔ میری تو پھر بھی حقیقی زندگی ہے وہ بھی بے حد مختصر یہاں تو دوسرا جنم بھی نہیں کہ رو دھو کر ایک قطعی ناپسندیدہ شخص کے ساتھ یہ جیون بیتا لوں اور اگلے جنم میں مجھے میری پسند کا شخص مل جائے۔'' ہادیہ بیڈ سے اتر کر صوفے پر اس کے پاس آ بیٹھی۔

''آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے محترمہ کہ یہاں میری بھی ایک ہی زندگی ہے وہ بھی بے حد مختصر اور دوسری بات تمہارے علم میں ہے کہ میری نسبت بچپن سے ہی تمہارے عاشق مزاج اسٹوپڈ بھائی کے ساتھ طے نہ ہوتی تو میکال حسن جیسے آئیڈیل شخص کو پانا میری اولین ترجیح ہوتی۔'' چٹخارہ لے کر کہتی وہ یہ جان ہی نہ سکی کہ اس کی بات نے ہانیہ کو پھر سے کتنا بے چین کر دیا ہے۔ قدرے اضطراب میں لب کاٹتی ہوئی وہ اٹھی تھی اور پھر سے کھڑکی میں جا کر کھڑی ہوگئی۔

''مجھے بھی یہی لگتا تھا کہ وہ آئیڈیل ہے مگر اس کے کردار نے مجھے غلط ثابت کر دیا وہ ایک بٹا ہوا شخص ہے ہادی چار سال کسی لڑکی کو ٹوٹ کر چاہتا رہا ہے اسے اپنی محبت اور دیوانگی کا احساس دلاتا رہا ہے۔ کوئی اتنا عرصہ کسی کے ساتھ چل کر اس کی جگہ کسی اور کو کیسے دے سکتا ہے۔ کیسے بھلا سکتا ہے اسے ایک دم سے کسی اور کے ساتھ کیسے نئی زندگی شروع کر سکتا ہے۔ جبکہ اس کے پاس دوسرے شخص کو دینے کے لیے کچھ بھی نہ ہو۔''

شادی سے انکار کی اصل وجہ سامنے آ گئی تھی۔ ہادیہ چاپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔

''میں بہت صاف گو لڑکی ہوں ہادی' بہت ایماندار ہوں' رشتوں کے معاملے میں مجھ سے منافقت برداشت نہیں ہوتی۔ وہ شخص جو چار سال کسی کی چاہ' کسی کی پسند' کسی کے خوابوں میں رہا ہے وہ میرا کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا رہا ہوگا میرے لیے اس شخص کے پاس خالص محبت' خالص چاہ' خالص خواب...... کچھ بھی تو نہیں۔ وہ میرا چہرہ بھی دیکھے گا تو اس چہرے میں تشبیہ اسی کی نظر آئے گی جو اس کی اولین پسند ہے میں برتی ہوئی چیزیں استعمال نہیں کرتی ہادیہ۔ برتا ہوا شخص کیسے قبول کرلوں؟ مجھے کسی کی سیکنڈ چوائس بننے کا کوئی شوق نہیں' بس...... جو میرا ہم سفر بنے' اس کی ہر سانس مجھ سے مخلص ہو' میرے ہوتے ہوئے اس کے دل و دماغ پر کسی دوسری لڑکی کی پرچھائی بھی نہ پڑے۔ وہ صرف میرا ہو ہادی صرف میرا۔ میرے پہلو میں لیٹ کر اس کے دھیان میں پنچھی کسی اور کی یاد کے آسمان کو نہ چھوئیں' بس......!'' ذرا سی جذباتی ہوئی وہ لڑکی اسے بے حد پیاری لگی تھی۔

وہ صوفے سے اٹھ کر اس کے پاس کھڑکی کے قریب آ کے کھڑی ہوگئی۔

''تمہاری سوچ اور پسند تو بہت اچھی ہے میری جان مگر افسوس جیسا نایاب ہیرو تمہیں مطلوب ہے وہ ساٹھ ستر سال پہلے تو کہیں ملتا ہوگا اب ممکن نہیں ہے کیونکہ موجودہ دور میں صرف ایک لڑکی پر دنیا حرام کر لینا فلموں کہانیوں میں تو چلتا ہے حقیقی زندگی میں نہیں۔ یہاں مرد ہو یا عورت زندگی کے سفر میں ہر نئے موڑ پر' نئے ہم سفر کے ساتھ چلنا پسند کرتے ہیں سویٹی۔ ایک ہی محبت کو روگ بنا کر دل سے لگا لینا مرد تو خاص طور اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔''

''تو سمجھتے رہیں یار' میں شادی کے لیے مر تو نہیں رہی۔'' وہ تپی تھی ہادیہ مسکرا کر رہ گئی۔

''ٹھیک ہے' تو چل کر انکل کو یہ بات بتا دو' سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

"کاش میں ایسا کرسکتی، کاش وہ اتنے سخت باپ نہ ہوتے، کاش......!"

"جب کچھ بھی اختیار میں نہیں ہے تو فضول میں اپنی جان کیوں ہلکان کررہی ہو، تین دن ہوگئے تمہیں بھوک ہڑتال کیے کیا یہ اس مسئلے کا حل ہے؟"

"نہیں مگر یہ اذیت، یہ بے چینی، یہ غصہ میری جان لے لے گا ہادی میں جب جب میکال حسن کے متعلق سوچتی ہوں میری شریانیں پھٹنے لگتی ہیں۔ وہ شخص مجھے وقت سے پہلے مار دے گا دیکھ لینا تم۔" ہانیہ کے لہجے میں گہرا اضطراب تھا۔ ہادیہ تڑپ کر رہ گئی۔

"پاگل ہوگئی ہو، خبردار جو دوبارہ بھی ایسی بات منہ سے نکالی تو۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں ہادی دیکھ لینا تم، اگر یہ شادی نہ رکی تو میری سانس میرا دل ضرور رک جائے گا۔"

"نہیں، ایسا کچھ نہیں ہوگا تم میکال حسن سے شادی نہیں کرنا چاہتیں ٹھیک ہے مت کرنا میں وعدہ کرتی ہوں تمہاری شادی اس سے نہیں ہونے دوں گی۔ مگر تم دوبارہ کبھی مرنے کی بات نہیں کروگی ٹھیک ہے؟" اس کی بے چینی محبت سے مشروط تھی۔ ہانیہ کی پلکیں بھیگ گئیں۔

"اتنے کم دنوں میں تم کیا کروگی؟"

"کچھ نہ کچھ تو کروں گی، اپنی کسی سہیلی کو اس کی پہلی بیوی اور اس کے ڈھیر سارے بچوں کی اماں بنا کر عین نکاح کے وقت سامنے لے آؤں گی۔ ابھی کل ہی کسی کہانی میں یہ سب پڑھا تھا میں نے تم بے فکر رہو سب ٹھیک ہوجائے گا میں ہوں نا۔"

وہ اس کی صحیح درد آشنا تھی ہانیہ اس کے گلے لگ کر رو پڑی۔

"تھینکس ہادی، تم نہ ہوتیں تو جانے میں کب کی مر چکی ہوتی۔"

"اف پھر مرنے کی بات، اب تم مار کھاؤ گی مجھ سے اور کچھ نہیں۔"

ایک دھموکا اس کی نازک کمر پر رسید کرتے ہوئے وہ بولی تو ہانیہ روتے میں مسکرادی۔

"اب جلدی سے فریش ہوجاؤ میں کھانا بھجوا رہی ہوں اچھی طرح کھا لینا اوکے۔" اسے خود سے الگ کرتے ہوئے اس نے ہدایات جاری کیں تو وہ اس کا شکریہ ادا کرتی واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

صفدر منیر باجوہ صاحب حال ہی میں آرمی سے کرنل کے عہدے پر ریٹائر ہوئے تھے۔

ہانیہ ان کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس سے بڑا ان کا صرف ایک بیٹا جاذب تھا۔ جو مڈل کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے ان کی بڑی بہن کے پاس انگلینڈ چلا گیا تھا۔ ہانیہ اس سے پورے سات سال چھوٹی تھی۔ وہ ففتھ میں تھی جب صفدر منیر باجوہ صاحب کی محبوب بیوی "آسیہ بانو" کا انتقال ہوگیا۔ یہ سانحہ ان کے لیے اتنا شدید ثابت ہوا کہ عین بیوی کے سوئم والے دن وہ خود بھی ہارٹ اٹیک کا شکار ہوکر اسپتال جا پہنچے۔ مگر قدرت کو ابھی انہیں زندگی کی نعمت سے نوازنا تھا۔ لہٰذا ایک ہفتہ اسپتال میں رہ کر دوبارہ گھر لوٹ آئے۔

ہانیہ اس ایک ہفتے میں رشتہ داروں کی موجودگی کے باوجود ملازمین کے رحم و کرم پر رہی تھی۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ صفدر صاحب نے تو خود کو سنبھال لیا۔ مگر بیٹی کے لیے زیادہ حساس ہوتے گئے۔ جاذب اس وقت پندرہ سال کا تھا مگر پھر بھی ہانیہ کے کمرے میں گھسا اسے گلے سے لگائے روتا رہتا تھا۔

صفدر باجوہ صاحب کے مزاج میں حاکمیت اور سختی تھی۔ وہ چاہتے ہوئے بھی اپنے بچوں سے فری نہیں

تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آسیہ بیگم کی رحلت کے بعد جہاں اس گھر سے خوشیاں روٹھی تھیں وہیں رشتہ داروں نے بھی آنا جانا کم کردیا۔ جاذب کو واپس چلے جانا تھا ایسے میں آٹھ سال کی ہانیہ کو ملازمین کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بے فکر رہنا ان کے لیے ممکن نہیں تھا۔ لہٰذا خاصی سوچ و بچار کے بعد بالآخر انہیں وہ فیصلہ کرنا پڑا۔ جس کے لیے انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ صرف ہانیہ کی زندگی اور مستقبل کے لیے انہیں ذکیہ بیگم کو بیوی بنا کر آسیہ بیگم کی جگہ اس گھر میں لانا پڑا تھا کہ جس کے در و دیوار سے جھلکتی وحشت صاف دکھائی دیتی تھی۔ ذکیہ بیگم کو پہلے شوہر سے طلاق ہوچکی تھی۔ لہٰذا صفدر باجوہ کی زندگی میں آنے کے بعد وہ اگر بہت اچھی بیوی ثابت نہیں ہوسکی تھیں تو اتنی بری بھی نہیں تھیں۔

ہانیہ "باجوہ ہاؤس" میں ذکیہ بیگم کی آمد کے بعد منیر صاحب سے مزید دور ہوگئی تھی۔ وہ شخص جو صرف اس کی ماں سے محبت کا دعوے دار تھا۔ اسی شخص کو ماں کی وفات کے بعد کسی اور کے ساتھ مطمئن دیکھ کر روز جانے کتنے آتش فشاں تھے جو اس کے اندر پھٹتے تھے۔ مرد ذات سے بدگمانی کا پہلا بیج یہ شادی ہی ثابت ہوئی تھی۔ جس کے لیے وہ قطعی یہ ماننے کو تیار نہیں تھی کہ یہ شادی صرف اس کے مستقبل اور تحفظ کے لیے کی گئی ہے۔ وہ سوچتی کہ کاش اس کی ماں زندہ ہوتی تو ہرگز باجوہ صاحب کو اس بے وفائی کے لیے معاف نہ کرتی۔ اندر ہی اندر کی گھٹن اور کھولن نے اس کی ذات میں بہت سے رخنے ڈال دیے تھے۔ وہ پہلے سے زیادہ حساس اور تنہا ہوگئی تھی۔ یہ اس کی حساسیت اور تنہائی کا احساس ہی تھا کہ بہت چھوٹی سی عمر میں اس نے رنگوں سے کھیلنا شروع کردیا۔ اپنے اندر کے غبار کو وہ مختلف مناظر اور تصاویر کے ذریعے باہر نکالتی تھی۔ وہ میٹرک میں تھی جب اس کی پھوپھو زاد ہادیہ پاکستان دیکھنے کے شوق میں اس کے پاس چلی آئی اور پھر اس کا دل ایسا لگا پاکستان میں کہ جاذب کی خفگی اور ماں کے اعتراض کے باوجود وہ "باجوہ ہاؤس" کی ہوکر ہی رہ گئی۔ ہانیہ کے بی اے کے بعد اس نے بھی مزید تعلیم کے لیے اسی کے ساتھ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ دونوں ایک ہی کمرے میں سوتیں اور ہر جگہ اکٹھی رہتیں۔ صحیح معنوں میں ہادیہ کے آجانے سے ہانیہ کی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی آئی تھی۔ وہ اب زندگی جینے لگی تھی۔ مارننگ واک، ایوننگ واک، یونیورسٹی کے فلسفوں میں دل لگانے لگی تھی۔ ذکیہ بیگم خود کو ان دونوں کے معاملات سے دور ہی رکھتیں۔

ریاض مصطفیٰ صاحب، صفدر منیر باجوہ صاحب کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ انہی کے گھر ایک تقریب میں انہیں اور ان کی بیگم کو ہانیہ پسند آئی تھی اور دونوں ہی اسے اپنے گھر کی بہو بنانے پر تل گئے۔ صفدر صاحب نے میکال کو دیکھا تھا۔ انہیں وہ پسند تھا۔ لہٰذا ریاض صاحب کے سوال پر انہوں نے اپنی رضامندی کا اظہار کردیا۔

دونوں گھروں میں شادی کی تیاریاں ہورہی تھیں اور دونوں فریق، جن کی شادی ہورہی تھی دونوں ہی اس بندھن پر خوش اور راضی نہیں تھے۔

(جاری ہے)

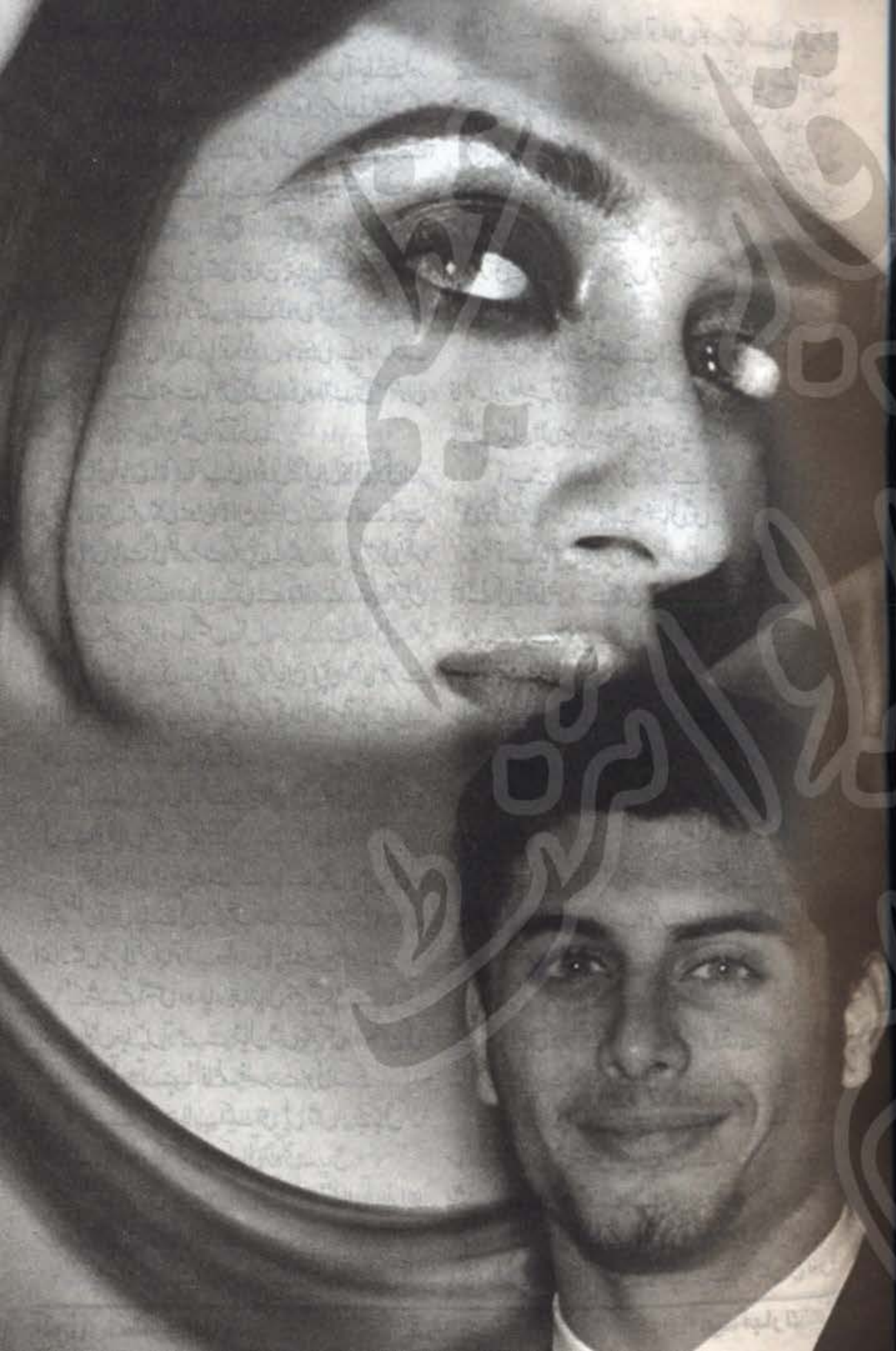

کاروانِ محبت

نادیہ فاطمہ رضوی

عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر

میری آنکھیں ہوگئیں معتبر جاناں
جب سے چاہت کے خواب اُترے ہیں
کھل اٹھا ہے چمنِ زیست کہ اب
آرزو کے گلاب اُترے ہیں

وہ بدحواسی کے عالم میں دیوانہ وار بھاگتی ہوئی دروازہ کھولتے ہی کارپٹ پر ڈھے گئی اور پھولی پھولی سانسوں کو متوازن کرنے لگی۔

''اللہ خیر کرے فاطمہ کیا پولیس پیچھے لگی ہوئی ہے جو پاگلوں کی طرح دوڑ کر آئی ہو۔'' ڈائجسٹ پڑھتے ہوئے علیشبہ نے فاطمہ کو یوں آتے دیکھا تو بے زار کن لہجے میں بولی۔

''بات ہی کچھ ایسی ہے بہنا دیکھو ابھی ابھی کوریئر والا دے کر گیا ہے۔'' اس نے سرخ رنگ کا کارڈ فرط جوش و مسرت سے اپنے دائیں ہاتھ سے لہرایا۔

''یہ کیا ہے؟'' علیشبہ نے اشتیاق بھرے لہجہ میں پوچھا۔

''پھوپھو کی طرف سے آیا ہے اگلے مہینے کی سات تاریخ کو ظہیر بھائی کی بارات ہے۔''

''واؤ۔ کیا واقعی؟ بہت مزا آئے گا مجھے بھی تو دیکھاؤ یہ کارڈ۔'' علیشبہ ایکسائیٹڈ ہو کر بولی اور پھر دونوں کارڈ پر جھک گئیں۔

''ایبٹ آباد میں پھوپھو کا گھر کتنا خوب صورت ہے وہاں مہمان بن کر جائیں گے میں تو ہل کر پانی بھی نہیں پیوں گی۔ یہاں تو سارا دن کام کام بس کام۔'' علیشبہ آخر میں منہ بنا کر بولی وہ اول درجے کی کاہل اور سست الوجود تھی۔

''ہاں ہاں تم تو جیسے یہاں کولہو کے بیل کی طرح جتی رہتی ہو نا۔'' فاطمہ اس کے کاہل پن کی عادت سے چڑ کر بولی تو علیشبہ کو پتنگے لگ گئے۔

''خود تو بڑی کام کرنے والی ہو۔''

''تم لڑ بعد میں لینا پہلے یہ سوچو کہ ہم پندرہ دن پہلے پھوپھو کے گھر کیسے جائیں گے۔'' فاطمہ پریشان کن انداز میں گویا ہوئی۔

''کیوں بھئی ہم باذل بھائی کے ساتھ جائیں گے اور کس کے ساتھ جائیں گے؟''

''تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ باذل بھائی کو آفس سے اتنی لمبی چھٹی ہرگز نہیں ملنے والی اور وہ تو ویسے بھی اتنے دن پہلے وہاں ڈیرا ڈالنے کے حق میں ہرگز نہیں ہوں گے۔ اور امی ابا بھی شادی سے چار دن پہلے ہی جائیں گے کیونکہ بڑی خالہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اگلے ہفتے ان کے پتے کا آپریشن جو ہونے والا ہے۔'' فاطمہ تفصیلاً بولی تو علیشبہ کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی۔

''ہائے تو پھر کیا ہوگا۔ پر ہمارا دماغ رک جاتا ہے تو پھر یشب بی بی کا دماغ چلنا شروع ہوتا ہے۔'' فاطمہ ڈرامائی انداز میں بولی۔

''ارے ہاں میں تو بھول ہی گئی یہ یشب کس مرض کی

دوا ہے۔" علیشبہ خوشی سے اچھلتے ہوئے بولی۔

"میں اسے فون کرتی ہوں کہ فوراً یہاں آجائے اور خبردار یہ بات باذل بھائی کو معلوم نہ ہو کہ ہم نے یشب کو سفارش کے لیے بلایا ہے۔" فاطمہ اسے تنبیہ کرتے ہوئے بولی تو علیشبہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

"بالکل نہیں میں تم تین جوان جہان لڑکیوں کو ہرگز یوں اکیلے ایبٹ آباد نہیں جانے دوں گی۔" اماں نے واضح لفظوں میں انکار کیا تو دونوں بہنوں کے منہ لٹک گئے مگر یشب نے ہمت بالکل نہیں ہاری وہ اب صحیح معنوں میں کمر کس کر میدان میں اتر آئی۔

"تائی اماں مانا کہ آپ کی دونوں لڑکیاں کافی بونگی اور بدحواس ہیں مگر میں ہوں نا ان لوگوں کے ساتھ۔ آپ بالکل اس بات کی فکر مت کریں۔ میں ان پر کڑی نظر رکھوں گی کہ سفر کے دوران یہ کسی سے کچھ لے کر نہ کھائیں بس آپ مجھ پر بھروسا رکھیں۔"

"یشب کی بچی۔" دونوں لڑکیاں اپنی اس عزت افزائی پر دانت پیس کر رہ گئیں مگر مجبوراً خاموش رہیں۔ اماں سے اجازت بھی تو لینی تھی۔

"ارے بچی میں تو سخت پریشان رہتی ہوں ان لوگوں کی بے وقوفیاں دیکھ دیکھ کر۔"

"تائی اماں میری محبت کے سائے میں رہیں گی تو کچھ عقل آ ہی جائے گی۔" یشب صاحبہ نے انتہائی مدبرانہ انداز میں سر ہلا کر کہا تو اب دونوں کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔

"یشب تم جیسی دو چار بھابیاں ہم جیسی بے چاری نندوں کو مل جائیں تو میرے خیال میں پھر کسی اور دشمن کی ضرورت باقی نہ رہے۔" فاطمہ غصہ سے بولی۔

فاطمہ نے بھی حساب ایک ہی پل میں بے باق کر ڈالا جبکہ یشب بس آنکھیں دکھاتی رہ گئی۔

"اف اللہ میں کیا کروں ان تینوں کا۔" اماں نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر کہا۔

"کیا ہوا امی آپ یوں سر پکڑے کیوں بیٹھی ہیں؟"

باذل کمرے میں داخل ہوا تو اماں کو سر پکڑے دیکھ کر حیرت سے استفسار کیا۔ باذل کو دیکھ کر تینوں نے کورس میں اسے سلام کیا۔ تینوں کی اس سے جان جاتی تھی۔

"ثریا کے بیٹے کی شادی کا کارڈ آیا ہے اور یہ تینوں پندرہ دن پہلے سے جانے کی ضد کر رہی ہیں مجھے بھیجنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے مگر یوں تنہا میں انہیں بھیجنا نہیں چاہ رہی۔" اماں گویا ہوئیں تو حسب معمول باذل کی تیوروں پر بل پڑ گئے۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے امی تینوں کو اکیلا بھیجنے کی' فاطمہ اور علیشبہ تو احمق ہیں ہی مگر یہ یشب بی بی عقل سے بالکل پیدل ہیں سیر پر سوا سیر ہیں یہ موصوفہ۔"

"آپ میری بے عزتی کر رہے ہیں۔ اب میں اتنی بھی بونگی نہیں ہوں۔" یشب منمنائی تھی۔

"آپ کیا ہیں یہ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں مجھے بتانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔" باذل نے گردن موڑ کر اسے گہرے طنزیہ لہجے میں کہا پھر اماں سے بولا۔

"آپ شادی سے چار دن پہلے ہی ان تینوں کو اپنے ساتھ لے کر جائیے گا۔"

"بھائی جان پلیز۔" دونوں بہنیں منت کرتے ہوئے بولیں مگر باذل ان کی فریاد کو نظر انداز کر کے وہاں سے چلا گیا۔

"ہونہہ خود کو بڑا عقل مند سمجھتے ہیں۔" یشب باذل کے کڑے انداز سے خائف ہو کر بڑبڑائی پھر احتجاجاً وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔

تینوں لڑکیاں سر جوڑے بیٹھی تھیں کہ آخر کس طرح سے گھر والوں کو راضی کیا جائے کہ وہ انہیں ریل گاڑی کے ذریعے ایبٹ آباد جانے کی اجازت دے دیں۔

یشب' فاطمہ اور علیشبہ کی چچا زاد ہونے کے ساتھ ساتھ باذل کی منگیتر بھی تھی دونوں کے گھر برابر تھے لہٰذا یشب صاحبہ دن کا آدھے سے زیادہ وقت یہیں پر ہی گزارتی تھیں۔ یشب اور باذل کی منگنی دادی کی ایماء پر پانچ سال پہلے کر دی گئی تھی۔ جب یشب انٹر میں تھی اور

پھر ٹھیک ایک سال بعد وہ دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ ان کے دو بیٹے باذل کے والد احسان گردیزی اور یشب کے والد محسن گردیزی تھے اور ایک بیٹی ثریا جو ایبٹ آباد بیاہ کر چلی گئی تھی احسان گردیزی کی دو بیٹیاں فاطمہ' علیشبہ اور بیٹا باذل تھے۔ جبکہ ثریا کے دو بیٹے ظہیر اور اظہر اور دو بیٹیاں ثانیہ اور دانیہ تھیں۔ جبکہ محسن گردیزی کی اکلوتی بیٹی یشب تھی۔

"تم لوگ فکر مت کرو ان شاء اللہ ہم لوگ ایبٹ آباد ضرور جائیں گے وہ بھی ٹرین کے ذریعے۔" یشب فیصلہ کن لہجے میں بولی تو فاطمہ طنزاً گویا ہوئی۔

"بالکل جائیں گے خوابوں میں' خیالوں میں۔"

✿ ...... ✿ ...... ✿

"یشب کی بچی آج تم ضرور بھائی کے ہاتھوں ہمیں بھری جوانی میں شہید کرواؤ گی وہ انڈین فلمز کے سخت خلاف ہیں۔" یشب کو باذل کے کمپیوٹر میں سی ڈی لگاتے دیکھ کر علیشبہ خوف زدہ سی ہو کر بولی۔

"اوہ' تم یونہی ڈر ڈر کر فوت ہو جاؤ مگر ہمیں تو مت ڈراؤ اگر میرا کمپیوٹر ٹھیک ہوتا تو کیا مجھے فاطمہ نے کاٹا تھا جو تمہارے بھائی کے کمپیوٹر سے چھیڑ خانی کرتی۔" یشب اپنے مخصوص انداز میں بولی۔

"اللہ کرے باذل بھائی تجھے رنگے ہاتھوں عمران ہاشمی کی فلم دیکھتے ہوئے پکڑیں۔" فاطمہ دانت پیس کر بولی۔

"فلم اسٹارٹ ہوگئی اب خاموشی سے فلم دیکھو۔" اچانک اسکرین روشن ہونے پر یشب جوش و مسرت سے بولی اور پھر واقعی تینوں فلم میں بری طرح محو ہو گئیں۔

"ہائے اللہ کتنا ہینڈسم ہے نا عمران ہاشمی کاش باذل کی بھی ایسے ہی مونچھیں...... مونچھیں...... موں...... مون......!"

"ہاہاہا' تم تو یوں اٹک گئیں جیسے مونچھیں تمہارے منہ میں آ گئیں۔" فاطمہ اسکرین پر نگاہیں جمائے یشب کی زبان کو مونچھوں پر اٹکتا دیکھ کر تمسخر سے بولی مگر

اچانک ہی یشب نے کمپیوٹر کی تاریں بے دردی سے کھینچ کر کمپیوٹر بند کر دیا۔

"یشب کی بچی یہ کیا حرکت ہے......؟" علیشبہ بے مزا ہو کر اتنا ہی بولی تھی کہ اس کی نگاہوں میں بھی وہ منظر آ گیا جسے دیکھ کر یشب کی سٹی گم ہوگئی۔

"باذل بھائی آپ...... آپ آج اتنی جلدی کیسے؟" باذل کو دروازے پر خشمگیں نگاہوں سے ایستادہ دیکھ کر علیشبہ پھیکے پھیکے انداز میں بولی۔

"کیا ہو رہا ہے میرے کمرے میں؟" باذل اچانک دہاڑا تو تینوں باقاعدہ کانپنے لگی تھیں۔

"وہ...... وہ ایکچوئلی مجھے اسائمنٹ بنانا تھا میرا نیٹ کام نہیں کر رہا تھا تو میں نے سوچا کہ میں آپ کے کمپیوٹر سے کچھ عمران ہاشمی کی ڈیٹیلز لے لوں۔" وہ عالم بدحواسی میں نجانے کیا بول گئی جبکہ اسے خود بھی معلوم نہیں ہوا کہ اس نے کچھ غلط کہہ دیا ہے۔ دونوں بہنوں کا مارے شرمندگی و خفت کے برا حال تھا۔

"فاطمہ' علیشبہ تم دونوں جاؤ یہاں سے۔" باذل کا حکم سن کر وہ دونوں بھاگیں۔ جبکہ یشب بے بسی کے عالم میں کھڑی رہ گئی۔

"اچھا تو تمہیں اسائمنٹ بنانا تھا۔" باذل اس کے قریب آ کر کاٹ دار لہجے میں بولا۔

"جی...... جی بالکل۔" اس نے زور زور سے اثبات میں سر ہلایا۔

"کس موضوع پر؟"

"موضوع یہ ہے کہ عمران ہا......!" اب یشب کو احساس ہوا کہ عمران ہاشمی ابھی تک اس کے حواسوں پر چھایا ہوا ہے۔ اس نے جلدی سے اس کے تصور کو جھٹک کر لعنت بھیجی اور مؤدبانہ انداز میں بولی۔

"موضوع یہ ہے کہ بھینس چوبیس گھنٹے بنا وقفہ کے دم کیوں ہلاتی ہے۔ چار ٹانگوں والے جانور کھڑے کھڑے تھکتے کیوں نہیں اور یہ کہ بندر کے سر میں جوئیں پڑ جاتی ہیں تو مٹی کا تیل کیوں نہیں ڈال دیا جاتا اور بھینس رات کو

شاید دم ہلانے کا سلسلہ موقف کر کے......!''
''شٹ اپ۔'' باذل درشت لہجے میں زور سے بولا تو روانی سے چلتی یشب کی زبان یک دم رک گئی۔
''اف میرے خدا آخر کس عمل کی پاداش میں تم جیسی عقل سے فارغ البال لڑکی میری تقدیر میں لکھ دی...... دیکھو یشب ابھی بھی وقت ہے اپنے اندر سے یہ بچپنا ختم کر کے سنجیدگی و بردباری پیدا کرو۔''
''باطل...... اوہ آئی ایم سوری باذل آپ نہیں جانتے میں اندر سے اس قدر سنجیدہ ہوں کہ کچھ حد نہیں میرے ننھیال والے تو میری سنجیدہ طبیعت سے بہت متاثر ہیں سچی۔'' یشب انتہائی جوش سے ہاتھ نچا کر بولی۔
''اچھا وہ نادیدہ سنجیدگی مجھے تو کبھی دکھائی نہیں دی جو انہیں نظر آ گئی۔'' باذل اسے دیکھ کر طنز سے بولا۔
''نہیں باذل میرا یقین کریں یہ تو میں محض اوپر سے یونہی غیر سنجیدگی کا خول چڑھائے رکھتی ہوں ورنہ......!''
''اچھا' اچھا مجھے یقین آ گیا اب پلیز میری جان چھوڑو اور خبردار جو آئندہ تم نے میرے کمپیوٹر کو ہاتھ بھی لگایا اور یہ فضول......!'' کہتے کہتے باذل نے کمپیوٹر سے سی ڈی نکال کر یشب کے ہاتھ میں تھمائی۔
''تھرڈ کلاس فلمیں خود دیکھیں اور فاطمہ اور علیشبہ کو دکھائیں۔''
یوں رنگے ہاتھوں پکڑے جانے پر پہلے یشب تو بری طرح خفیف ہوئی پھر فاطمہ کی بددعا اچانک یاد آئی۔
''دیکھ لوں گی فاطمہ تجھے۔''
وہ بڑبڑائی اور کمرے سے نکل گئی۔

۞......۞......۞

یشب نے چچا جان کو شیشے میں اتارنے کا سوچا اور اب تینوں احسان گردیزی کے سر ہو گئی تھیں۔
''چچا جان آپ مجھ پر بھروسا کیجیے میں انتہائی سمجھ داری کے سات پھوپھو جان کے گھر پہنچ جاؤں گی۔ فاطمہ اور علیشبہ کو بھی پہنچا دوں گی۔ دیکھیے نا چچا جان پھوپھو آپ کی اکلوتی بہن ہیں اور ان کے گھر کی اتنی بڑی خوشی ہے ظہیر بھائی گھوڑی بننے والے...... مم...... میرا مطلب ہے گھوڑی چڑھنے والے ہیں۔ اب اس موقع پر ہمیں کم از کم پندرہ دن پہلے تو جانا چاہیے نا۔'' یشب زور و شور سے دلائل دیتے ہوئے بولی تو احسان گردیزی سوچ میں گم ہو گئے۔ یشب نے فاتحانہ انداز میں فاطمہ اور علیشبہ کو دیکھا اور فرضی کالر جھاڑا۔
''ثریا اس بات کا یقینا برا نہیں مانے گی کہ ہم عین شادی کے دن پہنچے وہ ہماری مجبوریوں سے واقف ہے کل رات میری فون پر بات ہوئی تھی۔''
''کیا......؟'' یہ سن کر یشب کے ساتھ ساتھ فاطمہ اور علیشبہ کے چہرے بھی اتر گئے۔
''مگر چچا جان کچھ ہمارے دلوں کا بھی خیال کیجیے۔ ہم ظہیر بھائی کی شادی کا سوچ کر بہت خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم تینوں پندرہ دن پہلے جائیں۔ پلیز چچا جان ہمیں ایبٹ آباد جانے کی اجازت دے دیجیے نا۔'' یشب منت آمیز لہجے میں بولی۔
''ہوں ٹھیک ہے تم تینوں کے ٹکٹ کنفرم کروا دیتا ہوں۔''
''کیا......؟'' تینوں خوشی سے چلا اٹھیں۔
''تھینک یو سوچ چچا جان۔ مجھے ٹرین کے سفر کا سوچ کر ہی خوشی ہو رہی ہے۔''
''ٹرین سے...... میں نے ٹرین کی ٹکٹس نہیں جہاز کے ٹکٹس کی بات کی ہے۔'' احسان گردیزی نے یشب کی غلط فہمی دور کی تو تینوں کے چہرے ایک بار پھر اتر گئے۔
''مگر پاپا آپ بھول گئے کہ پچھلی بار یشب کی جہاز میں طبیعت خراب ہو گئی تھی۔''
''چچا جان پلیز مان جایئے نا ورنہ میں پورا ایک دن کھانا نہیں کھاؤں گی۔ بس میں بھوک ہڑتال پر ہوں۔'' یشب نے آخری حربہ آزمایا۔
''کیا یشب واقعی تم بھوک ہڑتال کرو گی۔ یعنی کہ تم......!'' علیشبہ حیرت سے بولی تو احسان گردیزی پریشان سے ہو گئے۔

''اچھا بھئی چلی جاؤ ٹرین کے ذریعے مگر احتیاط اور خیال کے ساتھ۔'' احسان گردیزی کو ماننا ہی پڑی جبکہ تینوں خوشی سے اچھلتی ہوئی لاؤنج سے باہر چلی گئیں۔

۞......۞......۞

ٹرین کی بوگی کے مخصوص ماحول کو تینوں بہت انجوائے کر رہی تھیں۔ ابھی ابھی باذل تینوں کے کانوں میں ہزاروں نصیحتیں اور ہدایتیں انڈیل کر گیا تھا جسے بظاہر تینوں نے کافی توجہ سے سنا تھا۔ جب وسل بجی تب ہی باذل انہیں خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوا تھا اور اب رفتہ رفتہ ٹرین نے رفتار پکڑ لی تھی۔
''فاطمہ کی بچی مجھے کھڑکی کی طرف بیٹھنے دو نا میرا بھی باہر دیکھنے کا دل چاہ رہا ہے۔'' فاطمہ کے برابر میں بیٹھی یشب اشتیاق و جوش سے بولی مگر فاطمہ سنی ان سنی کر گئی تو یشب برا سا منہ بنا کر جیسے ہی سیدھی بیٹھی اس کی نگاہ ایک نو بیاہتا جوڑے پر پڑی مگر عجیب بات یہ تھی کہ اتنے کیوٹ سے جوڑے کے درمیان ایک پہاڑ کی مانند وجود ایستادہ تھا۔ بے چارے دونوں ایک دوسرے کو کن انکھیوں سے بھی دیکھنے کی کوشش میں بھی ناکام ہو رہے تھے۔ یشب کچھ سوچ کر ان لوگوں کے سامنے کی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی۔
''السلام علیکم آنٹی میرا نام یشب ہے ہم لوگ اسلام آباد جا رہے ہیں پھر وہاں سے ایبٹ آباد جائیں گے ہمارے کزن کی شادی ہے نا۔'' یشب صاحبہ نے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا۔ خاتون نے انتہائی ناگواری سے دیکھا پھر رخ کھڑکی کی جانب موڑ لیا۔
''آپ نے بتایا نہیں آپ کہاں جا رہی ہیں۔'' یشب پھر بولی۔
تو وہ خاتون طوعاً کرہاً یشب کی جانب متوجہ ہوئیں اور انتہائی پاٹ دار آواز میں بولیں۔
''ہنی مون۔''
''ک...... کیا...... ہن...... ہن...... میرا مطلب ہے آپ اس عمر میں ہنی مون پر جا رہی ہے۔'' یشب بہ مشکل حیرت سے باہر آئی اپنی آنکھوں کو واپس جگہ پر لاتے ہوئے بولی۔
''میں نہیں بلکہ اپنے بیٹے اور بہو کو ہنی مون پر لے کر جا رہی ہوں۔'' وہ ہنوز بگڑے لہجے میں بولی تو یشب نے بہ مشکل اپنے قہقہہ کا گلا گھونٹا۔
''مگر آنٹی ہنی مون آپ کو معلوم ہے کیا بلا ہے؟'' یشب بڑی بردباری سے بولی۔
''لو بھلا مجھے جاہل سمجھ رکھا ہے کیا' اے گھومنا پھرنا تو ہنی مون ہوتا ہے۔'' خاتون چڑ کر بولیں۔
''ہوں وہ تو ٹھیک ہے مگر آپ کو ذرا چوکس رہنا پڑے گا۔ بھائی صاحب کہاں جا رہے ہیں آپ لوگ؟'' یشب اچانک اس لڑکے سے مخاطب ہوئی تھی۔
''مری اور نتھیا گلی وغیرہ......!'' وہ مختصراً بولا۔
''ہوں...... ہوں ٹھیک ہے مگر یہ تو غلط بات ہے آپ اپنے ہنی مون منانے کے چکر میں اپنی والدہ کی جان کے دشمن کیوں بن گئے؟'' یشب تاسف سے بولی۔
''کیا مطلب یہ کیا مجھ سے دشمنی نکال رہا ہے۔'' ان خاتون کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔ علیشبہ اور فاطمہ نے یشب کو محو گفتگو پایا تو سمجھ گئیں کہ یشب بی بی کوئی چکر چلا رہی ہیں۔
''آنٹی پچھلے دنوں آپ نے اخبار میں نہیں پڑھا تھا کہ مری اور نتھیا گلی کے ریسٹ ہاؤس میں ایک چڑیل کی روح پھرتی ہے کہنے والے نے یہ کہا ہے کہ وہ نئے شادی شدہ جوڑوں کے ساتھ آنے والی ساسوں کی سانسیں بند کر دیتی ہے۔''
''سانسیں بند کر دیتی ہے؟'' خاتون نے سانس روک کر کہا۔
''میرا مطلب ہے مار دیتی ہے قتل کر دیتی ہے' مطلب خون۔'' وہ اپنی آواز کو دہشت زدہ بنا کر بولی۔
''کک...... کیوں...... ساسوں کو ہی کیوں؟''
''صرف ساسوں کو آنٹی' کیونکہ بیس سال پہلے جب وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہنی مون منانے آئی تھی تو اس کی

ساس بھی اس کے ساتھ آئی تھی اور اس نے ان لوگوں کو صحیح سے گھومنے پھرنے نہیں دیا تھا۔ پھر بے چاری نے تنگ آ کر وہیں پہاڑیوں میں کود کر جان دے دی تھی۔'' یشب آخر میں افسوس ناک لہجے میں بولی۔

''اب...... اب کیا ہوگا؟ میں بھی تو سانس ہوں مطلب ساس ہوں' وہ مجھے بھی مار ڈالے گی۔'' خاتون کا خون پوری طرح خشک ہوگیا تھا۔

''بہن یہ آپ کیسی اوٹ پٹانگ باتیں کررہی ہیں۔ میری والدہ بلڈ پریشر اور شوگر کی مریضہ ہیں۔ آپ پلیز ایسی باتیں کر کے انہیں خوف زدہ مت کریں۔'' وہ لڑکا یشب سے انتہائی سنجیدگی سے بولا۔

''ٹھیک ہے آپ کی مرضی شوق سے اپنی والدہ کو لے کر جایئے۔'' یشب بے پروائی سے کندھے اچکا کر بولی۔

''سلطان...... میں نہیں جاؤں گی مری' میں اسلام آباد تمہاری خالہ کے گھر ہی ٹھہروں گی تم دونوں گھوم پھر کر آجانا۔'' خاتون دہشت زدہ انداز میں بولیں۔

''کوئی بات نہیں اماں' ہم بھی مری نہیں جاتے۔'' بہو صاحبہ سعادت مندی سے بولیں حالانکہ نگاہوں میں خوشی اور یشب کے لیے تشکر کے رنگ لیے وہ بظاہر فرمانبرداری کا مظاہرہ کررہی تھی۔

''ارے ایسا غضب مت کرنا آپ لوگوں نے پروگرام کینسل کیا تب بھی آنٹی کی جان......!'' یشب نے اپنے لہجے کو پراسرار بنا کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''بس فیصلہ ہوگیا میں اسلام آباد اپنی بہن کے گھر ہی رہوں گی۔ کتنا عرصہ ہوگیا اس کی صورت دیکھے ہوئے تم دونوں اس موئے ہنی مون پر چلے جانا۔'' خاتون تڑخ کر بولیں تو یشب بھی ہاتھ جھاڑتے ہوئے وہاں سے اٹھی اور اس لڑکی نے نگاہوں ہی نگاہوں میں شکریہ ادا کرنے پر سر ہلا کر جواب دیا۔

''یشب پاپا اور بازل بھائی کو پتا چل گیا نا کہ تم ٹرین میں یہ کارستانیاں کرتی پھر رہی ہو تو سمجھ لو ہمارا باہر نکلنا بھی بند ہو جائے گا۔'' علیشبہ دانت پیس کر بولی۔

''تم تو شروع سے میرے ٹیلنٹ سے جلتی ہو ارے میں نے تو دو پیار کرنے والوں کو تنہائی کے کچھ لمحات فراہم کیے ہیں۔ ورنہ دیکھا نہیں تھا وہ عورت کیسے چوکیدار کی طرح پہرہ دے رہی تھی۔ اب دیکھو محترمہ اوپر برتھ پر جا کر لیٹ گئی ہیں۔'' یشب مزے سے بولی تو دونوں نے بے ساختہ برتھ کی جانب دیکھا جہاں وہ خاتون خراٹے لے رہی تھیں اور نو بیاہتا جوڑا کھڑکی سے باہر مناظر دیکھنے میں مگن تھا۔ علیشبہ اور فاطمہ دونوں مسکرا دیں۔

......

تینوں بخیر و عافیت اسلام آباد پہنچ گئی تھیں۔ جہاں ظہیر اور اظہر انہیں لینے آئے تھے اور ان ہی کی گاڑی میں کچھ ہی گھنٹوں میں وہ ایبٹ آباد جیسے خوب صورت شہر میں پہنچ گئی تھیں۔ پھوپھو اور دانیہ ان کی آمد سے بہت خوش تھیں ابھی تھوڑی دیر پہلے بارش سے ہر شے دھلی ہوئی اور نکھری نکھری لگ رہی تھی۔

''ہائے اللہ سب کچھ کتنا خوب صورت لگ رہا ہے۔ ہر شے صاف صاف ہوا بھی کتنی اچھی لگ رہی ہے نا۔'' یشب نے کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔ بولتے بولتے اچانک یشب چیخ کر کھڑکی کے پاس سے بجلی کی تیزی سے پیچھے ہٹی۔ علیشبہ پلیٹ چھوڑ کر' ثانیہ اور فاطمہ باتیں چھوڑ کر جبکہ پھوپھو کچن کفگیر چھوڑ کر یشب کی جانب دوڑ کر آئیں جواب اپنی پھولی سانسوں کو ہموار کرنے کی کوشش کررہی تھی۔

''کیا ہوا یشب کی بچی تم نے تو ہماری جان ہی نکال دی کھڑکی پر کوئی بھوت دیکھ لیا تھا جو بے ڈھنگے پن سے چلائیں۔'' فاطمہ اور علیشبہ اس پر الٹ پڑیں۔

''نہیں شاید ہاں' تھا تو وہ انسان نما چیز' مگر انسان تھا یا کوئی اور مخلوق......!''

......

وہ صبح ہی صبح ناشتے سے فارغ ہو کر پھوپھا کے باغات کی سیر کے لیے نکل آئیں۔ اس پل موسم انتہائی خوشگوار تھا۔ ایبٹ آباد کا خنک و نرم موسم انہیں بے حد پسند آرہا تھا۔

''ہائے اللہ یشب کاش میرا قد اور تھوڑا بڑا ہوتا تو یہ سیب اس وقت میرے ہاتھ میں ہوتا۔'' درخت پر لٹکے سیب کو دیکھ کر علیشبہ بھولے پن سے بولی۔

''تمہیں تو کھانے پینے کے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ ذرا وہ دیکھو آسمان کی جانب سورج آہستہ آہستہ کیسے پوری فضا میں اپنی روشنی بکھیر رہا ہے۔'' فاطمہ آخر میں بڑے اشتیاق سے بولی جبکہ یشب بڑی ترنگ میں باغ کے اندر بڑھتی چلی گئی۔

''تم کیا سمجھ رہی ہو یہ اتنا بڑا سورج مجھے نکلتا دکھائی نہیں دے رہا کیا؟'' علیشبہ برا مانتے ہوئے بولی۔

''بالکل میں کچھ ایسا ہی سمجھ رہی ہوں۔'' فاطمہ شانے اچکا کر بے پروائی سے بولی ابھی علیشبہ کچھ کہنے والی تھی کہ یشب کی فلک شگاف چیخ نے دونوں کو بری طرح حواس باختہ کردیا وہ اس طرف دوڑیں جہاں یشب تھوڑی دیر پہلے گئی تھی۔

''کیا ہوا یشب کی بچی اتنی زور سے کیوں چلائی پورا ایبٹ آباد ہل گیا تمہاری......!'' یشب کو صحیح سلامت کھڑا دیکھ کر علیشبہ اسے ڈپٹتے ہوئے بولی ہی تھی مگر جیسے ہی اس کی نگاہ سامنے اٹھی بے ساختہ اس کی بھی چیخ نکل گئی انتہائی۔ انتہائی پستہ قامت شخص جس کی ٹانگیں کافی پتلی اور جسم کافی بڑا تھا سر پر منوں کے حساب سے تیل لگائے آنکھوں میں سرمہ کی دکان سجائے بڑی حیرت سے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔

''ک...... کون ہو تم' یہاں کیا کررہے ہو؟ یہ ہمارے پھوپھا کا باغ ہے۔''

''باجیوں سو بسم اللہ یہ باغ آپ کے پھوپھا کا ہوگا میں نے کب کہا کہ یہ میرے ماموں کا ہے۔'' وہ شخص حیرت سے باہر آ کر انہیں بڑے اشتیاق بھرے انداز میں دیکھ کر دانت نکال کر بولا تو یشب' فاطمہ کے کان میں گھس کر باآواز بولی۔

''یہی تھا وہ آدمی جسے میں نے کل پھوپھو کی کھڑکی کے پاس دیکھا تھا۔''

''افوہ یشب یہ اپنے منہ کا لاؤڈ اسپیکر میرے کان میں گھسانے کی کیا ضرورت ہے۔'' فاطمہ یشب کی اس حرکت پر بے ساختہ پیچھے ہٹ کر اپنا ہاتھ کان پر رکھ کر بولی مگر اس وقت وہ فاطمہ کی بات قصداً نظر انداز کر کے اس آدمی کی جانب متوجہ ہوگئی وگرنہ کوئی اور وقت ہوتا تو فاطمہ کے اس انداز پر وہ اسے آڑے ہاتھوں لیتی اور پھر تقریباً پندرہ منٹ میں علیشبہ اور یشب نے وہ شخص جس کا نام شیدا تھا۔ اس کے متعلق تمام معلومات حاصل کرلی تھیں جو وہیں کا مقامی تھا اور بڑی سادہ طبیعت کا مالک تھا۔ اب بڑے مزے سے تینوں شیدے کی معیت میں ایبٹ آباد کی حسین وادیوں کی سیر کررہی تھیں۔

......

وہ تینوں تھکی ماندی گھر لوٹیں تو معلوم ہوا کہ پھوپھو کی نند صاحبہ آج رات کی فلائٹ سے دبئی سے تشریف لا رہی ہیں۔ ''میں تو سونے جارہی ہوں۔ ظہیر بھائی آپ کی پھوپھو سے ان شاء اللہ کل ملوں گی۔'' یشب کسلمندی سے کاؤچ سے اٹھتے ہوئے بولی تو علیشبہ اور فاطمہ نے بھی یک بہ یک کہا۔

''ہم بھی سونے جارہے ہیں۔''

''افوہ بھئی یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی آپ میں سے کوئی بھی نہیں ہوگا رات کے کھانے پر۔'' دانیہ منہ بسور کر بولی تو یشب نے فاطمہ اور علیشبہ کو گھورتے ہوئے چڑ کر کہا۔

''تم دونوں کیوں میرے دائیں بائیں چپکی ہوئی ہو۔ دانیہ کے ساتھ پھوپھو کی نند کو ریسیو کرلونا۔''

''ہمیں کوئی شوق نہیں ہے تمہارے ساتھ چپکنے کا سمجھیں۔'' علیشبہ' یشب کی بات پر سخت برا مان کر بولی۔

''ہنہ یشب بی بی یہ تمہاری خوش فہمیاں۔ بھئی ہم بھی تھکے ہوئے ہیں تمہارے ساتھ پورے ایبٹ آباد میں ہم بھی جھک مار کر آئے ہیں۔'' فاطمہ لڑاکا عورتوں کی طرح ہاتھ نچا کر بولی۔

''اف میرے اللہ' آپ لوگ پھر شروع ہوگئیں پلیز

مہرین باجی کے سامنے آپ لوگ مت لڑیے گا۔ وہ تو بہت پر سکون طبیعت کی مالک ہیں۔'' دانیہ ان تینوں کو الجھتا دیکھ کر گھبرا کر بولی۔

''ہائے مہرین باجی؟ یہ مہرین باجی تمہاری پھوپھو کی وہی بیٹی ہیں نا جو بہت مشکل سے منہ سے آواز نکالتی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اگر زیادہ الفاظ یا آواز نکل جائے تو شاید منہ ہی گردن سے گر جائے۔'' یشب کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

''دانیہ وہی مہرین نا جو بہت سوبر اور سنجیدہ سی ہیں۔'' فاطمہ کو بھی کچھ یاد آیا تو چہک کر بولی۔

''ہائیں باذل بھیا کو ایسی لڑکیاں ہی پسند...... مم...... میرا مطلب ہے سنجیدگی اچھی چیز ہے مگر اتنی بھی نہیں کہ ہر وقت چہرے پر انسان ٹیچر والے تاثرات ہی سجائے رکھے۔'' علیشبہ نے لہک کر بولتے ہوئے جونہی یشب کو خونخوار نگاہوں سے گھورتا پایا تو اچانک جملہ بدل کر بولی۔

''آپ لوگ مہرین باجی سے تو پہلے بھی ملی ہیں مگر مہروز بھائی سے پہلی بار ملیں گی سچی وہ بہت نائس ہیں۔'' دانیہ خوشی سے بولی۔

''ہاں ہاں ہم ضرور ملیں گے مجھے تو مہرین سے ملنے کا بہت اشتیاق ہو رہا ہے اور مہروز بھائی سے بھی مل لیں گے۔'' فاطمہ صاحبہ فوراً پیر پسار کر کارپٹ پر براجمان ہو گئیں جبکہ علیشبہ نے بھی کاؤچ سنبھال لیا۔

''ہاں نا کتنی بد اخلاقی کی بات ہوگی کہ مہمان دبئی سے آ رہے ہیں اور ہم یہاں گھوڑے بیچ کر سو رہے ہیں۔'' دونوں کو دل ہی دل میں لعن طعن کر کے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

❁...... ❁...... ❁

''ہائے اللہ مہرین آپ کی اور بھیا کی سوچوں میں اتنی مطابقت ہے۔ سچی آپ کی تو عادتیں بھی باذل بھیا جیسی ہیں۔'' ناشتے کی غرض سے صبح لاؤنج میں داخل ہوتے علیشبہ کا کھنکھناتا جملہ اسے بری طرح خاکستر کر گیا۔

''ذلیل، بدتمیز علیشبہ دیکھ لوں گی تجھے'' وہ دانت پیس کر دل ہی دل میں بولی پھر بظاہر بڑے تپاک سے مہرین سے مل کر اور ناشتے سے فراغت کے بعد تنہائی میں یشب نے علیشبہ کی طبیعت بھرپور طریقے سے صاف کی مگر حیرت کی بات تو یہ تھی اس تمام وقت میں فاطمہ کمرے کی کھڑکی کی گرل پر منہ رکھے اداس بلی کی طرح بس ایک ہی نقطے پر نگاہ مرکوز کیے کھڑی رہی۔

''خیریت تو ہے فاطمہ دیر سے چھپکلی کی طرح گرل سے کیوں لپٹی ہوئی ہو۔'' یشب فاطمہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر متعجب ہو کر بولی تو فاطمہ نے ایک گہری آہ بھری۔

''ہائے یشب کیا بتاؤں تجھے میرے ساتھ کیا واردات ہوگئی۔'' وہ اتنے ڈرامائی اور دل سوز انداز میں بولی کہ دونوں حقیقتاً گھبرا گئیں۔

''یا اللہ خیر، واردات ہوگئی ارے وہ دل والا لاکٹ بھی کیا چوری ہوگیا؟ فاطمہ کی بچی کتنا کہا تھا میں نے تجھ سے مت رکھو زیورا اپنے پاس ہائے میری منگنی کا تحفہ۔'' یشب اسے جھنجوڑ کر اب باقاعدہ رونے کی تیاری کرنے لگی تھی۔ فاطمہ انتہائی چڑ گئی۔

''افوہ وہ والی واردات نہیں، سچ میں یشب تمہارا اوپر کا پورشن بالکل خالی ہے۔ میں اپنے دل کی واردات کی بات کر رہی ہوں۔'' فاطمہ زچ ہو کر بولی۔

''ہائے کیا مطلب دل کی واردات۔'' علیشبہ نے ہونق انداز میں استفسار کیا۔

''ہاں یشب علیشبہ مجھے......!'' وہ بولتے بولتے کچھ پل ٹھہری۔

''مجھے محبت ہوگئی ہے۔'' فاطمہ نے گویا اقرار جرم کیا۔ علیشبہ نے بے ساختہ اپنا سر تھام لیا۔

''تو بس ایک یہی کام کرنے کو رہ گیا تھا۔'' یشب شانے اچکا کر استہزائیہ انداز میں بولی تو فاطمہ کو حسب معمول اس کے انداز پر پتنگے لگ گئے۔

''کیوں؟ کیا صرف تم ہی یہ کام کر سکتی ہو۔ مجھے کوئی اچھا نہیں لگ سکتا کیا؟''

''اچھا بابا تم بھی کر سکتی ہو محبت، مگر یہ بتاؤ کون ہے وہ بد...... مم...... میرا مطلب ہے خوش نصیب۔'' پھوپھو کا وہ خانساماں جس کی بائیں آنکھ ہمہ وقت پھڑکتی رہتی ہے۔ یا پھوپھا کا وہ خرانٹ اونٹ نما منیجر جس کی مونچھیں دیکھ کر آٹھ بج کر بیس منٹ کا گمان ہوتا ہے یا پھر وہ مالی کا بھانجا جو......!''

''یشب کمینی کیا میرا ٹیسٹ اتنا خراب ہے کہ مجھے ان میں سے کسی سے محبت ہوگی؟ خبردار اب ایک بھی لفظ اپنی زبان سے نکالا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔'' یشب کی بات کو فاطمہ نے انتہائی تلملا کر درمیان سے قطع کیا اور غصے سے دانت کچکچا کر بولی۔

''تو پھر وہ کس کی ذات شریف ہے جسے تمہاری محبت کا شرف ملا ہے کل سے اب تک یہی حضرات نگاہوں سے گزرے ہیں۔'' علیشبہ بے زاری سے بولی پھر اچانک کچھ یاد آ جانے پر اچھل پڑی۔ پھر یشب کو دیکھ کو گویا ہوئی۔

''تم شیدے کو بھول گئیں۔''

''اف فاطمہ تمہیں شیدے میں کیا نظر آیا جو......!''

''نکل جاؤ اپنی منحوس شکلیں لے کر تم لوگ ورنہ میں تم لوگوں کا خون پی جاؤں گی۔'' فاطمہ علیشبہ کی بات پر آپے سے باہر ہو کر بولی۔

تو دونوں نے فی الحال یہاں سے کھسکنے میں عافیت جانی۔

❁...... ❁...... ❁

''جی مجھے تو شاعری سے بچپن سے لگاؤ ہے۔ علامہ اقبال اور قائداعظم کی شاعری تو مجھے بے حد پسند ہے اور موسیقی میں مجھے صرف غزلیں ہی بھاتی ہیں۔'' فاطمہ کی انتہائی مودب آواز جونہی علیشبہ اور یشب کے کانوں سے ٹکرائی دونوں نے ایک دوسرے کو خاصا اچنبھے سے دیکھا۔ پھر لان میں قدم رکھتے ہی دونوں بخوبی سمجھ گئیں کہ مہروز میاں ہی وہ ہستی ہے جن سے فاطمہ صاحبہ بری طرح متاثر ہو کر اب جی جان سے انہیں متاثر کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں۔

''جی مگر قائداعظم تو شاعری نہیں کرتے تھے۔'' مہروز کی حیرت میں ڈوبی آواز ابھری تو فاطمہ یک دم سٹپٹا گئی۔

''اچھا نہیں کرتے تھے۔'' وہ کھسیانی ہو کر بولی۔

''ارے نہیں مہروز بھائی یہ اپنی فاطمہ فیض احمد فیض کو قائداعظم کہہ رہی ہے۔ دراصل ان کی انقلابی شاعری میں اسے ایک قائداعظم دکھائی دیا تو اس نے انہیں قائداعظم کا درجہ دے ڈالا۔'' یشب نے بروقت آ کر فاطمہ کو بچایا۔ پھر علیشبہ اور یشب نے مہروز سے اپنا تعارف کروایا اور ہمیشہ کی طرح کچھ ہی وقت میں انہوں نے مہروز کا اچھی طرح سے انٹرویو لے لیا۔

❁...... ❁...... ❁

فاطمہ ہانپتی کانپتی اپنی پھولی سانسوں سمیت دھپ سے یشب اور علیشبہ کے قریب بیٹھی۔

''یشب یہ واکنگ واکنگ میرے بس کا روگ نہیں ہے تم کوئی اور طریقہ نکالو اسمارٹ اور پرکشش بننے کا۔'' فاطمہ اپنی بے ترتیب سانسوں کے درمیان بہ مشکل بولی تو یشب نے گویا ہاتھوں کو جھاڑا۔

''اور کوئی طریقہ نہیں ہے بی بی، مہروز بھائی کو موٹی لڑکیاں سخت ناپسند ہیں اب انہیں ایمپریس کرنے کے لیے تمہیں یہ سب تو کرنا پڑے گا نا۔''

''میں کہاں سے موٹی ہوگئی یہ علیشبہ موٹی ہے میں تو پھر بھی اس سے کافی دبلی ہوں۔'' فاطمہ یشب کی بات پر برا مانتے ہوئے بولی تینوں اس پل گھر کے باہر بنے خوب صورت و دل کش لان میں بیٹھی صبح کی تازہ ہوا کھا رہی تھیں۔ مگر بے چاری فاطمہ کی شامت آئی ہوئی تھی۔ کیونکہ مہروز کی آئیڈیل ایک حسین سراپا کی مالک لڑکی تھی جبکہ فاطمہ فربہی مائل تھی اور اب یشب اور علیشبہ اس کو دو دن میں ہی اسمارٹ بنانے کے چکر میں تھیں۔

''اچھا تم ایسا کرو پارک کے اس کونے کا چکر لگا کر آؤ آج کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے۔'' یشب گویا اس پر احسان کرتے ہوئے بولی تو فاطمہ برے برے منہ بنانی

وہ ہر قیمت پر مہروز کی پسند بننا چاہتی تھی۔

"ویسے یشب تمہیں دادی جان کی روح کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جو بنا محنت کے تمہاری جھولی میں باذل بھائی کو ڈال دیا وگرنہ تم بھی فاطمہ کی طرح جھک مار رہی ہوتیں۔" علیشبہ نے اخبار سے منہ ہٹا کر یشب سے کہا تو اس نے تادیبی نگاہوں سے علیشبہ کو دیکھا۔

"ہاں تمہارے بھیا تو ربڑ کا گڈا ہیں جو میری جھولی میں آن گرے...... ارے دیکھا نہیں ہے تم نے ان کی بے زاری اور بے پروائی کو مجال ہے جو کبھی پیار سے بات کی ہو۔" یشب اپنے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہوئے بولی۔

"ظاہر ہے جب تم ان کے کمرے میں عمران ہاشمی کی فلمیں دیکھتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑی جاؤ گی تو وہ تمہیں خراج تحسین تو پیش کرنے سے رہے۔" علیشبہ منہ بنا کر بولی تھی۔ ابھی یشب اسے کوئی سخت جملہ کہنے ہی والی تھی کہ معاً اس کی نظر فاطمہ پر پڑی جو بدحواسوں کی طرح بے تحاشا بھاگ رہی تھی۔

"لو دیکھو اس دیوانی کو میں نے واکنگ کا کہا تھا اور اس نے پاگلوں کی طرح بھاگنا شروع کردیا۔ یا اللہ کیا کروں اس لڑکی کا۔" یشب سر اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے بولی مگر جونہی بدحواس سی فاطمہ ان کے قریب پہنچی دونوں کو سچویشن اچھی طرح سمجھ میں آگئی۔ تینوں "کتا' کتا" چلا کر گھر کے مین گیٹ کی طرف گرتے پڑتے بھاگیں۔ کیونکہ ایک کالے رنگ کا کتا بڑے مزے سے فاطمہ کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آن پہنچا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

دن یونہی موج مستی اور ہنسی مذاق میں تیزی سے گزر گئے۔ آج ظہیر کی مہندی تھی۔ یشب اور فاطمہ وعلیشبہ کے گھر والے بھی آ پہنچے تھے۔ باذل بھی ان کے ہمراہ تھا۔ جسے دیکھ کر یشب کی من کی کلی کھل اٹھی تھی۔ چپکے چپکے نجانے کتنی ہی بار یشب نے باذل کو دیکھا تھا مگر باذل نے ایک نگاہ خاص بھی یشب کی جانب نہیں اٹھائی تھی۔ جسے محسوس کرکے اس کا دل بجھ سا گیا تھا۔

رات کی تقریب کا اہتمام گھر کے پاس بنے گراؤنڈ میں کیا گیا تھا۔ کاہی گرین اور سرخ رنگ کے امتزاج کے لہنگے میں ملبوس یشب بہت چہک چہک کر اور حلق پھاڑ کر گانے گارہی تھی۔ فاطمہ نے مہروز کی پسند کے مطابق سیاہ رنگ کا دیدہ زیب سوٹ زیب تن کیا تھا۔ جو اس نے یشب سے ادھار لیا تھا کیونکہ اس رنگ کا سوٹ فی الحال اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ جبکہ علیشبہ صاحبہ آتشی گلابی سوٹ میں پیاری لگ رہی تھی۔

رسموں کے دوران یشب کو باذل کا خیال آیا تو وہ اسے ڈھونڈنے کی غرض سے اسٹیج سے اتری اور چند ہی لمحوں میں باذل مہرین کے ہمراہ خوش گپیاں کرتا نظر آ گیا۔ آج سے پہلے یشب نے باذل کو اتنا خوش و مطمئن کبھی نہیں دیکھا تھا۔ خاص طور پر یشب کو تو سامنے پا کر اس کے چہرے پر خشونت طاری ہوجاتی تھی۔ پھر پوری شادی اور حتیٰ کہ ولیمے میں بھی دونوں اکٹھے دکھائی دیے اور یشب کے دل پر چھریاں چلتی رہیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

گھر میں ایک افراتفری کا عالم تھا۔ پھوپھو کے گھر سے مہمان اپنے اپنے ٹھکانوں کو واپس جارہے تھے۔ یشب علیشبہ اور فاطمہ نے بھی اپنی اپنی پیکنگ کرلی تھی وہ گیسٹ روم کی طرف سے گزر رہی تھی کہ یکدم مہرین کی دل کش آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"باذل پلیز مجھے فون ضرور کیجیے گا وہاں جا کر بھول نہیں جایئے گا اور ہاں آپ نے میر فیس بک کا ایڈریس تو نوٹ کرلیا ہے نا؟" یہ سن کر یشب کے تلوے سے لگی اور سر پر بجھی۔ وہ بنا کچھ سوچے سمجھے دروازہ کھول کر چھپاک سے اندر داخل ہوگئی۔ دونوں نے ہی چونک کر اسے دیکھا۔

"یشب آخر تمہیں تمیز کب آئے گی' کیا تمہیں معلوم نہیں کہ دروازہ ناک کرکے آنا چاہیے۔" باذل نے اپنے

مخصوص انداز میں اسے لتاڑا تو آج پہلی بار بے ساختہ یشب کی آنکھوں میں نمی در آئی۔

''ایم سوری آئندہ خیال رکھوں گی۔'' یہ کہہ کر یشب تیزی سے وہاں سے نکل آئی اور باتھ روم میں جا کر منہ پر ہاتھ رکھ کر بے تحاشا رو دی۔ آج باذل اسے اپنی دسترس سے بہت دور جاتا محسوس ہوا تھا۔

❁......❁......❁

واپس آ کر سب اپنی اپنی روٹین میں لگ گئے مگر یشب بہت بدل گئی۔ اب وقت بے وقت اس نے علیشبہ و فاطمہ کے گھر آنا بھی چھوڑ دیا تھا اور ان کے ساتھ مل کر شرارتیں کرنا بھی وہ شاید بھول گئی تھی۔ علیشبہ اور فاطمہ اس سے اس رویے کی وجہ معلوم کرتے کرتے تھک گئی تھیں۔ مگر یشب نے گویا کچھ بھی نہ بولنے اور بتانے کی قسم کھالی تھی۔ باذل نے بھی یشب کے رویے کو محسوس کرلیا تھا اور اندر ہی اندر حیران تھا کیونکہ یشب کو تو نچلا بیٹھنا جیسے آتا ہی نہیں تھا اور یکدم اب وہ بالکل ہی بدل گئی تھی۔

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ شروع ہوا تو سب ہی عبادات میں مصروف ہوگئے۔ یشب بھی پوری دل جمعی کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں عبادت میں مشغول ہوگئی۔ آج دسواں روزہ تھا۔ تائی اماں اور یشب کی امی دونوں بازار گئی ہوئی تھیں۔ فاطمہ آ کر زبردستی یشب کو اپنے گھر لے آئی تھی۔ آج کل وہ بھی کافی اداس تھی کیونکہ مہروز اسے شدتوں سے یاد آ رہا تھا۔ جس نے دبئی جا کر اس سے کسی بھی قسم کا رابطہ نہیں کیا تھا۔

دروازے پر بیل بجی تو علیشبہ اور فاطمہ کی غیر موجودگی دیکھ کر وہ گیٹ کی جانب آ گئی۔ سامنے کوریئر والا باذل کے نام کا لیٹر لیے کھڑا تھا۔ اس نے بددلی سے سائن کر کے لیٹر وصول کیا اور اسے الٹ پلٹ کر کے دیکھا جو کسی کمپنی کی طرف سے آیا تھا۔ یشب یہ سوچ کر باذل کے کمرے کی جانب بڑھی کہ اس وقت تو باذل آفس میں ہوگا لہٰذا یہ لیٹر اس کے کمرے میں رکھ آئے مگر جونہی اس نے دروازے کے ہینڈل کو گھما کر تھوڑا سا دروازہ کھولا ہی تھا کہ معاً باذل کی دل کش آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

''نہیں مہرین میں بالکل فارغ تھا آخر آپ کو میری......!'' اتنا سننا تھا کہ یشب نے پوری طاقت سے دروازہ دھکیلا اور خطرناک تیور لیے کمرے میں داخل ہوئی۔ باذل بے ساختہ مڑا اور یشب کا چہرہ دیکھ کر مہرین سے ''میں بعد میں بات کرتا ہوں۔'' کہہ کر فون آف کر کے الجھ کر اسے دیکھا۔

''میں جانتی ہوں کہ آپ مجھ سے یہی کہیں گے کہ تمہیں تمیز نہیں ہے دروازہ ناک کر کے آنا چاہیے تھا۔ تو ہاں ہوں میں بدتمیز' ان مینرڈ ایک بے وقوف لڑکی۔'' یشب گویا پھٹ پڑی۔

''میں جانتی ہوں کہ آپ مجھے پسند نہیں کرتے میری کوئی بات بھی آپ کو اچھی نہیں لگتی میرے اندر سنجیدگی نہیں ہے میری حرکتیں بچوں جیسی ہیں یہ تو دادی جان نے زبردستی آپ کو میرے پلے باندھ دیا ورنہ آپ تو مہرین جیسی لڑکی کے خواہش مند ہیں نا۔'' یشب تیز آواز میں بولتی چلی گئی جبکہ فاطمہ باذل کے کمرے میں کسی کام سے آتے ہوئے بھونچکا سی دروازے پر کھڑی یشب کا یہ انداز حقیقتاً اس کے ہوش اڑا گیا۔

''ٹھیک ہے مسٹر باذل میں یہ رشتا ابھی اور اسی وقت ختم کیے دیتی ہوں۔ آپ شوق سے مہرین کو اپنی زندگی میں لے آئیے میں......!'' وہ پل بھر کو رکی پھر اپنے دل پر پتھر رکھتے ہوئے بولی۔

''میں اسی وقت آپ کی زندگی سے جا رہی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ بے تحاشا روتی ہوئی وہاں سے پلٹی اور فاطمہ کو یکسر نظرانداز کرتی تقریباً بھاگتے ہوئے وہاں سے نکل آئی جبکہ باذل ساکت سا وہیں کھڑا رہ گیا۔ فاطمہ بہ مشکل خود کو سنبھال کر کمرے میں داخل ہوئی۔

''بھیا یہ...... یہ سب کیا ہے؟ یہ یشب کیا بول کر گئی ہے؟ کیا واقعی یہ سچ ہے۔'' فاطمہ نے انتہائی خوف زدہ ہو کر استفسار کیا یشب انہیں دل و جان سے عزیز تھی۔

''دماغی حالت پر اس کی تو مجھے پہلے سے شبہ تھا مگر اب یقین ہوگیا ہے۔ بالکل ہی عقل سے پیدل ہیں یہ موصوفہ۔'' باذل تلملا کر بولا تو فاطمہ کے اندر ڈھیروں سکون اترتا چلا گیا۔

''فاطمہ تمہیں یشب کو سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں اس بدگمانی کی سزا تو اسے ضرور ملے گی۔'' باذل اسے تنبیہہ کرتے ہوئے بولا۔

''مگر بھیا وہ بہت پریشان......!''

''میں نے کہا نا کہ تم کچھ نہیں بتاؤ گی اسے میں خود اسے دیکھ لوں گا۔'' باذل نے درمیان میں اس کی بات قطع کر کے حتمی انداز میں کہا تو فاطمہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

❁......❁......❁

پھوپھو کی نند نے بذریعہ ٹیلی فون مہروز کے لیے فاطمہ کا رشتہ مانگا تھا اور بے حد اصرار کیا تھا کہ عید میں وہ منگنی کی رسم طے کرلیں تاکہ وہ دبئی سے آ کر مہروز کے نام کی انگوٹھی فاطمہ کی انگلی میں ڈال جائیں۔ فاطمہ تو جیسے ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔ اس نے علیشبہ کو بھی اس دن کی تمام روداد سنا ڈالی تھی اور سختی سے منہ بند رکھنے کو کہا تھا کیونکہ یہ معاملہ خالصتاً باذل اور یشب کا تھا اور باذل خود ہی اسے سمجھانا چاہتا تھا۔ یشب بھی اس رشتے سے بہت خوش تھی۔ فاطمہ کو اس کا من پسند جیون ساتھی جو مل رہا تھا۔ مگر جب یکدم ذہن مہرین اور باذل کی جانب بھٹکتا ڈھیروں اداسی اس کے رگ و پے میں سرایت کر جاتی۔

''میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی باذل...... صرف تمہیں اپنے من کا دیوتا بنایا تھا۔ میری اولین چاہت تھے تم بہت خلوص سے محبت کی تھی تم سے مگر تم......!'' ایک سسکی اس کے لبوں سے برآمد ہوئی پھر اپنا غم چھپانے کی غرض سے وہ وہاں سے اٹھ کر چھت پر چلی آئی۔

''مجھ سے یشب کی حالت دیکھی نہیں جا رہی فاطمہ دیکھو کیسی مرجھا گئی ہے نہ ہنستی ہے نہ بولتی ہے۔ کتنی ویران سی ہوگئی ہے۔'' علیشبہ نے یشب کو وہاں سے تیزی سے اٹھ کر جاتے دیکھا تو اس کی اندرونی کیفیت محسوس کر کے وہ منہ لٹکا کر بولی۔

''خبردار علیشبہ جو تم نے یشب سے کچھ کہا تو باذل بھائی نے سختی سے منع کیا ہے۔'' فاطمہ نے اسے فی الفور ٹوکا تھا۔

''مگر باذل بھائی یشب کو منائیں گے کب؟''

''بہت جلد کیونکہ انہوں نے امی پاپا سے شادی کی تاریخ رکھنے کا عندیہ دے دیا ہے۔'' فاطمہ سرشاری سے بولی تو یہ سن کر علیشبہ بھی جھوم اٹھی۔ دونوں کو باذل کی شادی کا بے حد ارمان تھا۔

❁......❁......❁

دن سرعت سے گزر گئے آج انتیسواں روزہ تھا کہ جب ہی افطاری کے فوراً بعد تایا جان کی فیملی معہ باذل کے پھولوں کا زیور اور مٹھائی کے ٹوکرے کے ہمراہ آ دھمکی انہیں دیکھ کر یشب چونک پڑی۔

''ارے یشب یہ کیا ملگجے سے کپڑے پہنے ہوئے ہیں ذرا اچھی طرح سے تیار ہو کر آؤ دیکھ نہیں رہیں تمہارے سسرال والے آئے ہیں۔'' فاطمہ چہک کر بولی۔ تو یشب نے تلملا کر فاطمہ کو دیکھا۔

''ہاں کرو میرے زخموں پر نمک پاشی آخر تم مذاق نہیں اڑاؤ گی تو اور کون اڑائے گا۔'' یشب گلوگیر لہجے میں بولی۔

''ہاں یہ تو ہے۔'' فاطمہ بے پروائی سے سر ہلا کر بولی۔

''ویسے یشب پہلے کتنا مزا آتا تھا تم دونوں کیسے نند بھاوج کی طرح لڑتی تھیں مگر اب......!'' علیشبہ نے قصداً جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''ہاں' ہاں کہہ دو نا کہ اب تمہاری بھاوج میں نہیں مہرین بنے گی۔ اللہ کرے مہرین اتنی لڑاکا نکلے کہ تم دونوں کی زندگیاں عذاب کردے۔'' یشب کلس کر بولی کہ اس دم لاؤنج میں باذل داخل ہوا۔

''تمہیں معلوم ہے فاطمہ مہرین کو انڈین فلموں سے

سخت الرجی ہے اور وہ ہیرو کا کیا نام ہے اس کا......؟'' وہ اپنے ذہن پر زور دے کر سوچنے لگا تو بے ساختہ یشب کے منہ سے نکلا۔

''عمران ہاشمی......!''

''ہاں وہی، وہ تو اسے زہر لگتا ہے۔'' باذل بڑی ترنگ میں بولا۔

''مگر بھیا اپنی یشب نے بھی انڈین فلمیں دیکھنا چھوڑ دی ہیں۔ بلکہ محلے میں مٹر گشت کرنا اور لوگوں کو مفت مشورے دے کر اس پر زبردستی عمل درآمد کروانا بھی ترک کر دیا ہے۔'' فاطمہ کھلکھلا کر بولی۔ اس پل فاطمہ یشب کو سخت زہر لگی۔

''ہاں بھیا جو حرکتیں آپ کو یشب کی ناپسند تھیں وہ سب اس نے چھوڑ دی ہیں۔'' علیشبہ بھی جلدی سے بولی تو یشب بری طرح بھڑک اٹھی۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے میری سفارش کرنے کی مجھے خیرات میں ملی محبت ہرگز نہیں چاہیے۔'' یشب چیخ کر بولی اور پھر تیزی سے اپنے کمرے کی جانب بھاگی بستر پر گرتے ہی اس نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔

''بالکل بچی ہو تم...... چلو تمہاری موجودگی میں بچوں کی کمی نہیں رہے گی مگر دو بچے تو ضرور ہونا چاہیں کیا خیال ہے تمہارا ایک لڑکا اور ایک لڑکی......؟'' اچانک عقب سے باذل کی آواز ابھری تو یشب نے بجلی کی تیزی سے سر تکیے سے اٹھا کر پلٹ کر دیکھا بلیک پینٹ پر بلیک ہی ہاف سلیوز ٹی شرٹ پہنے باذل اس پل کتنا مختلف لگ رہا تھا باذل کی بے باک مگر ناسمجھ آنے والی بات پر وہ قدرے سٹپٹا کر بولی۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟ یہ تو آپ اس مہرین سے پوچھیے نا۔''

''کیوں مہرین سے کیوں پوچھوں بچے ہمارے ہوں گے یا مہرین کے تم واقعی عقل سے پیدل لڑکی ہو۔'' وہ اپنے سابقہ انداز میں بولا تو یشب حقیقی معنوں میں چکرا کر رہ گئی۔

''ہمارے بچے وہ کیسے؟'' وہ ہونقوں کی طرح بولی تو باذل قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''باؤلی میڈم جب ہماری شادی ہوگی تو بچے بھی ہمارے ہی ہوں گے نا۔''

''مگر ہماری شادی کیسے ہوگی؟'' وہ جیسے خود سے بولی۔

''کیسے ہوگی کیا مطلب......! قاضی صاحب نکاح پڑھوائیں گے اور پھر ہماری شادی ہو جائے گی۔'' باذل بڑے نارمل انداز میں بولا تو یشب کا دل چاہا کہ چیخ چیخ کر رونا شروع کر دے۔

''آپ میری بے بسی دیکھنے آئے ہیں یا میرا انداق اڑانے۔'' وہ واقعی زار و قطار رونے لگی جبکہ باذل کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

''ارے ارے یشب پلیز چپ ہو جاؤ یقین کرو میرا مہرین سے ایسا کوئی تعلق نہیں جیسا تم سمجھ رہی ہو۔ وہ تو ہماری کمپنی کے ہیڈ آفس کی کمپیوٹر سیکشن کی انچارج ہے۔'' باذل جلدی جلدی بولا تو یشب نے یکدم رونے پر بریک لگایا اور چونک کر اسے دیکھا۔

''جی ہاں میڈم! مہرین اور میں ایک ہی کمپنی میں کام کرتے ہیں چونکہ ہماری کمپنی کا ہیڈ آفس دبئی میں ہے اور اکثر و بیشتر ہیڈ کوارٹر سے واسطہ پڑتا رہتا ہے لہٰذا میری مہرین سے کولیگ کے طور پر علیک سلیک پہلے سے تھی مگر جب اسے معلوم ہوا کہ میں ظہیر کا کزن ہوں تو جب سے وہ بہت اپنائیت سے مجھ سے ملتی ہے۔'' باذل وضاحت آمیز لہجے میں بولا تو یشب کے اندر ڈھیروں سکون اتر گیا۔ منہ موڑتے ہوئے کہا۔

''کچھ زیادہ ہی اپنائیت نہیں آپ دونوں کے درمیان۔ اسی لیے اس دن وہ فیس بک کا ایڈریس مانگ رہی تھی اور آپ فون پر کیسے چہک چہک کر اس سے باتیں کر رہے تھے۔''

''واقعی تمہاری اوپر کی منزل بالکل خالی ہے۔ وہ اپنے تایا زاد سے منسوب ہے یار اور فون پر وہ مجھ سے مہروز کے متعلق ڈسکس کر رہی تھی۔ جو فاطمہ میں دلچسپی لے رہا تھا۔'' باذل کی زبان سے ادا ہوا ایک ایک لفظ اس کے دل میں ٹھنڈک اتارتا چلا گیا۔ وہ یکدم پھول کی مانند ہلکی پھلکی ہوگئی پھر معاً باذل کا خیال آیا تو کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولی۔

''وہ ایکچوئیلی مجھے غلط فہمی ہوگئی تھی ایم سوری باذل......!'' بولتے بولتے اسے کچھ یاد آیا تو اس نے غصے سے باذل کو دیکھا۔

''جب آپ کو معلوم ہوگیا تھا کہ یہ ساری خرافات میرے دل و دماغ میں بھر گئی ہیں تو آپ نے اسے نکالا کیوں نہیں؟''

''سوچا کہ کتنے پرسکون دن گزر رہے ہیں نہ تم میرا کمپیوٹر استعمال کر رہی ہو اور نہ ہی شور مچاتی گھر میں دندناتی پھر رہی ہو اور نہ فلمیں دیکھ رہی ہو...... پھر تمہاری اس بدگمانی کی تھوڑی بہت سزا ابھی تو دینی تھی اور......!''

''باذل آپ کتنے برے ہیں۔ وہ انتہائی چڑ کر اس کی بات درمیان میں قطع کر کے بولتی باہر جانے کی غرض سے وہاں سے اٹھی مگر باذل نے ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''اچھا بابا میں معافی مانگتا ہوں...... تمہیں منانا تو تھا بس کسی خاص دن کا انتظار کر رہا تھا۔

''خاص دن......!''

''ہاں آج ہماری شادی کی تاریخ جو ٹھہر رہی ہے اور کل عید تو ہے میں نے امی ابو سے کہہ دیا ہے کہ پندرہ دن کے اندر اندر کی تاریخ ہی رکھ لیں۔''

باذل کی بات پر یشب کے صحیح معنوں میں ہوش اڑ گئے۔

''صرف پندرہ دن......! مگر باذل آپ میرا چہرہ دیکھ رہے ہیں کتنا پیلا اور مرجھایا ہوا ہے آخر آپ نے مجھے اتنی ٹینشن بھی تو دی ہے۔'' یہ سن کر وہ گھبراتے ہوئے بولی۔

''کچھ نہیں ہوا تمہارے چہرے کو پہلے کون سا تم چندے آفتاب چندے مہتاب تھیں ایسا ہی پھٹکار برستا چوکٹا تھا تمہارا ہاں البتہ روزے کی برکت سے کچھ بہتر ضرور نظر آ رہا ہے۔'' اندر داخل ہوتے ہوئے فاطمہ نے چہک کر گوشمالی کی۔

''یشب بھابی اور بھیا آپ کو چاند مبارک ہو اور اگلے جمعے آپ کی شادی بھی مبارک ہو۔'' علیشبہ خوشی سے گویا ہوئی تو یشب کے حقیقی معنوں میں ہاتھ پیر پھول گئے۔

''ہائے اللہ اتنی جلدی۔''

''ہاں ہاں راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنی شادی کے وظیفے جب پڑھتی تھیں۔ بھیا کو قابو میں کرنے کے لیے آنٹیوں سے مشورے لیتی تھیں۔ آخر وہ تو کام آنے ہی تھے نا۔'' فاطمہ لڑاکا انداز میں بولی تو علیشبہ اور باذل بے ساختہ ہنس دیے جبکہ یشب خفیف ہوگئی پھر کچھ یاد آنے پر تیوری چڑھا کر گویا ہوئی۔

''تم دونوں کو معلوم تھا نا کہ میں غلط فہمی کا شکار ہوگئی ہوں۔ مجھے ساری بات کیوں نہیں بتائی۔''

''وہ سوری یشب، بھیا نے منع کیا تھا۔'' علیشبہ ڈرتے ڈرتے بولی۔ تو یشب نے باذل کو گھور کر دیکھا۔

''میں ذرا باہر جا رہا ہوں اگر تم لوگوں کو بازار جانا ہے تو فٹافٹ باہر آ جاؤ۔'' یہ کہہ کر باذل یہ جا وہ جا جبکہ فاطمہ اور علیشبہ نے بھی بھاگنے کی ٹھانی۔

''فاطمہ کی بچی دیکھنا میں کل کیسے تمہاری منگنی رکواتی ہوں۔'' یشب پیچھے سے انہیں آواز دے کر بولی پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی اور جلدی سے تیار ہونے کی غرض سے وارڈ روب کی جانب دوڑی۔ یہ عید اس کے لیے حقیقی خوشیوں اور محبت کا کارروان لے کر آئی تھی اور اسے اس کا پرتپاک استقبال کرنا تھا۔

عید سعید

قسط نمبر 15

بھیگی پلکوں پر

اقرا صغیر احمد

جب جب راتیں اپنا آنچل کھولنے لگتی ہیں
کیوں پلکیں اشکوں کے موتی رولنے لگتی ہیں
جب میں تنہا ہوتی ہوں اور کوئی ساتھ نہیں
مٹی گارے کی دیواریں بولنے لگتی ہیں

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

پارس عرف پری عدم توجہی اور سوتیلے رشتوں کی بدسلوکی کا شکار ہے۔ دادی جان اس کے لیے گھر بھر میں واحد محبت کرنے والی شخصیت ہیں جبکہ اپنے والد فیاض صاحب سے اس کا رابطہ واجبی سا ہے۔ فیاض صاحب کی دوسری بیوی صباحت فطرتاً حاسد، فضول خرچ اور طمع پرست ہیں۔ ان کے یہی اوصاف ان کی بیٹیوں عادلہ اور عائزہ میں بھی بدرجہ اتم موجود ہیں۔ البتہ پری اور دادی جان کی حیثیت گھر بھر میں مضبوط ہے۔

طغرل کی آمد خاصی ہنگامہ خیز ثابت ہوتی ہے۔ پری کے ذہن میں طغرل اور اپنی بچپن کی لڑائیاں تازہ ہیں۔ عادلہ، طغرل پر ملتفت ہے اس کی وجاہت اور اس کے اسٹیٹس کے سبب۔

پری کی والدہ فیاض صاحب سے علیحدگی کے بعد اپنے خالہ زاد صفدر جمال سے شادی کرچکی ہیں جو ایک کامیاب بزنس مین ہیں۔ پری کے لیے مثنیٰ کی محبت لازوال ہے مگر صفدر جمال کو پری کا ذکر بھی ناپسند ہے۔

رات کی تاریکی میں طغرل نے ایک سائے کو سوٹ کیس تھامے گھر سے فرار ہوتے دیکھا۔ طغرل کے خیال میں رات کے اندھیرے میں گھر سے فرار ہونے والی لڑکی پری ہے۔ جب کہ حقیقت مختلف ہے۔ صفدر جمال اور مثنیٰ کا بیٹا سعود غیر ملک میں کسی ہندو لڑکی سے شادی کا خواہاں ہے، جس کی مثنیٰ سختی سے مخالفت کرتی ہیں مگر ایک روز صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود پوجا سے شادی کرچکا ہے وہ بھی ان کی اجازت اور شمولیت کے ساتھ...... مثنیٰ شاکڈ رہ جاتی ہیں اور ان سے برگشتہ ہوکر گھر چھوڑ دیتی ہیں۔ صفدر جمال مثنیٰ کو منانے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر وہ ہنوز غم و غصے کا شکار ہیں، جس پر صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود نے پوجا سے شادی کرنے کے لیے خودکشی کی کوشش کی تھی جس پر انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔ صفدر جمال کی منت سماجت پر بالآخر مثنیٰ واپس لوٹ آتی ہیں۔

جویریہ کے بھائی اعوان سے ماہ رخ کا ربط محبت میں تبدیل ہوجاتا ہے۔

پری کے سامنے طغرل کو ایک بار پھر لان کے اندھیرے میں وہی سایہ نظر آتا ہے تو وہ پری کے روکنے کے باوجود اس سائے کے پیچھے بھاگتا ہے۔ طغرل باہر نکل کر اس سایہ کا پیچھا کرکے اس کو پکڑ لاکر اس کا چہرہ بے نقاب کرتا ہے تو وہ عائزہ ہوتی ہے، جس کو دیکھ کر پری اور عادلہ حیران و پریشان ہوجاتی ہیں۔ کمرے میں شور کی آواز سن کے صباحت بیگم جب اندر آتی ہیں تو وہ کا منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ جاتی ہیں اور طغرل کی زبانی عائزہ کا کارنامہ جان کر ان کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ طغرل کے جانے کے بعد صباحت پری کو سرزنش کرکے کمرے سے نکال دیتی ہیں باہر طغرل پری کا منتظر ہوتا ہے وہ عائزہ پر نظر رکھنے کی تاکید کرتا ہے۔ عائزہ صباحت سے ضد کرتی ہے کہ وہ صرف راحیل سے ہی شادی کرے گی تو صباحت اس کو سمجھا بجھا کر مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔

ماہ رخ جب گھر پہنچتی ہے تو وہاں گلفام پہلے سے موجود ہوتا ہے، جس کو دیکھ کر وہ کچھ خوف زدہ سی ہوجاتی ہے وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر اس سے باز پرس کرتی ہیں کہ گھر والے کہاں ہیں اور گلفام کا جواب سن کر وہ طیش میں آکر اس کو صلواتیں سنا جاتی ہے۔ دوسری طرف وہ عون سے جھوٹ بول کر اس کو کورٹ میرج پر اکساتی ہے، جس پر عون تیار نہیں ہوتا، جس پر وہ عون سے ناراض ہوجاتی ہے۔

پری کے گھر پر نہ ہونے سے دادی کچھ پریشان اور بے زاری ہوجاتی ہیں تو طغرل ان کو پھوپو کے گھر لے جاتا ہے تاکہ ان کا کچھ دل بہل سکے۔ دادی کو یوں اچانک دیکھ کر ان کی بیٹی اور نواسیاں بے حد خوش ہوجاتی ہیں اور طغرل رات کو آکر ان کو واپس لے جاتا ہے دادی کو ان کے کمرے میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں آکر فریش ہوکر جیسے ہی مڑتا تو اس کی نظر عادلہ پر پڑتی ہے، جس کو دیکھ کر وہ بھونچکا سا رہ جاتا ہے۔

طغرل عادلہ کو آڑے ہاتھوں لیتا ہے اور اس کو آئندہ رات کے وقت اپنے کمرے میں آنے سے روک دیتا ہے۔ دادی پری کے نانی کے گھر جانے سے بے حد ڈسٹرب ہوجاتی ہیں، جس سے ان کی طبیعت بھی کچھ خراب ہوجاتی، جس کے باعث فیاض صاحب اور طغرل کچھ پریشان ہوجاتے ہیں جب پری کو دادی کی طبیعت کے بارے میں پتا چلتا ہے تو وہ واپس آنے کا ارادہ کرکے فیاض صاحب کو فون کردیتی ہے اور فیاض صاحب اپنی مصروفیات کے باعث پری کو لینے طغرل کو بھیج دیتے ہیں اور پری طغرل کو دیکھ کر موڈ خراب ہوجاتا ہے۔

پری گھر واپس آتے ہوئے گاڑی میں طغرل سے بیزار سی نظر آتی ہے یہ بات طغرل نوٹ کرلیتا ہے وہ اس سے باتیں کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ بے رخی سے جواب دیتی ہے جس پر طغرل چپ ہوجاتا ہے اور پری گھر آتا دیکھ دادی یک دم خوش ہوجاتی ہیں اور پری دادی سے گلے مل کر گلے شکوہ کرنے لگتی ہے۔ ادھر ماہ رخ کی بے چینیاں بڑھتی ہی جارہی ہے اس کا کسی بھی طرح عون سے رابطہ ہی نہیں ہو رہا اور اس کے گھر میں اس کی شادی کی تیاریاں شروع ہوجاتی ہیں جس پر وہ مزید بے گھبرا جاتی ہے۔ پری طغرل اور معید کی ساری باتیں سن لیتی ہے اور اس کو دکھ ہوتا ہے اپنی ذات کی نفی ہونے کا وہ خوب روتی ہے۔ دوسری طرف عادلہ ہر ممکن کوشش کرتی ہے طغرل کو اپنی طرف مائل کرنے کی مگر وہ اپنی ہر کوشش میں ناکام ہوجاتی ہے اور رات کچن میں عادلہ پری کو برا بھلا کہہ رہی ہوتی ہے کہ اچانک طغرل آجاتا ہے اور عادلہ کی باتیں سن کر وہ پری کو پرپوز کردیتا ہے۔

طغرل کی بات سن کر عادلہ کی حالت خیر ہوجاتی ہے اور بہت مشکل سے اپنی کمرے تک پہنچتی ہے اور عائزہ کا اس کی حالات دیکھ کر اس کا پریشان ہوجاتی ہے اور پھر اس سے ساری بات سن کر وہ لوگ طغرل اور پری کے خلاف سازش کرتے ہیں۔ ادھر ساحر ماہ رخ کو عون کے خلاف ورغلا کوٹ میرج پر راضی کرلیتا ہے۔ ادھر صباحت طغرل کے پرپوزل کا سن کر بہت ہی آگ بگولا ہوتی ہیں اماں جان اور مزنہ بھابی کو خوب سناتی ہیں جس پر مزنہ فوری طغرل کو کال کرکے گھر آنے کا کہتی ہیں اس دوران طغرل ساری کارروائی سے معید کو آگاہ کردیتا ہے۔ صباحت طغرل اور پری پر بیجا الزامات لگا رہیں ہوتی ہی تاکہ مزنہ بھابی پری سے بدزن ہوجائے مگر یہاں بھی ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پھر صباحت اپنی نندوں کا کارڈ استعمال کرنا کا سوچتی ہیں اور ان کو طغرل کے پروپوزل کے بارے میں سب کچھ بتادیتی ہیں جس کو سن کر وہ دونوں فوری اماں جان کے سامنے حاضر ہوجاتیں اور پری اور اس کی ماں خوب باتیں سناتیں ہے جسے سن کر پری خودکشی کی کوشش کرتی مگر اچانک کی طغرل پہنچ کر پری اس کوشش کو ناکام بنادیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁ .... ❁ .... ❁

"پوچھیے دادی جان! اس سے یہ خودکشی کیوں کرنا چاہتی تھی؟ اگر مجھے ذرا دیر ہوجاتی ان محترمہ کے ارادے بھانپنے میں تو...... یہ ابھی عالم بالا پر پہنچ چکی ہوتیں۔" اس نے ان کے آگے پری کو دھکیلتے ہوئے غصے سے کہا۔

اماں نے اس کے بارش سے شرابور وجود کو سینے سے لگالیا تھا اور روتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"یہ کیا کرنے چلی تھی تو؟ تجھے ذرا بھی خیال نہیں آیا اس بوڑھی دادی کا؟ کس طرح صبر کرتی میں کیا کیا کہہ کر لوگوں کے الٹے سیدھے سوالوں کے جواب دیتی جو جوان لڑکیاں اس طرح حرام موت مرتی ہیں مرنے کے بعد وہ برے ناموں سے پکاری جاتی ہیں لوگ کیا کیا باتیں بناتے ہیں رسوائیوں کے نت نئے خنجر سے گھر والوں کے دل فگار کرتے ہیں۔"

"اپنی ماں کی طرح نت نئے ڈرامے کرنے کی عادت ہے اس کو۔" مثنیٰ نے بھی اسی طرح کے حربے دکھا کر بھائی جان کو الو بنایا تھا۔ عامرہ کے لہجے میں سخت کبیدگی تھی۔

"یہ سب نوٹنکی تمہیں پھانسنے کے لیے کی جارہی ہے بیٹا! ابھی کچھ دیر قبل تو یہ کمرے میں تھی جیسے ہی تمہارے آنے کی آہٹ سنی ویسے ہی یہ کمرے سے نکل کر یہاں چھت پر پہنچ گئی۔" آصفہ طغرل کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔

مزنہ جو اپنے کمرے میں سو رہی تھیں وہ بھی شوروغل سن کر وہاں پہنچ گئی تھیں اور ناسمجھ انداز میں طغرل کی طرف دیکھ رہی تھیں جو کوٹ سوٹ میں شوز سمیت ان کے سامنے شرابور کھڑا تھا۔

"پھوپو جان! آپ نے میرے آنے کی آہٹ سنی تھی؟" وہ سنجیدہ انداز میں ان سے مخاطب ہوا تھا۔

"نہیں، میں نے تو نہیں سنی اتنی گرج چمک میں کون سنے گا؟" وہ اس کی بات پر اتنا بوکھلائیں کہ خود ہی اپنے الزام کی نفی کر بیٹھی تھیں ان کی مدد کو آگے بڑھتی ہوئیں صباحت بولیں۔

"آپ کے واپس آنے کا ٹائم تو سب کو ہی معلوم ہے۔"

"آج تو میں بارش کی وجہ سے آفس ٹائم سے پہلے لوٹ آیا ہوں۔" اس کی بات پر وہ بھونچکا سی رہ گئی تھیں۔

"مجھے بے حد معذرت کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے آپ لوگ نا جانے کیوں پارس کے خلاف ہوگئے ہیں ابھی

پھوپو جان آپ نے کہا یہ میرے قدموں کی آہٹ سن کر چھت پر آئی ہے حالاں کہ ابھی آپ نے خود اعتراف کیا اس طوفانی بارش میں قدموں کی آہٹ کوئی نہیں سن سکتا تھا۔ آنٹی! آپ کا خیال ہے پارس میرے آفس سے واپسی کے ٹائم سے واقف ہے اس لیے اس نے یہ وقت چوز کیا یہ سب ڈرامہ کرنے کے لیے......" وہ اس وقت وہاں بنے چھجے کے نیچے تھے جو بارش سے محفوظ تھا۔

"میں حلفیہ کہتا ہوں ایسا کچھ نہیں ہے یہ محض اتفاق ہے میں آفس سے آکر کمرے میں جارہا تھا جب اتفاقیہ میری نگاہ اس پر پڑی اور مجھے محسوس ہوا یہ روتے ہوئے چھت پر جارہی ہے گھر میں جو کل سے ٹینشن چل رہی ہے وہ خیال مجھے آیا اور میں فوراً ہی یہاں آیا تو دیکھا یہ محترمہ باؤنڈری وال پر چڑھنے کی کوشش کررہی تھیں۔"

"سن لیا تم لوگوں نے ٹھنڈک پڑ گئی تمہارے کلیجوں میں یا ابھی بھی کوئی حسرت باقی ہے؟" دادی جان نے طنزاً کہا۔

"کوئی کچھ بھی کہے اماں جان! ایک بار جس سے اعتماد اٹھ جائے وہ لاکھ صفائیاں دینے سے بھی واپس نہیں آتا ہے۔" صباحت ترچھی نگاہوں سے طغرل کو دیکھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

"مائنڈ اٹ آنٹی! میں نے صفائی پیش نہیں کی اور نہ ہی میری عادت ہے صفائیاں دینے کی۔ کل جو کچھ آپ نے کہا وہ میں اس لیے چپ چاپ سنتا رہا کہ مجھے انکل کی عزت کا خیال ہے آپ سمجھ رہی ہیں جو آپ نے دیکھا سب ویسا ہی تھا تو یہ آپ کی بھول ہے۔ پارس کل بھی شبنم کے قطروں کی طرح پاکیزہ تھی اور آج بھی ان برستی بوندوں کی طرح پاکیزہ ہے۔" وہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

"اماں جان! یہ کیا ہورہا ہے؟ کیا یہ سب دیکھنے کے لیے ہم پاکستان آئے تھے؟ غیروں میں رہتے ہوئے برسوں گزر گئے اور ہم پر کسی نے انگلی نہیں اٹھائی اور اپنوں میں آئے ابھی زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا اور یہاں میرے بچے کو اس طرح رسوا کیا جارہا ہے اس کی بے عزتی کی جارہی ہے۔" مزنہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تھا۔

"بھابی جان! آپ دل خراب مت کریں۔" آصفہ نے آگے بڑھ کر چاپلوسی سے کہا تو عامرہ اور صباحت بھی آگے بڑھ آئی۔

"ہم اپنے بچے کو کیوں رسوا کرنے لگے بھلا وہ ہمارا خون ہے۔"

"مجھے تو اللہ نے بیٹا دیا نہیں ہے طغرل کو ہی میں اپنا بیٹا سمجھتی ہوں بھابی! آپ بے فکر رہیں ابھی طغرل غصے میں ہے ان کا موڈ درست ہوجائے گا تو میں خود ان سے معافی مانگوں گی۔" صباحت نے ان کے ہاتھ تھام کر کہا۔

مزنہ کا موڈ آف ہی رہا وہ ان کی باتوں کو نظر انداز کرتی ہوئیں اماں اور پری کے پیچھے چلی گئی تھیں۔

"چل گیا بیٹے کے ساتھ ساتھ ماں پر بھی جادو دیکھا بھابی کے تیور کس طرح آنکھیں بند کرکے بات کی ہے ہم سے۔"

"جب اماں ہی ہمارا ساتھ نہیں دے رہیں تو کون دے گا عامرہ!"

❁ .... ❁ .... ❁

چلو پھر ڈھونڈ لائیں ہم
اسی معصوم بچپن کو
انہی معصوم خوشیوں کو
انہی رنگین لمحوں کو
جہاں غم کا پتا نہ تھا
جہاں دکھ کی سمجھ نہ تھی
جہاں بس مسکراہٹ تھی
بہاریں ہی بہاریں تھیں
کہ جب ساون برستا تھا
تو اس کاغذ کی کشتی کو
بنانا اور ڈبو دینا
بہت اچھا سا لگتا تھا
اور اس دنیا کا ہر چہرہ
بہت سچا سا لگتا تھا
چلو پھر ڈھونڈ لائیں ہم
اسی معصوم بچپن کو

اس کو یقین نہیں ہو رہا تھا پیار و محبت اور خلوص سے مسکراتے ان چہروں پر وہ سب منافقت ریاکاری اور مفاد پرستی تھی۔ کس قدر نفسا نفسی اور لالچ میں گرے ہوئے لوگ تھے۔

وہ ڈریس چینج کر کے بیڈ پر نیم دراز ہوا تو دل پر سخت بد دلی اور بے زاری چھائی ہوئی تھی اسے مسلسل پری کی وہ دیوانگی بے چین کیے ہوئے تھی جس جنون میں وہ بھاگتی ہوئی اوپر گئی تھی۔ اگر اس وقت اس کی چھٹی حس خطرے کا سگنل نہ دیتی تو اس سوالیہ نشان کے آگے کا تصور اس کو پریشان کر دیتا تھا۔

"مائی پور کزن! مجھے اب سمجھ آ رہا ہے تم عادلہ اور عائزہ سے اتنی مختلف کیوں ہو میں جو تمہیں اول دن سے طعنے دیتا رہا تمہاری کم گوئی و بد مزاجی پر تم جو خود کو تنہائی میں بھی سینت سینت کر رکھتی ہو اس احتیاط کو میں ڈراما سمجھتا تھا کیونکہ میری نظر سے کبھی بھی ایسی لڑکی نہ گزری تھی جو اتنی سختی سے اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھتی ہو۔" وہ آنکھیں بند کیے تصور میں پری سے مخاطب تھا۔

"آنٹی کی باتوں سے معلوم ہوا جو خود کو اتنا پابند کیا ہوا ہے کتنا محتاط کیا ہوا ہے کہ تم نے خود کو اس سب کے باوجود آنٹی کی بے ہودہ گوئی سے نہ تم بچ سکی ہو تمہارے ساتھ ساتھ انہوں نے مجھے بھی نہیں بخشا اور اچھا ہی ہوا ان کی ذہنیت بہت جلد کھل گئی ان کا اصلی چہرہ مجھے نظر آ گیا ہے۔" اس نے گہری سانس لیتے ہوئے سوچا اور اٹھ کھڑا ہوا باہر بارش کا زور کچھ کم ہوا تھا۔ وہ کھڑکی میں کھڑا لان میں دیکھ رہا تھا۔ جہاں جل تھل تھا لان کی گھاس کی جگہ پانی ہی پانی تھا۔ شام کا وقت بارش اور گہرے ابر آلود موسم کے باعث رات میں بدل گیا تھا جس

کی تاریکی کو بجلی کی چمک لمحے بھر کو منور کر دیتی تھی' وہ خاصی دیر کھڑا دیکھتا رہا تھا۔

پھر چائے کی طلب نے اسے کمرے سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا' ابھی وہ کمرے سے نکلا ہی تھا کہ عادلہ ٹرا[illegible] لیے چلی آئی تھی۔

''میں گرما گرم سموسے' پکوڑے چائے کے ساتھ لائی ہوں۔''

''دادی جان کے روم میں آ جاؤ۔'' وہ کہہ کر چلا گیا۔

اس کو محبت کی چاہ نہ تھی
اس کو دولت کی چاہت تھی

اعوان سے اس نے کب محبت کی تھی' وہ تو اس کی گاڑی بزنس اور بنگلہ دیکھ کر اس پر وارفتہ ہوئی تھی' ا[illegible] اعوان سے نہیں اس کی دولت سے محبت تھی اور اب اعوان کی بے وفائی کے بعد اسے ساحر کا ساتھ مل گیا تھا۔

ساحر! ایک کروڑ پتی اور اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھا' اعوان سے کہیں زیادہ اسمارٹ اور دولت مند تھا۔ ج[illegible] سب سے بہترین بات اس کے حق میں تھی وہ یہ تھی کہ وہ اسے پسند کرتا تھا' محبت کرتا تھا۔

''اعوان اگر تمہیں دھوکا دے کر وہاں شادی نہ کر لیتا تو یقین کرنا رخ! میں اپنی محبت کا اظہار مر کر بھی نہ کرتا تم سے۔'' وہ اس کی انگلی میں خوب صورت ڈائمنڈ رنگ پہناتے ہوئے کہہ رہا تھا' وہ تو گویا ہواؤں میں اڑ رہی تھی۔

''یہ میری دعائیں رنگ لے آئی ہیں جو اعوان نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی ہے۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے گہرے لہجے میں بولا۔

''میں یہ کس طرح یقین کر لوں کہ آپ بے وفائی نہیں کریں گے؟'' اس نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے سنجیدہ انداز میں استفسار کیا۔

''تم مجھ پر اعتبار کر سکتی ہو' میں تم سے محبت کرتا ہوں۔''

''اعتبار ہی تو نہیں رہا اب۔ اعوان بھی تو محبت کرنے کے دعوے کیا کرتا تھا' اس نے ساتھ نبھانے کی قسمیں کھائی تھیں' میری آنکھوں میں سہانے سپنے سجا کر وہ وہاں شادی رچا کر بیٹھ گیا ہے' میرے دل میں بے اعتباری کا موسم خزاں بن کر ٹھہر گیا ہے۔''

''میرا اعتبار کرو' میں تمہارے دل پر چھائی خزاؤں کو بہاروں میں بدل دوں گا' تمہیں مجھ پر اعتبار کرنا ہوگا' کرو گی نا؟'' اس نے اعتماد دلاتے ہوئے پوچھا۔

''اتنی جلدی کس طرح سے اعتماد کر سکتی ہوں؟''

''میرے پاس ٹائم نہیں ہے' مجھے کسی بھی وقت بزنس کی ڈیلنگ کے لیے جانا پڑے گا' اگر تمہیں مجھ پر اعتبار ہے تو کل آ جانا' ہم کورٹ میرج کر لیں گے اور میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔''

بارش ایک بار پھر شروع ہو گئی تھی' آصفہ اور عامرہ جا چکی تھیں' سب اپنے اپنے کمروں میں تھے ایک عجیب سی ویرانی اور پر ہول سناٹا چھا گیا تھا' پری اپنے کمرے میں بند تھی اور اسے چپ لگ گئی تھی جس طرح سے اس کی ذات کو گزشتہ چند دنوں سے تذلیل و تحقیر کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔

وہ اس کے لیے برداشت کرنا مشکل تھا مستزاد اس پر جو آج ہوا وہ سب اس کی غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی اسے اپنی ہی نگاہوں میں گرا گیا تھا اور یہ اس کے ذہنی دباؤ کی ہی صورت تھی جو وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہوئے بھی جذباتی طور پر اس بُری طرح مفلوج ہوئی تھی کہ خودکشی جیسے حرام فعل کو سر انجام دینے چھت پر پہنچ گئی تھی اور کامیاب بھی ہو جاتی اگر بروقت وہاں طغرل نہ پہنچ جاتا۔

''اس طرح کب تک پتھر کی مورت کی مانند یہاں بیٹھی رہو گی؟'' اماں جان نماز پڑھ کر آئیں تو اسے دریچے کے پاس کارپٹ پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے دیکھ کر وہ نرمی سے گویا ہوئی تھیں۔ وہ چپ بیٹھی چھت کو گھور رہی تھی' مسلسل گریہ و زاری سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں' خوب صورت چہرے پر پھیلے حزن و ملال نے اس کے وجود پر ایک ایسا دلگیر سوز طاری کر دیا تھا' اتنی گہری سنجیدگی پھیل گئی تھی کہ اماں جان بھی اس سختی سے پیش نہ آ سکی تھیں بلکہ ان کے چہرے پر بھی افسردگی تھی' پری کی دلی کیفیت سے وہ اچھی طرح آگاہ تھیں۔

''پری! میں تم سے کہہ رہی ہوں بیٹا! لیٹ جاؤ آ کر۔ اس طرح بیٹھے بیٹھے کمر اکڑ کر رہ جائے گی۔ جو ہوا بہت بُرا ہوا' میں جانتی ہوں جو تمہارے دل پر بیت رہی ہے مگر یہی تاکید کروں گی وہ سب بھول جاؤ۔'' وہ بستر پر بیٹھ کر اس سے مخاطب ہوئی تھیں۔

''بھول جاؤں' کس طرح بھول جاؤں دادی جان! ایسا کوئی ہی دن گزرا ہوگا جو مجھے میری ممی کے حوالے سے طعنے نہ ملتے ہوں' میری بے عزتی نہ کی جاتی ہو۔'' آنسو پھر اس کے چہرے کو بھگونے لگے تھے تیزی سے۔

اس کی آواز میں شدید درد تھا۔

تڑپ تھی' دکھ و رنج تھا۔

آپ دُنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

ماہنامہ آنچل کراچی
ماہنامہ نئے اُفق کراچی

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زر سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے

میڈل ایسٹ' ایشیا' افریقہ' یورپ کے لیے 6000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔ مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کر کے کر سکتے ہیں۔

رابطہ: طاہر احمد قریشی 0300-8264242

نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز کمرہ نمبر: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔

فون نمبرز: 2/35620771-922+ فیکس: 5620773-922+ Email:circulationngp@gmail.com

عجیب بے بس ولاچاری تھی۔

"میری ممی کے کردار کے حوالے سے مجھے بُرا کہا جاتا ہے‘ مجھے یہ تو بتائیں دادی! ممی میں آپ نے کیا بدکرداری دیکھی تھی؟ کیا تھا ان کے کردار میں ایسا جھول؟ کیا گناہ کیا تھا انہوں نے ایسا جس کی سزا آج تک مجھے بھگتنی پڑ رہی ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے پری! تمہاری ماں کردار کی بھی نیک تھی اور زبان کی بھی اچھی تھی۔"

"پھر کیوں مجھے سولی پر لٹکایا جاتا ہے ان کی ذات کو نشانہ بنا کر کس لیے بار بار مجھے سنگسار کیا جاتا ہے؟" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی اماں کی آنکھوں میں خود نمی تھی‘ زبان ان کی پتھر کی مانند ہوگئی تھی۔

کیا جواب دیتیں‘ کیا بتاتیں کہ جھوٹی انا کی تسکین کے لیے وہ بیٹیوں کی باتوں میں آ کر بیٹے کا گھر اپنے ہی ہاتھوں تباہ کر بیٹھی تھیں اور اس وقت وہ حکمراں تھیں‘ سیاہ وسفید کی مالک تھیں۔ ہر جابر اور ظالم حکمراں کی طرح ان کو بھی یہ خیال نہیں تھا کہ ہر عروج کو زوال ہے‘ ناؤ کے پتوار ہمیشہ ایک ملاح کے ہاتھ میں نہیں رہتے‘ ناؤ وہی رہتی ہے مگر ملاح بدل جاتے ہیں اور آج وہ اس گھر میں ہی تھیں بظاہر تو حکمراں وہ ہی تھیں لیکن معزول حکمران تھیں‘ جو لوگ وقت پر درست فیصلے نہیں کرتے وہ ان کی طرح ہی وقت گزرنے کے بعد پچھتاتے ہیں اور یہ پچھتاوے حسرتیں بن کر قبر تک ان کا پیچھا کرتے ہیں۔

وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر اس کے قریب آ کر بیٹھیں اور ہاتھ جوڑ کر اس سے مخاطب ہوئیں۔

"مجھے معاف کردے پری! میں تیری گناہ گار......"

"یہ...... یہ کیا کر رہی ہیں دادی جان آپ؟" اس نے بوکھلا کر ان کے ہاتھ پکڑ لیے تھے۔

"مثنیٰ‘ فیاض اور تمہاری زندگی میری وجہ سے خراب ہوئی ہے اگر اس وقت میں صرف تمہارا ہی خیال کر لیتی تو شاید تم پر کوئی انگلی نہ اٹھاتا‘ تم اس طرح خود کو تنہا نہیں سمجھتیں‘ اللہ گواہ ہے پری! میں نے یہی کوشش کی کہ تم کو کبھی ماں کی کمی کا احساس نہ ہو‘ چاروں بچوں سے زیادہ تم کو چاہا۔" پھر گہری سانس لے کر افسردگی سے بولیں۔

"ماں کی محبت کوئی نہیں دے سکتا‘ یہ حقیقت مجھے آج معلوم ہوئی ہے ماں پھر ماں ہی ہوتی ہے۔"

"اٹھیں دادی جان! آپ کیوں نیچے بیٹھی ہیں پہلے ہی آپ کے گھٹنوں میں درد ہے۔" وہ رونا بھول کر انہیں سہارا دیتی ہوئی اٹھانے لگی تھی۔

"آج تو میرا کلیجہ چھلنی ہوگیا ہے پری! صباحت سے تو میں کبھی خیر کی توقع ہی نہیں کرتی مگر معلوم نہ تھا میری بیٹیاں بھی اسی شر کا حصہ ہیں نامعلوم کیوں ان کا خون سفید ہوگیا ہے؟" وہ اس کے سہارے سے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے آزردگی سے گویا ہوئیں۔

❁......❁......❁

عشرت جہاں نے کمرے میں آتے ہوئے سرسری نگاہوں سے بیٹی کی طرف دیکھا تھا جو ہاتھ میں سیل فون پکڑے سوچوں میں گم تھی‘ ان کے اندر ایک بے چینی سی سرائیت کرگئی۔

"مثنیٰ! خیریت تو ہے نا؟ کیا کہہ رہے تھے صفدر جمال!" وہ ان کے قریب بیٹھتے ہوئے فکرمندی سے استفسار کرنے لگیں۔

"سعود نے ڈرنک لینی شروع کردی ہے وہ ہر وقت نشے میں رہتا ہے‘ اسے اپنے باپ کی بھی فکر نہیں ہے جو اس کی خاطر دو ماہ سے وہاں رہ رہے ہیں۔" انہوں نے آہستگی سے بتایا۔

"ہاں...... اس دور کا ایک بڑا امتحان اولاد ہے نہ ہو تو پریشانی اور پیدا ہو کر صالح نہ نکلے تو سب سے بڑی پریشانی ہے‘ اس سعود نے تو سب سے زیادہ دکھ دیئے ہیں اللہ اس کو ہدایت دے‘ صفدر سے کہو اسے پاکستان لے آئیں یہاں اپنوں میں رہے گا تو اس کا دل بہلے گا اچھے اور برے کی تمیز آئے گی۔"

"ممی! وہ کوئی چند سال کا بچہ نہیں ہے‘ جس کو بہلا پھسلا کر گود میں بھر کر لایا جاسکتا ہے‘ 25-26 سال کا باشعور اور جوان لڑکا ہے۔ جو خود کو ضرورت سے زیادہ ہی عقل مند سمجھتا ہے۔" مثنیٰ کا لہجہ شکایتی و برہمی لیے ہوئے تھا۔

"جن بچوں کو شروع سے اپنی چلانے‘ اپنی منوانے کی عادت ہو وہ پھر اسی طرح کسی کو بھی اہمیت دینے کو تیار نہیں ہوتے اور اس کے بگڑنے میں زیادہ ذمے دار صفدر جمال ہیں۔"

"یہ میرے لیے سزا ہے ممی!" وہ مضطرب انداز میں بولیں۔

"میں نے پری کے حقوق سلب کیے‘ اس عمر میں اسے چھوڑ کر آ گئی تھی‘ جب اسے میری سب سے زیادہ ضرورت تھی۔"

"کیوں ہر بار خود کو الزام دیتی ہو مثنیٰ! اس کو اس کی دادی اور باپ نے تم سے چھین لیا تھا ایک عرصے تک ملنے نہیں دیا تھا۔"

"کچھ بھی کہیں ممی! سارا قصور ان کا نہیں تھا کچھ میرا بھی تھا‘ اگر فیاض ماں اور بہنوں کی حمایت میں مجھ سے لڑتے تھے تو مجھے ہی کچھ برداشت سے کام لینا چاہیے تھا اور شروع شروع میں میں نے ایسا ہی کیا تھا مگر جب ہر وقت عامرہ اور آصفہ آپا نے بات بات پر لڑائی جھگڑے شروع کیے اور فیاض کو میرے خلاف کر کے ورغلانے لگیں اور فیاض ان کی سکھائی جھوٹی باتوں میں آ کر مجھ سے بدظن رہنے لگے تو میں بھی زبان کھولنے پر مجبور ہوگئی۔" وہ اضطرابی انداز میں ٹہلتے ہوئے اعتراف کر رہی تھیں۔

"کیوں ماضی کی راکھ کو کریدتی ہو بیٹی! جو رشتہ رہا ہی نہیں ہے اس کو یاد کر کے سوائے دکھوں کے کچھ اور نہیں ملے گا۔"

"یہ جو ٹوٹے ہوئے رشتے ہوتے ہیں ممی! یہ ٹوٹ کر بھی کسی نہ کسی طرح قائم رہتے ہیں‘ کہیں نفرت کی دھول بن جاتے ہیں‘ کہیں پچھتاوے بن کر سانپوں کی طرح ڈستے رہتے ہیں اور کبھی زخم بن کر درد میں مبتلا کرتے رہتے ہیں۔"

"آپ ایسا کریں پری کو کال کر کے بلوا لیں وہ یہاں ہمارے پاس ہوگی تو آپ کا دل بہل جائے گا‘ ہم کسی بہترین جگہ پر چلتے ہیں پکنک کے لیے۔" وہ اسے کسی بچوں کی طرح بہلانے لگی تھیں۔

"وہ ابھی آنا نہیں چاہ رہی ہے کال کی تھی میں نے اسے۔"

"کیوں آنا نہیں چاہ رہی ہے معلوم تو کرتیں پری سے۔"

"پوچھا تھا میں نے‘ مگر وہ کہاں بتاتی ہے کوئی بات۔"

❁......❁......❁

ثریا ٹرنک کھولے کپڑوں کا معائنہ کررہی تھیں اس میں کپڑوں کے علاوہ دیگر وہ سامان بھی موجود تھا جو وقتاً فوقتاً اپنی بہو کی بری کے لیے جمع کرتی رہی تھیں بہت احتیاط سے وہ سامان انہوں نے اپنے بیڈ پر رکھ کر دیکھنا شروع کیا تھا تب ہی گلفام اندر آیا تھا اور سلام کرنے کے بعد ماں سے پوچھنے لگا۔

"یہ پرانے کپڑوں کا ڈھیر کیوں نکالا ہے امی!" وہ بیڈ پر ہی بیٹھ گیا تھا' اسی دم فاطمہ اندر آئی تھیں' گلفام کی بات پر مسکرا کر گویا ہوئی تھیں۔

"یہ پرانے نہیں ہیں بلکہ وہ کپڑے ہیں جو میں اور ثریا مارکیٹ سے لاکر جمع کرتے رہے ہیں تاکہ تسلی کے ساتھ سلائی ہوتی رہے اور ابھی تو یہ تمام سوٹ کڑھائی اور زری کے کام ہونے کے لیے جائیں گے پھر سلائی ہوگی۔"

"میں تو زیادہ تر کامدانی ورک کرواؤں گی آپا! پھر دبکے اور سلمٰی ستاروں کا کام کرواؤں گی شادی کے شرارے اور ولیمے کے غرارے سوٹوں پر' سچے موتیوں اور سونے چاندی کے تاروں سے کام کرواؤں گی۔" ثریا کی آنکھوں میں اکلوتے بیٹے کی شادی کے ارمان سجے تھے۔

"ہاں ہاں' جیسا تمہارا دل چاہے ویسا کام کروالو' ہمارے اکلوتے بچوں کی شادی ہے ہم دل بھر کر ارمان نکالیں گے۔"

"گوٹے کرن کا کام ہم اپنے ہاتھوں سے کریں گے' اس کام میں جو دیدہ زیبی اور مہارت ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ کسی کے ہاتھوں میں نہیں دیکھی میں نے اب تک۔"

"امی' خالہ! پہلے آپ رخ کو یہ سب کپڑے دکھادیں' اگر وہ پسند کرتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کی پسند سے ہر چیز دوبارہ خریدیں تو بہتر ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"ارے کیسی باتیں کررہے ہو گلفام بیٹے! یہ سارے جاپانی کپڑے کے سوٹ ہیں' بہت دکانیں چھاننے کے بعد خریدے ہیں۔ رخ کو پسند آئیں گے ان میں ناپسند کرنے کی بات ہی نہیں ہے۔"

"آپا! گلفام ٹھیک ہی کہہ رہا ہے میرا بھی خیال ہے ایک بار رخ کو دکھا کر رائے لینے میں کیا حرج ہے؟"

"اب میں کیا کہوں' چلو پوچھ لو اس سے بھی۔"

❁......❁......❁

"آبرو کی ٹیچر کی کال آئی تھی' وہ بتارہی تھیں آبرو گھر کو مس کررہی ہے وہ گھر آنا چاہتی ہے اور اسپیشلی وہ پری کو مس کررہی ہے' ٹیچر کہہ رہی تھیں تم کو کال کی تھی انہوں نے اور تم نے کہا آبرو ہاسٹل میں ہی رہے گی۔" فیاض صاحب صباحت سے مخاطب تھے۔

"جی ہاں' آئی تھی ٹیچر کی کال اور میں نے منع کیا تھا آبرو کو گھر بلوانے سے اور کہا تھا وہ تمام چھٹیاں ہاسٹل میں ہی گزارے گی' گھر نہیں آئے گی۔"

"پر کیوں؟ تم کون ہوتی ہو یہ فیصلہ کرنے والی؟"

"میں ماں ہوں اس کی' بھول گئے کیا آپ؟"

"نہیں' یہ کیسے بھول سکتا ہوں میں؟" وہ گھور کر طنزیہ انداز میں بولے۔

"یہ فیصلہ کرنے کی تمہیں ضرورت ہی کیا پیش آئی ہے؟"

"نہیں چاہتی میں میری بیٹی کی تربیت گمراہ لوگوں کے ہاتھوں سے ہو' میں اپنی بچی کا اچھا مستقبل چاہتی ہوں۔"

"گمراہ لوگ......؟" وہ حیرت سے بڑبڑائے تھے۔

"کون ہیں وہ گمراہ لوگ جن کی تم بات کررہی ہو؟ جو بھی کہنا ہوا کرے تمہیں سیدھے طریقے سے کہا کرو۔"

"فی الحال میں بات بڑھانا نہیں چاہتی' بہتر یہی ہوگا کہ آپ آبرو کو گھر نہ بلوائیں۔"

"بات تم نے شروع کی ہے اس لیے تم اس کو ادھورا نہیں چھوڑ سکتیں' بتاؤ مجھے گمراہ کن لوگوں سے تمہیں اپنی بیٹی کو بچانا ہے؟ کون ہے وہ......؟" فیاض صاحب کا غصہ بڑھنے میں وقت نہیں لگا' وہ تیز لہجے میں بولے تھے اور آواز سن کر وہاں سے گزرنے والی عادلہ اور عائزہ کھڑکی سے سننے لگی تھیں۔

"سننے کا حوصلہ ہے آپ میں سچ......؟"

"تم جیسی عورت کو بھگت رہا ہوں' ابھی بھی تم کو میرے حوصلوں پر شک ہے؟" وہ دوبدو گویا ہوئے تھے۔

"مجھ جیسی عورت آپ کو دوسری مل بھی نہیں سکتی ہے جو آپ کی ساری بے گانگی و لاتعلقی کے باوجود آپ کے ساتھ ہے آپ کو چھوڑ کر نہیں گئی ہے۔"

"مجھے ان فضول اور بے معنی باتوں میں الجھانے کی سعی مت کرو صباحت' جو کہنا ہے وہ کہو۔"

"پلیز عائزہ! ممی کو روکو کسی طرح سے مجھے لگتا ہے وہ پاپا کو پری کے متعلق سب بتانے والی ہیں۔" کھڑکی کے قریب کھڑی عادلہ بے قراری سے گویا ہوئی تھی۔

"تمہیں کیوں درد ہورہا ہے؟ اچھا ہے پاپا کو بھی تو معلوم ہو ان کی لاڈلی کی اصلیت جس کو وہ بہت نیک و پارسا سمجھتے ہیں۔" وہ سرگوشی میں منہ بنا کر گویا ہوئی تھی۔

"پلیز ایسا مت کرو' ابھی بھی مجھے آس باقی ہے طغرل کے لوٹ آنے کی' پاپا کو معلوم ہوا تو سب کچھ ہی ختم ہوجائے گا۔"

"وہ تمہاری طرف آیا ہی کب تھا جو تمہیں آس باقی ہے؟" عائزہ اپنے مخصوص طنزیہ انداز میں گویا ہوئی تھی پھر عادلہ کی صورت دیکھ کر وہ مسکرائی تھی اور دوسرے لمحے کھڑکی کے پاس سے چند قدم آگے بڑھ کر وہ زوردار آواز سے گری تھی اور یہ سب چند لمحوں میں ہوا تھا عائزہ گرتے ہوئے چیخی تھی ساتھ عادلہ نے بھی چیخ کی صورت میں دیا تھا' جس کا نتیجہ ان کی حسب توقع نکلا تھا۔ کمرے میں موجود صباحت اور فیاض گھبرا کر باہر نکلے تھے۔

"کیا ہوا بیٹا!" وہ گری ہوئی عائزہ کو دیکھ کر اپنا غصہ بھول کر اس کی طرف بڑھے تھے' عادلہ کے ساتھ خود بھی اسے اٹھنے میں مدد دینے لگے تھے۔

"کس طرح گر گئیں......زیادہ چوٹ تو نہیں آئی؟" صباحت بھی قریب آگئی تھیں۔

"پاؤں سلپ ہوگیا تھا ممی!" وہ تکلیف زدہ لہجے میں بولی۔

"فیاض! دیکھیں ذرا کہیں فریکچر نہ ہوگیا ہو؟"

"پاؤں دکھائیں بیٹا!" فیاض اس کے پاؤں کا معائنہ کرنے لگے۔

"فریکچر تو نہیں ہے پھر بھی ہمیں ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے۔"

"ڈونٹ وری پاپا! میں پین کلر لے لیتی ہوں' کچھ ریسٹ کروں گی تو درد ٹھیک ہوجائے گا۔" وہ ڈاکٹر کے پاس جانے سے کترا رہی تھی اس نے عادلہ کو اشارہ کیا وہ اسے کمرے میں لے جائے۔

"ٹھیک کہہ رہی ہے عائزہ پاپا! معمولی سی چوٹ ہے جو ٹیبلٹ سے ٹھیک ہوجائے گی' ڈاکٹر بھی ایکسرے وغیرہ کے چکر میں سارا ٹائم ویسٹ کریں گے۔"

"اوکے' میں تو چاہ رہا تھا ڈاکٹر کے ہاں چلیں تو بہتر ہے۔"

"جب وہ خود مطمئن ہے تو آپ کیوں پریشان ہورہے ہیں' آپ کمرے میں چلیں میں چائے لاتی ہوں۔" عادلہ عائزہ کو سہارا دے کر اس کے کمرے میں لے گئی تو صباحت فیاض سے گویا ہوئی تھیں۔

"ہوں' اماں کو چائے دے کر آنا۔"

"ہونہہ..... ہر وقت اس بڑھیا کا ہی خیال رہتا ہے' کبھی میری فکر تو ہوتی ہی نہیں ہے' مجھے کیا پسند ہے اور کیا نہیں' آج تک اس آدمی نے جاننے کی سعی نہ کی۔"

"ویل ڈن یار! کیا غضب کی اداکاری کرتی ہو تم' ایک لمحے کو تو میں بھی یہی سمجھی تھی کہ تم سچ مچ گر گئی ہو مگر......" کمرے میں پہنچتے ہی عادلہ نے اس سے ستائشی لہجے میں کہا تھا۔

"خواہ مخواہ ہی تو راحیل میرا دیوانہ نہیں ہے۔"

"کیوں نام لیتی ہو راحیل کا' تمہیں معلوم ہے وہ تمہارے ساتھ بالکل سنجیدہ نہیں ہے' جیولری لے کر بھاگا ہوا ہے۔"

"پھر تم نے وہ ہی بات کی' جس سے مجھے چڑ ہے' راحیل کے خلاف بات کرنے والوں سے مجھے نفرت ہے اور تم جو کل تک طغرل کے اس حد تک خلاف ہوگئی تھیں کہ اس کو زندہ ہی نہیں دیکھنا چاہتی تھیں اور آج بھی تمہارے دل میں اسے پانے کی چاہ باقی ہے۔" وہ بھی تیوری بدل کر گویا ہوئی تھی۔

"طغرل کی بات دوسری ہے وہ ہمارے خاندان کا فرد ہے۔"

"راحیل بھی مجھ سے شادی کے بعد ہمارے خاندان کا فرد بن جائے گا۔" وہ ترکی بہ ترکی بولی' بے حد بے خوفی تھی اس کی آنکھوں میں۔

"عادلہ! دیکھو یہ دنیا کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر چلتی ہے' سیدھی بات یہ ہے کہ میں اگر تمہاری مدد کررہی ہوں تو کسی محبت میں نہیں کررہی ہوں بلکہ اس وقت ہم دونوں کا مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہے' تم میری مدد کرو گی تو میں بھی تمہاری مدد کروں گی۔"

"اچھا ٹھیک ہے تم جیسا چاہو گی' میں وہی کروں گی۔"

"اوکے' یہ ہوئی نا بات۔"

"تم طغرل کو کسی طرح بھی میرا ہونے پر مجبور کرسکتی ہو؟ کوئی ایسا طریقہ بتادو پلیز' جو اسے میرا بنادے۔" وہ

غزل

یہ عید تیرے شہر میں بھی آئی ہوگی
تُو نے بڑی خوشی سے منائی ہوگی
وہ گرم گرم سویّاں بنائی ہوں گی
اپنے نازک ہاتھوں پر چوڑیاں کھنکھائی ہوں گی
مجھے تو عید کا کچھ معلوم نہیں ہوتا
میں تو اس دن عید مناؤں گا
جس دن یہ تیری میری ختم جدائی ہوگی

نائمہ رحمان..... کراچی

جذباتی انداز میں اس سے کہہ رہی تھی۔

"یقین کرو وہ تمہارا نہیں ہوگا تو پری کا بھی نہیں ہوگا' بس اس کے لیے تم کو میرا ساتھ دینا ہوگا۔"

"میں نے کہا نا میں تمہارا ساتھ دوں گی' جو تم کہو گی وہ میں کروں گی' مجھے صرف طغرل کی محبت چاہیے۔"

زندگی کا ایک نام سمجھوتا بھی ہے۔

جب حالات ہمارے موافق نہیں ہوتے ہیں اور ہماری سوچوں اور خواہشوں سے زندگی متصادم ہونے لگتی ہے تو پھر سب کچھ اسی طرح بے معنی ہوکر رہ جاتا ہے' جس طرح اس نے جینے کا ہنر سیکھ لیا تھا' سب کچھ بھلائے وہ اس گھر میں رہ رہی تھی جو اس کے لیے پناہ گاہ بھی تھا اور عقوبت گاہ بھی تھا۔

جہاں زندگی صرف دادی جان کی صورت میں مہربان نظر آتی تھی ورنہ نفرت' بے گانگی اور بے پروائی کی فضا ہر سو قائم تھی۔

"پری! کیا سوچ رہی ہو تم بیٹی؟" وہ نماز ادا کرکے کمرے میں داخل ہوئیں تو پری کو بہت گہری سوچ میں گم دیکھ کر گویا ہوئی تھیں۔

"کچھ بھی نہیں دادی جان!" وہ اٹھ کر بیڈ شیٹ درست کرنے لگی۔

"کیوں سوچتی ہو اتنا؟ اگر ہماری سوچوں سے سب بدلنے لگتا تو صدیوں پہلے سب کچھ بدل چکا ہوتا بیٹی!" وہ بیڈ پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"سوچوں سے نہیں دعاؤں سے تو سب بدلتا ہے دادی! مگر میری تو دعائیں بھی رد ہوجاتی ہیں' میری ایک بھی دعا آج تک قبول نہیں ہوئی' کیا اللہ مجھ سے ناراض ہے؟ کیا میں بہت بُری بندی ہوں اللہ کی؟" وہ ان کے قریب بیٹھ کر پوچھ رہی تھی۔

"اللہ تو ستر ماؤں سے زیادہ چاہنے والا ہے' شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے بندے کے۔ وہ ہمارا رب ہے اس کی چاہت جیسی چاہت تو کسی کی نہ ہے اور نہ ہوگی۔ اللہ کی اپنے بندوں سے چاہت اور محبت کی اس سے زیادہ اور واضح دلیل کیا ہوگی کہ آدم کو فرشتوں سے سجدہ کروا کر اپنا نائب ہونے کا ثبوت دے دیا اس

پروردگار نے۔'' وہ نرمی سے اس کو سمجھا رہی تھیں جوان کو دیکھ رہی تھی۔

''اللہ سے ہمیشہ اچھا گمان رکھا کرو بیٹی! اس کے ہر کام میں بہتری ہے، جو ہم کو سمجھ نہیں آتی اور ہم اپنی بساط کے مطابق سوچنا شروع کردیتے ہیں۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں دادی جان! میں ہی دن بدن قنوطی ہوتی جارہی ہوں' نامعلوم کیا کیا الٹی سیدھی سوچیں ذہن میں بے چینی پھیلائے رکھتی ہیں۔'' وہ شرمندہ سی ہوکر ان کے پاؤں دبانے لگی تھی۔

''جیسے جیسے بڑھاپا میری ہڈیوں کو کمزور کرتا جارہا ہے اسی طرح مجھے تنہائی' بے بسی اور کمزوری کا احساس جکڑنے لگا ہے اور میں تمہارے دل کی حالت کو سمجھنے لگی ہوں پری۔'' وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں اور اس کے سر پر اپنا نحیف ونزار ہاتھ رکھ کر پشیمان لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

''سارے رشتے میرے اردگرد موجود ہیں مگر پھر بھی میرے اندر تنہائی کا ایک جنگل اُگ آیا ہے جہاں ہر سو بے بسی کے کانٹے پھیلے ہوئے ہیں اور تم میری بچی!'' انہوں نے اسے سینے سے لگا کر گلوگیر لہجے میں کہا۔

''ماں اور باپ کے ہوتے ہوئے بھی ان رشتوں کی چمک اور خلوص سے محروم ہو' آئے دن ماں کے سوتیلے پن کا شکار ہوتی رہتی ہو' بہنیں تمہیں بہنیں نہیں سمجھتی ہیں۔''

''دادی جان آپ ہیں نا میرے ساتھ' مجھے کسی کی پروا نہیں ہے' کوئی مجھ سے محبت کرے یا نہ کرے مجھے فرق نہیں پڑتا ہے۔'' آنچل کے پلو سے اس نے ان کی نم آنکھیں صاف کی تھیں۔

''میں آصفہ اور عامرہ کو دودھ نہیں بخشوں گی' بہت ظلم کیا ہے انہوں نے تمہارے ساتھ' پھوپو اور بھتیجی کے رشتے کو کلنک لگا دیا ہے ان دونوں نامرادوں نے۔''

''دادی جان! ایسا مت کریں' معاف کردیں ان کو۔''

''ہرگز نہیں' ارے صباحت تو غیر ہے لیکن وہ دونوں تو میری اپنی بیٹیاں ہیں' میری کوکھ سے جنم لیا ہے۔'' ان کا ملال ودلگرفتگی ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

''آپ لیٹیں میں چائے بنا کر لاتی ہوں آپ کے لیے۔'' وہ ان کو بہلاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

❁......❁......❁

کورٹ کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے لمحے بھر کو اس کے قدم ڈگمگائے تھے' دل میں ایک مانوس سی ہلچل پیدا ہوئی تھی اور دل اتنی تیزی سے دھڑکنے لگا تھا کہ اس کی لرزش اس کے ہاتھ سے ساحر خان کو بھی محسوس ہوئی تھی۔

''کیا ہوا؟ کیوں اس قدر نروس ہورہی ہو؟'' اس نے چونک کر استفسار کیا تھا۔

''ساحر! مجھے فیل ہورہا ہے' ممی پاپا رو رہے ہیں' بہت تیز اونچے انداز میں' ان کی سسکیاں مجھے ہر طرف سے سنائی دے رہی ہیں۔'' وہ جو بہت خوشی خوشی اس کے ہمراہ کورٹ کے احاطے میں داخل ہوئی تھی اور اب چند سیڑھیاں چڑھنے کے بعد ہی وہ ادھر اُدھر دیکھتی ہوئی وحشت زدہ لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''کم ان ڈارلنگ! یہ کیا تم نے ایک مڈل کلاس گرل کی مانند ایٹی ٹیوڈ دکھا رہی ہو' ایسی باتیں تو غریب گھرانے کی لڑکیاں کرتی ہیں' تم میں یہ اسٹائل کہاں سے آیا' تمہارا اسٹیٹس تو ہائی ہے۔'' اس کے حیرانگی سے کی گئی بات رخ کو فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس دلانے لگی اور وہ بے ساختہ امڈ آنے والے آنسوؤں کو صاف کرکے

مسکرا کر گویا ہوئی۔

''لڑکی کسی بھی کلاس سے بی لانگ کرتی ہو ساحر صاحب! شادی کے لیے اس کے دل میں ارمان ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں۔ مایوں' مہندی' بارات' کیا کیا ارمان نہیں ہوتے ہیں دل میں۔ یہ جس طرح سے ہماری شادی ہورہی ہے' اس طرح خاموشی سے تو جنازہ بھی نہیں اٹھتا ہے ہمارے ہاں۔'' وہ تیزی سے اپنا دفاع کرتی ہوئی گویا ہوئی تھی۔

''ڈونٹ وری یار! وہ بے حد گرم جوش سے اس کا ہاتھ دباتا ہوا جذباتی انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے گویا ہوا۔

''ہم میرج کرلیں اس کے بعد میں بہت جلد تمہاری ڈاکومنٹس تیار کروالوں گا اور پھر ہم ہنی مون کے لیے سوئٹزرلینڈ چلیں گے۔''

❁ ......❁ ......❁

''اگر ایک کپ چائے' ہمیں بھی عنایت کی جائے تو ذرّہ نوازی ہوگی۔'' وہ دبے پاؤں کچن میں داخل ہوا تھا اور وہ فریج سے دودھ کا پیکٹ نکال رہی تھی' بہت قریب سے ابھرنے والی اس کی بھاری و دلکش آواز سن کر بری طرح سٹپٹا گئی تھی۔

''مانا کہ میری آواز ازحد خوب صورت ہے مگر اب ایسی بھی حسین نہیں ہے کہ آپ بے ہوش ہونے لگیں۔''

فرش پر گرنے والا پیکٹ اٹھا کر کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے وہ شوخ لہجے میں گویا ہوا تھا۔ ساس پین میں پتی ڈالتی ہوئی پری کے چہرے پر گہری سنجیدگی پھیلتی چلی گئی تھی۔

''آپ یہاں سے جائیں میں خیراں کے ہاتھ چائے بھیج رہی ہوں۔''

''خیراں کے ہاتھ کیوں بھیجو گی؟ تمہارے ہاتھ کو کیا ہوا؟''

''طغرل بھائی! پلیز میں سیریس ہوں اور نہ ہی میرا اس وقت جوک سننے کا موڈ ہورہا ہے۔'' وہ اسٹینڈ سے ساسر اور کپ نکال کر ٹرے میں سیٹ کرتے ہوئے قدرے ناگوار لہجے میں بولی۔

''میں نے کوئی جوک نہیں سنایا' بہت سیریس انداز میں پوچھا ہے کہ چائے تم کیوں نہیں لاسکتیں؟ خیراں کے ہاتھ کیوں بھیجو گی؟ ویسے بھی تمہیں میرا بے حد احسان مند ہونا چاہیے' بہت خیال رکھنا چاہیے میرا۔''

''کس خوشی میں؟'' وہ چمک کر گویا ہوئی۔

''اپنے زندہ رہنے کی خوشی میں' اگر پرسوں مجھے ذرا بھی دیر ہوجاتی تو آج تمہارے سوئم کی بریانی کھا رہے ہوتے سب۔'' اس کے شوخ لہجے میں طنزیہ کاٹ بھی تھی۔

''آپ یہ احسان مجھ پر کب تک جتاتے رہیں گے؟ میں نے آپ سے التجا نہیں کی تھی کہ آپ میری جان بچائیں۔''

''ارے بڑی احسان فراموش لڑکی ہو تم' میرا شکریہ ادا کرنے کے بجائے طنز کررہی ہو۔'' وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔

ثمر زارہ

اسلام علیکم! مجھ سے ملیے میرا نام ثمر زارہ ہے میں 13 مارچ کو لاہور میں پیدا ہوئی۔ بہن بھائیوں میں سب سے بڑی ہوں۔ آنچل 2002 میں پڑھنا شروع کیا اور جنوری 2011 میں فرحت آپی آپی نے بڑے پیار و محبت سے میرے پہلے خط کا جواب دیا لیکن وہ پیاری ہستی اب اس دنیا میں نہیں رہی مگر ان کی باتیں پیار بھرے جوابات ہمارے دل میں ہمیشہ ان کی محبت بن کر زندہ رہیں گے۔ میں نے ایسی محبت کبھی نہیں دیکھی جو وہ اتنی دور بیٹھیں ہم سے کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ میں آئی سی ایس کی اسٹوڈنٹ ہوں' اتنی ٹف اسٹڈی میں بھی آنچل کو پڑھنا کبھی نہیں بھولتی۔ میرے مشاغل چائے پینا اور پڑھنا پڑھنا (کورس کی کتابیں نہیں) ہر ماہ کا آنچل' حنا' خواتین' شعاع' کرن لوگ میرے اس مشغلہ کو وقت کا زیاں قرار دیتے ہیں اور انہیں یقین نہیں آتا کہ میں ایک ماہ میں اتنے اسے رسالے پڑھ لیتی ہوں مگر وہ کہتے ہیں نا کہ ''شوق کا کوئی مول نہیں'' تو یہ مصرعہ مجھ پر پورا اترتا ہے۔ میرے پسندیدہ شاعر وصی شاہ' پروین شاکر' فراز احمد فراز ہیں۔ اساتذہ میں میم گلشن' سر دانش' میم صائمہ ہیں۔ دوستیں جو ملیں ان کے ساتھ اچھا وقت گزر گیا۔ کسی دوست کو اپنی کمزوری نہیں بنایا ''اسی بادشاہ بنے جو ہوئے'' رنگ سبھی اچھے لگتے ہیں۔ کھانے میں سب کچھ پسند ہے۔ مٹی کی خوشبو بہت اچھی لگتی ہے۔ سنگرز میں راحت فتح علی خان پسند ہے۔ رائٹرز میں سبھی اچھی ہیں خدا ان کو اچھے سے اچھا لکھنے کی توفیق دے۔ میری آئیڈیل شخصیت میں میرے چاچو محمد رفیع چھٹہ (مرحوم) شامل ہیں' جن کی زندگی اس مصرعہ پر پوری اترتی ہے ''جینا ہے تو شیروں کی طرح جیو چاہے ایک دن ہی جیو'' اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے گھر والوں کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔ مجھے مسکراتی' بولتی آنکھیں' گالوں کے ڈمپل' مسکراتے ہونٹ' ڈھلتی شامیں' چڑھتے دن' مغرب کی اذانیں' تہجد کے وقت درود پاک' نعتیں بہت اپیل کرتی ہیں۔ میں نے بہت پہلے شعور سے آگہی حاصل کرلی شاید بہت بڑی بھول کرلی۔ آگے ارادے بہت بلند ہیں خدا مجھے کامیاب کرے اگر موقع ملے تو میں اس ارض پاک اپنے پیارے وطن پاکستان کے لیے اپنی جان بھی دے دوں گی' ان شاء اللہ۔ سب کے لیے جہاں رہیں خوش رہیں۔ دوسروں کو بھی خوش رکھیے۔

اگر آپ کی سوچ اچھی ہے تو آپ کو سب کچھ اچھا لگے گا اگر آپ کی سوچ بُری ہے تو آپ کو کچھ بھی اچھا نہیں لگے گا۔ ایک بات تو میں بتانا ہی بھول گئی مجھے لوگوں کے چہرے پڑھنے کا بہت شوق ہے' مجھ سے مل کے کیسا لگا ضرور بتایئے گا میں آپ کے جواب کی منتظر رہوں گی' خدا نگہبان۔

''آپ کے قدموں میں پڑی رہوں؟ اور کس احسان کا شکریہ ادا کروں؟ ایک جہنم سے بچا کر دوسرے جہنم میں دھکیل دیا ہے مجھے۔'' وہ چائے فلاسک میں ڈالتی ہوئی کچھ ایسے انداز میں گویا ہوئی تھی کہ لمحے بھر کو ششدر سا اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

❁ ......❁ ......❁

ان دونوں نے احتیاطاً ٹیکسی لی اور بڑی بڑی شالیں لپیٹے اور کچھ حصہ چہرے پر ڈالے وہ راحیل کے فلیٹ سے کچھ دور اتر گئی تھیں۔ عادلہ اور عائزہ شہر کے قدیم اور کنجسٹیڈ ایریا کی تنگ و تاریک گلیوں سے گزرتی ہوئیں عجیب نظروں سے ان ٹوٹی پھوٹی خستہ حال عمارتوں کو دیکھ رہی تھیں' جن میں ڈھیروں لوگ آباد تھے اور عمارتیں تھیں کسی ضعیف العمر بزرگ کی مانند اس حد تک خمیدہ ہوگئی تھیں کہ محسوس ہوتا تھا ہوا کے تیز جھونکوں کا بوجھ بھی نہ سہار پائیں گی۔

''آخ تھو...... کس غلاظت کے ڈھیر میں لے آئی ہو مجھے؟''

عادلہ ان تنگ گلیوں میں جا بجا بکھرا کچرا' ٹوٹی پھوٹی سیوریج لائنز سے رستا پانی جو جگہ جگہ جمع ہوکر بدبو جراثیم پھیلا رہا تھا اور اس سے اٹھتے تعفن سے سانس لینا محال ہورہا تھا جس سے مکھی اور مچھروں کی بہتات

تھی۔ رنگ وروغن اور پلستر سے عاری دیواروں پر چسپاں پان وگٹکے کی پچکاریوں سے شاید رنگ وروغن کا کام لینے کی کوشش کی گئی تھی۔

حبس، گھٹن، گندگی اور تاریکی وہ جتنا آگے بڑھ رہی تھیں ان کیفیات میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ عائزہ تو گویا کسی کشش کے باعث وہاں کھنچی جارہی تھی' اسے نہ بدبو کا احساس تھا' نہ ہی وہاں سے گزرتے لوگوں کی پرواجو ان کو دیکھ رہے تھے۔

''سنو! راحیل نے تمہیں اپنے گھر میں بلایا ہے یا اپنی قبر میں؟'' وہ سخت لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

''کیا بکواس کررہی ہو؟ زبان چلانے سے پہلے کچھ سوچ بھی لیا کرو۔'' عائزہ کو تو گویا کسی نے کند چھری سے ذبح کرڈالا ہو۔

''یہ جگہ انسانوں کے رہنے کے قابل لگ رہی ہے تمہیں؟''

''یہ لوگ تمہیں حیوان نظر آرہے ہیں؟ غریب ہیں مگر انسان ہیں۔''

''غریب ہیں مگر کوئی اتنا بھی غریب نہیں ہوتا کہ اپنے گھر اور باہر کی صفائی نہ رکھ سکے' ان جگہوں کا حال دیکھ رہی ہو تم اگر یہاں کے سارے رہائشی اپنے گھر کے آگے کی ہی صفائی رکھیں تو چمک اٹھے گا یہ علاقہ۔''

''اوہو' تمہیں بڑی فکر ہورہی ہے اس علاقے کی؟ فیوچر میں اسی جگہ میں رہائش کا ارادہ ہے؟'' وہ اپنے مخصوص کاٹ دار لہجے میں گویا ہوئی۔

''اللہ نہ کرے جو میرے ایسے نصیب پھوٹیں' میں تو سوچ رہی ہوں وہ راحیل یہاں کس طرح رہتا ہے؟''

''رہ رہا ہے مجبوری میں بے چارہ! کسی وجہ سے اس کو اپنا فلیٹ چھوڑنا پڑا ہے اس لیے وہ یہاں کسی دوست کے پاس رہ رہا ہے۔''

''مجبوری...... اس کو بھلا کیا مجبوری ہوسکتی ہے؟ ایویں تمہیں بے وقوف بنارہا ہوگا اور تم اس کی باتوں میں آجاتی ہو۔'' عائزہ اس کو جواب دینے کے بجائے ایک ایسی عمارت کے آگے آکر رک گئی تھی جو شاید اس علاقے کی سب سے خستہ حال عمارت تھی۔

''آجاؤ عادلہ! یہی بلڈنگ ہے راحیل نے جو نشانیاں بتائی تھیں وہ میں نے دیکھ لی ہیں وہ سیکنڈ فلور پر رہتا ہے۔''

''نشانیاں...... ہاہاہا...... بے چاری بلڈنگ اپنا ایڈریس تو کھوچکی ہے اب تو واقعی نشانیوں سے ہی اندازہ ہوتا ہے' کبھی عمارت تھی۔'' عادلہ بے ساختہ ہنسنے لگی تھیں۔

''ایک تو تم جگہ دیکھتی ہو نا محلّہ اور کھی کھی شروع کردیتی ہو' چلو آؤ میرے ساتھ ہمیں اوپر جانا ہے۔''

وہ اسے گھور کر بولی تھی اور آگے بڑھ گئی تھی سو اس کی تقلید عادلہ کو بھی کرنی پڑی تھی بہت چھوٹی چھوٹی سی سیڑھیاں تھیں جو ٹوٹ پھوٹ کر شکار تھیں' وہاں روشنی بھی ناکافی تھی ان کو بہت سنبھل سنبھل کر چلنا پڑ رہا تھا۔

ان ہی پتھروں پر چل کر اگر آسکو تو آؤ
میرے گھر کے راستے میں کہیں کہکشاں نہیں ہے

عائزہ کا بار بار پاؤں سلپ ہورہا تھا عادلہ نے ہنس کر شعر پڑھا تھا۔

محبتوں کی تلاش ہے

مجھے آنسوؤں کی طلب نہیں
مجھے زندگی کی تلاش ہے
جسے ڈھونڈ کر بھی نہ پاسکا
مجھے پھر اسی کی تلاش ہے

مجھے دشمنوں میں نہ ڈھونڈنا
مجھے دوستوں میں تلاشنا
میں محبتوں کا سفیر ہوں
مجھے دوستی کی تلاش ہے

میری راہ عزم تلاش میں
کوئی زندگی کا رفیق ہو
کوئی آنسوؤں کا چراغ دے
مجھے روشنی کی تلاش ہے

میں بلندیوں کا ضمیر ہوں
میں رفاقتوں کا پزیر ہوں
مجھے نفرتوں کی زمین پر
محبتوں کی تلاش ہے

(سلمیٰ فہیم گل)

''تم سے پوچھ لوں گی کسی دن' سارا بدلہ چکادوں گی' ابھی تو مجھے راحیل سے ملنے کی خوشی میں کچھ برا نہیں لگ رہا ہے۔'' خلاف مزاج وہ مسکرا کر گویا ہوئی تھی وہ بہت خوش اور مطمئن لگ رہی تھی اس کی بدمزاجی اور چڑچڑاپن غائب تھا۔

''تم کتنی اچھی لگتی ہو مسکراتی ہوئی عائزہ! مسکراتی رہا کرو نا۔'' وہ سیڑھیاں عبور کرکے سیکنڈ فلور پر پہنچ گئی تھیں۔

''راحیل اور میں ایک ہوجائیں گے تم دیکھنا میں سوتے میں بھی مسکراتی رہوں گی۔'' وہ آگے بڑھ کر کال بیل پش کرتی ہوئی بولی۔

❁......❁......❁

فیاض صاحب خلاف توقع آج گھر سر شام ہی آگئے تھے ور حسب عادت وہ پہلے اماں کو سلام کرنے ان کے کمرے میں گئے تھے اور سلام کرکے ان کے قدموں میں ہی بیٹھ گئے تھے۔

''آج تو جلدی گھر لوٹ آئے ہو بیٹا! بہت اچھا لگ رہا ہے تمہیں شام کی روشنی میں دیکھنا۔'' وہ شفقت بھرے لہجے میں بولیں۔

''آج عابدی کے ہاں ڈنر پارٹی ہے انہوں نے اتنا اصرار کیا کہ ضرور آنا بلکہ ود فیملی شرکت کرنی ہے۔

عابدی کے اتنے احسانات ہیں مجھ پر اماں جان! میں انہیں نہ نہیں کہہ سکا۔"

"ہاں ہاں ضرور جاؤ بیٹا! وہ تمہارا جگری دوست بھی ہے پارٹنر بھی ہے پھر کوئی اتنی خلوص و مروت سے دعوت دے تو قبول کرنا بھی چاہیے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے انہیں سمجھایا تھا۔

"پاپا! چائے لاؤں آپ کے لیے؟" اماں کی وارڈ روب درست کرتی ہوئی پری ان سے مخاطب ہوئی تھی۔

"نہیں، میں آفس سے چائے پی کر آیا ہوں۔" وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے گویا ہوئے تھے وہ ان کو بہت رنجیدہ اور کمزور لگ رہی تھی۔ ان کا شدت سے دل چاہا اس سے پوچھیں اسے کیا ہوا ہے؟ وہ اتنی کمزور اور افسردہ کیوں دکھائی دے رہی ہے؟ مگر پھر وہ ہی ایک خلیج...... بچپن سے قائم ہوا ایک حجاب مانع تھا۔ ثنیٰ سے علیحدگی کے بعد ان کے بدلتے جذبات نے ان کو اس حد تک بدلا تھا کہ وہ اس پری سے بھی اس حد تک نفرت کرنے لگے تھے کہ اس کی جانب دیکھنا بھی پسند نہ کیا تھا۔ اپنی جان سے بڑھ کر چاہنے والی بچی کو وہ فراموش کر بیٹھے تھے۔ سالوں تک ان کی محبت پر برف پڑتی رہی تھی اور گلیشیئر کا روپ دھار چکی تھی، مگر موسم بدلا تھا اور برف پگھلنے لگی تھی لیکن اس دوران ان باپ بیٹی کے درمیان فاصلہ بے حد وسیع ہو گیا تھا، جس کو عبور کرنے کے لیے ایک جست کافی نہ تھی۔

"اماں جان! آپ کو بھی چلنا ہوگا ہمارے ساتھ، پری آپ بھی تیار ہو جائیں، میں مزنہ بھابی اور صباحت کو بھی کہہ دیتا ہوں، صباحت اور بچیاں بھی چلیں گی۔" وہ کھڑے ہو کر گویا ہوئے۔

"میری تو ہمت بالکل بھی نہیں ہے بیٹا! ہاں تم صباحت اور بچیوں کے ساتھ پری کو بھی لے جاؤ، مزنہ اور طغرل تو کسی عزیز کے ہاں گئے ہوئے ہیں۔" اماں کے انداز میں قطعیت تھی ایسے میں کسی کی نہیں سنتی تھیں وہ ان کے مزاج آشنا تھے سو پھر اصرار نہ کیا تھا پری سے بولے۔

"آپ ریڈی ہو جائیں ہمیں جلدی جانا ہے۔"

"پاپا! دادی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں......"

"خیر اب ایسی بھی میری حالت نہیں ہے کہ تم جاؤ نہیں، پہلی بار تمہارے باپ کو تمہارا خیال آیا ہے، آج تو تمہیں خوش ہونا چاہیے جاؤ تم یہ میرا حکم ہے بس۔"

اماں کی کھری بات پر نگاہ نہ اٹھا سکے تھے فقط آہستگی سے بولے۔

"میں جلد آپ کو گھر بھیج دوں گا آپ ریڈی ہو جائیں۔" وہ اماں سے اجازت لے کر اپنے کمرے میں آ گئے تھے، صباحت بال برش کر رہی تھیں، فیاض کو دیکھ کر مسکرا کر بولیں۔

"مجھے معلوم تھا آپ آج جلدی آئیں گے مسز عابدی کا فون آیا تھا ڈنر پر انوائٹ کیا ہے بہت اصرار کر رہی تھیں کہہ رہی تھیں پوری فیملی کو لے آئیں۔" وہ خاصی مسرور تھیں۔

"پھر تم نے کیا کہا ان سے؟" وہ ایزی ہو کر لیٹ گئے۔

"جان چھڑانے کے لیے ہامی بھر لی میں نے، بہت پکاؤ عورت ہے اگر میں کہہ دیتی بچیاں گھر میں نہیں ہیں، مزنہ بھابی اور طغرل بھی ایک پارٹی میں مدعو ہیں، اماں جان کے جوڑوں میں درد ہے، وہ تو آج کل بستر کی ہو کر رہ گئی ہیں اب میں کس کو لاؤں بھلا ساتھ؟ ہم دونوں مسٹر اینڈ مسز ہی آ سکتے ہیں۔"

"عائزہ اور عادلہ کہاں ہیں؟"

"وہ اپنی فرینڈز کی برتھ ڈے پارٹی میں گئی ہیں۔"

"تمہیں معلوم ہے کس فرینڈ کے ہاں اور کہاں گئی ہیں؟ اور تم ملی ہو کبھی ان سے؟ گئی ہو وہاں......؟" ان کا لہجہ بہت سخت اور باز پرس کرنے والا تھا، صباحت چند سیکنڈز تو ہکا بکا سی رہ گئی تھیں کہ ان کو کچھ علم نہ تھا وہ کہاں اور کس فرینڈ کے گھر گئی ہیں۔ وہ بیٹیوں کی باتوں پر آنکھیں بند کر کے یقین کرنے والی خاتون تھیں، سو اب بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

"گاڑی پورٹیکو میں کھڑی ہے ڈرائیور بھی موجود ہے وہ کس کے ساتھ گئی ہیں؟" وہ سوال در سوال کر رہے تھے۔

"آپ خود ہی سوچیے میں بھلا جوان بیٹیوں کو آنکھیں بند کر کے کہیں بھیج دوں گی، جب سے بچیاں بڑی ہوئی ہیں ہر وقت آنکھیں کھلی رکھتی ہوں۔" بہت سرعت سے انہوں نے خود پر قابو پایا تھا۔

"تمہاری آنکھیں تو صرف مجھے سوتے میں ہی کھلی نظر آتی ہیں۔"

"آپ مذاق اڑا رہے ہیں میرا؟"

وہ ان کے قریب بیٹھتے ہوئے خفیف مسکراہٹ سے بولیں۔

"وہ تو کمزوری سے کھلی رہ جاتی ہیں جان کر تھوڑی کھولتی ہوں۔"

"چلو تمہاری کمزوری سے یہ فائدہ ہوگا کہ کبھی گھر میں چور گھس گئے تو سمجھیں گے تم جاگ رہی ہو تو بھاگ جائیں گے۔" ان کے شگفتہ انداز میں بھی بلا کی سنجیدگی تھی۔

"توبہ! کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ؟ ہمارے ہاں چور کیوں آنے لگے اور اگر کبھی خدانخواستہ آ بھی گئے تو خالی ہاتھ بھاگیں گے، آپ کے خراٹے کسی شیر کی دہاڑ سے کم نہیں ہوتے ہیں۔"

❀......❀......❀

بار بار بیل دینے کے بعد بھی اندر سے کوئی جواب نہ آیا تھا۔

"عائزہ! شاید کوئی اندر ہے ہی نہیں، ہمیں واپس چلنا چاہیے۔" عادلہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی تھی۔

"یہاں آنے سے پہلے کال کی تھی، میں نے اس کو کہہ دیا تھا وہ میرا انتظار کر رہا ہے میں جلد پہنچوں۔"

"اگر وہ انتظار کر رہا تھا تو کم از کم ہمیں یہیں مل جاتا۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم، اگر وہ ہمارے لیے کوکنگ نہ کر رہا ہوتا تو ضرور ہمیں باہر روڈ سے ہی پک کرتا۔"

"کوکنگ؟" وہ عائزہ کو دیکھ کر حیرانگی سے بڑبڑائی۔

"ہاں کوکنگ، وہ کہہ رہا تھا وہ بیسٹ کوک ہے۔"

اسی دم اندر سے کسی کے غصے سے بڑبڑانے کی آواز آئی اور زوردار انداز میں دروازہ کھولا گیا آنے والے کا انداز بڑا جارحانہ تھا، اس کے ہونٹوں سے مغلظات رواں ہونے ہی والے تھے۔ ان پر نگاہ پڑتے ہی وہ پل بھر میں غصے بھول کر مسکرانے لگا۔

"ہائے! ہم کب سے بیل بجا رہے ہیں۔" عائزہ بے تکلفی سے اندر داخل ہو گئی تھی۔ عادلہ تذبذب کا شکار

وہیں دہلیز پر کھڑی تھی۔ راحیل کا حلیہ بہت عجیب تھا‘ ہاف چیک ٹراؤزر کے ساتھ اس نے وائٹ بنیان پہن رکھا تھا‘ آنکھیں اس کی بے تحاشا سرخ ہو رہی تھیں‘ نا معلوم وہ نیند میں تھا یا نشے میں۔

”آپ کو کیا اٹھا کر لے جانا پڑے گا اندر؟“

وہ اسے وہیں ایستادہ دیکھ کر بے باکی سے بولا تھا اور اس کے قریب کھڑی عائزہ اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس پڑی اور کہنے لگی۔

”پلیز آ بھی جاؤ نا‘ کیوں چپک کر کھڑی ہو گئی ہو وہاں پر‘ آؤ نا۔“ اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اندر آئی۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی لائٹ چلی گئی اور اسے لگا آنکھوں میں سے بینائی بھی چلی گئی ہو‘ مہیب اندھیرا ہر سو چھا گیا تھا۔

”یہ کہاں آ گئی ہو عائزہ! واپس چلو میرا دل گھبرا رہا ہے۔“ اس نے سرگوشی کی تھی‘ عائزہ نے اسے چپ رہنے کے لیے ٹہوکا مارا تھا۔

”بھئی! کیا قدم ہیں آپ کے تاریکی ساتھ لائی ہیں۔“ وہ ایک کینڈل جلا کر لایا تھا اور قریب رکھے اسٹینڈ پر رکھ دی۔

اس مہیب اندھیرے کمرے میں روشنی کی وہ معمولی سی مقدار ماحول کو وحشت ناک بنا رہی تھی۔ وہ عائزہ کے ساتھ سوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ کمرے میں سامان بے حد مختصر تھا‘ ایک سوفہ سیٹ‘ سامنے سنگل بیڈ تھا جس پر رضائی اور تکیہ بے ترتیب پڑے تھے‘ بیڈ کے برابر میں ایک الماری تھی جس کا آدھا شیشہ ٹوٹا ہوا تھا اور جو باقی تھا وہ زنگ آلود اور کرچیوں کی صورت میں جما ہوا تھا۔

”ایک کینڈل لائے ہو اتنے اندھیرے میں؟“ عائزہ نے کہا۔

”تمہارے ہوتے ہوئے ایک بھی کینڈل کی ضرورت نہ تھی‘ تمہارے حسن کی روشنی سے کمرہ جگمگ کر رہا ہے۔“

وہ اپنی باتوں کے جادو سے لڑکیوں کو شیشے میں اتارتا تھا۔

”یہ پھر یہ ایک بھی کیوں لائے ہو‘ میرے حسن کی توہین کرنے کے لیے؟“ وہ یہ تو گویا بھول ہی گئی تھی کہ عادلہ اس کے ساتھ ہے‘ وہ مخمور نگاہوں سے راحیل کو دیکھ رہی تھی۔

”یہ کینڈل ہماری گیسٹ کو ویلکم کے لیے ہے۔“ اس کی نگاہیں گاہے بگاہے عادلہ پر اٹھ رہی تھیں جو چپ تھی۔

”ہوں‘ پھر معاف کیا یہ بتاؤ کیا کیا بنایا ہے ہمارے لیے؟“

”سوری یار! مجھے نیند آ رہی تھی میں سو گیا تھا۔“

”وہاٹ!“ عائزہ ایک دم غصے سے بولی تھی۔

”تم...... سو رہے تھے؟ میں سمجھی تم ڈشز بنا رہے ہو‘ ہمارے لیے؟“

”ایزی ایزی میری جان! ہائپر مت ہو‘ میں ابھی کال کر کے کسی بھی بہترین ریسٹورنٹ پر آرڈر کر دیتا ہوں‘ کیا کھانا ہے مینو بتاؤ؟“

”تم تو کہہ رہے تھے خود بنا رہے ہو ہمارے لیے؟“

”میں سمجھا تم کہاں آؤ گی یار! تمہارا وہ ہٹلر کزن نہیں آنے دے گا۔“

”اوہ تو یہ بات ہے۔“ وہ لمحے میں غصہ بھول گئی۔

”بائی داوے تو لوگ اس سے بچ کر کس طرح آ گئے؟“

”ہم تو بچ کر آ گئے مگر اب وہ نہیں بچنا چاہیے۔“ وہ سخت لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

”عائزہ! تم تو کہہ رہی تھیں کوئی دوسرا راستہ نکالو گی پھر یہ......“

”یہ دوسرا راستہ تو ہے جو موت کی طرف جاتا ہے ہاہاہا۔“

پارٹی بہت شاندار تھی شہر کی تمام کریم وہاں موجود تھی اور مسز عابدی نے ان لوگوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ صباحت نے بھی اپنا رویہ نارمل رکھا تھا‘ بلو کلر کی سلک کی ساڑھی میں نک سک سے تیار خوب صورت لگ رہی تھیں‘ اس کے پاپا بھی گرے کوٹ سوٹ میں بہت پُر وقار اور ہینڈسم لگ رہے تھے۔ وہ انکل عابدی آنٹی اور ان کی دونوں شادی شدہ بیٹیوں سے علیک سلیک کے بعد ایک چیئر پر بیٹھ گئی تھی۔

ویٹر کولڈ ڈرنک سرو کر کے گیا تھا وہ سپ لیتے ہوئے ممی اور پاپا کو دیکھ رہی تھی جو ساتھ ساتھ تھے آج اور پاپا ان کو سب سے ملوا رہے تھے‘ ممی کے چہرے کی مسکراہٹ میں بڑی آسودگی‘ طمانیت اور فخر تھا‘ انہوں نے آگے بڑھ کر پاپا کے بازو میں اپنا بازو ڈال لیا تھا‘ لحظہ بھر کو اس نے پاپا کے ماتھے پر شکن ابھرتی دیکھی تھی اور اس وقت کچھ بے تکلف دوست ان کے قریب آ گئے تھے۔

صباحت نے بڑی فاتحانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا‘ جیسے بتانا چاہ رہی ہو کہ دیکھو‘ تمہاری ماں کی جگہ لے لی ہے میں نے۔ ان کے اس انداز سے اس کی بہت عجیب سی کیفیت ہوئی تھی۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے گلاس ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔

”ممی کیا سوچتی ہیں میں ان سے حسد کرتی ہوں؟ انہوں نے میری طرف ایسی نظروں سے کیوں دیکھا ہے؟ کیا جتانا چاہتی ہیں وہ؟ شاید...... شاید وہ سمجھتی ہیں کہ میں ان کے اور پاپا کے درمیان رشتہ قائم نہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔“ صباحت کی نفرت بھری نظر اس کے دل اس طرح پیوست ہوئی کہ تکلیف کے باعث یہ بھی بھول گئی وہ کسی گوشے میں نہیں بیٹھی ہے وہ شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہو گئی تھی‘ تب ہی وہ فلیش کی زد میں آئی تھی اور اس نے چونک کر حواسوں میں آنے اور اٹھ کر وہاں تک جانے کے دوران وہ متعدد بار فلیش کی زد میں آئی تھی۔

”کون ہیں آپ؟“ آپ نے جرأت کیسے کی میری تصویر لینے کی؟“

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

عید سعید

انکار بھی اقرار بھی

راحت وفا

تیرے ہی دم سے آباد ہے دنیا میری
تو نہیں تو اس جہان میں کیا رکھا ہے
جو میں زندہ ہوں تو یہ پیار ہے تیرا
ورنہ اس روحِ بے جان میں کیا رکھا ہے

طاہرہ بیگم باورچی خانے سے نکل کر سیدھی اس کے کمرے میں آئیں تو حسب معمول سر پیٹ لیا وہ دن کے گیارہ بجے بھی موبائل فون پر باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ قہقہہ لگاتے ہوئے ان پر نظر پڑی تو ہونٹ بھینچ لیے فون جلدی سے آف کر دیا۔

"راحمین! کیا کروں؟ کیسے تربیت کروں تمہاری؟" وہ بولیں تو وہ اچھل کر ان کے گلے کا ہار بن گئی۔

"امی! وہ زریاب کا فون تھا۔"

"میں فون کی بات نہیں کر رہی' دن کے گیارہ بج رہے ہیں' کمرے کا حال دیکھو۔ یہ چائے کا بھرا کپ' یہ گلاس میں بچا دودھ اور یہ جوس کا خالی گلاس کمرے میں ہیں۔" انہوں نے ایک کڑی تنقیدی نگاہ سے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"تو ڈانٹیں نا اس کام چور نجمہ کو۔"

"کیوں؟ اس غریب کو اپنی مرضی کے خلاف کمرے میں گھسنے نہیں دیتیں' کتنی بار جھاڑو ڈسٹر لے کر وہ کمرے میں آتی ہے اور پھر ڈانٹ کھا کر چلی جاتی ہے۔"

"وقت پر صفائی کیا کرے۔"

"راحمین! مجھے تو فکر ہے کہ تمہارا کیا ہوگا ارے بس کل سے ماہ رمضان شروع اور عید کے بعد شادی۔ ابھی تک تمہارا لاابالی پن ختم نہیں ہو رہا۔"

"شادی کا مطلب کیا ہے؟" اس نے سوال داغا۔

"گھر داری۔"

"تو مجھے نہیں کرنی شادی' کہہ دیں آپ پھوپو جانی کو۔" وہ بڑی بے پروائی سے کہہ کر مسکرانے لگی۔

"راحمین! یہ کام تو تمہارے پپا اور دادی کریں گے' انہوں نے ہی سر چڑھا رکھا ہے تمہیں۔" طاہرہ بڑے اطمینان سے کہہ کر باہر جانے لگیں تو وہ بولی۔

"میں زریاب سے ابھی بات کر لیتی ہوں۔" وہ پلٹیں اور گھور کر رہ گئیں اور پھر اس نے ان کے جاتے ہی زریاب کا نمبر ملایا۔

"ہائے جان!" زریاب کی شوخ آواز آئی تو وہ بے زاری سے بولی۔

"زریاب! میں تم سے شادی نہیں کر رہی' بتا دو پھوپو جانی کو۔"

"وہاٹ! کیا کہہ رہی ہو؟" وہ زور سے چلایا۔

"مجھے تم سے شادی نہیں کرنی' کسی گھر سنبھالنے والی سے کر لو۔"

"راحمین! کیا احمقانہ بات کر رہی ہو؟ میں میٹنگ میں ہوں پھر بات کرتے ہیں۔" وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولا۔

"بس میں نے بتا دیا' بائے......" اس نے یہ کہہ کر

فون بند کردیا اور پُرسکون ہو کر آنکھیں موند لیں۔
اکلوتی اولاد ہونے کا ٹھیک ٹھاک فائدہ اٹھایا اس نے وہ طیب اشرف صاحب کی آنکھوں کی روشنی بھی اور دادی کے دل کا قرار۔ طاہرہ کا بھی چین وقرار وہی تھی لیکن ماں ہونے کے ناتے وہ اس کی اچھی تربیت بھی کرنا چاہتی تھیں۔ زندگی بسر کرنے کے طور اطوار بھی سمجھانا چاہتی تھیں مگر ان کی ہلکی سی سرزنش اور نصیحت بھی طیب صاحب اور دادی کو بہت بُری لگتی تھی۔
''طاہرہ! راحمین بچی ہے اس کو یوں ڈانٹنے کی ضرورت نہیں۔''
''بھئی ہمارے سامنے ہماری بچی کو کچھ نہ کہا کرو۔''
''ابھی اس کے کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔'' وغیرہ وغیرہ یہ اور اس طرح کے جملے انہیں سننے پڑتے تو وہ چپ ہو جاتیں اب جب کہ اس کی شادی ہونے والی تھی تو اب بھی انہیں سنجیدگی سے کچھ سمجھانے کی اجازت نہیں تھی۔
وہ ماہِ رمضان میں استعمال ہونے والے سامان کی فہرست بنا کر باہر آئیں تو اماں راحمین کے کمرے سے آرہی تھیں ان کے بولنے سے پہلے ہی بولیں۔
''طاہرہ! بچی چند روز کی مہمان ہے صبح صبح اسے ڈانٹ کر آئی ہو۔''
''اماں! صبح صبح؟ دن چڑھ چکا ہے اور چند روز کی مہمان کے ساتھ نغمہ آپا کیا کریں گی یہ معلوم ہے آپ کو۔''
''ہے کیوں بھئی نغمہ کی کیا مجال......؟'' وہ چلائیں۔
''نغمہ آپا کی بڑی بہو حنا کتنی سلیقہ شعار ہے اور نغمہ آپا کو راحمین کے طور اطوار پر دبی دبی شکایت بھی ہے وہ تو زریاب کی ضد پر انہوں نے ہاں کی ہے۔''
''تو کون منت کر رہا ہے نغمہ کی' انکار کردے میری راحمین کے لیے رشتوں کی کمی ہے کیا؟'' وہ بولیں' مجبوراً طاہرہ ہی چپ ہو گئیں۔
رات کھانے پر راحمین نے اٹھلاتے ہوئے باپ کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا۔
''پپا! مجھے زریاب سے شادی نہیں کرنی۔'' طاہرہ کے ہاتھ کا نوالہ ہاتھ میں ہی رہ گیا۔
''کیا مطلب......؟'' اشرف صاحب نے بہت حیرت سے پوچھا تو طاہرہ بیگم نے خاصی سختی سے کہا۔
''آج چاندرات ہے منہ سے اچھی باتیں نکالو' پھٹ اور بدلحاظی کی انتہا کردی ہے تم نے۔''
''اوہ! طاہرہ! بچی کی بات تو پوری سننے دو۔'' دادی نے انہیں خاموش کرادیا۔
''ہاں بولو بیٹا!'' اشرف صاحب نے بڑے اطمینان سے سلاد اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے پوچھا...... تو وہ بولی۔
''پپا! شادی کا مطلب گھر داری ہے تو مجھے شادی نہیں کرنی۔''
''شادی نہیں کرنی یا زریاب سے نہیں کرنی۔'' اشرف صاحب نے کھانا ختم کرنے کے بعد پانی گلاس میں ڈالتے ہوئے کہا تو طاہرہ بیگم سے ضبط نہ ہوسکا وہ اٹھ کر چلی گئیں اور پھر عشاء کی نماز پڑھ کر انہوں نے راحمین کی ہدایت کے لیے خوشی کے لیے رو رو کر دعا مانگی تھی۔

❀......❖......❀

زریاب نے آسمان پر مسکراتے چاند کو دیکھا اور اس کا فون نمبر ملایا' اس کے اٹینڈ کرتے ہی وہ شوخ ہو گیا۔
''میرے چاند کو چاند مبارک ہو۔''
''زریاب! اپنا چاند بدل لو۔'' وہ کڑے تیور کے ساتھ بولی۔
''کیا مطلب؟'' وہ کچھ نہ سمجھ سکا۔
''میں نے پپا کو کہہ دیا ہے۔''
''کیا؟''
''میں تم سے شادی نہیں کر رہی۔'' بڑے سپاٹ لہجے میں بولی تو وہ سیخ پا ہو گیا۔
''راحمین! تم ہوش میں تو ہو' کیا بک رہی ہو۔''
''میں نے فیصلہ سنایا ہے آگے جو تمہاری مرضی۔''
''راحمین! خدا کے واسطے بے ہودہ مذاق مت کرو۔''

''زریاب! میں مذاق نہیں کر رہی۔''
''مجھے تمہاری ذہنی حالت پر شک ہو رہا ہے۔''
''مجھے پھوپو کی بُری بہو نہیں بننا۔''
''یہ کیسی باتیں سوچنے لگی ہو۔ میں حیران ہوں میری محبت کو کس نظر سے دیکھ رہی ہو۔''
''تم کسی اور سے محبت کرلو' میں اپنا فیصلہ بدلنے والی نہیں۔''
''جسٹ شٹ اپ! وہ قسمیں وعدے سب کیا تھے؟'' وہ چلایا۔
''منگنی کے بعد کیے تھے اب منگنی ختم تو......''
''بکومت؟''
''اچھا! پلیز میرا دماغ نہ چاٹو' پپا سے بات کرلینا۔'' اس نے فون بند کردیا۔ زریاب کا چہرہ تمتما اٹھا۔ اسے اس غیر متوقع صورت حال کا قطعاً اندازہ نہیں تھا۔
صبح تو وہ مذاق سمجھ کر ٹال گیا لیکن اب اتنی سرد مہری کا مظاہرہ کرنے پر وہ سخت متحیر تھا۔ الجھن میں ٹہلنے لگا' سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس سے بات کرے؟ پھر جیسے بجلی کی مانند حنا بھابی کا خیال ذہن میں کوندا تو وہ سیدھا کچن میں آگیا۔ حنا کچن میں سحری کے لیے سالن بنا رہی تھی۔ اس نے سب کام چھڑوا کے اسے ساتھ لیا اور اپنے کمرے میں آگیا۔
''بات کیا ہے زریاب؟'' اس نے من وعن راحمین کی باتیں بتائیں' حنا کو یقین نہیں آیا۔
''یہ کیسی بات ہے' راحمین ایسا کیسے کہہ سکتی ہے۔ وہ بھی شادی سے ایک ماہ پہلے۔''
''میں جانتا ہوں وہ ضدی' خودسر اور احمق لڑکی ہے مگر اب کرنا کیا ہے؟'' وہ جھنجلا کر بولا۔
''یہ بات پہلے طاہرہ مامی سے کرلی جائے۔'' حنا نے خیال ظاہر کیا۔
''تو کریں یہ لیں فون۔'' اس نے جلدی سے اپنی جیب سے موبائل فون نکال کردیا۔
''اس وقت مناسب نہیں' صبح کرلوں گی۔''

غزل

اشک گرتے ہیں میری سانس سنبھل جاتی ہے
دے کر ایک درد نیا' شام نکل جاتی ہے
اس کو دیکھوں تو میرے درد کو ملتا ہے سکون
اس سے بچھڑوں تو میری جان نکل جاتی ہے
عشق کچھ ایسے مٹاتا ہے نشانِ ہستی
جیسے ہر رات اجالوں کو نگل جاتی ہے
زخم بھرتا ہی نہیں اس کی جدائی کا مگر
پھر اس کی یاد نیا درد اگل جاتی ہے
وہ اگر دل پر میرے ہاتھ ہی رکھ دے
ٹوٹتی سانس بھی کچھ دیر سنبھل جاتی ہے

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

''آپ وجہ معلوم کیجیے گا' راحمین میرے جذبات' خاندان کی آبرو کیسے خاک میں ملا سکتی ہے۔'' وہ خاصا ڈپریس تھا۔
''فکر نہ کرو' سحری کے بعد موقع دیکھ کر بات کرلوں گی' حیرت کی بات ہے۔ اماں نے تو کل ہی عروسی ڈریس ٹیلر کو دیا ہے۔'' حنا بھی متفکر سی ہو کر بولی۔
''میری سمجھ میں تو خود کچھ نہیں آرہا۔''
''کیا پتا راحمین مذاق میں یہ بات کہہ رہی ہو۔'' حنا نے تنکے کا سہارا لیا۔
''وہ بہت سیریس تھی۔''
''چلو چھوڑو' صبح دیکھیں گے۔ مجھے کچن میں کام نمٹانے ہیں۔ تم پریشان نہ ہو۔'' حنا اسے تسلی دے کر چلی گئی۔

❀......❖......❀

خسانسا ماں نے گرم پراٹھا توے سے اتارا تو طاہرہ نے گرم دودھ کا جگ اور آملیٹ بھی ٹرے میں رکھ کے ڈائننگ ٹیبل پر رکھنے کو کہا۔ خود بھی فریج سے جام اور دہی نکال کر ڈائننگ روم میں پہنچیں تو اشرف صاحب' اماں ہی موجود تھے راحمین نہیں تھی۔ وہ بنا کچھ کہے راحمین کے کمرے میں آگئیں۔

"راحمین! اٹھو سحری کا وقت ختم ہونے والا ہے۔"
"امی! تو میں کیا کروں؟" وہ بڑبڑائی۔
"اس بار روزے رکھنے ہیں۔"
"مجھے نہیں رکھنے، سونے دیں۔"
"راحمین! روزے فرض ہیں، ان کی معافی نہیں۔" انہوں نے کچھ پیار اور نرمی سے سمجھایا۔
"امی! پلیز میں نہیں رکھ سکتی۔"
"ایسے نہیں کہتے، اٹھو شاباش!"
"اوہو! مجھے نہیں رکھنے۔" وہ یہ کہہ کر کروٹ بدل کے سوگئی۔ تب تاسف کے ساتھ وہ ناکام سی ہوکر آ گئیں۔
مگر اس احساس ندامت سے اشرف صاحب یا اماں کو کوئی مطلب نہیں تھا، وہ بجھی بجھی سی خود ہی بولیں۔
"روزے نہ رکھنا کتنا بڑا گناہ ہے، اپنی لاڈلی کو آپ ہی بتادیں۔"
"ارے راحمین کی بات کررہی ہو۔" اماں نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے پوچھا۔
"جی اماں!" طاہرہ نے آدھا پراٹھا توڑ کر اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔
"کمال کررہی ہو، دھان پان سی بچی کیسے روزے رکھ سکتی ہے۔" اماں نے خاصے استہزائیہ انداز میں کہا۔
"اماں! روزے فرض ہیں، جوان بچی ہے کچھ نہیں ہوتا۔"
"چلو یہ اس کی مرضی ہے خود ہی رکھ لے گی۔" اشرف صاحب سحری میں گرم دودھ میں اوولٹین ڈال کر پیتے تھے، آرام سے پیتے ہوئے بولے۔
"یہ فرض ہیں، مرضی کہاں سے آ گئی۔ کیسا دین ہے آپ کا؟" طاہرہ بیگم کو غصہ آ گیا۔
"کچھ بھی ہے، بچی کو مجبور تو نہیں کرسکتے، میں خود سمجھادوں گی۔" اماں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اشرف صاحب بھی اٹھ گئے۔ طاہرہ بیگم تنہا کڑھتی رہ گئیں، وہ کیا کرتیں؟ کوئی ان کا راحمین کی تربیت کے لیے مددگار ہی نہیں تھا۔

اس وقت تو وہ دل تھام کے رہ گئیں جب حنا نے فون پر راحمین کے ارادے بتائے۔ حنا کو فی الحال انہوں نے خاموشی اختیار کرنے کو کہا اور خود آفس کے لیے تیار ہوتے اشرف صاحب کو گھیر لیا۔
"یاخدا! راحمین کی حماقتوں کو کیسے کنٹرول کیا جائے۔"
"اب کیا کردیا راحمین نے؟" وہ بریف کیس میں فائلیں رکھتے ہوئے بولے۔
"کیا نہیں کیا؟ زریاب کو فون پر شادی نہ کرنے کا فیصلہ سنایا ہے۔ حنا بہت پریشان تھی، زریاب اپ سیٹ ہے۔"
"حنا کیوں پریشان ہے؟ اور زریاب کیوں اپ سیٹ ہے؟" انہوں نے خاصے تحمل سے پوچھا۔
"شادی کے گھر میں کیسی پریشان ہونی چاہیے اشرف صاحب؟"
"راحمین کے انکار کی بھی کوئی وجہ تو ہوگی۔"
"آپ کے لاڈ پیار نے بگاڑ دیا ہے، ذرا سا بھی احساس ذمہ داری نہیں ہے اس میں۔ صرف گھر داری سیکھنے کی بات کو جواز بنالیا اس نے۔" وہ بولیں۔
"تو تم بھی بلاوجہ اسے ایسی باتوں سے ڈراتی ہو۔"
"اشرف صاحب! یہ حقیقتیں آپ کو پسند کیوں نہیں آتیں؟"
"طاہرہ! جس بات سے وہ چڑتی ہے اس کو کرنا ضروری ہے کیا؟"
"کب تک چڑتی رہے گی اور اب وہ چھوٹی بچی نہیں ہے، شادی کے بعد زندگی اور ہوتی ہے۔ میں ماں ہوں دشمن نہیں ہوں اس کی۔" وہ بھی غصے میں آ گئیں۔
"گھر داری کے لیے نوکر چاکر مل جاتے ہیں، نغمہ آپا جانتی ہیں راحمین میری نازوں سے پلی بیٹی ہے۔" وہ بولے۔
"آپ اسے سمجھائیں کہ زبان بند رکھے فضول باتیں نہ کرے۔"
"اگر راحمین نے فی الحال شادی نہ کرنے کا فیصلہ

کیا ہے تو......"
"چپ ہوجائیں پلیز کیسے باپ ہیں آپ جس کی بیٹی کی شادی کی تاریخ طے ہوچکی ہے اور وہ یہ کہے......"
"اچھا فی الحال میں لیٹ ہورہا ہوں، شام افطار کے بعد تسلی سے راحمین کو سمجھاؤں گا۔" اشرف صاحب یہ کہہ کر چلے گئے۔

❁......❖......❁

شام افطار کے بعد جونہی اشرف صاحب مغرب کی نماز پڑھ کر آئے طاہرہ نے چائے تیار کرا کے ان کو بھجوائی تو عین اسی وقت نغمہ آپا کا فون آ گیا۔ طاہرہ نے فون فوراً اشرف صاحب کو جا کر تھمادیا۔
"جی نغمہ آپا۔"
"میں چاہ رہی تھی کہ راحمین کو ایک دو روز کے لیے لاہور بھیج دو۔ زیورات اور جوتوں کی خریداری کروادوں۔" نغمہ آپا نے بنا کچھ سنے ہی ایسی بات کہہ دی کہ اشرف صاحب گڑبڑا گئے۔
"وہ...... دراصل...... میں......"
"کیا وہ میں......؟ ڈرائیور کو بھیج دیتی ہوں۔" نغمہ آپا نے ٹوکا۔
"مجھے راحمین سے بات تو کرلینے دیں۔"
"کیسی بات......؟"
"راحمین چاہتی کیا ہے؟"
"چلو ٹھیک ہے اگر لاہور سے نہیں کرنی تو میں رقم آن لائن کرادیتی ہوں۔" نغمہ آپا نے بات نہ سمجھتے ہوئے تو اشرف صاحب کی کچھ بھی کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔
"میں بتادوں گا۔"
"ٹھیک ہے اور طاہرہ سے میری بات کراؤ۔" انہوں نے کہا تو اشرف صاحب نے جلدی سے فون طاہرہ بیگم کو تھمادیا۔
"جی آپا!"
"طاہرہ! مہندی کا انتظام میری طرف سے کرنا۔"
"جی آپ کی طرف سے؟" طاہرہ نے کچھ حیرت سے پوچھا۔
"بھئی میری بھتیجی ہے مہندی پھوپو کی طرف سے ہوگی۔"
"اوہ! اچھا ٹھیک ہے۔" طاہرہ بجھی بجھی سی بولیں۔ فون بند کرنے کے بعد چند لمحے وہ سکتے کی سی کیفیت میں کھڑی رہیں اشرف صاحب نے پکارا۔
"ایسا کیا کہہ دیا آپا نے......؟"
"جو آپ سننا نہیں چاہتے تھے۔" وہ ان کے پاس بیٹھ گئیں۔
"میں نے سن لی ہے ان کی بات مگر میرے لیے میری بیٹی مقدم ہے۔"
"اشرف آپ غلط کررہے ہیں، یہ معمولی بات نہیں آپ کی بہن کے گھر کی بدنامی ہوگی۔ بیٹی کی کھلونا خریدنے کی فرمائش نہیں ہے۔ دو گھروں کی آبرو کی بات ہے، راحمین ناسمجھ ہے۔" طاہرہ بولتی چلی گئیں۔

میرے دوستوں کے نام

کچھ یادیں ہیں ان لمحوں کی
جن لمحوں میں ہم ساتھ رہے
خوشیوں سے بھرے جذبات رہے
اک عمر گزاری ہے ہم نے
جہاں روتے ہوئے بھی ہنستے تھے
کچھ کہتے تھے، کچھ سنتے تھے
ہم روز صبح جب ملتے تھے
تو سب کے چہرے کھلتے تھے
پُرلطف وہ منظر ہوتا تھا
سب مل کر باتیں کرتے تھے
ہم سوچ کر کتنا ہنستے تھے
وہ گونج ہمارے ہنسنے کی
اب ایک پرانی یاد بنی
یہ باتیں ہیں ان لمحوں کی
جن لمحوں میں ہم ساتھ رہے

راشدہ شریف چوہدری......اوکاڑہ

"تو پھر کیا کروں؟ بیٹی کو ناراض کر دوں۔"

"اس میں ناراضی کی بات نہیں ہے' ناسمجھی کی بات ہے آپ بھول رہے ہیں راحمین نے زریاب کو پسند کیا ہے' غیر ضروری بات پر اڑی ہے نا۔"

"طاہرہ......" اشرف صاحب نے کچھ کہنا چاہا۔

"اشرف فی الحال آرام سے راحمین کی بات ٹالیں مگر شادی کی تیاری کریں۔" طاہرہ نے اتنے تحمل سے کہا کہ پہلی مرتبہ اشرف صاحب نے توجہ سے ان کی بات سنی۔

❁......❖......❁

جونہی زریاب' اوصاف تراویح پڑھ کر آئے۔ نغمہ بیگم نے زریاب کو گاڑی نکالنے کو کہا۔

"اماں! خیریت اس وقت۔"

"کیوں بھئی اس وقت کیا ہے؟ بازار کے بکھیڑے تو اسی وقت نمٹائے جائیں گے۔" وہ بولیں۔

"اماں! آج پہلا روزہ تھا' بہت عجیب سی کیفیت ہے۔" اس نے عذر پیش کیا۔

"زریاب! دماغ ٹھیک ہے تمہارا' روزے کے ساتھ بازاروں کے چکر نہیں لگتے' چلو ضروری جانا ہے۔" انہوں نے اسے لتاڑا کہ زریاب گم صم سا حنا بھابی کا منہ دیکھنے لگا۔ اماں اپنا بٹوہ اور سامان کی فہرست اٹھائے کمرے میں گئیں تو بولا۔

"بھابی! اماں کو بتا دینا چاہیے' راحمین بہت ضدی لڑکی ہے' بعد میں اماں بہت خفا ہوں گی۔"

"نہیں! میں نے طاہرہ مامی کو بتا دیا ہے' اب جو کہنا ہے وہ کہیں اور کچھ دیر پہلے اماں نے اشرف ماموں اور طاہرہ مامی سے بات کی ہے' انہوں نے انکار کیا ہوتا تو اماں بتا دیتیں۔"

"تو پھر۔"

"پھر یہ کہ اللہ پر توکل رکھ کے خاموشی سے ویسا کرو' جیسا اماں چاہتی ہیں۔"

"لیکن......"

"لیکن کیا......؟" اماں نے آتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں' آئیے چلیں۔" زریاب ٹال گیا۔ حنا اور اماں ساتھ ساتھ چلنے لگیں۔

زریاب دل ہی دل میں راحمین کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اسے اب تک یقین نہیں آیا تھا کہ راحمین شادی سے انکار کرے گی۔ جس سے وہ شدید محبت کرتا ہے اور جسے خود راحمین نے بھی پسند کیا' منگنی کی انگوٹھی پہنتے ہوئے کتنے خوب صورت انداز میں شرمائی تھی' اب اسے کیا ہو گیا۔ کہیں اور کوئی تو...... اتنا سوچ کر ہی وہ بے قرار ہو گیا۔

❁......❖......❁

اشرف صاحب نے طاہرہ کو بتایا تو وہ پھٹ پڑیں۔

"اشرف! آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ بیٹی نے بچوں کا کھیل سمجھا اور آپ نے مان لیا۔"

"تو کیا کروں؟ کیا ضرورت تھی ڈرانے کی۔ ارے بچی ہے شادی کے بعد خود سمجھ جاتی۔" وہ بھی غصے سے بولے۔

"برسبیل تذکرہ چھوٹی سی نصیحت کر دی تو اسے ضد بنا لیا' کتنی نامعقول بات ہے' اپنی بہن کا سوچیں اور اپنی عزت کا سوچیں لوگ کیا کہیں گے۔ آپ باپ ہیں۔" وہ بہت جذباتی ہو گئیں۔

"اچھا! کچھ حل نکالتے ہیں۔" وہ نرم پڑ گئے۔

"کس بات کا حل؟ شادی ہو گی بس۔"

"سوچتا ہوں' تم اسے کچھ نہ کہنا۔"

"مجھے خاموش کرا کرا بیٹی کو خود سر اور بدتمیز بنا دیا ہے۔ انگریزی تعلیم کے سوا کیا ہے اس کے پاس۔ نا نماز' نا روزہ' دین اور دنیا دونوں ہی اکارت۔" طاہرہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں تو اشرف صاحب آفس کے لیے تیار ہونے لگے۔

مزید دو روز خاموشی کی نذر ہو گئے پھر اتفاقاً نغمہ آپا کی علالت کی اطلاع آئی تو اشرف صاحب نے فوری طور پر سب کے ساتھ لاہور جانے کا فیصلہ کیا۔ راحمین کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ وہ بڑے نارمل انداز میں ہنستی مسکراتی

ساتھ گئی۔ نغمہ آپا کا شوگر لیول کم ہو گیا تھا۔ دو روز ٹھہر کر اشرف صاحب' طاہرہ اور اماں جان واپس آ گئے۔ حنا کے سمجھانے پر راحمین کو چند دن کے لیے چھوڑ آئے۔ آتے ہوئے طاہرہ نے زریاب اور حنا کو راحمین کے انکار کی وجہ بتا دی جس پر وہ دونوں مطمئن ہو گئے۔ انہیں راحمین کے معصوم سے انکار کی وجہ نے بہت لطف دیا' راحمین نے رکنے پر ہچکچاہٹ کی لیکن پھر حنا کے اصرار پر رک گئی۔ زریاب تو اس سے ویسے بھی کھچا کھچا تھا لیکن راحمین کو کہاں اس بات کی پروا تھی۔ وہ ماں باپ کے یہاں سے خاموشی سے جانے پر حیران تھی۔ دادی کو بھی اس نے کئی بار ٹٹولا مگر شادی سے انکار والی بات کسی نے نہیں کی بس طاہرہ نے فقط جاتے ہوئے اتنا کہا۔

"شادی کے معاملے میں زبان بالکل بند رکھنا' جو کہنا سننا ہے' وہ ہم کہیں گے۔ نغمہ آپا کی طبیعت ناساز ہے فی الحال ایسی کوئی بات نہیں کرنی۔" طاہرہ کی بات پر وہ چپ ہو گئی۔

اس وقت وہ حنا بھابی اور ننھے چاند کے ساتھ پھوپو کے پاس بیٹھی تھی۔ تبھی زریاب آ گیا اور اسے نظر انداز کرتے ہوئے حنا سے بولا۔

"بھابی! یہ گلاب دین اور جمیلہ کہاں ہیں؟"

"ہاں' وہ اپنے گاؤں گئے ہیں' گلاب دین کی اماں کی طبیعت خراب ہے۔ ایک ہفتے کی چھٹی پر گئے ہیں۔" حنا نے بتایا۔

"اور اب گوشت سبزی' پھل کون سنبھالے گا اور سب چیزیں کچن میں رکھی ہیں میں نے؟" وہ بولا۔

"اوہ! میں تو چاند کو نہلانے جا رہی ہوں' پلیز راحمین سب چیزیں دیکھ لو۔" حنا نے براہ راست راحمین کو مخاطب کیا تو وہ جز بز سی اٹھی اور ہکلائی۔

"جی...... جی...... میں جاتی ہوں۔" وہ جانے لگی تو زریاب کو جیسے یاد آ گیا۔

"بھابی! میری شرٹ بھی استری نہیں ہے۔"

"راحمین میری جان! کچن سے فارغ ہو کر صرف ایک شرٹ زریاب کی استری کر دینا' باقی میں کر دوں گی۔"

"جی......؟" راحمین کے منہ سے کچھ عجیب سے انداز میں نکلا۔ زریاب باہر نکل گیا تو راحمین بھی باہر نکل آئی۔

راحمین نے شاید زندگی میں پہلی مرتبہ کام کرنے تھے' وہ پریشان حال کچن میں سب چیزوں کو دیکھ رہی تھی۔ زریاب نے دانستہ جھانک کر دیکھا اور اندر آ گیا۔

"پریشان ہو۔" وہ بولا۔

"یہ سب چیزیں کہاں اور کیسے رکھنی ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"گوشت صاف کر کے دھونا اور پھر پانی نکلنے کے بعد ڈیپ فریزر میں رکھو۔ سبزیاں اور پھل دھو کر فریج میں رکھتے ہیں۔" زریاب یہ کہہ کر چلا گیا' وہ سر تھام کے رہ گئی۔ اتنے مشکل کام......

شرٹ الٹی سیدھی استری کر کے فارغ ہوئی تو سر میں درد ہو رہا تھا۔ جسم تھکن سے چور تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس سے ایک کپ چائے بنوائے؟ حنا بھابی روزے سے تھیں انہیں بھی نہیں کہہ سکتی تھی۔ لہٰذا بیڈ پر تکیے میں منہ دے کر سو گئی۔ آنکھ حنا بھابی کی آواز پر کھلی۔

"راحمین! پلیز افطار کا وقت ہو رہا ہے' کچن میں میری مدد کرا دو۔"

ماریہ قریشی...... چھمن' چونترہ

ہر ظلم تیرا یاد ہے بھولا تو نہیں ہوں
اے وعدہ فراموش میں تجھ سا تو نہیں ہوں
اے دوست مجھے کیوں دیکھتا رہتا ہے زمانہ
دیوانہ سہی مگر تماشا تو نہیں ہوں
چپ چپ سہی مثل وقت کے ہاتھوں
مجبور سہی وقت سے ہارا تو نہیں ہوں
دل توڑا ہے اپنوں نے شکوہ نہ کروں گا
وہ بھول گیا مجھ کو میں بھولا تو نہیں ہوں
ساحل پہ کھڑے ہو تمہیں کیا ڈر' چلے جانا محسن
میں ڈوب رہا ہوں ابھی ڈوبا تو نہیں ہوں

''جی، میں......؟'' وہ بمشکل یہ کہہ کر اٹھی۔

''جلد آجاؤ' پکوڑے اور فروٹ چاٹ تم بنالو۔'' حنا بھابی یہ کہہ کر چلی گئیں۔ اسے اچھا نہیں لگا کیوں کہ ایسا کوئی کام اسے آتا ہی نہیں تھا۔ زریاب نے کمرے میں جھانکا تو وہ جلدی سے بولی۔

''زریاب!''

''جی!''

''مجھے واپس جانا ہے۔''

''اتنی جلدی۔'' وہ چونکا۔

''وہ بس' مجھے کچھ آتا نہیں' شرمندگی سے بہتر ہے کہ چلی جاؤں۔'' وہ خاصی نرمی سے بولی۔

''بس اتنی سی بات ہے' حنا بھابی سے پوچھ لیا کرو' وہ سب کچھ سکھادیں گی۔''

''مجھے ایسے کام نہیں سیکھنے۔'' وہ بولی۔

''تو پھر نہ سیکھو' پریشانی کیا ہے؟''

''ایسے کاموں سے میرا کوئی واسطہ نہیں' اسی لیے تو شادی نہیں کرنا چاہتی۔'' وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

''اچھا فیصلہ ہے' اسی لیے اب میری شادی ایسی لڑکی سے ہو رہی ہے جسے سب کاموں سے دلچسپی ہے۔'' زریاب نے جواب دیا تو وہ حیران سی دیکھتی رہ گئی۔ وہ چلا گیا تو نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کچن میں پہنچ گئی۔ حنا بھابی تیزی سے افطاری کے کاموں میں مصروف تھیں۔

افطار کا وقت قریب تھا۔ اس نے حنا بھابی کی ہدایت کے مطابق میز پر برتن لگائے' سب تیار شدہ چیزیں لاکر رکھیں۔ کچھ ہی دیر میں اوصاف اور زریاب آگئے۔ نغمہ آپا نے تو طبیعت خرابی کے باعث روزہ نہیں رکھا تھا۔ اس کا بھی روزہ نہیں تھا' زریاب نے سب چیزوں کو غور سے دیکھا اور تعریف کی۔

''بھئی پکوڑے اور فروٹ چاٹ راحمین نے بنائے ہیں۔'' حنا بھابی نے کہا۔

''مزہ تو تب ہے کہ راحمین روزے بھی رکھے۔'' زریاب نے گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ راحمین خجالت سے مسکرادی۔ اوصاف بھائی نے اس کی طرف سے کہا۔

''یہ کون سی بڑی بات ہے سب کے ساتھ اٹھے گی تو روزہ بھی رکھ لے گی۔'' وہ کچھ نہ بولی۔

پھر ایسا ہی ہوا۔ حنا بھابی نے اسے گہری نیند سے جگادیا۔

''راحمین! چاند کو ٹمپریچر سا ہے' سو نہیں رہا ذرا سحری کے لیے آملیٹ تو بناؤ میں آتی ہوں۔'' اسے بہت غصہ آیا مگر بول نہ سکی' اٹھنا پڑا۔ منہ پر پانی کے چھینٹے مارے' دوپٹہ لیا اور باہر نکلی۔ تیزی سے اپنی فہم کے مطابق آملیٹ بنایا' حنا بھابی نے پراٹھے بنائے' اس نے چائے کا پانی رکھا' برتن لگائے' سب کے ساتھ کھانا پڑا۔ حنا بھابی نے با آواز بلند روزہ رکھنے کی دعا پڑھی پھر اوصاف اور زریاب مسجد گئے تو حنا بھابی نے اس کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی' نماز پڑھ کر اسے کافی اچھا لگا۔ نغمہ پھوپو کی آواز آئی تو وہ ان کے پاس آگئی۔ گلابی دوپٹے کے ہالے میں اس کا چہرہ دیکھ کر نغمہ پھوپو کھل اٹھیں۔

''ماشاء اللہ! جیتی رہو' کتنا نور ہے میری بیٹی کے چہرے پر۔'' وہ خوش ہوگئی۔

''آپ کے لیے چائے لاؤں۔'' پہلی بار اس نے پوچھا۔

''نہیں' بس مجھے الماری سے قرآن پاک نکال کردو۔''

''جی بہتر!'' اس نے جلدی سے الماری کھول کر سبز غلاف شدہ قرآن پاک نکالا اور انہیں تھمادیا۔

''جاؤ جاکر آرام کرلو بیٹا!'' انہوں نے کہا تو وہ اٹھ کر آگئی۔

زریاب سے پھوپو کے کمرے کے باہر ٹکراؤ ہوگیا۔ دوپٹے میں پاکیزہ پاکیزہ سی راحمین بہت اچھی لگی۔ نظریں اس کے چہرے پر جم سی گئیں مگر اس کے بولنے سے بوکھلایا۔

''زریاب! ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟''

''ہاں' وہ تم بالکل میری ہونے والی بیوی جیسی لگ رہی ہو' سوری......!''

''حیرت ہے۔''

''حیرت کی کوئی بات نہیں ہے' تم اس سے ملوگی تو دیکھتی رہ جاؤ گی۔''

''تو کب ملوا رہے ہیں اس سے۔''

''ان شاء اللہ عید کے بعد۔''

''مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔'' وہ آگے بڑھ گئی' زریاب کو ہنسی آگئی۔

وہ کمرے میں آکر بھی کافی ڈسٹرب سی رہی۔ ذرا دیر کو بیڈ پر دراز ہوئی تو حنا بھابی کافی سارے کپڑے اٹھائے اس کے پاس آگئیں۔

''راحمین! یہ کپڑے ٹیلر کو دینے ہیں' بتاؤ تو کیسے سلنے چاہئیں؟''

''میں کیسے بتاؤں؟''

''بھئی وہ لڑکی بہت ماڈرن ہے سمجھ میں نہیں آرہا کیسے سلوائے جائیں؟''

''اسی سے پوچھ لیں۔'' وہ بولی۔

''ارے واہ! تم سے کیوں نہ پوچھیں بلکہ تم ساتھ جاؤ' زریاب لے جائے گا۔'' اسی وقت نغمہ بیگم نے وہاں آتے ہوئے کہا۔

''مگر پھوپو!'' وہ کترائی۔

''اچھا ہے نا' تمہارے مشورے سے سل جائیں گے۔'' حنا نے کہا۔ نغمہ بیگم جونہی کمرے سے گئیں تو حنا نے سنجیدگی سے کہا۔

''راحمین! دراصل اماں کو تمہارے انکار کا ابھی بتایا نہیں۔''

''تو تیاری......'' اسے حیرت ہوئی۔

''زریاب کے دوست کی بہن فریحہ' زریاب کو پسند ہے' ہم نے خاموشی سے ان سے بات کی ہے' ذرا اماں کی طبیعت بہتر ہوجائے تو بتادیں گے۔''

''آپ اور زریاب پھوپو جانی کو دھوکا دے رہے ہیں؟'' اسے بہت غصہ آیا۔

''نہیں' مصلحت کا تقاضا یہ ہے۔''

''زریاب کی پسند کا پھوپو کو پتا ہونا چاہیے' اسے غصہ آرہا تھا۔'' حنا نے واضح طور پر محسوس کیا۔

''رحمین! زریاب کی پہلی پسند تم ہی تھیں مگر تم نے کیونکہ انکار کردیا ہے تو گھر کی عزت بچانے کے لیے فریحہ کا انتخاب کیا ہے۔'' حنا بولیں۔

''محبت کا محور بدل گیا نا۔'' اس نے طنز کیا۔

''کس نے بدلا؟'' حنا نے بھی طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''چھوڑیئے' مجھے کیا بس مجھے واپس جانا ہے۔''

''ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔''

''مرضی تو زریاب کی چلی۔''

''لیکن پہل تم نے کی۔''

''ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے' مجھے واپس جانا ہے پلیز اوصاف بھائی سے کہیں کہ ڈرائیور کے ساتھ بھیج دیں۔''

''اوکے رات کہہ دوں گی۔'' حنا نے جواب دیا اور باہر چلی گئی۔ تب اسے بہت غصہ آیا' کھٹ سے پپا کو فون ملایا اور انہیں بھی آنے کو کہا وہ تو بے قرار ہوگئے۔ وہیں سے دلاسے دیئے اور اوصاف کو کہنے کا یقین دلایا۔

حنا اور زریاب بازار گئے تھے' عصر کا وقت ہو رہا تھا اور وہ اب تک نہیں لوٹے تھے۔ تب نغمہ پھوپو نے چاند کو اس

یاد دھیانی

آدھی رات کے بعد اگر تمہاری آنکھ کھلے
اور تم غیر متوقع ہونے والی
بارش کی آواز سنو
تو اتنا دھیان میں رکھنا
آدھی رات کو ہونے والی بارش
اکثر آدھی ادھوری دعاؤں
اور تمناؤں کی امین ہوتی ہے
آدھی رات کے بعد برسنے والی بارش
بہت نمکین ہوتی ہے

حمیرا علی...... کراچی

کے حوالے کیا۔

"ارے بیٹا! تم چاند کو سنبھال لو' میں ذرا کچن میں جاؤں کھانا بنانا ہے۔ افطار کا بندوبست کرنا ہے۔"

اس نے بڑے سلیقے سے روتے ہوئے چاند کو بازوؤں میں بھرلیا۔ روزے کی وجہ سے شدید نقاہت محسوس ہورہی تھی کیونکہ عادت ہی نہیں تھی۔ بڑی مشکل سے وقت گزر رہا تھا ایسے میں چاند کو سنبھالنا مشکل کام تھا خیر تھپک تھپک کے اسے سلایا تو اخلاقاً کچن میں آ گئی۔ نغمہ پھوپو اکیلی مصروف تھیں۔

"ارے تم سوئیں نہیں۔" وہ بولیں۔

"نیند نہیں آرہی۔"

"چلو یہ لو دہی بھلے مکس کرو' وقت منٹوں میں گزر جائے گا۔" انہوں پھینٹا ہوا دہی کا بڑا سا ڈونگا اسے پکڑاتے ہوئے کہا۔ اس کے ذہن میں آیا کہ وہ پھوپو کو حقیقت بتادے لیکن باہر گاڑی کی آواز پر چپ ہوگئی۔

"راحمین! بچے آؤ پہلے عصر کی نماز پڑھ لیتے ہیں۔"

"جی! وہ سب کام چھوڑ کر ان کے ساتھ باہر آ گئی۔"

نماز سے فارغ ہوتے ہی حنا نے نغمہ پھوپو کو ان کے کمرے میں بھیج دیا اور خود اسے لیے کچن میں آ گئی۔ سالن میں کچھ کسر باقی تھی' پکوڑوں کا مسالا تیار تھا' رائتہ تیار تھا۔

"آج تو تھک گئی ہوں۔" حنا ہنڈیا میں چمچہ چلاتے ہوئے بولی۔

"آپ رہنے دیں' میں دیکھتی ہوں۔" اسے اخلاقاً کہنا پڑا۔

"ارے نہیں' یہ سب چیزیں زندگی کا حصہ ہیں' شادی کی تیاری تو اچھا شگن ہے اور یہ باورچی خانے کی گہما گہمی بہت بڑی برکت ہے۔ مجھے عادت ہے۔" حنا نے بڑے سلیقے سے کہا۔

"دراصل ملازم بھی تو چھٹی پر ہیں۔"

"ہاں! لیکن میں اور اماں ملازمین پر بھروسا نہیں کرتے۔ بھلا کام کاج سے بھی کچھ ہوتا ہے۔ عورت کی پہچان ہی گھرداری ہے۔" حنا نے یخنی میں بھیگے ہوئے چاول ڈالتے ہوئے بتایا تو وہ ٹھٹکی۔

"یہ گھرداری اتنی ضروری کیوں ہے؟"

"اس لیے کہ گھر اسی سے چلتا ہے' بنتا ہے۔ لاکھ ملازم ہوں مگر لڑکیوں کو دلچسپی لینی پڑتی ہے۔" حنا نے تیزی سے جوس نکالنے کے لیے موسمی چھیلنی شروع کردی۔

"آپ کو پسند ہے؟"

"شادی سے پہلے بہت کام نہیں کرتی تھی' مما کو دیکھ دیکھ کر ان سے سیکھ گئی۔ یہاں آ کر اماں نے سب کچھ سکھادیا۔" وہ چپ ہوگئی' مزید کچھ پوچھا نہیں' حسب معمول میز پر برتن لگائے' چیزیں رکھیں' سب کو اطلاع دی اور یوں آج کے دن کا روزہ افطار ہوا۔

❋ .... ❖ .... ❋

رات وہ سامان بیگ میں رکھ رہی تھی کہ زریاب آ گیا۔

"مائی ڈیئر کزن! کیا ہورہا ہے؟" اس نے بیگ دیکھ کر بھی دانستہ پوچھا۔

"سامان پیک کررہی ہوں۔" وہ بولی۔

"اچھا! میرا تو خیال تھا کہ تم میری شادی اٹینڈ کر کے جاتیں۔"

"جی نہیں۔" اسے ایک دم غصہ آ گیا۔

"سوری یار! تمہیں کام کرنا پڑ رہا ہے۔" وہ انجان بن کر بولا۔

"میں کام کی بات نہیں کررہی۔"

"تو پھر......؟"

"تم نے اب تک پھوپو جانی کو اصل بات نہیں بتائی۔"

"ہاں نہیں بتایا کیونکہ شادی ہورہی ہے' تم نہ سہی فریحہ سہی' میں اپنی اماں کو صدمہ نہیں دے سکتا۔"

"دھوکا دے سکتے ہو' وہ تو مجھے ہی سمجھ رہی ہیں۔"

"سمجھنے دو' حقیقت کھل جائے گی' وہ جان لیں گی کہ

راحمین اشرف ان کی بہو نہیں بن رہیں بلکہ فریحہ امجد بن رہی ہیں۔" وہ حد درجہ سختی اور بے پروائی کے ساتھ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا تو وہ چلائی۔

"کچھ بھی کہو تم پھوپو جانی کو دھوکا دے رہے ہو، میرے فیصلے سے سب آگاہ ہیں لیکن پھوپو جانی نہیں۔"

"تو جاؤ بتاؤ پھوپو جانی کو کہ تم نے شادی نہیں کرنی۔" وہ شان بے نیازی سے بولا۔

"میں ضرور بتاؤں گی۔" وہ اکڑی۔

"اگر میری اماں کو صدمہ سے کچھ ہوا تو میں تمہارا گلا دبا دوں گا۔" وہ دونوں ہاتھ اس کی گردن کی طرف لاتے ہوئے غرایا تو وہ پرے ہوگئی۔

"تم اپنی ماں کو چیٹ کر رہے ہو۔" وہ بولی۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ تم فریحہ سے جیلس ہو رہی ہو۔" اس نے پوچھا۔ وہ گڑبڑائی۔

"جی نہیں، مجھے فریحہ سے کوئی مطلب نہیں۔"

"چلو پھر تو جھگڑا ہی ختم اب تو خوشی سے شاپنگ وغیرہ کرادو۔"

"راحمین! راحمین بیٹا! یہ دیکھو تو کڑوں کا سائزہ ٹھیک ہے۔" اسی اثناء میں نغمہ پھوپو دو خوب صورت کڑے لیے آگئیں۔

"جی سائز، کس کا سائز......؟" وہ الجھن کا شکار ہوگئی۔

"اماں بظاہر تو ٹھیک لگ رہا ہے۔" زریاب نے کہا۔

"بظاہر چھوڑو، بار بار توڑ پھوڑ کی میں قائل نہیں۔ پہن کر دیکھ لو۔" اماں کب ماننے والی تھیں۔

"راحمین! پہن کر دیکھ لو یہ اسٹینڈرڈ سائز ہے سب کو میرا مطلب ہے ایسی کلائی والی ہر لڑکی کو پورا آئے گا۔" مجبوراً راحمین نے ایک کڑا کلائی میں ڈال کر دیکھا اور اتار کے نغمہ پھوپو کو پکڑا دیا۔

"جیتی رہو۔" وہ یہ کہہ کر چلی گئیں تو اس نے زریاب کو گھور کر دیکھا۔

❁......❖......❁

اگلی صبح وہ اوصاف کے کہنے کے مطابق تیار تھی مگر ڈرائیور نہ ہونے کے باعث زریاب کو کہا گیا۔ پہلے تو اس نے انکار کیا مگر پھر اماں کے کہنے پر راضی ہوگیا۔ وہ سب سے مل کر آخر میں نغمہ پھوپو کے پاس گئی اور کچھ کہتے کہتے رک گئی، زریاب نے جلدی سے آواز لگادی۔

"محترمہ آجائیں، مجھے شام کو واپس بھی آنا ہے۔"

"کوئی افراتفری نہیں ہے، جو کام ضروری ہیں وہ کرکے آنا۔" نغمہ پھوپو نے زریاب سے کہا۔ وہ گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھنے لگی تو وہ ہتھے سے اکھڑ گیا۔

"مس راحمین بی بی! میں آپ کا ڈرائیور ہوں، نا منگیتر، آگے تشریف لائیں۔"

"ایکسکیوزمی مسٹر زریاب! بار بار جتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ یہ کہہ کر فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔

"میں تو حیران ہوں وہ قسمیں وعدے سب کوئی کیسے بھول سکتا ہے؟" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بہت ہولے سے وہ بولا۔

"میں کچھ نہیں بھولی۔"

"بھولی ہو تو شادی نہیں کر رہیں نا۔" گاڑی مین روڈ پر لاتے ہوئے بولا۔

"کوئی اور وجہ بھی ہوسکتی ہے۔" وہ بڑبڑائی۔

"چلو اب تمہیں کوئی خطرہ نہیں، شادی تو میں فریحہ سے کر رہا ہوں لہٰذا وہ وجہ تو بتاؤ۔" اس پر ترچھی نظر ڈال کر پوچھا۔

"بتایا تو تھا، بار بار بتانے کی مجھے عادت نہیں۔"

"یار! مجھے بالکل نہیں یاد ایک بار بتادو۔"

"مجھے اتنا ہی پتا چلا ہے کہ محبت، پسند ناپسند کی کوئی حیثیت نہیں، شادی صرف کولہو کے بیل کا نام ہے۔"

"وہاٹ؟" وہ زور سے چلایا۔

"میں حنا بھابی جیسی زندگی بسر نہیں کرسکتی۔ انسان آزاد فطرت پیدا ہوا ہے، میں پابندی کی قائل نہیں ہوں۔" وہ بتا کر کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھنے لگی۔

"کتنی بچکانہ سوچ ہے تمہاری۔ تم نے جو بھی ہمارے

ساتھ رہتے ہوئے کیا، کیا وہ کوفت کا باعث ہے یا کہیں کوئی خوشی اور اطمینان بھی ہے۔ وقت ملے تو سوچنا۔" زریاب نے کافی سنجیدگی سے کہا اور پوری توجہ سے ڈرائیو کرنے لگا۔ وہ اس کی بات سے الجھن کا شکار ہوگئی مگر کچھ بولی نہیں۔

پھر سارا رستہ خاموشی کی نذر ہوگیا۔ وہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے سوتی رہی اور وہ گاڑی دوڑاتا رہا۔

❁......❖......❁

طاہرہ بیگم نے واضح طور پر محسوس کیا کہ راحمین بجھی بجھی سی ہے۔ زریاب اشرف صاحب کے ساتھ مصروف تھا، تقریباً دو روز اسے رکنا پڑا، مگر وہ کھوئی کھوئی سی تھی۔ دادی کی گود میں سر رکھا، انہوں نے بالوں میں انگلیاں پھیریں تو آنکھیں بھر آئیں وہ پریشان ہوگئیں، طاہرہ بیگم نے بیٹی کی طرف دیکھا۔

"کیا بات ہے میری جان؟"

"کچھ نہیں۔"

"کچھ تو ہے؟" طاہرہ نے پوچھا۔

"جب میں نے کہا تھا کہ شادی نہیں کرنی تو آپ نے نغمہ پھوپو کو کیوں نہیں بتایا؟" وہ ایک دم احتجاجی انداز میں چلائی۔

"شادی سے انکار تم نے زریاب سے کر تو دیا نا۔" طاہرہ بیگم نے نرمی سے کہا۔

"ہاں! اسی لیے وہ اپنی مرضی کر رہا ہے، پھوپو کو دھوکا دے رہا ہے۔" وہ بولی۔

"راحمین! تمہیں کیا لینا دینا، وہ جس سے مرضی شادی کرے۔" طاہرہ بیگم بولیں۔

"بھئی ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آرہا، معاملہ کیا ہے؟" دادی قطعاً انجان تھیں۔

"آپ نہیں جانتیں کیا؟"

"اللہ رکھے تمہاری شادی ہو رہی ہے، ہمیں تو یہی پتا ہے۔"

"نہیں اماں! آپ کی لاڈلی نے انکار کردیا تھا،

محبت

خلیل جبران کہتا ہے: "آسمانوں سے محبت ہمارے دل پر اترتی ہے اور سب کچھ بدل کر رکھ دیتی ہے، ہمارے لیے ہر منظر، ہر موسم اور کیفیت کے معنی بدل دیتی ہے۔ ایک نیا احساس جگاتی ہے، پھول سے خوش رنگ، اپنی خوشبو سے کچھ اور سوا، سبزہ اور بھی تروات بخش ہو جاتا ہے۔ ساون کی رت کی ٹھنڈی پون اور جھومتی گھٹا، جذبات میں آگ لگا دیتی ہے اور پھر بارش بالکل پاگل کردیتی ہے۔ خوش گمانی کی حسین پریاں، ہمیں اپنی نرم و گداز بانہوں میں سمیٹ لیتی ہیں اور کبھی ایک نظر عمر بھر کے لیے زندگی بن جائے لیکن اس کے باوجود اسی کا نام محبت ہے۔

محبت ایک طلسمی کوہ ہے جس میں اگر انسان پھنس جائے تو پھر ساری زندگی رہائی کے لیے تڑپتا رہے اور شہر دل کے موسم بھی بڑے عجیب ہوتے ہیں، کبھی تو برسوں نہیں بدلتے اور کبھی لمحوں میں دل کی دنیا بدل دیتے ہیں۔ محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ امبر کی طرح دل پر چھا جاتی ہے۔"

دعا ہاشمی...... فیصل آباد

اب صرف زریاب کی شادی ہو رہی ہے۔ نغمہ آپا کو نہیں پتا، زریاب آج کل میں بتائے گا۔" طاہرہ نے بتایا تو وہ گرجیں۔

"ہیں...... یہ کیا ہو رہا ہے اور کوئی ہمیں بتا بھی نہیں رہا؟"

"کیا بتائیں، راحمین نے خود انکار کیا ہے۔ نغمہ آپا کی طبیعت ٹھیک نہیں اس لیے یہ صدمہ انہیں نہیں دیا۔" طاہرہ بیگم بولیں۔

"ذرا ملاؤ فون نغمہ کا، ہم خود بات کریں، یہ کل کا بچہ من مانیاں کرتا پھر رہا ہے۔"

"میں نے کچھ نہیں کیا نانو! سب راحمین نے کیا ہے؟ گھر میں شادی کارڈ چھپ کر آجائیں، زیور کپڑے تیار ہو جائیں تو لڑکی معمولی سی وجہ پر شادی

سے انکار کردے۔ ایسے میں لڑکے کو گھر کی عزت بچانی چاہیے یا ماں کی صحت‘ میں نے جو کیا اپنے گھر کی بہتری میں کیا۔“ زریاب اسی وقت آیا تھا‘ آخری جملہ سن کر سیخ پا ہو گیا۔

”ہمیں تو کچھ بتاتے۔“

”کیا بتاتا‘ آپ کی تربیت نے تو یہ دن دکھایا ہے۔“ وہ سنجیدگی سے بولا۔

”اپنی ماں سے بات کراؤ ہماری۔“ وہ غصے سے بولیں۔

”میں جا رہا ہوں‘ آپ بات کر لیجیے گا۔“

”اتنے منہ پھٹ اور بدلحاظ ہو گئے ہو۔“

”معاف کرنا نانو! راحمین سے کم ہوں مگر افسوس آپ کے لاڈ پیار نے اسے ایسا بنا دیا ہے۔“ وہ یہ کہہ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا چلا گیا۔

❋ .... ❖ .... ❋

زریاب گھر پہنچا تو نغمہ بیگم نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ وہ حنا بھابی کو اشارہ کر کے خود کمرے میں چلا گیا۔ حنا نے ساری بات زریاب کے کھاتے میں ڈال دی‘ راحمین کو صاف بچا لیا۔ نغمہ بیگم تو سر پیٹ کے رہ گئیں۔ رو رو کر بُرا حال کر لیا۔ زریاب کو دودھ نہ بخشنے کی دھمکیاں دیں‘ مگر وہ چپ رہا۔ دوسری طرف راحمین کو احساس ندامت کچوکے لگا رہا تھا‘ نغمہ پھوپو بیٹے کے کیے پر معافی مانگ رہی تھیں۔ راحمین زمین میں گڑی جا رہی تھی کہ سب کچھ زریاب نے اپنے سر لے لیا۔ اب کیا کیا جائے؟ دادی زریاب کو بُرا بھلا کہہ رہی تھیں۔

دل بُری طرح بے تاب تھا...... بے چین تھا...... مضطرب تھا...... دن تیزی سے گزر رہے تھے‘ سب خاموش تھے۔ اشرف صاحب باہر کے کاموں میں مصروف تھے۔ طاہرہ بیگم اداس اداس سی عید کی تیاریوں میں محو تھیں۔ آخری عشرے کے آخری چار دن بچے تھے‘ دادی نے نغمہ پھوپو سے ہر قسم کے رابطے پر پابندی لگا دی تھی‘ وہ چائے بنا کر اپنے کمرے میں آ گئی‘ غیر ارادی طور پر وارڈ روب کھولی تو سی گرین خوب صورت سوٹ پر نظریں ٹک گئیں۔ بے اختیار ہی آنکھوں میں نمی تیر گئی۔ پچھلی عید پر یہ سوٹ‘ ہمرنگ چوڑیاں اور ڈھیر ساری مٹھائی لے کر نغمہ پھوپو اور زریاب آئے تھے‘ جاتے ہوئے زریاب نے پیار بھری فرمائش کی تھی۔

”عید پر یہ سوٹ پہن کر میرا تصور کرنا‘ کیسا محسوس ہوا ضرور بتانا۔“ وہ گلابی پڑ گئی تھی۔

آج یہ سوٹ دیکھ کر دل غم سے بھر گیا‘ دل چاہا کہ زریاب کی بے وفائی پر خوب روئے مگر قصور تو سراسر اپنا تھا۔ یہ سوچ کر الماری بند کر کے سوفے پر بیٹھ گئی۔ چائے پینے کو دل نہ چاہا آنکھیں موند لیں‘ تبھی طاہرہ بیگم آ گئیں۔ اس کی حالت دیکھ کر رنجیدہ ہو گئیں۔

”چھوٹی سی ضد اور خودسری کی کتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑی ہے۔“

”کیوں...... کچھ نہیں ہے؟“ وہ چونک کر ہکلائی۔

”راحمین! تم نے غور کیا کہ جب سے نغمہ آپا کے پاس رہ کر آئی ہو تم میں سکون اور اطمینان کی کیفیت نہیں رہی‘ تمہیں وہاں گزارے پل یاد آتے ہیں۔“ طاہرہ بیگم نے گویا اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا وہ افسردہ سی ہو گئی۔ بات تو سچ تھی وہاں جس انداز میں دن رات گزارے تھے وہ یادگار تھے۔

”مجھے کچھ یاد نہیں کرنا۔“ وہ جھوٹ بول گئی۔

”کہانی یاد ہے نا‘ ہاتھ نا آئیں تو انگور کھٹے ہیں۔“

”امی! آپ میری دلجوئی کر رہی ہیں؟“

”میں اپنے دل کا درد شیئر کر رہی ہوں‘ اپنی بیٹی کے دکھ کو محسوس کر رہی ہوں۔“

”مجھے کوئی پروا نہیں۔“ وہ صاف مکر گئی۔

❋ .... ❖ .... ❋

باقی کے دن بھی بے سکونی میں گزر گئے۔ وہ رات بھی آ گئی جس کو چاند رات کہتے ہیں۔ طاہرہ بیگم عید کے دن کے لیے شیر خرما بنانے میں مصروف تھیں۔ باقی ملازمین گھر کی صفائی ستھرائی میں مگن تھے‘ خانساماں مچھلی کو مسالا

لگا رہا تھا۔ زیبو شامی کباب کے لیے ہرا مسالا کاٹ رہی تھی۔ وہ بے زاری ان سب کو دیکھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ بیڈ پر تکیے کے سہارے بیٹھ کر صرف اور صرف زریاب کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ سوچتے سوچتے نیند آ گئی‘ آنکھ ایک دم ٹھنڈک کے احساس سے کھلی تو حیرت سے آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ یقین کے لیے پلکیں جھپکا کر دیکھا۔ حنا کے ہاتھ میں کون مہندی تھی اور اس کے ہاتھ پر مہندی سے حنا نے ابھی صرف زیڈ آر لکھا تھا۔

”حنا...... حنا بھابی!“ بے اختیار ہی وہ ننھی منی بچی کی طرح روتی ہوئی ان سے لپٹ گئی۔

”ارے یہ کیا ہم اتنی دور سے تمہیں مہندی لگانے آئے ہیں‘ عیدی دینے آئے ہیں اور تم رو رہی ہو۔“ حنا نے ہنستے ہوئے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تو وہ روتے روتے مسکرا دی۔

”عیدی......؟“

”عیدی پلس مایوں کا جوڑا۔“ حنا نے اور چونکایا تو وہ مزید حیرت زدہ سی ہو گئی۔

”اور زریاب کی شادی......؟“

”زریاب کی شادی ہو رہی ہے اس پیاری سی‘ نادان سی راحمین سے۔“ حنا نے چھیڑا۔

”اور وہ......؟“ وہ ہچکچائی۔

”وہ سب تمہیں درست کرنے کا پلان تھا جس میں ہم سب شامل تھے۔ سب انتظامات زریاب‘ اشرف ماموں کے ساتھ مل کر کروا کے گیا تھا۔“ حنا نے بتایا تو وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

”لاؤ نام تو مکمل کر دوں پھر ہم نے کھانا کھانا ہے‘ قسم سے بہت بھوک لگی ہے۔“ حنا نے ہاتھ پکڑ کے مہندی سے زریاب لکھ کر اس کی پیشانی چومی اور کہا۔

”مبارک ہو۔“ وہ کھل اٹھی‘ ذہن سے بوجھ اتر گیا۔ پہلی بار اسے احساس ہوا کہ وہ زریاب کے بنا ادھوری ہے۔

طاہرہ بیگم نے زیبو سے کھانا لگانے کو کہا تو حنا فوراً چلی گئی وہ غور سے ہاتھ دیکھنے لگی۔ تبھی موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ نمبر دیکھ کر اس کے دل میں گدگدی سی ہوئی۔

”میرے چاند کو چاند رات مبارک ہو۔“ دوسری طرف سے زریاب کی شوخ آواز ابھری۔

”کتنا ستایا ہے تم نے......؟“ اس نے گلہ کیا۔

”اور تم نے محترمہ گھرداری صاحبہ! کتنا تڑپایا؟“ وہ بھی جواباً چہکا۔ اسے ہنسی آ گئی۔

”تم بہت اچھے ہو زریاب!“ اس نے اعتراف کیا۔

”اور تم بھی بہت اچھی بن گئی ہو‘ قسم سے جب تمہیں کام کرتا دیکھتا تھا دل شرارت کو مچلتا تھا۔ ایک دو بار تو ذہن میں آیا کہ......“ اس نے کہتے کہتے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”کیا......؟“

”چھوڑو......“

”نہیں بتاؤ نا......؟“

”یہی کہ تمہیں بیگم کہہ کر بلاؤں۔ تمہارے ہاتھوں کو چوم کر تمہیں سینے سے لگاؤں‘ کتنے پیار سے استری کر رہی تھیں تم......“ زریاب نے شوخ و شنگ لہجے میں کہا تو وہ گل رنگ ہو گئی۔

”آپ بہت بُرے ہو۔“

”ہیں...... کبھی اچھے کبھی بُرے۔ یار! سوچ لو کر ایک فیصلہ کر لو۔“ اس نے کہا تو وہ کھل کھلا کے ہنس پڑی۔ فضا میں اس کی ہنسی کے جلترنگ بج اٹھے۔

❋

عید سعید

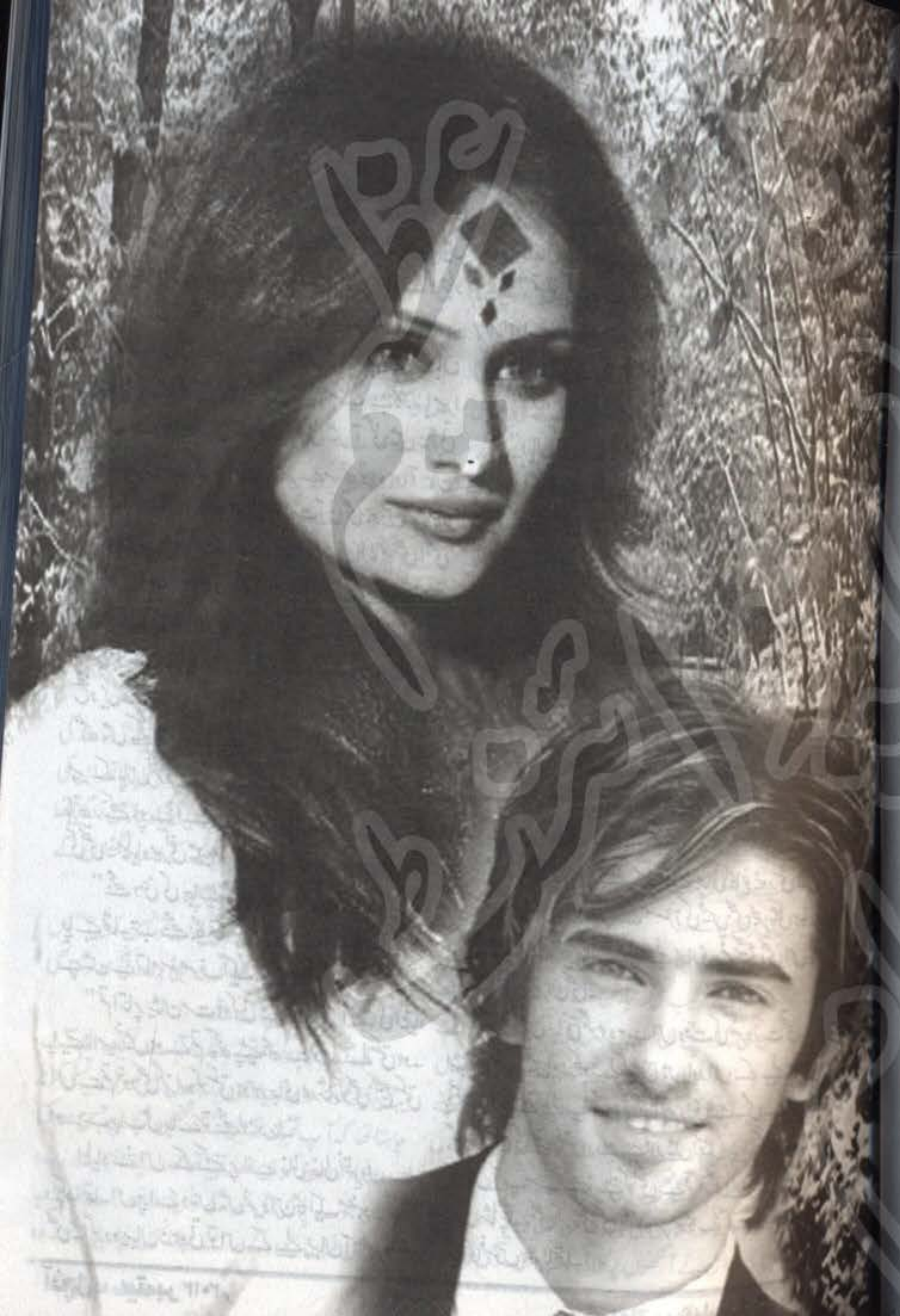

کیکٹس کا پھول

عشنا کوثر سردار

ان کے بغیر ہم پہ جو گزری ہے رات دن
ان سے کہیں گے' لاکھ وہ ہم سے خفا سہی
تیرے بغیر یوں بھی تو جاگی ہوں مدتوں
آ جا کہ آج ایک نیا رَت جگا سہی

ڈاؤن اسٹریٹ پر چلتے ہوئے اس کا ذہن سوچوں سے بری طرح الجھا ہوا تھا۔ اسے اس وقت اس برستی بارش کی بھی کوئی پروا تھی نا اس ٹھنڈے موسم کی' چہرہ کسی بھی جذبات سے ایسے عاری تھا جیسے وہ کوئی ڈمی ہو اور کسی موسم یا بات کا اثر اس پر مطلق نہ ہوتا ہو۔

''ایلیاہ میر' تمہیں عادت ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہونے کی۔ زندگی ایسے نہیں گزرتی۔'' شام میں ہی اس کے ساتھ بیٹھی نمرہ نے کافی کے سپ لیتے ہوئے کہا تھا۔

''میں بزدل نہیں ہوں نمرہ۔ مجھے ایسے مت دیکھو میں تھک کر رکنا بھی نہیں چاہتی۔ میں رک گئی تو زندگی رک جائے گی اور......!'' اس سوچ سے آگے وہ سوچ سکی تھی نہ بول سکتی تھی۔ بس خاموشی سے نمرہ کی سمت دیکھا تھا۔ نمرہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''ڈونٹ وری آئی ایم ہیئر' اگر تمہیں خود پر بھروسا ہے تو پھر ساری منفی باتوں اور سوچوں کو ذہن سے نکال کر باہر پھینک دو۔ اس عمر میں اتنی ٹینشن لوگی تو آگے جا کر کیا کرو گی؟ چہرے پر رونق رہے گی نہ خوب صورتی۔ تم یوں بھی ''آئس میڈن'' مشہور ہو۔ کوئی تمہاری طرف مشکل سے ہی متوجہ ہوتا ہے۔ سوچنے کی رفتار یہی رہی تو کوئی بے تاثر نگاہ ڈالنا بھی ترک کردے گا۔ تم چاہتی ہو ایسا کچھ ہو؟'' نمرہ نے مسکراتے ہوئے اسے ڈرایا تھا۔ وہ جانتی تھی نمرہ اسے اس سوچ سے باہر لانا چاہتی تھی تبھی مسکرا دی تھی۔ مگر مسکرانے سے اس کی سوچ ختم نہیں ہوئی تھی نہ وہ فکر گئی تھی۔

''یہاں آنے کا میرا فیصلہ جیسے کوئی آخری راہ تھی نمرہ۔ مجھے اس سے آگے کی کوئی راہ دکھائی نہیں دی تھی۔ اب اگر یہ راہ بھی کسی بند گلی پر ختم ہوگئی تو میرا کیا بنے گا؟ میری ساری امیدوں کا پانی میں ملنا تو طے ہے نا؟'' ایلیاہ میر نے کافی کا سپ لیتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اپنی کنپٹی کو دبایا تھا۔

''اوہ مائی ڈیئر ایلیاہ میر' کاش میں تمہاری ان بے وجہ کی فکروں کی گٹھڑی بنا کر کسی دریا میں پھینک پاتی یا پھر تمہیں ہی اس دریا میں دھکا دے دیتی۔'' نمرہ نے دونوں ہاتھ اس کے گلے کی سمت بڑھاتے ہوئے اسے گھورا تھا۔ ایلیاہ میر مسکرادی۔

''اچھی خاصی معقول لگتی ہو جب مسکراتی ہو۔ تمہیں روتی صورت بنائے رہنا کیوں پسند ہے؟'' نمرہ نے بسکٹ کی پلیٹ اس کی سمت بڑھائی تھی جسے اس نے ہاتھ سے پرے کردیا۔

''آئی لوسٹ مائی جاب نمرہ' تم جانتی ہو یہ کتنا بڑا نقصان ہے۔ میں اسٹوڈنٹ ویزہ پر یہاں ہوں۔ یہ کساد بازاری کا دور ہے۔ جابز ملنا کتنا مشکل ہے یہ بات تم بھی جانتی ہو۔ میرا ویزہ آل ریڈی ایکسپائرڈ ہو چکا ہے۔ (UK Border Agency) میں ویزا ایکسٹنڈ کرنے کی اپیل کیے دو ماہ گزر چکے ہیں۔ ابھی تک مجھے میری یونیورسٹی سے سٹوفکیٹ ملنے کی کوئی خبر نہیں آئی۔ میں (Post Study

(Work کے لیے تب تک اپلائی نہیں کرسکتی جب تک کہ یونیورسٹی مجھے وہ سرٹیفکیٹ نہ دے دے۔ میں اپنی اس ایک پارٹ ٹائم جاب سے بھی ہاتھ دھو چکی ہوں اور تم کہہ رہی ہو میں پریشان نہ ہوں۔ اس سچویشن میں اور کیا کروں میں؟ اب تک میں نے وہ وہ کیا جو تم نے مجھے مشورہ دیا۔ اس موٹے پیٹ والے لائر کے منہ میں کتنے پاؤنڈز جاچکے ہیں اور کتنے وہ مزید کھانے اور ڈکار لیے بنا ہضم کرنے کو تیار ہے۔ اس کی فکر میں نہ کروں تو اور کون کرے گا؟ میں یہ سب کیسے کرپاؤں گی؟ گھر سے ثناء کا فون آرہا ہے۔ ان کو وہاں پیسے چاہئیں۔ کہاں سے بھیجوں میں؟ سب بے کار رہا میرا یہاں آنے کا فیصلہ ہی غلط تھا۔ فضول میں آگئی میں نہ آتی تو اتنی پرابلم میں بھی نہ گھرتی۔ میرے ساتھ تو وہ ہوا آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا اور میری شامت آئی تھی جو اس بے کار کے کالج میں ایڈمیشن لیا اور یہ کساد بازاری کا ٹائم بھی ابھی آنا تھا؟ کب نکلوں گی میں ان پرابلمز سے؟ کہاں سے پیسے بھیجوں گی ثناء اور جامی کو؟ کتنی اسٹوپڈ ہوں میں اب PSW ملنے تک کیا کروں گی؟ یوکے والے مجھے اٹھا کر باہر پٹخ دیں گے اور ایسا نہ بھی ہوا تو کس طرح سروائیو کروں گی۔ سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ دماغ پھٹ جائے گا میرا۔'' ایلیاہ میر کے پاس فکروں کے انبار تھے۔ نمرہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بھرپور ہمت دلانے کی اپنی سی کوشش کی تھی۔ ایلیاہ میر نفی میں سر ہلانے لگی تھی۔

''مجھے دبئی کی جاب چھوڑ کر اس طرح یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ تب مجھے لگا تھا یہی بہتری کی راہ ہے مگر اب لگتا ہے میں نے تمام سفر صرف ایک بند گلی کی طرف کیا۔''

''تم اتنا پریشان مت ہو کوئی نہ کوئی راہ نکل آئے گی ایلیاہ! ایسے ناامید نہیں ہوتے تم کچھ پیسے مجھ سے ادھار لے سکتی ہو۔ اس سے تم خود بھی گزارہ کرسکتی ہو اور جامی اور ثناء کو بھی بھیج سکتی ہو۔ جب جاب مل جائے تو مجھے لوٹا دینا۔''

ایلیاہ نے اس کے کہنے پر اسے خالی خالی نظروں سے دیکھا تھا۔ اس پرائے دیس میں نمرہ اس کا ایک مضبوط سہارا تھی۔ اگر وہ یہاں نہ ہوتی تو اس کے لیے یہاں آنا، سروائیو کرنا بہت مشکل ہوجاتا۔

''تم خود کچھ پریشان لگ رہی ہو؟'' ایلیاہ نے اپنی مشکل سے سوچ بچا کر اس کی سمت دیکھا تھا۔ نمرہ نے گہری سانس لی تھی۔

''نہیں، سب ٹھیک ہے۔'' وہ مطمئن نظر آنے کو مسکرائی تھی اور کافی کے سپ لینے لگی تھی۔

''تم تو گھر جانے والی تھیں نا، کیا ہوا؟ ایسے منہ کیوں اترا ہوا ہے؟'' ایلیاہ نے پوچھا تھا۔

''اب نہیں جارہی؟'' نمرہ کا انداز مطمئن تھا۔

''کیوں؟'' ایلیاہ حیران ہوئی تھی۔

''وہاں کسی کو میری ضرورت نہیں ہے'' وہ اطمینان سے مسکرائی تھی اور اس کی سمت سے نظریں چرا گئی تھی۔ ایلیاہ کو ان آنکھوں میں کچھ دکھائی دیا تھا تبھی ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا تھا۔

''کیا ہوا ایسے کیوں کہہ رہی ہو؟ تم تو چھ سال بعد گھر جانے والی تھیں نا؟ اتنی ڈھیر ساری شاپنگ کی سب کے لیے گفٹس لیے سب کو سرپرائز دینے کی ٹھانی اور اب......؟''

''ہاں میں سرپرائز دینا چاہتی تھی چھ سال بعد وہاں جاکر مگر ابھی وہاں، بہت سی ضرورتوں کو پورا کرنا باقی ہے۔ ممی نے بتایا ہے عروسہ کی شادی کے لیے بڑی رقم چاہیے اور مجھے اس کے لیے یہیں رہنا پڑے گا۔''

''مگر تم تو کچھ ہی مہینے پہلے اپنے بھائی کا یونیورسٹی میں ایڈمیشن کروا چکی ہو اور اس کے سمسٹرز کی فیس بھی بھر چکی ہو۔ پچھلے مہینے تم نے گھر بنانے کے لیے بھاری رقم بھیجی تھی اس کا کیا؟'' ایلیاہ حیران تھی۔

''میں نہیں جانتی مگر وہ سب اس وقت کی ضرورت تھی۔ اب نئی ضرورتیں منہ کھولے کھڑی ہیں اور اس کے لیے میرا پاکستان جانے کا ٹرپ منسوخ کرنا ضروری ہے۔ ممی نے کل کہا پیسوں کی سخت ضرورت ہے اور میں انہیں یہ بتا نہیں سکی کہ میں آپ سب سے ملنے کو کتنی بے قرار تھی اور کتنی ڈھیر ساری شاپنگ بھی کرچکی تھی۔'' وہ سر جھکائے کہہ رہی تھی۔ ایلیاہ کو افسوس ہورہا تھا۔

''اوہ، یہ ٹھیک نہیں ہوا، نا تم اگر آنٹی کو بتاتیں تو......!''

''اس سے کچھ نہیں ہوتا۔'' نمرہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

''لڑکیوں کے کاندھوں پر ساری کی ساری ذمہ داریاں ڈال دینے سے ان کے خواب مرجاتے ہیں نمرہ اور وہ اس کی شکایت بھی کسی سے نہیں کرسکتیں۔ دیکھو تم کتنی اسٹرگل کررہی ہو۔ پچھلے چھ سال سے یہاں ہو۔ جو کماتی ہو سارا کا سارا گھر بھجوادیتی ہو اور اس پر بھی کسی کو تمہاری کوئی پروا نہیں وہ پلٹ کر یہ تک نہیں پوچھتے کہ ٹھیک بھی ہو کہ نہیں۔ گھر واپس آنا چاہتی بھی ہو کہ نہیں؟ ہمیں مس بھی کرتی ہو کہ نہیں بات ہوتی ہے تو صرف پیسے بھجوانے کی، ضرورتیں گنوانے کی، میری صورت حال مشکل ہے۔ مگر تم میری صورت حال سے کہیں زیادہ مشکل میں ہو۔ میری طرف سارا کا سارا بوجھ اور ذمہ داری اس لیے کہ وہاں کوئی اور ایسا کرنے کے لیے نہیں ہے۔ مگر تم...... سب رشتوں کے ہوتے ہوئے بھی سب جھیل رہی ہو۔'' ایلیاہ افسوس سے بولی تھی۔

''مجھے اس کی پروا نہیں ہے ایلیاہ، تم زیادہ مت سوچو میں خوش ہوں۔ میں ان کی کوئی مدد کررہی ہوں جاذب کی پڑھائی مکمل ہوجائے گی تو میری ذمہ داریاں بھی پوری ہوجائیں گی۔ اینی وے میں اپنے آفس میں تمہاری جاب کے لیے بات کروں گی تم فکر مت کرو۔'' نمرہ مشکل صورت حال سے نمٹنے کا ہنر جانتی تھی اور تھکی ہوئی تو وہ بھی نہیں تھی۔ مگر اسے فی الحال سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس سچویشن سے کس طرح باہر نکلا جائے۔

❁......❁......❁

وہ گھر کے قریب تھی۔ بارش کے باعث سڑک پر کچھ پھسلن تھی۔ وہ اپنی ہی سوچوں میں تھی۔ تبھی ایک دم سے پاؤں پھسلا اور وہ اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش میں گھٹنوں کے بل زمین پر آرہی اسی وقت اس کے سامنے سے آتی ہوئی کار کے ٹائر چرچرائے تھے۔ وہ اپنی آنکھیں خوف سے بند کرگئی تھی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ گاڑی کی ہیڈ لائٹس اس کی آنکھوں پر پڑ رہی تھی۔ اس نے آنکھوں پر کلائی رکھ لی تھی۔ تبھی گاڑی کا دروازہ کھول کر کوئی باہر نکلا اور اس کے قریب آن رکا۔ ایلیاہ نے اسی طرح گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھے ہوئے آنکھوں پر سے بازو ہٹا کر دیکھا تھا۔ کوئی اسے خشمگین نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''آپ کو مرنے کا بہت شوق ہے لیکن اس کے لیے میری ہی گاڑی کا انتخاب کیوں؟ آپ کو کوئی اور گاڑی نہیں ملی؟'' کسی نے اسے لتاڑا تو وہ چندھائی ہوئی آنکھوں کو دیکھنے کے قابل بنانے کی سعی کرتے ہوئے اپنی دونوں آنکھوں سے اس بندے کو گھورنے لگی تھی۔ لمحہ، توقف سے اس کی آنکھیں اس قابل ہوئی تھیں کہ وہ سامنے کھڑے لمبے چوڑے بندے کو دیکھ پائی تھی۔

''اب اس طرح کیا دیکھ رہی ہیں؟ گاڑی کے سامنے سے ہٹنے کا موڈ ہے یا نہیں؟'' اس شخص کا موڈ خراب تھا یا اسے دیکھ کر خراب ہوگیا تھا؟ وہ اخذ نہیں کرپائی تھی۔ بس خاموشی سے اس شخص کو دیکھا تھا اور اس کے معصوم انداز میں اس کی سمت دیکھنے سے اثر یہ ہوا تھا کہ اس شخص نے اپنا ہاتھ اس کی سمت مدد کے لیے بڑھا دیا تھا۔ جسے ایلیاہ میر نے حیرت سے دیکھا تھا۔

''اب ایسے کیا دیکھ رہی ہیں، ہاتھ دیجیے۔'' وہ مدد کی بھرپور پیشکش کرتا ہوا بولا۔ ایلیاہ نے تب بھی اپنا ہاتھ اس کی سمت نہیں بڑھایا تھا۔ اس بندے کو شاید ایلیاہ پر ترس آگیا تھا تبھی لمحہ بھر کو اسے خاموشی سے دیکھنے کے بعد وہ گھٹنوں کے بل جھک کر اس کے قریب بیٹھ کر پوچھا۔

''آپ ٹھیک تو ہیں کہیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟'' اس کے توجہ سے پوچھنے کا اثر تھا کہ وہ ہی زدورنج ہورہی تھی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے۔

''اوہ آپ کا پروگرام تو لمبا لگ رہا ہے۔ ٹھیک ہے آپ یہاں بیٹھ کر آنسو بہایئے میں جاتا ہوں میں صرف یہ تسلی کرنا چاہتا تھا کہ آپ ٹھیک تو ہیں۔'' وہ شخص اتنا بے حس ہوسکتا ہے ایلیاہ کو سوچ کر ہی غصہ آیا تھا اور اپنے انتہا سے زیادہ حساس ہونے پر بھی جی بھر کے ملال ہوا تھا۔ اسے اپنے یہ آنسو اس طرح کسی کے سامنے بہانا نہیں چاہیے تھے۔ وہ

شاید یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ کوئی فضول سی لڑکی ہے اور......!
یہی سوچ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی تھی اور گھٹنے کی چوٹ کے باعث کراہ کر رہ گئی تھی۔ اس اجنبی نے جو اپنی گاڑی کی طرف پلٹ رہا تھا مڑ کر اسے دیکھا تھا اور پھر جانے کیوں اس کے قریب آیا اور مدد کو ہاتھ دوبارہ اس کی سمت بڑھا دیا تھا۔
ایلیاہ نے اس کا پھیلا ہوا ہاتھ دیکھا تھا اور پھر جانے کیا سوچ کر اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔
"آپ کو چوٹ زیادہ لگی ہے تو اسپتال لے چلوں؟" اس بندے نے پیشکش کی تو ایلیاہ نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔
"اچھا کہاں رہتی ہیں آپ، گھر ڈراپ کر دوں؟" وہ مہربان بننے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔
"اس کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکال کر ایک سمت کھڑی ہو گئی تھی۔ اس شخص نے اسے بغور دیکھا تھا۔ شاید وہ بھی لیا دیا انداز رکھنے والا تھا یا پھر وہ جلدی میں تھا اور اس میں دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔ تبھی گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھا اور گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔ ایلیاہ میر نے بھی کوئی خاص نوٹس نہیں لیا اور زخمی گھٹنے کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی گھر کے اندر داخل ہوئی تھی اس کا ارادہ لینڈ لیڈی کا سامنا کرنے کا قطعاً نہیں تھا۔ اس نے کمرے کا رینٹ مانگنا تھا اور وہ فی الحال اس حملے کے لیے تیار نہیں تھی۔ تبھی نظر بچا کر چلتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ بیگ ایک طرف رکھ کر جب وہ گھٹنے کا زخم دیکھ رہی تھی تبھی فون بجا تھا۔ ثناء کا نام دیکھ کر اس نے کال پک کرنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کی تھی۔
"آپا آپ ٹھیک تو ہیں؟ میں کافی دیر سے آپ کا نمبر ٹرائی کر رہی تھی۔ آپ کال پک کیوں نہیں کر رہی تھیں؟" دوسری طرف ثناء نے فکر سے پوچھا تھا۔
"میں ٹھیک ہوں۔" وہ گھٹنے پر اینٹی سیپٹک لگاتے ہوئے سسکی تھی۔
"کیا ہوا؟ آپ ٹھیک تو ہیں نا؟" ثناء کو فکر ہوئی تھی۔
"کچھ نہیں ہوا، سب ٹھیک ہے تم کیسی ہو؟ جامی کہاں ہے، کئی دنوں سے اس نے فون نہیں کیا؟"
"وہ اپنے سمسٹر میں بزی تھا اور اس کے بعد اسے اسائنمنٹ جمع کروانا تھے۔ اس کے نئے سمسٹر کی فیس بھرنا تھی۔ آپ نے کہا تھا پیسے بھجوا رہی ہیں ابھی تک اکاؤنٹ میں پیسے آئے نہیں۔"
"وہ ہاں میں تمہیں ویسٹرن یونین سے پیسے بھجوانے والی تھی مگر......!"
"مگر کیا آپا؟"
"میں رقم جلد بھجواؤں گی ثناء تم فکر مت کرو۔ تمنا کی اسٹڈی کیسی چل رہی ہے؟ تمہیں فون کرتی ہے یا نہیں؟"
"کرتی ہے مگر اس کی اسٹڈی ٹف ہے سو زیادہ ٹائم نہیں ملتا اور دو چار سال میں ڈاکٹر بن جائے گی تو آپ کو کافی آرام مل جائے گا۔ ابھی تو ساری ذمے داریوں کا بوجھ آپ کے کاندھوں پر ہے اور......!"
"ایسا نہیں ہے ثناء، میں ایسا نہیں سمجھتی یہ بوجھ نہیں ہے میری ذمہ داری ہو تم لوگ میں تم سب کا حصہ ہوں، تم سب کے علاوہ میرا کون ہے؟ ہم ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ سو ایک دوسرے کی طاقت بھی ہیں۔" ایلیاہ میر نے کہتے ہوئے گھٹنے کے زخم کو پٹی سے چھپایا تھا۔
"میں دو چار دنوں میں پیسے بھجوا دوں گی تم جا کر گروسری کر آنا اور ہاں جامی سے کہنا بائیک زیادہ تیز مت چلائے ورنہ میں آؤں گی تو اس کے خوب کان کھینچوں گی۔"
"یونیورسٹی سے سرٹیفکیٹ مل گیا آپ کو؟ میں نے نیوز پیپر میں پڑھا تھا آج کل یو کے میں اسٹوڈنٹس کے لیے انہوں نے اپنی پالیسیز کافی سخت کر دی ہیں۔ اب آپ اسٹڈی کے بعد وہاں رک نہیں سکتیں۔ میں نے پڑھا تھا کہ اسٹوڈنٹس صرف چائے بسکٹ پر گزارا کر رہے ہیں۔ مجھے آپ کی بہت فکر ہو رہی تھی۔ آپ کو دبئی کی جاب کو چھوڑ کر یو کے جانے کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یو کے اسٹوڈنٹ ویزا پر جانا بہت بڑا رسک تھا۔ اگر کچھ غلط ہوتا تو......!" ثناء فکر مندی سے بولی۔

"کچھ غلط نہیں ہوگا ثناء۔ میرے پاس دو دو ایم بی اے کی ڈگریاں ہیں اب...... اگرچہ یہاں سے کیے گئے ایم بی اے کی ڈگری ابھی نہیں ملی مگر جلد یا بدیر مل ہی جائے گی پھر میں پی ایس ڈبلیو کے لیے اپلائی کروں گی اور دو سال کے لیے لیگلی یہاں رہ سکوں گی اور کام بھی کرسکوں گی۔ اگر ایسا کچھ نہیں ہوتا تو میں جانتی ہوں مجھے کیا کرنا ہے۔ تمہیں اس کے لیے فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنی ذمہ داریوں کو خوب سمجھتی ہو ثناء۔ میرے ہوتے ہوئے تم لوگوں کو کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے جو بھی کیا جو بھی فیصلہ لیا تم لوگوں کو ذہن میں رکھ کرلیا۔ دو سال بہت ہوتے ہیں۔ دو سال یہاں ٹک جانے کا مطلب ہے تمنا کے میڈیکل کی تعلیم مکمل ہوجانا۔ تمہارا بی اے مکمل ہوجانا اور جامی کا ہائی اسکول پاس کرلینا۔ اس کے بعد میں کہیں بھی جا کر کوئی بھی اچھی جاب کرسکتی ہوں۔ میں یہاں مستقل قیام کا سوچ کر نہیں آئی صرف تم لوگوں کا اچھا فیوچر میری نظر میں ہے اور دو سال اس کے لیے کافی ہیں۔" ایلیاہ میر اسے سہولت سے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"اچھا سنو ثناء میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے تھوڑی پیٹ پوجا کرنے دو۔"

"آپ کھانا کھانے کے بعد SKYPE پر آئیں گی نا؟ ہم نے کئی دنوں سے آپ کو نہیں دیکھا۔"

"ٹھیک ہے ثناء میں بات کرتی ہوں۔" ایلیاہ میر نے کہہ کر سلسلہ منقطع کیا تھا اور اٹھ کر واش روم میں گھس گئی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

صبح اٹھ کر اس نے ای میلز چیک کیں مگر کسی اپلائی کی گئی جاب کا جواب نہ پا کر اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔ اس نے بریک فاسٹ کیے بنا کوٹ پہنا تھا اور اٹھ کر باہر نکل آئی تھی۔ اسٹریٹ پر ایک طرف چلتے ہوئے وہ سیل فون پر نمرہ کا نمبر ملانے لگی تھی۔ وہ شاید اس وقت سو رہی تھی تبھی کال پک نہیں کی تھی۔ وہ بینک آئی اور اپنے اکاؤنٹ سے کچھ رقم نکلوا کر ثناء کو بجھوائی اور ایک ریسٹورنٹ میں آن بیٹھی تھی۔ کافی کے سپ لیتے ہوئے ایک گہری سانس خارج کی تھی اور سامنے نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک چمک سی کوندی تھی۔ جیسے ایک امید کی کرن دکھائی دی تھی اور دوسرے ہی پل اٹھ کر وہ اس طرف چل پڑی تھی۔ نمرہ نے کچھ دن پہلے اسے ایک کارڈ تھمایا تھا اس کے کسی جاننے والے کی کمپنی تھی شاید یہاں کچھ بات بن سکتی تھی۔

"جی، کس سے ملنا ہے آپ کو؟" ریسپشنسٹ نے شستہ انگریزی میں پوچھا تھا۔

"وہ میں، مجھے ریان حق سے ملنا ہے۔" اس نے مٹھی میں دبا کارڈ دیکھ کر روانی سے کہا تھا۔ ریسپشنسٹ نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"آپ کی کوئی اپائمنٹ ہے۔"

"نہیں، مگر......!"

"آپ ان سے نہیں مل سکتیں۔" اس کے دوٹوک جواب نے اس کی آخری امید بھی توڑ دی تھی۔ وہ اس سے زبردستی کیسے ملتی؟ اس نے ریسپشنسٹ کو دیکھا کچھ سوچا اور پھر پوچھا۔

"وہ آپ کے بائیں جانب پیچھے دیوار پر کیا سائن ہے؟ اس کا کیا مطلب ہے؟" کلف لگی گردن والی اس خاتون نے اپنے سپاٹ چہرے کو کچھ موڑا اور یہی وقت تھا جب وہ ایک ہی جست میں اندر کی جانب بڑھ گئی تھی ریسپشنسٹ اس کے پیچھے چیخی تھی۔

"ہے لڑکی...... کوئی روکو اسے۔" وہ پورے زور سے حلق پھاڑ کر چلائی مگر ایلیاہ میر نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا اور سیدھی چلتی ہوئی سی ای او کے روم کے سامنے آن رکی تھی۔ بنا کچھ سوچے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تھا اور بنا اجازت لیے اندر داخل ہوگئی تھی۔

"ایکسکیوزمی، آئی ایم ایلیاہ میر۔" وہ پورے جوش سے بولی تھی۔ تبھی چیئر پر بیٹھے شخص نے سر اٹھا کر اس کی سمت دیکھا اور وہ اپنی جگہ بت بن گئی تھی۔ سامنے چیئر پر وہی شخص براجمان تھا جس کی گاڑی کے سامنے وہ اس رات آئی تھی۔ وہ شخص اسے دیکھ کر چونکا تھا۔

"جی آپ یہاں کیسے؟" وہ بنا کسی اپائنٹمنٹ لیے اسے

اپنے روم میں گھس جانے پر حیران ہوا تھا اور اسے خشمگین نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ ایلیاہ میر نے ابھی کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا جب سیکیورٹی نے اسے آن دبوچا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے یہ کس قوم کا رویہ اپنا رہے ہیں میرے ساتھ؟" وہ چیخی تھی۔ مگر ہٹے کٹے سیکیورٹی اہلکاروں نے اسے چھوڑا نہیں تھا۔ ایلیاہ میر نے سامنے چیئر پر بیٹھے شخص کو گھورا تھا۔

"ایسے خاموش بیٹھے کیا دیکھ رہے ہیں آپ؟ آپ کی کنٹری سے ہوں کچھ تو لحاظ کریں یہاں بم پھوڑنے نہیں آئی۔ آپ سے ملنے آئی ہوں۔ کم از کم اس طرح کا سلوک نہ کریں۔" وہ غصے سے اردو میں گویا ہوئی تھی۔ ریان حق نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا تھا اور پھر سیکیورٹی اہلکاروں کو اسے چھوڑنے کا اشارہ دیا تھا۔

"آپ جائیں یہاں سے۔" اس کے حکم پر دونوں اہلکار باہر نکل گئے تھے۔ ایلیاہ میر نے گہری سانس لیتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

"شکر ہے بات آپ کی سمجھ میں تو آئی۔ چلو پرائے دیس میں ایک دیسی کی ہیلپ تو نصیب ہوئی۔" اس نے طنز کیا۔

"آئی ایم برٹش۔" وہ جتاتا ہوا بولا تھا۔ اس مختصر جملے میں کوئی نفی تھی نا کوئی مثبت اعلان۔ مگر ایلیاہ میر نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا ضرور تھا۔ مگر وہ مزید کچھ کہہ کر بات بگاڑنا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی سہولت سے بولی تھی۔

"مجھے نمرہ نے آپ کا کارڈ دیا تھا۔ آپ ان کی کسی کزن کے ریلیٹیو ہیں۔" اس نے مدعا بیان کیا تھا۔ اس نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی تھی۔ تبھی وہ گہری سانس خارج کرتا ہوا بولا تھا۔

"مس، آپ کوئی بھی ہیں مگر اس وقت انگلینڈ میں کساد بازاری چل رہی ہے۔ ہم اپنا اسٹاف کم کررہے ہیں۔ بہت سے قابل لوگ اپنی جابز سے ہاتھ دھو رہے ہیں۔ ہمیں اپنی کمپنی کو بچانا ہے۔ اس کی ساکھ کو بچانا ہے اور اس کے لیے ہم بہت سا غیر ضروری اسٹاف بھرتی نہیں کرسکتے۔ ہم مقامی لوگوں کو جابز سے برخاست کررہے ہیں اور آپ تو یہاں کی ہیں بھی نہیں۔ یوں بھی ہم صرف لوکل لوگوں کو ہی جابز دینے پر پابند ہیں۔ میں کمپنی پالیسی کے خلاف نہیں جاسکتا۔" اس کا لہجہ معذرت خواہانہ تھا۔ اس شخص کا چہرہ اس رات سے زیادہ سپاٹ تھا۔ وہ اسے گھورنے لگی تھی پھر سلگ کر بولی۔

"روبوٹ ہیں آپ، ایک انسان کی مجبوری دکھائی نہیں دیتی آپ کو؟ صرف لوکل لوگ ہی انسان ہیں، ہم فارنر نہیں۔ باصلاحیت ہوں میں اگر آپ مجھے جاب دیں تو میں پروف کرسکتی ہوں میں غلط انتخاب نہیں ہوں۔ آپ یہ فائل دیکھیں۔ میں نے ایک ایم بی اے پاکستان سے کیا ہے ایک یہاں کی مقامی یونیورسٹی سے کیا ہے۔ میں نے اپنے دو سالہ قیام کے دوران اچھی کمپنیز کے ساتھ کام کیا ہے۔ اگرچہ پارٹ ٹائم ہی مگر مجھے یہاں کی ٹاپ کمپنیز کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ ہے آپ اس طرح مجھے نا نہیں کرسکتے۔" اس نے فائل آگے رکھی تھی۔ ریان حق نے بنا دیکھے فائل بند کردی تھی۔

"وہاٹ ایور، بات آپ کی سمجھ میں آجانی چاہیے۔ ہمیں اپنی ویل ریپیٹیڈ کمپنیز کی فہرست میں آنا ہے اور اس کے لیے ہمیں اپنی بقا کو بنائے رکھنا بہت ضروری ہے۔ اس وقت کسی بھی غیر مقامی کو جاب دینا رسک ہوسکتا ہے۔ اس کمپنی پر ہم فالتو کا بوجھ نہیں لاد سکتے۔ آئی ایم سوری۔" وہ معذرت کررہا تھا۔ عجیب بے حس شخص تھا۔

"کس قسم کے انسان ہیں آپ بات سمجھ نہیں آئی آپ کے جو مقامی ہیں صرف وہی انسان ہیں اور ہم کیا کریں۔"

"میں نہیں جانتا۔ آپ اپنی کنٹری میں واپس جاسکتی ہیں اگر آپ کے لیے یہاں صورت حال مشکل ہوگئی ہے تو گو بیک ہوم......!" وہ سفاک لہجے میں بولا۔

"میری کنٹری؟ اور وہ آپ کی بھی تو کنٹری ہے؟ دیار غیر میں اپنے دیس کے کسی بندے کی مدد کردیں گے تو کیا بگڑ جائے گا آپ کا؟"

"مس......!"

"ایلیاہ میر......! ایلیاہ میر نام ہے میرا۔ بے نام نہیں

ہوں میرے نام سے بلا سکتے ہیں آپ مجھے۔ غیر مقامی لوگوں کو ان کے نام سے بلانا یقیناً کمپنی پالیسی کا حصہ نہیں ہوگا اور آپ کے مشورے کے لیے بھی شکریہ۔ میں ڈھونڈ لوں گی راستا‘ گھر واپس چلی جاؤں گی۔ یہاں میں اپنی مرضی اور شوق سے نہیں آئی ہوں۔ میری ڈگری پھنسی ہوئی ہے۔ آپ کے اس انگلینڈ کے دو نمبر کے گھٹیا لوگوں نے پیسا بنانے کے لیے جو انٹرنیشنل اسٹوڈنٹس کو ہائر کرنے کے لیے گھٹیا کالج اور کیمپس بنائے ہیں نا۔ وہ ٹائم پر سرٹیفکیٹ بھی جاری نہیں کرتے۔ کمانا آتا ہے آپ لوگوں کو خوب کمارہے ہیں دونوں ہاتھوں سے۔ پیٹ بھر بھر کر کھارہے ہیں مگر ہم اسٹوڈنٹس بسکٹ اور کافی کو بھی ترس رہے ہیں اور قصور کس کا ہے؟ آپ لالچی لوگوں کا جو انٹرنیشنل اسٹوڈنٹ ہائر کرنے کے لیے بہت تگ و دو کرتے ہیں۔ انہیں سہانے خواب دکھاتے ہیں اور یہاں انہیں اپنی گھٹیا پالیسیز کی نذر کردیتے ہیں۔ لالچ کی بھی حد ہوتی ہے۔ انٹرنیشنل اسٹوڈنٹس کو ہائر کرتے ہوئے کیوں بوجھ نہیں پڑتا آپ کی اکانومی پر؟ تب کیوں کساد بازاری دکھائی نہیں دیتی؟ تب کیوں صرف فائدہ دکھائی دیتا ہے؟“ وہ جذباتی انداز میں بولی تھی۔ سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے اسے اکتائے ہوئے انداز میں دیکھا تھا۔ پھر گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولا تھا۔

”لسن مس ایلیا میر۔ بات اگر لالچ کی ہے تو آپ بھی صرف لالچ کے لیے ہی اس کنٹری میں آئی ہیں۔ ایک اچھے مستقبل کا لالچ آپ کو کھینچ کر لایا ہے یہاں۔ یہ بات عام ہے کہ انگلینڈ کی اس وقت کیا حالت ہے۔ انٹرنیشنل اسٹوڈنٹس آنکھیں بند کیے نہیں بیٹھے کہ انہیں حقائق کی خبر نہ ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ یہاں پارٹ ٹائم جاب کرکے بھی اتنا کما سکتی ہیں جتنا اپنی کنٹری میں آٹھ دس مہینوں میں کمائیں گی۔ یہ آپ کا لالچ ہی تو ہے جو سختیاں جھیلنے کے لیے آپ کو یہاں ٹھہرنے پر مجبور کرتا ہے۔ لالچ کس میں نہیں ہے؟ سبھی لالچی ہیں اینی وے میرا وقت بہت قیمتی ہے ہم مزید بات نہیں کرسکتے۔ اب آپ جاسکتی ہیں۔“ سپاٹ لہجے میں کہہ کر ریان حق نے اس کی فائل اس کے سامنے رکھی تھی اور اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔ تب ساکت بت بنی ایلیاہ میر کو بھی اٹھنا پڑا تھا۔ وہ خاموشی سے باہر نکل آئی۔

لڑ کر‘ جھگڑا کرکے یا ہم وطنی کا واسطہ دے کر وہ حاصل نہیں کرسکتے جس کی ہمیں اشد ضرورت ہے۔ اس کے پاؤں میلوں چلتے رہے تھے اور جب اپنے کمرے میں آ کر اس نے اپنے وجود کو بستر پر ڈالا تو اسے کوئی احساس نہیں تھا سارا وجود جیسے بے حس تھا۔ تھکن کا کوئی احساس بھی نہیں تھا۔

وہ ایک برے وقت سے گزر رہی تھی۔ مگر وہ اپنے پیاروں کو ان حالات میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ اس کے کاندھوں پر ذمہ داری تھی ان کی۔ وہ خود چاہے کتنا بھی سفر کرتی مگر وہ انہیں سفر کرتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ مگر وہ کیا کرسکتی تھی؟ فی الحال کچھ بجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ذہن پوری طرح سے ماؤف تھا۔ اس پاکستانی‘ دیسی دکھائی دینے والے ریان حق نے بہت اچھی طرح اس کی عقل ٹھکانے لگائی تھی۔

ہاں یہ اس کا لالچ ہی تو تھا۔

لالچی ہی تو ہوگئی تھی وہ جو اپنی اچھی خاصی دبئی کی جاب کو لات مار کر یہاں چلی آئی۔ مگر کس کے لیے؟ یہ اس کی اپنی خود کی غرض نہیں تھی۔ یہ اس کی فیملی کی بہتر سپورٹ کے لیے تھا۔ وہ اتنا کمانا چاہتی تھی کہ گھر چل سکے۔ ثناء‘ جامی اور تمنا کے اخراجات اٹھا سکے۔ انہیں پڑھا لکھا کر اچھا انسان بنا سکے۔ بس یہی تو چاہتی تھی وہ یہی تو تھا اس کا لالچ تو کیا غلط تھا اس میں۔

گرم گرم آنسو آنکھوں کے کناروں سے نکل کر بالوں میں جذب ہونے لگے تھے۔ وہ تنہا کھڑی تھی۔

بہت تنہا۔ کسی کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتی تھی۔

اس کا دل چاہا تھا ریان حق کا منہ نوچ لے۔ مگر اس کا بھی کیا قصور تھا۔ وہ مقامی روبوٹ تھا جو صرف فائدے کے لیے پروگرام کیا گیا تھا۔ وہ فائدے سے ہٹ کر نہیں سوچ سکتا تھا۔ وہ اسے یا اس جیسے کسی اور کو الزام نہیں دے سکتی تھی۔

وہ یہاں ٹھہرنا چاہتی تھی یہ اس کی مجبوری تھی۔ مزید دو سال یہاں رہ کر کمانا چاہتی تھی کیونکہ یہی اس کے حق میں بہتر تھا۔ کوئی اور اس کی مجبوری کیوں سمجھتا۔ وہ کیوں کسی سے

فیور چاہ رہی تھی۔ پچھلے کئی دنوں سے اس نے پیٹ بھر کر نہیں کھایا تھا۔ اس کی روم میٹ کچھ خرانٹ تھی مگر اس کی کیفیت دیکھ کر اس نے اپنا فوڈ اس کے ساتھ شیئر کرلیا تھا۔ وہ رشین لڑکی تھی وہ بھی اسٹوڈنٹ تھی مگر ابھی اس کی اسٹڈی اور ویزا دونوں ختم نہیں ہوئے تھے۔ سوائے ان حالات کا سامنا نہیں تھا جن کا ایلیاہ میر کو تھا۔ وہ بہت زیادہ مددگار نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ خود بھی پارٹ ٹائم جاب کرتی تھی اور اپنے بوائے فرینڈ کا خرچہ بھی اٹھا رہی تھی جو کہ مقامی تھا اور آج کل بے روزگار تھا۔ نہ ہی ایلیاہ اس سے روز مدد مانگ سکتی تھی۔ اس کی خودداری اسے اس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ اس نے لیپ ٹاپ کھول کر کئی سائٹس پر اپنی سی وی چھوڑ دی تھی۔ شاید اس سے کوئی راہ مل سکتی۔ اس نے اپنے لائر سے بات کی تھی۔

”مجھے جاب چاہیے۔ اس کے لیے مجھے وہ پیپرز ایوی ڈینس کے طور پر چاہئیں جو میں نے اپنے (Post Study Work کے لیے UK Border Agency) میں جمع کروائے ہیں۔ کیا اس کی فائل مجھے آپ آج بجھوا سکتے ہیں؟ یا میں آپ کے آفس آجاؤں؟“

میں آج کچھ بزی ہوں مگر اس کے لیے مجھے UKBA جانا ہوگا۔ تبھی کچھ ہوسکتا ہے۔ آپ بڑی کمپنیز کے بجائے چھوٹی جابز پر دھیان دیں۔ کسی ریسٹورنٹ یا پھر اسٹور یا شاپ کوئی بھی جاب بڑی یا چھوٹی نہیں ہوتی مس میر۔ میں نے یہاں MBA کیے لوگوں کو مچھلی پیک کرتے تک دیکھا ہے۔ جو کہ انتہائی گھٹیا کام سمجھا جاتا ہے مگر اس کی ایک دن کی آمدنی بھی خاصی معقول ہے۔ آپ پریشان مت ہوں خدا کوئی راہ ضرور دکھائے گا۔“ وہ لائر شاید کوئی اچھا انسان تھا جو اس کی حالت کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے سلسلہ منقطع کیا تھا۔

”تو کیا اسے بھی مچھلیاں پیک کرنے کا کام کرنا ہوگا؟“ وہ اپنا کوٹ پہن کر باہر نکلتے ہوئی سوچ رہی تھی۔ جان پہچان کے بنا کہیں بھی جاب حاصل کرنا ممکن نہیں تھا اور وہ تھک کر نمرہ کے پاس آئی تھی۔ وہ کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔

”کہاں جارہی ہو تم؟“ ایلیاہ میر نے پوچھا تھا۔

”مسٹر حیات کے یہاں ایک تقریب ہے انہوں نے انوائٹ کیا ہے تم میرے ساتھ آنا چاہو گی؟“ آئینے میں اس کے عکس کو مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

”لیکن میں تو انوائٹڈ نہیں۔“ وہ سرد لہجے میں کہہ کر کاؤچ میں دھنس گئی تھی۔ نمرہ نے اسے آئینے میں بغور دیکھا تھا۔

”تمہاری جاب کا کیا بنا؟ تم ریان حق سے ملنے گئی تھیں؟“

”ہاں گئی تھی مگر اس نے کہا وہ صرف مقامی لوگوں کو جابز دیتا ہے۔“

نمرہ کو وہ بہت لاچار اور تھکی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ تبھی اسے مسکراتے کر دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

”تم میرے ساتھ چلو ہوسکتا ہے کوئی بات بن جائے؟ میں مسٹر حیات سے بات کروں گی۔ وہ ایم ڈی کے کافی قریب ہیں۔ ہوسکتا ہے وہ کچھ مدد کرسکیں؟ ملنے جلنے سے ہی کوئی راہ نکل سکتی ہے نا۔ ہم کوشش تو کرسکتے ہیں۔“ وہ راہ دکھا رہی تھی۔ وہ جانے پر مائل نہیں تھی مگر جانے کیا سوچ کر اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔ وہاں آ کر اسے اندازہ ہوا تھا۔ اس تقریب کے لیے اس کا حلیہ خاصا غیر مناسب اور نامعقول تھا۔ اس نے خود کو مس فٹ محسوس کیا تھا۔

”نمرہ میں نے تم سے کہا تھا یہ مناسب نہیں مجھے بہت برا محسوس ہو رہا ہے۔ میرا حلیہ دیکھو کسی ڈرنک سرو کرتی ویٹرس سے زیادہ نامعقول لگ رہی ہوں۔“ اس نے نمرہ کے کان میں سرگوشی کی۔ نمرہ مسکرادی تھی۔

”ڈیٹس اوکے اس سب کے بارے میں مت سوچو۔ یہ جو سب ویٹر ویٹریس دکھائی دے رہے ہیں نا یہ بے چارے سبھی اسٹوڈنٹس ہیں جو تقریب میں شریک سبھی لوگوں سے زیادہ پڑھے لکھے اور معقول ہیں۔ مجبوری کیا کیا کرواتی ہے۔ اس کا اندازہ تم سے زیادہ بہتر کون کرسکتا ہے۔ کئی کوالیفائیڈ انجینئر‘ سافٹ ویئر انجینئر‘ میڈیا پرسنز‘ ایم بی اے ان کی چاکری کررہے ہیں۔ دیکھا جائے تو کافی خوش نصیب قوم ہے یہ جو اتنے پڑھے لکھے لوگوں کو اپنے پاؤں کے نیچے دبائے

ہوئے ہے۔ دیکھو یہ قوم کل بھی راج کر رہی تھی اور آج بھی ہم پر قابض ہے۔'' نمرہ مسکرائی تھی۔ وہ اس کی بات سے انکار نہیں کرسکی تھی۔ مگر ترقی کا راستا یہیں سے ہوکر تو گزرتا تھا۔ یہیں سے سارے خوابوں کی راہ ملتی تھی۔ سبھی پرابلمز کا حل بھی ملتا تھا۔ شاید یہی بات سب کو یہاں باندھے ہوئے تھی ویسے ہی جیسے وہ خود بندھی تھی۔

''نمرہ مجھے چلنا چاہیے یہ ٹھیک نہیں ہے دیکھو مجھے سب کس طرح اور کیسی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔'' وہ نمرہ کے کان کے قریب بولی تھی مگر نمرہ نے اس پر توجہ نہیں دی تھی۔ وہ اس وقت سامنے کھڑے ایم ڈی کی طرف دیکھ کر مسکرائی تھی۔ اسے ہاتھ ہلایا تھا اور پھر آگے بڑھ گئی تھی۔ ایلیاہ میر نے دیکھا تھا وہ غائب تھی۔ وہ کچھ سوچ کر پلٹی ارادہ اس تقریب سے نکل جانے کا تھا تبھی وہ کسی سے بری طرح ٹکرائی تھی۔

''اف۔'' ناک پر جیسے کوئی فولاد ٹکرایا تھا۔ اس کی سسکی نکلی تھی۔ شاید وہ لڑکھڑا کر گرنے کو تھی جب کسی نے اسے تھام لیا تھا۔ ایلیاہ میر نے آنکھیں کھول کر بہ مشکل سامنے کھڑے شخص کو دیکھا تھا اور آنکھیں یکدم پوری کھل گئیں۔ اس کے سامنے ریان حق کھڑا تھا۔

''دیکھ کر نہیں چل سکتے آپ؟ یا آپ صرف مقامی لوگوں کو دیکھ کر چلتے ہیں۔'' ایک زوردار طنز کیا تھا۔ جس کا اثر ریان حق پر قطعاً نہیں ہوا تھا۔

''یہاں بھی جاب مانگنے آئی ہیں آپ۔'' اس نے رسانیت سے طنز کیا تھا۔

''اوہ۔'' ایلیاہ میر نے ہونٹ سکوڑے تھے۔ وہ انسان اپنی حیثیت اور نشے میں پوری طرح چور تھا۔ اس کا دماغ ٹھکانے لگانا بہت ضروری تھا۔

''ہاں جاب مانگنے آئی ہوں کوئی تکلیف ہے آپ کو؟'' وہ سینے پر ہاتھ باندھتی ہوئی پراعتماد انداز میں بولی۔ ریان حق نے اس کی سمت خاموشی سے دیکھا۔ کیا وہ اس کے کونفیڈنسز سے متاثر ہوا تھا۔ وہ گھورتی ہوئی کوئی اور سخت بات کہنے والی تھی۔ جب نمرہ نے کہیں سے نکل کر اسے کھینچ لیا تھا۔

''میں نے حیات صاحب سے بات کی ہے تم ان سے مل لو وہاں سامنے کھڑے ہیں وہ۔'' اس کے کان کے قریب منہ کر کے کہا تھا۔ وہ کچھ دیر خاموشی سے اس کی سمت دیکھتی رہی تھی۔ پھر بھٹکتی ہوئی نگاہ ریان حق پر گئی جو اس لمحے کسی پری وش کے ساتھ کھڑا کسی بات پر مسکرا رہا تھا۔ تو کیا مسکرانا بھی جانتا تھا وہ؟ اسے اتنا سینس تھا کہ کسی لڑکی کو کیسے ٹریٹ کیا جاتا ہے۔ یا کیسے بات کی جاتی ہے؟ تو کیا وہ صرف مقامی لوگوں سے بات کرنے کے لیے پروگرام کیا گیا تھا؟

''اف' یہ نسل پرستی ایک بلی یا کتے کو سڑک سے اٹھا کر اسے شاہانہ زندگی دینے والے کیسے دوغلے پن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ انسانوں کے نام پر اپنی پالیسیز کو سخت کر لیتے ہیں اور مقامی جانوروں کے لیے بھی ان کے اندر انسانیت عود کر آجاتی ہے۔ اپنا جانور بھی خاص ہے اور دوسری کنٹری کا انسان بھی جانور سے بدتر۔'' ایلیاہ میر نے سوچا تھا اور حیات صاحب کی طرف بڑھ آئی تھی۔

''مجھے نمرہ نے......!'' اس نے ابھی منہ کھولا ہی تھا۔ جب وہ مسکرا کر بولے۔

''جانتا ہوں آپ ادھر آ کر میری بات سنیں۔'' وہ اسے شانے سے تھام کر ایک ویران گوشے میں لے گیا تھا۔ اس کے سامنے کھڑی ایلیاہ میر اسے منتظر نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ مسٹر حیات نے ڈرنک کا سپ لیا تھا اور پھر مسکراتے ہوئے اس کی سمت دیکھا۔

''مس میر بات اتنی سی ہے کہ آج کل کساد بازاری کا دور ہے اور......!''

''جانتی ہوں نئی بات کریں۔'' وہ اکتا کر بولی۔ وہ اس کے تیور دیکھ کر مسکرایا تھا۔

''خاصا ایٹی ٹیوڈ ہے آپ میں اور خود اعتمادی بھی مگر اپنی کنٹری میں سب چلتا ہے یہاں نہیں۔ یہاں کچھ کو آپریٹ کرنا پڑتا ہے۔'' اس کی مسکراہٹ میں لین دین کا معاملہ تھا وہ چونکی تھی۔

''مطلب۔'' سوالیہ نظروں سے مسٹر حیات کو دیکھا تھا۔

''مطلب مس میر میں آپ کی مدد کرسکتا ہوں۔ اگر کچھ

مدد آپ میری کردیں تو؟''

اس کی مسکراہٹ معنی خیز تھی۔ ایلیاہ میر کا دل چاہا تھا اس کا منہ نوچ لے۔ یہ شخص اس کارپوریٹ روبوٹ سے زیادہ گھٹیا لگا تھا۔ اس نے اپنے براؤن بیلٹ ہونے کا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہاتھ کا ایک بھرپور پنچ بنا کر اس کے منہ پر مارا تھا۔ مسٹر حیات کو سمجھنے اور سوچنے کا وقت نہیں ملا تھا۔ جب تک وہ سنبھلا وہ وہاں سے باہر نکل آئی تھی۔ اسے بے حد غصہ آرہا تھا سامنے پارکنگ میں ریان حق کی گاڑی دیکھ کر وہ رکی تھی۔ غصہ کہیں تو نکالنا تھا۔ اس نے ہیئر پن بالوں سے نکالی تھی اور اس کی گاڑی کے ٹائروں کی ہوا نکال دی تھی اور ایک گہری سانس لے کر اطمینان سے چلتی ہوئی وہاں سے نکل آئی تھی۔ اپنے بیڈ پر خالی پیٹ لیٹے ہوئے اسے ایسا کرنے پر کوئی ملال نہیں تھا۔ نہ کوئی پچھتاوا رات کے کسی پہر نمرہ کی کال آئی تھی۔

''تم وہاں سے اتنی جلدی کیوں چلی آئیں؟ وہ بھی مجھے بنا بتائے بات ہوئی حیات صاحب سے۔ کیا کہا انہوں نے؟'' نمرہ اس کی سچی پکی خیر خواہ تھی۔ مگر بات فی الحال بن نہیں رہی تھی۔ شاید مسٹر حیات نے اسے پنچ والی بات نہیں بتائی تھی۔ تبھی وہ کہہ رہی تھی یہ سب۔

''کچھ نہیں ہوا نمرہ جاب حاصل کرنا اتنا آسان نہیں ہے تم تو جانتی ہو۔ اینی وے مدد کرنے کے لیے شکریہ تم بہت ساتھ دے رہی ہو میرا۔''

''تم نے کچھ کھایا بھی ہے کہ نہیں؟ پیسے......اوہ تمہارے پاس پیسے نہیں ہیں نا' جانتی ہوں میں' میں کل آفس جانے سے پہلے......!''

''نہیں نمرہ اس کی ضرورت نہیں تھینکس تم پہلے ہی میری کافی مدد کرچکی ہو۔ مجھے خود کوئی راہ ڈھونڈنا ہوگی یہ مناسب نہیں تم فکر مت کرو۔ میں نے کھالیا تھا۔''

''کھالیا تھا' کہاں سے؟'' نمرہ چونکی تھی۔

''وہ میری لینڈ لیڈی کا آج اکیلے کھانے کا موڈ نہیں تھا تو اس نے بلالیا۔ کافی لذیذ پکوان بناتی ہے وہ۔'' اس نے صاف جھوٹ بولا تھا۔ وہ خوددار تھی۔ انا پرست تھی یوں نہیں جھک سکتی تھی۔ فون کا سلسلہ منقطع کرنے کے بعد اس نے کروٹ بدلی تھی اور سونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ صبح اٹھی تھی تو ارادہ جاب ڈھونڈنے کے لیے نکلنے کا تھا۔ تبھی کچھ دوستوں اور جاننے والوں کو میسجز کر کے اپنے لیے جاب ڈھونڈنے کی ریکوئیسٹ بھی کی تھی۔ وہ شاور کے لیے واش روم کی طرف بڑھ رہی تھی جب فون بجا۔ اسے ایک امید کی کرن دکھائی دی تھی۔ اجنبی نمبر دیکھ کر بھی کال ریسیو کرلی تھی۔ دوسری طرف کوئی خاتون تھیں اسے آواز کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی تھی۔

''آپ اس وقت آفس آسکتی ہیں ریان حق آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔'' یہ وہی ریسپشنسٹ تھی جس نے اسے اندر جانے سے روکا تھا اور جسے جھانسا دے کر وہ زبردستی ریان حق سے ملنے چلی گئی تھی۔ ریان حق کیوں ملنا چاہتا تھا اس سے؟ اس کی سانس لحہ بھر کو رکی تھی۔ اوہ' تو کہیں اس نے اسے اپنی گاڑی کے ٹائروں کی ہوا نکالتے دیکھ تو نہیں لیا تھا؟ اف خدا! اس نے اس کا کیا حشر کرنا تھا۔

اختیارات تو تھے اس کے پاس۔ کہیں وہ اسے جیل کی ہوا کھانے ہی نا بھجوا دیتا۔ اس کے لیے یہ کیا مشکل تھا۔ مقامی بندہ تھا' امیر تھا کئی اختیارات تو رکھتا ہی تھا۔ وہ ہی غصے میں پاگل ہوگئی تھی۔ دھیان ہی نہیں رہا کہ کس سے الجھ رہی ہے۔ مسٹر حیات کا غصہ بھی اس کی گاڑی پر نکال دیا۔ اب ایک پل میں ہوش آیا تھا۔ فون کا سلسلہ منقطع کر کے وہ کچھ دیر سوچتی رہی تھی۔

''نہیں' میں ریان حق سے ملنے نہیں جاؤں گی۔'' اس نے فیصلہ کن انداز میں سوچا تھا اور واش روم میں گھس گئی۔ وہ سارا دن اس نے سڑکیں ناپتے ہوئے گزارا تھا۔ تبھی دن کے اختتام پر ایک دوست کا میسج موصول ہوا تھا۔

''میں ان دنوں ایک ریسٹورنٹ میں کام کر رہا ہوں۔ کوشش کر کے تمہارے لیے جگہ نکلوا سکتا ہوں۔ مگر ایس فوری نہیں ہوسکتا کچھ انتظار کرسکتی ہو تو میں بات کروں۔''

کچھ امید کی کرن تو دکھائی دی تھی۔ چھوٹی جاب حاصل کرنا بھی کسی معرکے سے کم نہیں تھا۔ سو اس نے ہاں کردی

تھی۔ سروائیو تو کرنا تھا اور اب کوئی راہ تو دکھائی دی تھی۔ کچھ نا ہونے سے ہونا بہتر تھا۔ جان پہچان کے بنا یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ تھکن سے چور گھر پہنچی تھی جب نمرہ کا فون آیا تھا۔

''میں نے اپنے ایک دوست سے کہا تھا تمہاری جاب کے لیے جاب بڑی نہیں ہے دو گھنٹوں کی ہے مگر تمہیں دو گھنٹوں کے پچیس پاؤنڈ ملیں گے۔ تمہیں ریسٹورنٹس کے مسالوں کو چھانٹ کر الگ الگ جار میں بھرنا ہے۔ بس اتنی سی جاب ہے۔ مگر اس کی ٹائمنگ رات کی بھی ہو سکتی ہے۔ آج کل رات میں حملہ آوروں کے قصے عام ہیں۔ موبائل اور رقم چھیننے کے واقعات سامنے آ چکے ہیں۔ کچھ راہ گیر تو بری طرح زخمی بھی ہو چکے ہیں۔ میں تمہیں اس جاب کو کرنے کا مشورہ نہیں دے سکتی۔ مگر......!'' نمرہ نے آخر میں ایک سوالیہ نشان چھوڑا تھا وہ تلخی سے مسکرا دی تھی۔

''یہ لندن شہر عجیب ہے۔ مقامی لوگ اسے فارنرز کی سٹی کہتے ہیں اور فارنرز یہاں کتے سے بدتر زندگی جیتے ہیں۔ میں ان گروہوں کے قصے پڑھ چکی ہوں۔ پریشان مت ہو۔ میں براؤن بیلٹ ہوں مارشل آرٹ سے واقف ہوں مجھ سے ٹکرانے والا خالی ہاتھ واپس نہیں جائے گا۔ میں یہ جاب ضرور کرنا چاہوں گی۔ نا ہونے سے ہونا بہتر ہے۔''

وہ اس تھوڑے کو بہت جان رہی تھی۔ کیونکہ اس نے سروائیو کرنا تھا۔ ایک مہینے کے سات ساڑھے سات سو پاؤنڈ کچھ برا نہیں تھا۔ وہ گھر کچھ تو بھجوا سکتی تھی۔ دو سو پاؤنڈز شیئرنگ کمرے کے نکال کر بھی کچھ ہاتھ آ سکتا تھا۔ جب تک دوسرے ریسٹورینٹ کی بات ہوتی اور بنتی تب تک وہ فارغ رہنا نہیں چاہتی تھی۔ ایک اطمینان کی سانس لیتے ہوئے وہ اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔ بیڈ پر لیٹتے ہوئے صبح کی کال یاد آ گئی تھی۔

یہ ریان حق کتنا عجیب بندہ تھا۔ کیا بگڑ جاتا اگر وہ مدد کر دیتا۔ وہ اس کی جاننے والی تھی نا کوئی رشتے دار وہ صرف ہم وطن ہونے پر کتنی امیدیں لگا بیٹھی تھی اور وہ شخص بھی ایک کائیاں تھا اس نے صرف ٹائروں کی ہوا ہی تو نکالی تھی اور اس نے بازپرس کرنے وہاں بلوایا تھا۔ خدا گنجے کو ناخن نہ دے۔ اس کے پاس دو پیسے کیا آ گئے تھے یہاں اس سرزمین پر پیدا کیا ہو گیا خود کو خدا سمجھنے لگا تھا۔ کتنے عجیب ہوتے ہیں ایسے لوگ۔

وہ کتنی دیر سوچتی رہی تھی۔ دو بار ملی تھی اس بندے سے یا پھر تین بار مگر وہ کوئی خاص تاثر نہیں چھوڑ پایا تھا یا پھر وہی امپریسڈ ہونے والوں میں سے نہیں تھی۔ تمام سوچوں کو ایک طرف رکھ کر وہ آنکھیں موند کر سونے کے جتن کرنے لگی تھی۔

❁......❁......❁

کچھ لوگ شاید دوسروں سے زیادہ حوصلہ رکھتے ہیں تبھی مشکلات بھی اتنی ہی وافر مقدار میں تعاقب میں رہتی ہیں۔ ایلیاہ میر نے ہوش سنبھالا تھا تو اطراف کی کچھ سمجھ آنے لگی تھی۔ گھر میں ممی اور تین بھائی بہن تھے۔ پاپا کبھی کبھی آتے تھے۔ ممی سے ان کی دوسری شادی تھی۔ وہ اپنی پہلی بیوی کے ساتھ رہ رہے تھے سو ان کے پاس زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے تھے۔ آتے بھی تھے تو قیام مختصر ہوتا تھا۔ وہ گریجویشن میں تھی جب خبر ہوئی اس کی نسبت بچپن سے پاپا نے اپنے بھانجے سے طے کر دی ہے اور اس کی شادی بھی اس سے ہونا قرار پائی ہے۔ اس کے ذہن میں کوئی خاص امیج نہیں تھا۔ اس نے خواب دیکھنا نہیں سیکھا تھا۔ حقیقت پسندی نے اسے خواب دیکھنے کی عادت پڑنے ہی نہیں دی تھی۔ ممی کو سخت محنت کر کے گھر چلاتے دیکھا تھا۔ وہ دو جابز کر رہی تھیں۔ پاپا گھر چلانے میں ان کی مدد نہیں کرتے تھے کہ ان کے اور دیگر بچے بھی تھے۔ پھوپھو جب بھی آتیں طنز کے تیر چلا جاتیں۔ شاید وہ انہیں اتنی پسند نہیں تھی یا پھر پسند ہوتی اگر وہ پاپا کی دوسری بیوی کی اولاد نہ ہوتی۔ سارا بھید شاید اس رشتے سے تھا۔ اسے ہمیشہ لگتا تھا وہ اور ممی پھوپھو کی پسندیدہ نہیں وہ اس رشتے کے لیے کوئی فیلنگ نہیں رکھتی تھی۔ بہت برف سا احساس تھا اس رشتے کا۔ حمزہ کو بھی اس سے شاید کوئی خاص انٹرسٹ نہ تھا۔ تبھی وہ ضروری یا غیر ضروری رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کرتا تھا نا ان میں زیادہ بات چیت ہوتی تھی۔ وہ ایک بار گھر آیا تھا تو ممی نہیں تھیں۔ تبھی اس نے چائے کا

پوچھا تھا۔ وہ کچھ دیر اس کو بغور دیکھتا رہا تھا پھر جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

''جانے کیوں لگتا ہے تم کیکٹس کے پھول جیسی ہو۔ جسے دیکھو تو شاید خوشنما لگے مگر جس سے محبت نہیں ہو سکتی۔'' وہ پہلی بار تھا جب وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تھا۔ وہ معنی سمجھ نہیں پائی تھی۔ پوچھ بھی نہیں پائی تھی۔ وہ کیوں اسے کیکٹس کے پھول سے ملا رہا تھا۔ محبت اتنی اذیت ناک تھی یا بہت خوب صورت یا پھر اس سے محبت کا ہونا اتنا انوکھا اور نایاب تھا جیسے کیکٹس کا پھول؟ وہ اپنے طور پر معنی تلاشتی تھی۔ پہلی بار تھا جب اس نے محبت کا سوچا تھا۔ احساس ہوا تھا کہ محبت بھی کوئی شے ہوتی ہے۔ مگر وہ جو اس کا ہم سفر بننے جا رہا تھا اسے اس سے محبت نہیں تھی؟ اگر محبت نہیں تھی تو عمر ساتھ کیسے گزرتی۔ ایک عمر جب ایک لمحے کو سن کر اس کا دل گھٹن سے بھر گیا تھا۔ اس نے اپنی ممی کو راتوں کو اٹھ کر روتے دیکھا تھا۔ شادی اگر سمجھوتا تھی تو کیوں نباہ رہی تھیں وہ؟ کیونکہ وہ سہام میر سے محبت کرتی تھیں۔ پورا خاندان جب خلاف تھا تو سہام میر نے ان سے شادی کیوں کی تھی؟ وہ اس سوال کا جواب نہیں ڈھونڈ پائی تھی۔ مگر یہ بات اس نے محسوس کی تھی کہ وہ یا اس کی ماں سہام میر کی فیملی کی پسندیدہ کبھی نہیں تھیں۔ یہ رشتے مخالف سمت کیوں بہتے ہیں۔ اس کا پتا وہ کبھی نہیں لگا پائی تھی۔

وہ اس راز کی کھوج میں سوچتی رہتی تھی۔ مگر یہ سوچ اس روز تھمی جب پھوپھو کسی بات سے ممی سے الجھ پڑیں۔ جانے کیا بات ہوئی تھی وہ کالج سے واپس لوٹی تھی جب ممی کو اس نے روتے دیکھا اور اس کے بعد جب وہ گرنے کو تھیں اس نے خود آگے بڑھ کر ان کو اپنے بازوؤں میں تھاما تھا۔ کیا بات ہوئی تھی؟ کس بات کا صدمہ پہنچا تھا۔ وہ کس سے پوچھتی۔ اس کے بعد ممی تو ہوش میں ہی نہیں آئیں پندرہ دن تک وہ کوما میں رہیں اور پھر اسی دوران ان کی ڈیتھ ہو گئی۔ صدمہ کیا ہوتا ہے دکھ کسے کہتے ہیں؟ یہ بات اس نے پہلی بار اس شدت سے جانی تھی۔ وہ سرے ڈھونڈتی رہی تھی دکھ سے نمٹنے اور نبرد آزمانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ممی گئیں تو ساری ذمہ داری اس کے کاندھوں پر ڈال گئیں۔ اپنی جگہ اسے کھڑا کر گئیں ممی کو کیسے لگا تھا وہ اتنی بڑی ذمہ داری نبھا سکتی ہے؟ وہ تو ابھی زندگی کے معنی بھی ٹھیک سے نہیں جانتی تھی۔ ابھی تو اسے ڈھنگ سے دنیا کی سمجھ بھی نہیں آئی تھی پھر کجا اتنی ساری ذمہ داریوں کو نبھانا۔ وہ ایسے محسوس کر رہی تھی جیسے کوئی پہاڑ اس کے سر پر آن پڑا ہوا۔ ممی کی موت کے بعد حمزہ سے صرف ایک بار بات ہوئی تھی۔ وہ اسے خاموشی سے دیکھتا رہا پھر بولا تھا۔

''اس رشتے کا کوئی سرا ہاتھ نہیں آتا مجھے سمجھ نہیں آتا یہ آگے کیسے بڑھے گا' صائمہ مامی تمہیں اپنی جگہ کھڑا کر گئیں تم ساری عمر اب ان رشتوں کا بوجھ ڈھوتی رہو گی اور...... مجھے نہیں لگتا یہ مناسب ہے کہ......!'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا تھا۔

وہ سانس روکے اسے سن رہی تھی۔ جب وہ شاید اس کا خیال کر کے مسکرایا تھا۔

''تم بہت خوب صورت ہو اگر اچھی نہ لگو تو یہ عجیب ہوگا۔ محبت سے نابلد سہی مگر مرد کی آنکھ تو رکھتا ہوں اگر تم باعث کشش لگتی ہو تو اس سے انکار نہیں کر سکتا۔''

وہ مسکرائی نہیں تھی۔ وہ اگر مذاق بھی تھا تو بہت بھونڈا تھا۔ وہ بتانا چاہ رہا تھا کہ وہ اس رشتے کو آگے نہیں بڑھا سکتا کیونکہ اس پر ذمے داریوں کا بوجھ ہے۔ اس سے آگے اسے کچھ سنائی نہیں دیا تھا۔ وہ یہ بات فراموش نہیں کر سکتی تھی کہ وہ ایک لڑکی تھی' نا وہ یہ فراموش کر سکتی تھی کہ اس سے چھوٹے بہن بھائی اپنی ضرورتوں کے لیے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ بہت مشکل سے ممی کی دوست کی مدد سے ایک جاب ڈھونڈ پائی تھی۔ مگر اس کے لیے اسے اپنی تعلیم جاری رکھنا محال ہو رہا تھا۔ مگر اسے کچھ بھی کر کے خود کو آگے ضرور بڑھانا تھا کہ اگر اس کا سفر رک جاتا تو باقی سب کے خواب بھی منجمد ہو جاتے۔ باقی سب کے خوابوں کو پورا کرنے کے لیے اس کا خود اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ضروری تھا

جانے کتنے دن گزرے تھے اس نے تو شمار کرنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ اس روز الماری صاف کرتے ہوئے کچھ پیپر ہاتھ

لگے تھے۔ اس نے کھول کر دیکھا تو ساکت رہ گئی تھی۔ وہ طلاق کے پیپر تھے۔ جن پر ممی کے سائن ہونا باقی تھے۔ تو کیا یہ وجہ تھی ان کی موت کی۔ تو کیا پھوپھو اس بات پر امی سے الجھ رہی تھیں اور کیا یہی وہ بات تھی جو ان کے کوما میں جانے کا باعث بنی تھی اور ان کی موت کا سبب بھی؟ وہ کئی لمحوں تک سوچتی رہی تھی۔ ممی کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آیا تھا۔ اگر پھوپھو اور پاپا ممی کی موت کے ذمہ دار تھے تو وہ اس رشتے کو کیسے آگے بڑھا سکتی تھی جن رشتوں سے ممی کو اتنی تکلیف پہنچی وہ ان رشتوں کے ساتھ کیسے بندھ سکتی تھی؟ حمزہ کا لہجہ سماعتوں میں گھوما تھا۔

"جانے کیوں لگتا ہے تم کیکٹس کے پھول جیسی ہو۔ جیسے دیکھو تو خوش نما لگتا ہے مگر جس سے محبت نہیں ہو سکتی۔" اس نے بہت آہستگی سے انگیجمنٹ رنگ انگلی سے اتاری اور دوسرے دن حمزہ کے آفس جا کر اس کے ہاتھ میں تھما دی تھی۔ وہ حیران سا اسے دیکھنے لگا تھا۔

"مجھے شاید یہ بہت پہلے ہی کر دینا چاہیے تھا۔ مگر حقائق کو جاننے میں بہت دیر لگی مگر اب جان گئی ہوں۔ اس رشتے کی کوئی حقیقت نہیں۔ مگر سہام میر سے یا اس سے وابستہ کسی بھی شخص سے کوئی رشتہ باقی نہیں رکھنا چاہتی۔ اگر یہ رشتہ باقی رہا تو شاید میرے اندر کی گھٹن بہت بڑھ جائے گی۔ میں ایک اور صائمہ افتخار کو جنم نہیں دے سکتی۔ جبکہ میں جانتی ہوں تم دوسرے سہام میر بننے میں ایک پل نہیں لوگے۔ جب سہام میر کے لیے میرے اندر ڈھیروں نفرت ہے تو میں اس سے وابستہ کسی رشتے کو محبت کیسے دے سکتی ہوں؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتی رہی پھر وہاں سے نکل آئی تھی۔ دو سال کھینچ تان کر کے نکالے تھے۔ ممی کی کچھ سیونگ تھی کچھ انشورنس تھی مگر وہ رقم ناکافی تھی۔ مگر اس سے اس نے نئی راہ ڈھونڈی ممی کی ایک دوست کی مدد سے اس نے دبئی میں جاب ڈھونڈ لی اور پھر وہاں منتقل ہو گئی تھی۔ حیرت کی بات تھی سہام میر نے اس کے بعد ان لوگوں سے کوئی رشتہ باقی نہیں رکھا تھا اور وہ سوچتی رہی تھی کہ کوئی اتنا بے حس کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ ایک شوہر تھا۔ ایک مرد تھا اور ایک باپ بھی تھا۔ وہ اچھا مرد نہیں تھا۔ اچھا شوہر نہیں بن پایا تھا اور ایک اچھا باپ بھی نہیں بن پایا تھا اور اس پر اسے کوئی شرمندگی بھی نہیں تھی۔ وہ کتنا بے حس تھا۔ اس کا اندازہ اسے ہو گیا تھا۔ شاید وہ اس سطح سے بھی نیچے جا سکتا تھا۔ ممی کے جانے کے بعد ددھیال اور ددھیالی رشتے داران کی زندگی سے خارج ہو گئے تھے۔ بس ایک خالہ تھیں جو دوسرے شہر میں رہتی تھیں۔ جب ملنے آتی تو گھر میں ممی کا احساس جاگنے لگتا تھا۔

"ماسو! جامی، ثناء اور تمنا کا خیال رکھا کریں ابھی بہت چھوٹے ہیں۔" وہ فون پر بولی تھی۔

"چھوٹی تو تم بھی ہو ایلیاہ۔" ندا ماسو نے احساس دلایا تھا وہ مسکرا دی تھی۔

"ہاں مگر میں سمجھ بوجھ رکھتی ہوں وہ نہیں رکھتے۔"

"تم فکر مت کرو۔ میں ان کا خیال رکھتی ہوں۔ تمہارے انکل سے کہہ کر اس شہر منتقل ہو جاؤں گی تاکہ قریب رہوں تو ان کو بھی حوصلہ رہے۔" ماسو نے کہا۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔" اس نے سراہا تھا۔

دبئی آ کر زندگی میں کچھ خوشحالی آئی تھی اگرچہ جاب بہت ٹف تھی مگر وہ اب اپنی پروا نہیں کرتی تھی نا اپنے بارے میں سوچتی تھی۔ وہ صرف اپنے سے وابستہ رشتوں کے لیے سوچتی تھی۔ تین سال اس نے دبئی میں جاب کی تھی پھر جانے کیوں انگلینڈ جانے کا خیال آیا تھا اور غلطی کہاں ہوئی تھی۔ اس نے اسٹوڈنٹ ویزا کے لیے اپلائی کیا تھا۔ یہی اس کی زندگی کا بدترین فیصلہ تھا جس کے باعث آج اسے اور اس کی فیملی کو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اسے یہ رسک نہیں لینا چاہیے تھا۔ وہ اپنے آپ کو اس فیصلے کے لیے مورد الزام ٹھہرا رہی تھی۔ اس مہینے تو اس نے کچھ سیونگ نکال کر گھر بھجوا دی تھی اگلے مہینے کیا ہونا تھا؟ یہ سوالیہ نشان اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

وہ سو کر اٹھی تھی تو سر بری طرح بھاری ہو رہا تھا۔ جسم میں جیسے انرجی نام کو نہیں تھی۔ لینڈ لیڈی نے دروازہ اپنی مخصوص دستک کے ساتھ بجایا تھا۔ تو اسے علم ہو گیا تھا وہ روم کے رینٹ کے بارے میں پوچھے گی۔ اس نے بہ مشکل اٹھ کر

دروازہ کھولا تھا۔

لینڈ لیڈی رینٹ مانگ رہی تھی۔ اس نے جیسے تیسے انہیں قائل کرلیا تھا کہ وہ ایک دو دن میں انہیں رینٹ ادا کردے گی۔ دروازہ بند کر کے وہ دوبارہ آ کر بستر پر گرگئی تھی۔ یہاں کھانے کو نہیں تھا اور وہ رینٹ کہاں سے لاتی؟ ذہن بہت ماؤف تھا۔ جب اس نے نمرہ سے فون کر کے اس ریسٹورنٹ کی جاب کے بارے میں پوچھا تھا۔

"ہاں سوری میں بتا نہیں سکی کچھ بزی رہی تم شام میں جوائن کرسکتی ہو۔ تمہارے کام کی پیمنٹ تمہیں ملے گی۔" نمرہ نے ایک اچھی خبر دی تھی۔ اس کا جسم حرارت سے تپ رہا تھا۔ مگر ایک لمحے میں جیسے نئی جان بھر گئی تھی۔ وہ اٹھی اور تیار ہوکر نمرہ کی طرف کا سفر کرنے لگی۔ اس سے پتا لینا تھا اور روم کا رینٹ بھی کہ لینڈ لیڈی اس سے زیادہ انتظار نہیں کرسکتی تھی اور نہ وہ زیادہ بھوک برداشت کرسکتی تھی۔ اس دن اس نے کئی دنوں بعد پیٹ بھر کر کھانا کھایا تھا۔ اب پیسے ملنے کی امید تھی تو وہ قرض بھی لے سکتی تھی۔ ورنہ مانگنا بھی عجیب لگ رہا تھا۔ شام میں وہ ریسٹورنٹ گئی تھی۔ بہت بڑا ریسٹورنٹ نہیں تھا مگر اسے صرف پیسوں سے مطلب تھا۔ اس کے ہاتھ 25 پاؤنڈز ہی سہی کچھ تو آنے والا تھا۔

اس رات وہ کام ختم کر کے ریسٹورنٹ سے نکلی تھی جب ایسٹ لندن کی گلیوں سے گزرتے ہوئے کچھ سیاہ فام گروہ کے بندوں نے اسے آن لیا تھا۔ وہ لڑکی تھی رات کا اندھیرا تھا اس پر اتنی بڑی مصیبت کہ اس کی جیب میں پیسے تھے جو اسے آج ہی ملے تھے اور وہ انہیں گنوانا نہیں چاہتی تھی۔ وہ کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھی تبھی موبائل فون نکال کر ان کے ہاتھ پر رکھ دیا تھا۔ مگر وہ مزید کی ڈیمانڈ کرنے لگے تھے۔ وہ الجھنا نہیں چاہتی تھی مگر اس وقت چارہ نہیں رہا تھا۔ اگرچہ ان کے ہاتھ میں چاقو تھے وہ تین تھے اور وہ تنہا۔ اس نے گھوم کر ایک فلائنگ کک ایک کو رسید کی تھی مگر تبھی دوسرے دو نے اسے دبوچ لیا تھا۔ وہ ہٹے کٹے تھے وہ بے بس ہوگئی تھی۔

اسٹریٹ لائٹ کی روشنی میں اس نے نگاہ سے کچھ پرے دیکھا تھا۔

دور سے کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس دکھائی دی تھی۔ ایک لمحے میں وہ روشنی آنکھیں چندھاتی ہوئی قریب پہنچی تھی۔ گاڑی کے ٹائر چرچرائے تھے۔ وہ آنکھوں پر کلائی رکھ کر آنکھوں کو روشنی کے اثر سے بچانے لگی تھی۔ جب اسے کسی کے بھاگتے قدموں کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا وہ نائجرین گروہ کے لوگ اس سے دور نکل چکے تھے اور ایسا کیسے اور کس باعث ممکن ہوا تھا؟ اس نے اپنے سامنے نگاہ کی تھی اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہوا تھا۔ کوئی اس کی مدد کو پہنچ چکا تھا اور وہ کوئی اور نہیں ریان حق تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر لمحہ بھر کو یقین نہیں ہوا تھا۔ وہ جھک کر اس کا گرا ہوا موبائل فون اٹھانے لگا تھا۔ پھر سیدھے کھڑے ہوکر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"اس وقت سٹرگشت کا شوق اچھا نہیں۔ رت جگوں اور آوارہ گردی کا اتنا ہی شوق ہے تو دن کافی لمبا ہوتا ہے۔" وہ انگارے چباتا ہوا بولا تھا۔ اس شخص سے اس کی کسی قسم کی دشمنی تھی وہ جان نہیں پائی تھی۔ مگر یہ غصہ اگر ٹائرز کی ہوا نکالے جانے کا ری ایکشن تھا تو اسے جھیلنا چاہیے تھا۔

"مجھے راتوں کو سڑک پر گھومنے کا کوئی خاص شوق نہیں ہے آپ......!" اس نے کچھ کہنے کی ہمت کی ہی تھی کہ ریان حق نے اس کے لبوں پر اپنا بھاری ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"کوئی نئی کہانی نہیں سننا ہے مجھے گاڑی میں بیٹھو۔" وہ تحکم بھرے انداز میں بولا تھا اور وہ حیران رہ گئی تھی۔ وہ اس پر اس طرح رعب جمارہا تھا جیسے اس سے گہرا تعلق ہو۔ وہ اس شخص کو گھورتی ہوئی اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے ہٹا کر یکدم آگے بڑھی تھی اور گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ وہ دوسری طرف سے گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آن بیٹھا تھا۔ ایلیاہ میر اس کی سمت دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

"اس روز آفس بلایا تھا تو آئیں کیوں نہیں آپ؟" وہ بنا اس کی سمت دیکھے بولا تھا۔ وہ سب جانتی تھی تبھی بولی تھی۔

"کیوں آتی تاکہ آپ اپنا بدلہ پورا کرسکتے؟"

"بدلہ؟" وہ چونکا۔ ایلیاہ میر نے اس شخص کی سمت نگاہ کی خاموشی سے دیکھا پھر بولی تھی۔

"آپ کے ٹائرز کی ہوا......!" وہ جذباتی انداز میں بولتے بولتے رہ گئی تھی۔

"اوہ تو وہ آپ تھیں؟ مجھے بھی لگا اچانک سے اس شہر میں کون دشمن آ گیا۔" وہ سرسری انداز بولا۔ ایلیاہ نے اپنا سچ اپنے منہ سے بتا کر غلطی کی تھی۔ اگر اسے پتا نہیں تھا تو کیا ضرورت تھی بتانے کی کتنی بے وقوف تھی نا؟ اس نے خود کو ڈپٹا تھا۔

"ویسے مجھے سمجھ جانا چاہیے تھا کہ ایسی کوئی حرکت آپ ہی کرسکتی ہیں۔" وہ اس کی سمت دیکھے بنا بولا تھا۔ وہ اس کی سمت سے اپنی نظریں ہٹا گئی تھی۔

"مجھے ایسا کوئی شوق تو نہیں ہے بس اس رات غصہ تھا اور آپ کو بھلا کیا فرق پڑا ہوگا ایک ذرا سی ہوا ہی تو نکالی تھی نا ٹائرز کی۔ ٹائرز یا گاڑی تو نہیں چرائی۔ اتنا کمایا ہے ٹائرز کی ہوا بھروانے میں کیا گیا ہوگا آپ کا؟" وہ ازلی خود اعتمادی سے بولی۔ وہ جانے کیوں بغور دیکھنے لگا تھا اس کی سمت۔

"تمہیں دنیا کے سارے امیروں سے اتنی ہی نفرت ہے؟"

"سبھی امیروں سے نہیں۔" وہ اس کی سمت بنا دیکھے بولی تھی۔

"اوہ تو پھر عتاب کا نشانہ مجھے کیوں بنا دیا؟" وہ جاننے پر بضد ہوا۔

"اچھا ہوتا میں آپ کو نہ بتاتی آپ کو تو شاید قیامت تک پتا نہ چلتا کہ یہ میں نے کیا ہے۔ بے وقوف ہوں نا اپنے ہاتھوں بھانڈا پھوڑ دیا۔ کیا کروں جھوٹ بولا ہی نہیں جاتا۔ انسان ہوں نا' وہ بھی سینسٹیو اگر کوئی کارپوریٹ روبوٹ ہوتی تو شاید......!" وہ پورے اعتماد سے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

"آہ' آپ کو میں روبوٹ لگتا ہوں؟ اچھا خاصا آدمی ہوں اگر اس روز آپ کو اپنی کمپنی میں جاب نہیں دے سکا تو اس کا مطلب یہ نہیں میں ان سینسیٹیو ہوں۔" وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔ ایلیاہ میر نے اس کی سمت دیکھا تھا۔ اچھا خاصا ہینڈسم بندہ تھا۔ اس نے پہلی دو چار ملاقاتوں میں تو اس بات کا نوٹس بھی نہیں لیا تھا۔ اب دیکھا تھا تو کچھ امپریسڈ ہو ہی گئی تھی۔ نک سک سے تیار' رات کے اس پہر بھی فریش دکھائی دیتا بندہ' کاش اسے جاب بھی دے دیتا تو کیا بگڑ جاتا......! دل سے آہ نکلی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟" وہ پوچھنے لگا تھا۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا اس بات سے۔" وہ شانے اچکا کر بولی تھی۔

"مگر مجھے فرق پڑا' اس رات آپ نے مسٹر حیات کو وہ زوردار پنچ مارا۔ کیونکہ اس کے بعد انہیں مجھے اسپتال لے جانا پڑا تھا۔ بے چارے کی ناک کی ہڈی ٹوٹتے ٹوٹتے بچی تھی۔ پورا منہ سوج گیا تھا۔ یہ تو شکر کرو انہوں نے جھوٹ کہہ دیا کہ واش روم میں گر گیا ہوں۔ ورنہ پولیس کیس بن جاتا اور اگر اس بات کی بھنک ان کی وائف کو پڑ جاتی تو خوامخواہ بے چارے کا بسا بسایا گھر اجڑ جاتا۔" وہ اس کی سمت دیکھے بنا بولا تھا۔ وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔ اس پنچ کے بارے میں اسے کیسے پتا چلا تھا؟ وہ حیران تھی۔

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے شہر بڑا ہے مگر بات پتا چل ہی جاتی ہے اگر میں اس پارٹی میں نہ بھی ہوتا تو مجھے خبر ہوجاتی۔ اس رات تو پھر اس جگہ موجود تھا اور کچھ فاصلے پر بھی۔" وہ جتا رہا تھا۔

"اوہ' بہت بری بات ہے اس طرح دوسروں کی خبر لینے کی' ویسے آپ یہ ہاتھ دھو کر میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں کوئی SPY تو نہیں اور آپ لوگوں کی عادت ہے نا ہر دوسرے پاکستانی پر شک کرنے کی؟" وہ تپ کر بولی تھی۔

"عجیب خاتون ہیں آپ بجائے تھینکس کہنے کے الٹا مجھے لتاڑ رہی ہیں۔ مجھے آپ کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں اس کے لیے شہر کی پولیس ہے۔" وہ لاتعلق لہجے میں بولا تھا۔

"اوہ تو پھر آپ کو صرف یہ قلق ہے کہ میں نے تھینکس کیوں نہیں کہا۔ اوکے تھینکس اگر آپ اس رات جھوٹ نہیں بولتے تو میں جیل میں ہوتی نا اور مسٹر حیات کو کیا سزا ملتی؟"

"آپ جو نہیں ہوا اس کے بارے میں کیوں سوچ کر جان جلاتی ہیں؟ مسٹر حیات بااثر و بارسوخ شخصیت ہیں۔ ان کا ایک بیان کافی ہے۔ آپ یہ سوچ رہی ہیں کہ انہوں نے آپ کو کوئی غلط پروپوزل دیا مگر وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ آپ نے ان کو آسورٹ کرنے کی کوشش کی اور آپ اس سے کبھی باہر نہیں نکل سکتی تھیں۔ وہ یہاں کے سٹیزن ہیں۔ کئی گنا کما کر دیتے ہیں، ٹیکس پے کرتے ہیں، آپ کیا کرتی ہیں؟"

"اوہ......!" وہ حقائق بتائے جانے پر اس کی سمت خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔ یہ سب تو اس نے سوچا نہیں تھا۔ اسے تو بس غصہ آیا تھا اور اس نے پنچ کھینچ مارا تھا۔

"ہر بات کا علاج یا حل صرف غصہ نہیں ہوتا خاتون۔" مشورہ دیتے ہوئے بولا تھا۔

"ایلیاہ میر۔" وہ اسے خاتون بلاتے دیکھ کر بولی تھی۔

"آپ مجھے مس میر بلا سکتے ہیں۔" وہ ہنوز اپنے فطری ایٹی ٹیوڈ سے بولی تھی۔ ریان حق نے لمحہ بھر کو اسے دیکھا تھا پھر گردن گھما کر ونڈ اسکرین کی سمت دیکھنے لگا تھا۔

"او کے ایلیاہ......!" وہ شخص شاید نشاندہی کیے گئے راستوں پر چلنا مناسب خیال نہیں کرتا تھا۔ اسے اپنی راہ بنانے کی عادت تھی شاید اسے خود کو صرف ایلیاہ بلائے جانے پر کچھ زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی۔

"آپ اپنے طور پر کچھ بھی اخذ کر لیتے ہیں۔ میں اس وقت جاب ختم کر کے واپس آئی ہوں جب راستے میں اس گروہ نے گھیر لیا۔ آپ پتا نہیں کیا سمجھ بیٹھے اور......!" وہ مطلع کرتے ہوئے بولی تھی۔ حالانکہ وہ اسے کوئی صفائی دینے پر مجبور نہیں تھی۔ پھر بھی جانے کیوں بتانا ضروری خیال کیا تھا۔ وہ شخص ونڈ اسکرین سے گردن ہٹا کر اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔ شاید یہ بات اس کے لیے سرسری اور انتہائی غیر اہم تھی۔

"اینی وے تھینکس اس رات مسٹر حیات کے معاملے میں جھوٹ بولنے کے لیے اور آج کی شب اس گروہ سے جان بچانے کے لیے۔ میری پاکٹ میں صرف 175 پاؤنڈ تھے جو میرے کام کی ویکلی پے منٹ تھے۔ اگر یہ چلے جاتے تو میری کئی امیدیں بھی چلی جاتیں۔ کہنے کو یہ بہت معمولی رقم ہے مگر میرے لیے یہ بہت بڑی رقم ہے۔" وہ سر جھکا کر کہہ رہی تھی۔ وہ لڑکی بلا کی پر اعتماد تھی۔ خود اعتماد اور خوددار بھی۔ اس کے چہرے میں کچھ تو تھا کہ وہ لیا دیا رہنے والا شخص بھی اسے ایک پل کو دیکھتا رہا تھا۔ تبھی ایلیاہ میر نے نگاہ اٹھائی تھی۔ اس کی سمت دیکھا تھا۔ نگاہ ایک پل کو ملی تھی۔ وہ جانے کیوں جھجک کر نگاہ پھیر گئی۔ گاڑی اس کے گھر کے سامنے رکی تھی تو وہ چونکی تھی۔

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں یہاں رہتی ہوں؟" وہ چونکی۔ وہ دیکھتا رہ گیا۔ کوئی جواب نہ پا کر وہ خاموشی سے گاڑی سے اتر گئی۔ ریان تب تک کھڑا رہا جب تک وہ دروازے تک نہیں گئی۔ ایلیاہ میر نے جانے کیوں دروازے کا ہینڈل گھمانے سے پہلے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ وہ شخص اس کی سمت دیکھ رہا تھا۔ کیا وہ صرف اس کے خیال سے رکا ہوا تھا؟ ایلیاہ کے پلٹ کے دیکھنے پر وہ قطعاً اجنبی بن کر نگاہ پھیر گیا اور گاڑی آگے بڑھا کر لے گیا تھا۔ ایلیاہ میر نے ایک گہری سانس خارج کی تھی اور اندر بڑھ گئی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

کھائے پیے پیٹ اٹھو تو صبح اتنی بے نور نہیں لگتی۔ جبکہ اس بات کی امید بھی ہو کہ اس دن کے آغاز کے بعد بھوکا نہیں سونا پڑے گا۔ اس نے بھوکے سونے اور اٹھنے کا تجربہ کیا تھا۔ ایک دن نہیں کئی دنوں تک سو وہ اس سکون اور اطمینان کو محسوس کر سکتی تھی۔ اندر ایک سکون والی کیفیت تھی۔ وہ کھڑکی کھولے دیر تک طلوع ہوتے ہوئے سورج کو دیکھتی رہی تھی۔ لندن میں بہت کم دن سورج والے ہوتے تھے مگر گرمیوں میں کافی پرفیکٹ سمر ٹائم ہوتا تھا۔ رات نو بجے تک سورج نہیں ڈوبتا تھا۔ جبکہ سردیوں میں دن کے تین بجے ہی اندھیرا ہو جاتا تھا۔ یہ دن بہار کے تھے اور سمر کے آغاز کے اسے یہ موسم بہت بھلا لگ رہا تھا۔ اس نے آئینے میں خود کو بغور دیکھا تھا۔ برش کرتے ہاتھ رک گئے تھے۔ وہ کافی لین ہو گئی تھی۔ جب دبئی میں تھی تو دعوتیں اڑا اڑا کر اور

ریسٹورینٹس کے کھانے کھا کھا کر اچھی خاصی صحت بن گئی تھی۔ لندن آنے کے بعد تو وہ پیٹ بھر کر کھانا تک بھول گئی تھی۔ تبھی کہتے ہیں دور کے ڈھول سہانے، جو بھگتے وہی جانے۔ وہ اتنے دنوں میں پہلی بار مسکرائی تھی۔ جیب میں کچھ پاؤنڈز کا ہونا بھی کافی اطمینان دے رہا تھا۔

"میں نے بھوک کے احساس کو کبھی نہیں جھیلا تھا۔ اب پتا چلا یہ احساس اندر کتنا مارتا ہے اور اس سے زیادہ اس بات کا احساس کہ دوسروں کے رزق کا سبب کیسے اور کس طرح بنے گا۔ مجھے خود کھانے سے زیادہ دوسروں کو کھلانے کی فکر تھی۔" وہ نمرہ کے ساتھ چلتی ہوئی بولی تھی۔ نمرہ مسکرا دی تھی۔

"چلو شکر ہے تمہیں یہ چھوٹی سی جاب ہی ملی مجھے بہت فکر ہو رہی تھی ارے ہاں یاد آیا تم مسٹر حیات سے ملی تھیں۔ انہوں نے کیا کہا؟"

"کچھ نہیں، وہ کافی بڑے بندے ہیں اور اس وقت مجھے بڑی جاب کی نہیں چھوٹی جاب کی زیادہ ضرورت ہے۔" وہ طنز سے بولی تھی۔ نمرہ کچھ سمجھی نہیں تھی۔

"کیا مطلب؟"

"کچھ نہیں۔"

"اور میں نے تمہیں بتایا نہیں بے چارے واش روم میں گر گئے تھے۔ اچھی خاصی ناک زخمی ہو گئی۔"

"اوہ، کافی گرے ہوئے آدمی معلوم ہوتے ہیں اینی وے میں چلتی ہوں اگر کوئی صبح کی جاب کا بندوبست ہو سکے تو پلیز انفارم کر دینا۔ میں صرف دو گھنٹوں کی جاب پر اکتفا نہیں کرنا چاہتی۔"

"لیکن تم تو اسٹوڈنٹ ہو نا۔ پارٹ ٹائم ہی جاب کر سکتی ہو۔" نمرہ نے جتایا تھا۔

"تم بھول رہی ہو۔ میں اپنی تعلیم ختم کر چکی ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں کوشش کروں گی۔ فی الحال میرے پیسے لوٹانے کی کوشش مت کرنا۔ تمہیں اور بھی کئی ضرورتیں ہوں گی۔" نمرہ نے خیال کر کے بولا تھا۔ وہ سر ہلا کر ٹیوب کی طرف بڑھ گئی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

خواب بننے کی عمر نہیں ہوتی۔ مگر اس نے اس عمر میں بھی خواب نہیں بنے تھے۔ جب اسے خواب بونے تھے۔ جب موسم بھی تھا اور زمین بھی زرخیز تھی۔

"کوئی کوئی آنکھیں خواب بننے کے لیے ہوتی ہیں۔" اس نے سوچا۔

"جانے کیوں تم کو دیکھ کر لگتا ہے تم کیکٹس کا پھول ہو۔ جسے دیکھو تو شاید خوش نما لگے مگر جس سے محبت نہیں ہو سکتی۔" کوئی گمنام سماعتوں میں گونجا تھا۔ وہ چلتے چلتے کسی سے بے طرح ٹکرا گئی تھی۔ سوچتے ہوئے چلنا اور چلتے ہوئے سوچنا۔ کبھی کبھی واقعی خطرناک ہو سکتا تھا اس نے سنبھلتے ہوئے سوچا تھا۔ سر اٹھا کر دیکھا اسے گرنے سے بچانے کی سعی کرتا ہوا کوئی اسے تھامے کھڑا تھا۔ وہ بے طرح چونک پڑی تھی۔

"ریان حق......!" اس نے اپنی نظروں کے سامنے کھڑے شخص کو باقاعدہ پکارا تھا۔

"ایلیاہ میر کیا عادت ہے کبھی تو سوچنے کے علاوہ بھی کوئی کام کیا کرو۔" وہ گھورتے ہوئے بولا تھا

"اوہ آئی ایم سوری مجھے دھیان نہیں رہا۔"

"کبھی اپنے دھیان سے باہر آ کر بھی دیکھا کریں۔ اس جہاں سے باہر بھی ایک دنیا ہے۔"

"اوہ آپ کے پروگرام میں کسی کی پروا کرنا بھی ہے؟" وہ طنز کرتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا تھا۔

"کچھ نہیں۔" ایلیاہ میر نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"میرے ساتھ چلو۔" وہ تحکم بھرے لہجے میں بولا تھا۔ وہ دوسری بار چونکی۔

"کہاں...... کیوں۔" وہ بنا سوچے سمجھے بولی تھی۔ وہ بجائے اسے مطلع کرنے کے اس کا ہاتھ تھام کر اسے گاڑی میں بٹھا کر ریسٹورنٹ میں لے آیا تھا۔ وہ اس کی ہمت پر حیران رہ گئی تھی۔ جس طرح وہ بدستور اس کی کلائی تھامے ہوئے تھا اس پر وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی اس لمس سے کوئی خاص احساس ہوا تھا۔ کچھ خاص تھا جو اس سے پہلے محسوس نہیں ہوا تھا۔ وہ جو ویٹر کو مینو آرڈر کر رہا تھا اس کی سمت

دیکھنے لگا۔ پھر احساس ہوا تھا کہ اس کا ہاتھ بدستور اس کے ہاتھ میں ہے تبھی اس کی کلائی کو بہت آہستگی سے چھوڑ دیا تھا۔ ''ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟'' وہ ایسی مراعات کی عادی نہیں تھی۔ تبھی بولی تھی۔

''تم سے ضروری بات کرنا تھی۔ اگر تمہیں برا لگ رہا ہو تو اس کھانے کا بل پے کر سکتی ہو۔'' وہ شانے اچکا کر بولا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

''اوہ اب یہ مت سمجھنا کہ میں تمہاری غربت کا مذاق اڑا رہا ہوں۔ یا تم پر کوئی چوٹ کر رہا ہوں۔ میں مذاق کر رہا تھا۔ میرے پروگرام میں مذاق کرنا شامل ہے۔'' وہ اسے جتاتے ہوئے بولا تھا۔

''تم نے کبھی کیکٹس کا پھول دیکھا ہے؟'' وہ بولا تو وہ بری طرح چونکی تھی۔ مگر وہ بہت رسانیت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''تمہیں دیکھ کر جانے کیوں اس کیکٹس کے پھول کا دھیان آ جاتا ہے۔ جو بے پناہ مصائب میں گھرا ہونے کے باوجود بھی جینے کے لیے مائل دکھائی دیتا ہے اور اپنے اندر ایک بے خوفی رکھتا ہے۔ میں نے کل اپنے گارڈن میں ایک کیکٹس کا پھول دیکھا تھا۔ مجھے اس کی خوب صورتی دیکھ کر جانے کیوں تمہارا خیال آ گیا۔ تم اس پھول کی طرح بے فکر ہونڈر ہو اور حوصلہ مند بھی۔ تم تمام حقائق سے لڑ کر بھی کھلنے کا ہنر جانتی ہو اور......!'' وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ جب وہ چونکا۔ شاید وہ بہت زیادہ کہہ رہا تھا۔ وہ رک گیا تھا ویٹر کھانا سرو کر گیا تھا۔ اس نے کھانے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ مگر ایلیاہ میر نے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' ریان حق نے بغور اس چہرے کو دیکھا تھا جانے کیوں وہ اسے کچھ اداس لگی تھی۔

''تمہیں اچھا نہیں لگا جو میں نے کیا یا جس طریقے سے کیا؟'' وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ ''میں صرف تمہاری ہمت کو سراہ رہا تھا اور......!''

''نہیں ایسی بات نہیں ایسے ہی لفظ کسی اور نے بھی کہے تھے مگر ان لفظوں میں زیادہ کچھ واضح نہیں تھا۔ مجھے حیرت ہے دو لوگ ایک ہی طرح کی بات کیسے کر سکتے ہیں؟'' وہ نظریں نیچی کیے بولی تھی۔

''کون...... کس نے کہا تھا ایسا؟'' وہ چونکا تھا۔

''میرے فیانسی نے۔'' وہ کہہ کر لب بھینچ گئی تھی۔

''اوہ۔'' وہ اپنا پورا دھیان اس پر سے ہٹا گیا تھا۔ ''سو کب شادی کر رہی ہیں آپ؟ ساری تگ و دو اسی لیے ہے۔'' وہ اس کی اسٹرگل کے لیے بات کر رہا تھا۔

''نہیں۔'' وہ پرسکون انداز میں بولی تھی۔ ''وہ میری زندگی سے کب کا خارج ہو چکا ہے اور یہ چیپٹر میں نے خود کلوز کیا تھا۔ یہ انگیجمنٹ میں نے خود ختم کی تھی۔''

''کیوں......!'' وہ پوچھنے لگا تھا۔ ایلیاہ میر نے اسے دیکھا تھا۔

''میں اس پر بات کرنا مناسب خیال نہیں کرتی۔ مگر اتنا بتا سکتی ہوں کہ یہ تمام اسٹرگل میری فیملی کے لیے ہے۔ میرے چھوٹے بہن بھائیوں کے لیے جواب میری ذمہ داری ہیں۔''

''اوہ۔'' وہ کہتے ہوئے اسے کھانے پر مائل کرنے لگا تھا۔ ایلیاہ میر نے صرف سوپ لیا تھا۔

''سو مجھے صحیح لگا کہ آپ بہادر ہیں۔ یہ آپ کی بہادری کا تیسرا ثبوت ملا اب تک۔ شواہد کافی گہرے ہیں۔'' وہ مسکرایا تھا۔

''تیسرا ثبوت۔'' وہ چونکی تھی۔

''پہلا میرے آفس میں گھس کر دوسرا امسٹر حیات کو پیٹ کر اور تیسرا اس گروہ سے نمٹتے ہوئے اور...... آہ سوری یہ تو چوتھا ثبوت بن گیا۔'' وہ اسے مسکرانے پر اکساتے ہوئے بولا تھا۔ شاید وہ اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ لانا چاہتا تھا۔ وہ مسکرا دی تھی۔ وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھنے لگا تھا۔ پھر آہستگی سے بولا۔

''میں دیکھنا چاہتا تھا اگر کوئی پھول مسکرائے تو کیسا لگ سکتا ہے۔ میں نے کسی کیکٹس کے پھول کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔'' وہ مدہم لہجے میں کہہ رہا تھا۔ ایلیاہ میر اپنے لب بھینچ گئی تھی اور سوپ پینے لگی تھی۔

''تمہاری ریسٹورنٹ کی جاب کیسی جا رہی ہے؟'' وہ مدعا پر آتا ہوا بولا تھا۔

''ٹھیک، مگر میں نے نمرہ سے ایک اور جاب ڈھونڈنے کے لیے بھی کہہ دیا ہے۔ میں صبح میں فارغ ہوتی ہوں تو اس وقت بھی اویل کر سکتی ہوں۔'' وہ مدہم لہجے میں بولی تھی۔

''تو ٹھیک ہے پھر آپ صبح ہی جاب جوائن کر سکتی ہیں۔'' اس نے اچانک کہا۔

''صبح...... کیسے میرے پاس ابھی صبح کے لیے کوئی جاب نہیں ہے۔'' وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔

''میرے گھر میں ہاؤس کیپر کی جاب کرو گی؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔ وہ چونکی تھی۔

اتنے مشکل حالات کے بعد اب برا وقت جیسے اپنے پر سمیٹ رہا تھا۔ اسے تعرض سے کام نہیں لینا چاہیے تھا۔ اس کے پاس کوئی آپشن نہیں تھا اور انکار کر کے وہ اس موقع کو گنوانا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ اسی شام وہ سامان پیک کر کے ایسٹ لندن سے Belgravia آ گئی تھی جو لندن کا ہی ایک امیر ترین رہائشی علاقہ تھا۔

اس نے شاید ویسا گھر اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ وکٹوریہ جو دیگر امور سنبھالنے پر مامور تھی نے اسے پورا گھر دکھایا تھا اور پھر اسے اس کی جاب سمجھائی تھی۔ ریان حق نے اسے نہیں بتایا تھا کہ وہ اسے کتنا پے کرنے والا ہے۔ مگر اسے امید تھی کہ اس سے اتنا مل سکے گا کہ وہ اپنے بہن بھائیوں کے لیے ایک معقول رقم گھر بھجوا سکے۔ اس شام ندا ماسو سے بات ہوئی تھی۔

''مجھے سن کر خوشی ہوئی تم نے ایک اچھی جاب حاصل کر لی ہے۔ انتھک محبت کرنے والوں کی اللہ بھی مدد کرتا ہے۔ مگر ایلیاہ تم اس طرح خود کو اگنور مت کرو۔''

''میں کہاں خود کو اگنور کر رہی ہوں ماسو۔'' وہ مسکرائی تھی۔ ''آج کل تو خوب پیٹ بھر کر کھانے لگی ہوں۔ یہاں کھانا اور رہائش فری ہے۔ سو پہلے کی طرح دو لڑکیوں کے ساتھ ایک روم بھی شیئر نہیں کرنا پڑتا اور میں جو جی چاہتا ہے کھاتی ہوں۔ ان فیکٹ یہاں آ کر تو میرا ویٹ بھی ایک دو پاؤنڈ بڑھ گیا ہے۔'' وہ ہنسی تھی۔

''میرا مطلب وہ نہیں ایلیاہ تمنا ڈاکٹر بننے جا رہی ہے اور جامی بھی اپنا تعلیمی سفر کامیابی سے کر رہے ہیں میں بھی ان کی دیکھ بھال کے لیے یہاں موجود ہوں۔ تم اپنے بارے میں کیوں نہیں سوچتیں؟ اب تو حمزہ سے سلسلہ ختم ہوئے بھی کئی سال ہو گئے۔ بیٹا تم اپنی زندگی کی راہ تلاش کرنے میں عار مت جانو۔ اچھی زندگی جینے کا حق ہے تم خواب دیکھنے سے ہچکچاؤ مت۔''

''ماسو جانے دیں نا بقول حمزہ کے میں کیکٹس کا پھول ہوں۔ شاید اسے میرے ارد گرد زیادہ ہی کانٹے دکھائی دیتے تھے۔'' وہ ہنسی تھی۔ ''ویسے فی الحال میں اپنا سوچنا نہیں چاہتی سب کی تعلیم مکمل ہو جائے۔ اپنے اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں تو سوچوں گی۔'' وہ بولی تھی۔

''ایلیاہ مجھے ڈر لگتا ہے کہیں تم سب کے خواب پورے کرتے کرتے خود خواب نہ بن جاؤ۔ اپنے خوابوں کو خواہشوں کو اس طرح غیر اہم مت جانو۔ جامی، ثناء اور تمنا کے لیے ہم بھی ہیں نا۔''

''او کے ماسو مگر فی الحال زندگی کچھ کٹھن ہے اس دور سے باہر آنے دو پھر دیکھیں گے۔ میں چاہتی ہوں کل کو کوئی مجھے الزام نہ دے یوں بھی اپنے لیے تو سبھی جیتے ہیں۔'' وہ مسکرائی تھی۔ اس کے پیچھے کھٹکا ہوا تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا ریان حق کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر شاید مروت سے مسکرایا تھا۔ کیا وہ اس کے اور ماسو کے درمیان ہونے والی گفتگو سن چکا تھا؟

''کیسی جا رہی ہے جاب اچھا لگ رہا ہے؟'' وہ پوچھنے لگا تھا۔

''ہوں......!'' اس نے سر ہلایا تھا۔

''تم دادی اماں سے ملی ہو۔ وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں آتیں۔ تمہیں ان سے ملنے خود ان کے کمرے میں جانا پڑے گا۔'' ریان حق نے کہا تھا۔

''ہاں جانتی ہوں مجھے وکٹوریہ نے پہلے ہی دن ان سے ملوا دیا تھا۔ دادی سے مل کر بہت اچھا لگا۔ ان کا ادبی ذوق عمدہ ہے۔ ان کے لیے بکس پڑھنا اچھا لگا مجھے۔'' وہ مطلع کرتی

ہوئی بولی۔ تو وہ مسکرا دیا تھا۔

"اوہ' تو تم ان کے لیے بک ریڈنگ بھی کر رہی ہو۔ دادی اماں کو کتابوں سے عشق ہے۔"

"صرف آپ اور دادی اماں ہی اس گھر میں رہتے ہیں۔" اس نے پوچھا تھا۔

"ہاں فی الحال ٹینا کچھ دنوں کے لیے جرمنی گئی ہوئی ہے۔"

"ٹینا؟" اس نے زیرلب دہرایا تھا۔

"میری جرمن گرل فرینڈ۔" اس نے مختصر بتایا تھا۔ ایلیاہ میر کو جانے کیوں سن کر اپنے اندر سکوت پھیلتا لگا تھا۔

"ممی' ڈیڈی کی ڈیتھ کے بعد بہت عرصہ صرف میں اور دادی اماں اس گھر میں رہے پھر ٹینا میری زندگی میں آ گئی۔ اس کے آنے سے ایک تبدیلی آئی کہ گھر کا سکوت کچھ ٹوٹ گیا۔ اسے میوزک کا شوق ہے۔ اس کا ایک بینڈ ہے جس کی وہ لیڈ واکلسٹ ہے۔ کئی gigs کر چکی ہے وہ۔ ان فیکٹ کئی ایک gigs تو میں بھی اٹینڈ کر چکا ہوں۔ وہ ماڈلنگ بھی کرنا چاہتی ہے اور فلموں میں کام بھی۔ میں چاہوں تو یہ ممکن ہے۔ مگر میں اس میں اس کی مدد کرنا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں وہ صرف میوزک تک محدود رہے۔ ٹینا ایک سیلف میڈ لڑکی ہے۔ وہ بھی اپنے بل بوتے اور اپنی صلاحیتوں کے سہارے آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ آئی ہوپ تمہیں اس گھر کے تیسرے فرد سے مل کر بھی اچھا لگے گا۔" وہ مسکرا دیا تھا۔ وہ رسماً مسکرا دی تھی۔

خواب دیکھنا شاید اتنا آسان نہیں ہوتا۔ وہ خوابوں خیالوں کی دنیاؤں سے واقف نہیں تھی یہ سفر یقیناً مہنگا بھی پڑ سکتا تھا سو اس نے خواب نہ دیکھنے اور خواب جزیرے پر نہ جانے کا قصد کیا تھا اور کام میں مصروف ہو گئی تھی۔

شام میں جب گارڈن میں تھی تو کیکٹس کے پھولوں پر نگاہ پڑی تھی۔ وہ بے ساختہ ان کے قریب آ گئی اور پھولوں کو چھو کر دیکھنے لگی تھی تبھی کیکٹس کے کانٹوں نے اس کے ہاتھ کو زخمی کیا تھا۔

"آہ۔" اس کے منہ سے سسکی نکلی تھی۔ جانے ریان حق کہاں سے اس کے پیچھے آن رکا تھا۔ اس کے ہاتھ کو تھاما اور دبا کر خون نکال کر اپنے رومال سے صاف کرنے لگا تھا۔

"ممی کہتی تھیں اگر کچھ چبھ جائے تو باقی کا رکا ہوا بلڈ نکال دینے سے سپٹک نہیں ہوتا۔ آؤ میں تمھارے ہاتھ میں بینڈ ایج کروا دوں۔" وہ بولا تھا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں۔" اس نے ہاتھ کھینچنا چاہا تھا۔ مگر وہ اس پر مائل دکھائی نہیں دیا تھا۔ اسے اندر لے گیا تھا اور اینٹی سپٹک سے اس کے زخم صاف کر کے ان پر چھوٹی چھوٹی پٹیاں لگانے لگا تھا۔

"آپ......!" اس نے کچھ کہنے کے منہ کھولا تھا۔

"شش......!" ریان حق نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ وہ ساکت سی اس کی سمت تکنے لگی تھی۔ کچھ تھا اندر دل بہت تیزی سے دھڑکا تھا۔ اس شخص کے قریب بیٹھنے سے بات کرنے سے اندر کوئی لگن لگنے لگی تھی۔ کچھ عجیب محسوس ہونے لگا تھا جو اس سے پہلے محسوس نہیں ہوا تھا۔ کیا یہ خواہشوں کا انبار تھا جو اس کے اندر لگتا جا رہا تھا یا کوئی اور احساس تھا۔ یہ صرف دل کا دھڑکنا تھا یا پھر...... کچھ اور......؟ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

"محبت! محبت ہوئی ہے تمہیں؟" یک دم پوچھنے لگا تھا۔ یہ اچانک محبت کی بات کیوں آغاز ہوئی تھی؟ وہ بے طرح چونک پڑی تھی۔

محبت بھی کیکٹس جیسی ہوتی ہے' کتنے بھی خار کیوں نہ لگے ہوں' ذہن یہ جانتا ہی کیوں نہ ہو مگر پھر بھی' محبت کے قریب جانے کو دل چاہتا ہے' اسے چھونے کو دل چاہتا ہے' یقین کرنے کو دل کرتا ہے' محبت شاید اتنی ہی عجیب ہے؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔ ایلیاہ میر کو اس کی سمت دیکھنا محال لگا تھا' وہ اپنی نظریں پھیر گئی تھی' ساتھ ہی گردن کا رخ بھی' ریان حق نے ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ اپنی سمت موڑا تھا۔

"تم یقین کرو یا نہ کرو۔ مگر مجھے جانے کیوں لگتا ہے کہ تم محبت جیسی ہو' انوکھی' پُرکشش' پُریقین' نڈر' بہادر اور بھرپور خالص' مجھے حیرت ہے محبت سے کبھی تمہارا ساتھ کیسے نہیں

پڑا؟" وہ مسکرایا۔

"ایلیاہ میر! تم اتنی خوف زدہ کیوں ہو؟ میں نے محبت کو نہیں دیکھا مگر مجھے یقین ہے وہ خوف زدہ نہیں ہوتی ہوگی اور اگر ہوتی ہوگی تو شاید تمہارے جیسی دکھتی ہوگی' ان آنکھوں میں کچھ تو ہے شاید کوئی راز؟ تم ان رازوں سے ایک ایک کر کے پردہ اٹھاؤ گی تو میری مشکل آسان ہو جائے گی یا پھر تم ایسا کر کے میری مشکل اور بڑھا دو گی؟" بہت مدہم لہجے میں وہ کہہ رہا تھا' ایلیاہ میر کے لیے وہاں رکنا محال ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ اس کی نظروں کی تپش سے جلنے لگا تھا۔ وہ ایسا کیسے ہو گیا تھا؟ اچانک سے اس کے قریب کیوں آ رہا تھا؟ اس کا اندر' اس کا دل' سارا وجود بدل رہا تھا' یہ تغیر کیسے رونما ہوا تھا؟ ریان حق نے ایک پل میں ساری دنیا کو اپنے سنگ کیسے باندھ لیا تھا؟ وہ ناقابل حصول تھا' ناقابل رسائی تھا۔ وہ کیوں اس سے بندھ رہی تھی؟ کیوں اس کے دیکھنے سے دل کے زمانے اس کے ساتھ بندھ رہے تھے؟ وہ یک دم گھبرا کر اٹھی تھی۔ ریان حق نے ہاتھ تھام لیا تھا' وہ پلٹ کر دیکھنے لگی تھی۔ وہ اس کی سمت بغور دیکھ رہا تھا' ایلیاہ میر کی جان مشکل میں گھرنے لگی تھی۔

"میں حیران ہوں' میں بہت حیران تھا' جب تم سے پہلی بار ملا تھا میں ایسی کسی لڑکی سے پہلے کبھی نہیں ملا' مجھے قبول کر لینے دو کہ میں نے زندگی میں تمہاری جیسی لڑکی نہیں دیکھی۔ تم دوسروں سے الگ ہو' کچھ عجیب ہو' نہیں جانتا میں کیوں سوچ رہا ہوں مگر تم سے ملنے کے بعد کئی بار تمہیں سوچا' تم بہت انوکھی لگیں۔ مجھے کبھی محبت نہیں ہوئی' اس کے لیے وقت نہیں شاید محبت اتنی ہی انوکھی ہوتی ہے؟ مگر......" وہ رکا تھا۔ "میں نہیں جانتا کیا ہے مگر تم اپنا گہرا اثر چھوڑتی ہو' بالکل محبت کی طرح۔ تم اس دنیا کی نہیں لگتیں' میں الجھن میں ہوں' فی الحال سمجھ نہیں پا رہا یا پھر تمہیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ پا رہا' مجھے پوری عقل کو شامل کرنے دو پھر کسی نتیجے پر پہنچوں گا شاید یا پھر تمہیں سمجھنے کے لیے عقل و خرد کو ایک طرف رکھنا ہوگا؟" اسے سوالیہ نظروں سے تکتا وہ کچھ الجھا ہوا دکھائی دیا تھا اور الجھ تو وہ بھی گئی تھی۔ وہ ہاتھ چھڑا کر وہاں سے نکل گئی تھی۔

❁......❁......❁

تمنا' ثناء' جامی خوش تھے' انہیں معقول رقم مل گئی تھی' انہوں نے کڑا وقت نہیں جھیلا تھا' وہ خود دھوپ میں جل رہی تھی اور انہیں چھاؤں دے رہی تھی۔ اپنے بارے میں وہ نہیں سوچ سکتی تھی اور اگر سوچ بھی لیتی تو اس شخص کے متعلق تو بالکل نہیں سوچ سکتی تھی۔

وہ سو کر اٹھی تھی' معمول کے مطابق دن کا آغاز کیا تھا اس شخص کے سامنے دانستہ نہیں گئی' وہ پُریقین تھی کہ ریان حق کے دل و دماغ میں کچھ نہ تھا' بے تکلفی سے بات کرنا اس کی عادت تھی' وہ اس ماحول میں پلا بڑھا تھا۔ وہ دوستانہ انداز رکھتا تھا' جو تھا وہ اس کی طرف سے تھا۔ وہ خود تھی جو غلط سوچ رہی تھی اور وہ ایسا سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے صرف وہ اس لیے انوکھی لگی تھی کیونکہ وہ اس طرح کی لڑکیوں سے واقف نہیں تھا۔ اسے مشرقی لڑکیوں سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ شاید اس لیے وہ اس کے اثر میں تھا اور وہ اسے انوکھی لگ رہی تھی' شاید تبھی وہ اس سے مل کر حیران تھا اور الجھا ہوا تھا۔

سہ پہر میں جب وہ دادی اماں کو کتاب پڑھ کر سنا رہی تھی تبھی گھر میں غیر معمولی شور کا احساس ہوا تھا۔

"اُف! لگتا ہے وہ جرمن بلی آ گئی۔" دادی نے کہا تھا' اسے جاننے میں دیر نہیں لگی تھی کہ دادی کس کی بات کر رہی تھیں۔

"تم نے چیزوں کی ترتیب تو نہیں بدلی؟ اسے اس بات سے سخت چڑ ہے' ریان کی زندگی میں یا اس کے گھر میں کوئی مداخلت کرے تو پھر اس کی خیر نہیں' تم سے پہلے تین ہاؤس کیپر برخاست کر چکی ہے وہ۔" دادی نے بتایا تھا۔

اف! اس نے کئی تبدیلیاں کی تھی سو کیا اب اس جاب کو گنوانے کے لیے تیار رہنا چاہیے تھا؟ شاید وہ وکٹوریہ پر برس رہی تھی' وکٹوریہ بھاگی بھاگی اندر آئی تھی۔

"مس میر! آپ باہر آئیں' میڈم آپ کو بلا رہی ہیں۔"

اوہ! اس کے لیے بلاوا آ گیا تھا' تو کیا اب اس کی خیر نہیں تھی؟ ایلیاہ میر ڈرتے ڈرتے اٹھی تھی اور ٹینا کے سامنے چلتی ہوئی آن کھڑی ہوئی تھی۔

''یہ سب تم نے بدلا؟ وہ سامنے دیوار کی پینٹنگ' اس لیونگ روم کے کرٹین؟ میرے کمرے میں اشیاء کی ترتیب؟'' ٹینا نے اسے گھورا تھا۔ اس نے ابھی اثبات میں سر نہیں ہلایا تھا جب ریان حق اس کے مقابل آن رکا تھا' اس سے پہلے کہ ٹینا اس پر غصہ نکالتی یا اسے جاب سے برخاست کرتی۔ وہ بول پڑا تھا۔

''ٹینا! اسے ایسا میں نے کہا' مجھے لگا تمہیں یہ تبدیلی اچھی لگے گی' جو بھی ہوا میری مرضی سے ہوا۔'' وہ اسے سپورٹ کر رہا تھا یا اسے صرف اس کے غصے سے بچا رہا تھا؟ ایلیاہ میر نے اس کی سمت دیکھا تھا' تبھی وہ اس کی سمت دیکھتا ہوا بولا تھا۔

''ایلیاہ! تم جاؤ یہاں سے۔'' اس کے حکم پر وہ وہاں سے ہٹ گئی تھی۔ دروازے کے قریب جا کر اس نے جانے کیوں پلٹ کر دیکھا تھا۔ وہ دونوں قریب تھے' اس کے اندر جانے کیوں دور تک خاموشی پھیلنے لگی تھی۔

ٹینا کے آ جانے سے جانے کیوں اس کے اندر کے موسم خاموشیوں میں گھر گئے تھے' ایسا کیوں تھا؟ کیوں وہ ریان حق کو ٹینا کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی تھی' کیوں یہ اتنا عجیب سا لگ رہا تھا؟ کیوں وہ بے چین ہو رہی ہے؟ یہ اضطراب رگ و پے میں دور تک پھیل رہا تھا؟ وہ عجیب مشکلوں میں گھر گئی تھی' یہاں رکنے سے پہلے کچھ اور مسائل میں گھری تھی اور یہاں آ کر کچھ عجیب نوعیت کی مشکلات اس سے بھی دوگنا بڑھ گئی تھیں' ان مشکلات سے وہ مشکلات زیادہ بہتر تھیں' تب سکون تو تھا' چین تو تھا۔

اس نے کچن کے دروازے میں رک کر گہری سانس خارج کی تھی۔ جب اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا' اس نے پلٹ کر دیکھا' اس کا لائٹ آف کرتا ہاتھ وہیں رک گیا' وہ اس کے قریب آ رکا۔

''آج کل کچھ کم دکھائی دے رہی ہو' ٹینا سے بہت ڈر لگتا ہے؟'' اس کا مکمل جائزہ لیتا ہوا وہ بغور دیکھ رہا تھا' اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

''میں یہاں جاب کے لیے ہوں' جاب کے دوران غلطی ہو جائے تو ڈانٹ پڑ سکتی ہے' ٹینا اس گھر کی مالکن ہیں' باقی لوگوں کی طرح مجھے بھی ان کی مرضی کا احترام کرنا چاہیے۔'' وہ مخصوص پروفیشنل انداز میں بولی تھی۔ ریان حق نے خاموشی سے اس کی سمت دیکھا پھر اور قریب آ گیا اور دیوار پر ایک ہاتھ رکھ کر اس کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے وہاں سے نکل جانے کی ہر راہ مسدود کر دی تھی۔

''لگتا ہے تم بعید جاننے لگی ہو......'' اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مدہم لہجے میں بولا۔

''لگتا ہے تمہیں خبر ہونے لگی ہے' یہ جو آنکھوں میں رتجگوں کا شمار ہے یہ یوں ہی نہیں ہے یا پھر اس کا بھی کوئی بعید ہے؟'' بہت مدہم سرگوشی تھی۔

ایلیاہ کی ساری جان ایک پل میں مٹھی میں سمٹی تھی۔ ساری خود اعتمادی ایک پل میں اڑنچھو ہوئی تھی' کوئی کہہ سکتا تھا یہ وہی ایلیاہ میر تھی جو دیدہ دلیری کی حد کرتے ہوئے ایک بندے کو پنچ مار سکتی تھی یا نڈر ہو کر کسی کی بھی گاڑی کے ٹائروں کی ہوا نکال سکتی تھی' اس لمحے وہ کیسی چاروں شانے چت کھڑی تھی' کیا شکست خوردہ سا انداز تھا' جیسے وہ کوئی مزاحمت کر ہی نہیں سکتی ہو' ریان حق نے اس کے چہرے کو بہت آہستگی سے چھوا تھا۔

''محبت یہی ہے' ایسی ہی ہوتی ہے یا پھر یہ سارے بھیدوں سے واقفیت پانے کا احساس ہے اور یہ نگاہ اس لیے جھکی ہے کہ اگر ملی تو سارے راز افشا ہو جائیں گے۔ شکست خوردہ انداز' یہ ڈری سہمی نظر' یہ سانسوں میں تلاطم' اس کے اسباب ڈھونڈنے میں کتنی دیر لگتی ہے ایلیاہ میر؟'' ایلیاہ میر اس کی سمت دیکھنے سے مکمل گریز کرتے ہوئے اس کی گرفت سے نکلنے کی سعی کرنے لگی تھی مگر وہ اس آہنی دیوار کو نہیں ہٹا پائی تھی' اس کوشش میں سر اس کے سینے سے جا ٹکرایا تھا' اس کی مخصوص خوشبو اس کے نتھنوں میں گھسنے لگی تھی' اس کی گرم گرم سانسیں اس کے چہرے سے ٹکرا رہی تھیں' اس کے

حواس خطا ہونے لگے تھے۔

''گہرے سمندروں سے محبت ہے تو پھر سمندروں میں طغیانی کیوں لاتی ہے یہ محبت؟ کچھ سوچنے سمجھنے کیوں نہیں دیتی؟ کناروں پر رکو تو سفر پر مائل کیوں ہے؟ اور رک جاؤ تو بے چینیوں کو سوا کیوں کرتی ہے؟ پوچھو اس محبت سے' بات کر دیا کہو اس محبت سے بے بس نہ کرے۔'' وہ جنونی انداز میں اس کے کانوں میں سحر پھونک رہا تھا۔

کیا تھا' کیوں تھا؟ جیسے دل کسی نے مٹھی میں کیوں لے لیا تھا؟ وہ آنکھیں میچ گئی تھی یا پھر اس میں سکت ہی نہیں تھی کہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھ سکتی' سامنا کر سکتی۔

''ایلیاہ میر...... الجھنوں میں تیرتے رہنے سے سرا ہاتھ نہیں آتا' سرا ہاتھ میں لینے کے لیے دھڑکنوں کو سننا' آنکھوں کو پڑھنا' فاصلوں کو سمیٹنا ضروری ہوتا ہے اور فاصلوں کو سمیٹنے کے لیے خالی ہاتھ نہیں چلا جاتا' ہاتھ تھامنا ضروری ہوتا ہے۔'' اس نے ایلیاہ میر کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لیا اور ایلیاہ میر اس گھڑی جیسے طوفان کی زد پر تھی' سارا وجود کانپ رہا تھا' جیسے سمندر میں طغیانی آ جائے تو ناؤ ڈول جاتی ہے۔

''سمندروں میں بے سمت سفر نہیں کیا جاتا ایلیاہ میر! سمندروں کے سفر سے سمتوں کا تعین کرنے کے لیے دل سے پوچھا جاتا ہے۔ صرف دل کی سنو اور جانو کہ کیا کہتا ہے اور نظر کے لیے اور محبت کے لیے کیا ضروری ہے' جانتی ہو؟'' مدہم سرگوشی اس کے کان کے قریب ہوئی تھی۔

''محبت کے لیے محبت ضروری ہوتی ہے ایلیاہ میر! محبت کو جیتنے کے لیے صرف محبت سے جیتا جاتا ہے' اگر ذرا سی بھی حقیقت ہے تو میری نظروں میں جھانکو اور دیدہ دلی وا کرو' اسی بہادری سے جیسے پہلے دن میرے آفس میں گھسی تھیں۔ اگر کچھ حقیقت ہے تو خرد کو ایک طرف رکھ دو' دل کو فیصلہ کرنے دو کہ کبھی کبھی عقل کو تنہا چھوڑ دینا بھی ضروری ہوتا ہے'' وہ مدہم سرگوشی میں اس کی سماعتوں میں کوئی جادو پھونک رہا تھا' اسے لگا تھا کہ اس کے گرد محبتوں نے حصار کھینچ دیا ہو اور وہ بالکل بے بس ہو گئی ہو' وہ شخص جنونی ہو رہا تھا' کیا تھا یہ؟ کیا حقیقت تھی؟ ٹینا جو اس کے حوالے سے اس گھر میں تھی؟ یا پھر اس کا یہ پل' جب وہ اس کے قریب تھا' کیا تھا سچ؟

ایلیاہ میر نے سر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں لمحہ بھر کو دیکھا تھا پھر بہت سہولت سے اسے پرے دھکیلا تھا اور وہاں سے نکل گئی' وہ نہیں جانتی تھی سچ کیا تھا' مگر اسے اپنا سارا وجود شل لگ رہا تھا' جیسے وہ کسی محاذ سے لوٹی تھی مگر وہ فاتح نہیں لوٹی تھی۔ کچھ تھا جو وہیں رہ گیا تھا' اسے اپنا آپ بہت ادھورا لگا تھا' کیسا احساس تھا یہ؟ کیوں تھا؟ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

''کیا ہوا؟ تم اتنی کھوئی کھوئی کیوں ہو؟'' دادی اماں نے پوچھا۔ اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

''ٹینا نے کچھ کہہ دیا؟ تم اس کی باتوں کا برا مت ماننا' دل کی بری نہیں ہے' ویسے یہ جرمن لوگ کچھ Weird ہوتے ہیں' ان کی سمجھ زیادہ نہیں آتی بڑے ان پری ڈکٹیبل قسم کے ہوتے ہیں مگر ایک بار سمجھ آ جائے تو پھر نبھا آسان ہو جاتا ہے' دیکھو ریان کے کتنے قریب ہے وہ۔'' وہ کہہ رہی تھیں۔

''آپ کو بہت پسند ہے وہ؟'' وہ جانے کیا جاننا چاہتی تھی۔

''میری پسند ناپسند کی بات نہیں' میں کچھ دیسی ہوں' جس مٹی میں پیدا ہوئی اس مٹی کی خوشبو بھاتی ہے۔ تم اچھی لگتی ہو تبھی تو ساتھ بٹھا کر گھنٹوں باتیں کرتے رہنا چاہتی ہوں' ریان کے دادا' میں اور ریان کے ڈیڈی جب یہاں انگلینڈ میں آئے تھے تو ریان کے ڈیڈی بہت چھوٹے سے تھے' ریان یہیں پیدا ہوا' ریان کا باپ بھی یہیں پلا بڑھا' ان لوگوں نے اس زمین کو اپنا لیا' مگر ہمارے لیے اب بھی اپنی مٹی اور زمین کی قدر ہے' برسوں گزر گئے اس دیس کو چھوڑے مگر آج تم سے ملی تو اپنی مٹی کی مخصوص خوشبو آئی' اگر میرا بس چلے تو ریان کے لیے کوئی اپنے ہی دیس کی لڑکی ڈھونڈ کر دلہن بنا کر لاؤں مگر ریان کو مشرقی لڑکیاں زیادہ بھاتی نہیں' دو چار رشتے داروں سے کہہ کر رشتے دکھائے ہیں مگر ریان ٹس سے مس نہیں ہوا۔ اب تک تین گرل فرینڈز بدل چکا ہے اور ان میں کوئی ایک بھی دیسی نہیں' ایک آئرش تھی' دوسری انگلش اور

تیسری یہ ٹینا جو جرمن ہے۔ مجھے لگتا ہے ان لڑکیوں میں اعتماد کی کمی ہوتی ہے‘ ماڈرن سوچ کی نہیں ہوتیں۔ عجیب چھوٹی موٹی ٹائپ ہوتی ہیں‘ انہیں قدم سے قدم ملا کر چلنا نہیں آتا۔ آج تک کسی مشرقی لڑکی کے قریب سے نہیں گزرا‘ کہتا ہے انہیں دیکھتے ہی Touch me Not کی آواز آتی ہے‘ اب تو میں بھی کسی مغربی بہو کے لیے مائنڈ سیٹ کرلیا ہے‘ اگر ریان کی ماں زندہ ہوتی تو شاید وہ اس کی سنتا‘ مگر اب ایسا مشکل دکھائی دیتا ہے۔“ دادی اماں نے افسوس سے کہا تھا۔

”ریان کے ممی ڈیڈی کی ڈیتھ کیسے ہوئی تھی؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں‘ دونوں ایک ساتھ چلے گئے۔ ریان کو اس کا بہت گہرا صدمہ ہوا‘ تبھی چپ سا ہوگیا‘ کئی برسوں تک تو نہ ہنستا تھا نہ بات کرتا تھا پھر آہستہ آہستہ زندگی معمول پر آ ہی جاتی ہے سو ریان کو بھی سچائی ماننا پڑی۔ گئے ہوؤں کو واپس نہیں لایا جاسکتا‘ مگر وہ ہماری یادوں میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔“

”ریان حق محبت کرتے ہوں گے ٹینا سے؟“ اس نے دل میں آیا سوال پوچھا تھا‘ دادی مسکرادیں۔

”بیٹا! پچھلے دو سال سے وہ گھر میں ہے‘ محبت ہوگی تو ساتھ ہے نا۔ ہم ٹھہرے پرانے وقتوں کے لوگ‘ ہمارے لیے محبت دو لوگوں کا اور خاندانوں کا قانونی اور مذہبی طور پر جڑنا ہوتا تھا۔ محبت اس رشتے کے بعد شروع ہوتی تھی‘ آج کل یہی رسمیں نہیں نبھائی جاتیں‘ ان مغربی ملکوں میں تو بالکل بھی نہیں‘ ان کے لیے تو محبت بھی فاسٹ فورڈ ہے یا کوئی Smothy یا ڈرنک ادھر غٹا غٹ اندر اور نشہ ہرن۔“ دادی بدگمان دکھائی دی تھیں۔

”اس کے لیے آپ ریان حق کو قصوار نہیں ٹھہرا سکتیں‘ وہ ایسا بن سکا کیونکہ وہ اس ماحول میں پیدا ہوا اور پروان چڑھا‘ اگر وہ کسی مشرقی ماحول میں پرورش پاتا تو شاید وہ ایسا ہی ہوتا‘ ایلیاہ میر نے اس کی حمایت کی تھی۔ وہ انگلش لوگوں کی طرح دوستانہ مزاج رکھتا تھا‘ اچھا حس مزاح رکھتا تھا‘ سو جہاں بہت سی چیزیں وہ نہیں سیکھ پایا تھا وہیں کچھ اچھی چیزیں تو اس نے اس ماحول سے آڈاپٹ کر ہی لی تھیں‘ اس کی اس اچھائی کو تو اس نے بھی مانا تھا‘ جس طرح وہ برے دور سے گزر رہی تھی اگر وہ اس کی مدد نہ کرتا تو آج شاید وہ اس سے بھی بدترین صورت حال سے دوچار ہوتی‘ وہ اتنا برا نہیں وہ سر جھکا کر سوچنے لگی تھی۔ اگر اسے مشرقی لڑکیوں سے لگاؤ نہیں تھا تو اس سے...... کیا جاننے کے لیے اس نے دادی اماں سے اتنی بات چیت کی تھی اور کھلا کیا تھا؟ اس کا دل بہت سکوت سے بھر گیا تھا۔

❁......❁......❁

”تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟“ وہ لیونگ روم میں تھی جب ٹینا نے اسے آلیا تھا۔ وہ چونک کر اس کی سمت دیکھنے لگی تھی‘ ٹینا کو اس کی خاموشی سے الجھن ہوئی تھی تبھی دوبار پوچھنے لگی تھی۔

”میں نے تم سے پوچھا تمہارا پاسپورٹ کہاں ہے؟“

”وہ میرے پاس نہیں ہے۔“ وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

”اوہ! تم غیر قانونی یہاں ہو؟“ وہ سخت لہجے میں بولی تھی۔

”نہیں‘ میں نے اپنے ویزا کو Extend کرنے کے لیے اپلائی کیا ہے سو پاسپورٹ یو کے بارڈر ایجنسی میں جمع ہے۔“ وہ صاف گوئی سے بولی۔

”اوہ! تب تمہارا کام کرنا بھی قانوناً نہیں‘ تمہیں یہ رعایت اس لیے ملی ہوئی ہے کیونکہ ریان کے گرینڈز کی کنٹری سے ہو۔“ وہ اپنے مخصوص جرمن لہجے میں انگلش بول رہی تھی۔ اسے یہ چھان بین بہت بری لگی تھی‘ اس کا فطری غصہ عود کر آیا تھا۔

”ایکسکیوز می‘ میں تمہاری ملازم نہیں ہوں‘ سو تمہیں مجھ سے پوچھ گچھ کا حق بھی نہیں ہے۔“ وہ کٹے ہوئے لہجے میں بولی تو ٹینا اس کے پراعتماد انداز اور ایٹی ٹیوڈ پر حیران رہ گئی تھی۔

”آئندہ مجھ سے ایسے سوالات مت کرنا۔“ وہ کہہ کر وہاں سے نکل گئی تھی‘ کچھ فاصلے پر کھڑے ریان حق نے اسے بغور دیکھا تھا اور ٹینا کے قریب آ گیا تھا۔

”تمہیں ایلیاہ میر سے ایسے بات نہیں کرنا چاہیے‘ اسے میں نے یہاں جاب دی ہے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ اس سے سوالات کرنے کا حق بھی صرف تمہیں حاصل ہے؟“ ٹینا نے اسے کڑے تیوروں سے دیکھا تھا‘ ریان حق سنجیدگی سے دیکھنے لگا تھا پھر شانے اچکادیے تھے۔

”جیسا تم سمجھو۔“ ٹینا اس کے انداز پر چڑ گئی تھی۔

”کیا؟“ اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔

”مجھے یہ لڑکی بالکل مناسب نہیں لگتی‘ کچھ عجیب ہے۔ اس کے اندر خوانخواہ کی اکڑ ہے‘ تیسری دنیا کی ایک چھوٹی سی کنٹری سے ہے اور بات ایسے کرتی ہے جیسے کہیں کی پرنسس ہو۔“ وہ تپے لہجے میں کہہ رہی تھی‘ ریان کو یہ الفاظ اچھے نہیں لگے تھے۔

”ٹینا انسان کی عزت کرنا سیکھو‘ ایک انسان کی عزت بڑی یا چھوٹی‘ ترقی یافتہ‘ ترقی پذیر کنٹری کے باعث نہیں ہوتی‘ بہ حیثیت انسان ہوتی ہے‘ وہ بہت پڑھی لکھی اور قابل لڑکی ہے‘ وہ اتنی چھوٹی جاب کرنے پر مجبور ہے کیونکہ اس کا ویزا Expired ہوگیا ہے‘ وہ کسی سے بدتر ہے نہ کم تر۔“ وہ اسے بھرپور ڈی فنڈ کر رہا تھا‘ ٹینا نے اسے چپ چاپ دیکھا اور پھر وہاں سے چلی گئی تھی۔

❁......❁......❁

”کہاں غائب ہو تم؟ ایسی گئیں کہ پلٹ کر خبر بھی نہیں لی؟ لگتا ہے کافی اچھی جاب مل گئی ہے جو دوست بھی بھول گئے؟“ نمرہ فون کر کے شکوہ کر رہی تھی‘ وہ مسکرادی تھی۔

”ارے نہیں تمہیں بھول سکتی ہوں بھلا‘ یہاں آ کر مصروفیت کچھ بڑھ گئی ہے‘ اب مجھے لگ رہا ہے کہ ہاؤس کیپنگ کرنا اتنا آسان کام نہیں‘ سچ نمرہ! اتنا بڑا گھر ہے‘ بالکل کسی محل سا‘ میرے تو گمان میں بھی نہیں تھا ایک دن اتنے بڑے گھر میں رہوں گی۔“ وہ صاف گوئی سے بولی تھی‘ نمرہ مسکرادی تھی۔

”کہیں ارادہ قبضہ جمانے کا تو نہیں؟ ریان حق خاصا ہینڈسم ہے اور......“

”کم آن نمرہ! ڈونٹ بی اسٹوپڈ“ ریان حق کی گرل فرینڈ ہے اور مجھے دوسروں کے حق غصب کرنے کا کوئی شوق نہیں‘ یوں بھی ریان حق مشرقی لڑکیوں سے دس فٹ دور بھاگتا ہے‘ اسے ٹچ می ناٹ والا دیسی امیج بالکل بھی پسند نہیں۔“ ایلیاہ نے بتایا۔

”اوہ! یہ تو ٹھیک نہیں‘ تم قائل کرلو نا اسے؟“ وہ چھیڑنے لگی تھی۔ ”اسے بتادو‘ ہم مشرقی لڑکیاں بھی کسی سے کم نہیں‘ یوں بھی دیسی ہونے کے ناتے پہلا حق تو ہمارا ہی بنتا ہے‘ آخر کو ہم پاکستانی ہی تو ہیں۔“ نمرہ مسکرائی تھی۔

”وہ خود کو انگلش اور برٹش کہلانے میں زیادہ فخر محسوس کرتا ہے۔“ ایلیاہ نے گہری سانس لیا۔ ”تم بتاؤ کیا کر رہی ہو آج کل؟“ وہ بات بدلتے ہوئے بولی۔

”کچھ خاص نہیں یار! شادی کا بہت موڈ ہو رہا ہے مگر لگتا ہے یہ لکیر میرے ہاتھوں میں نہیں ہے۔ کون سی لکی لڑکیاں ہوتی ہیں جن کی شادیاں ہوتی ہیں اور جن کی شادی کی فکروں میں ان کے گھر والے گھلے جاتے ہیں‘ یہاں دیکھو سال پر سال گزر رہے ہیں‘ یہاں پرائے دیس میں کماتے ہوئے اور گھر چلاتے ہوئے کسی کو احساس ہی نہیں شاید بیٹیوں کو کمانا نہیں چاہیے کیونکہ جب بیٹیاں کماتی ہیں تو پھر والدین ان کی ذمے داریوں سے نبرد آزما ہونے کا نہیں سوچتے‘ میں اپنے ماں باپ کا بیٹا بننا چاہتی تھی اور دیکھو بیٹی بھی نہیں رہی۔ کسی کو میرے احساسات کی فکر نہیں‘ کسی کو نہیں لگتا میرا گھر بھی بسنا چاہیے‘ سب کو بس یہ فکر ہے کہ میرا گھر بس گیا تو ان کے اخراجات کون اٹھائے گا۔ یہ اپنے بھی کبھی کتنے خود غرض ہو جاتے ہیں نا۔ ایلیاہ! میری مان تو تُو بھی خود کو ایسے ضائع مت کر‘ کل کو کوئی کام نہیں آتا نا بھائی‘ نا بہن۔“ نمرہ حقائق بتا رہی تھی‘ اسے نمرہ سے ہمدردی محسوس ہوئی تھی۔

”نمرہ! تم کوئی اچھا لڑکا دیکھ کر شادی کرلو۔“

”اچھا لڑکا......!“ وہ ہنسی تھی۔ ”یہاں اچھا لڑکا کہاں ملے گا؟ جو اپنے دیس سے یہاں آتے ہیں وہ گوریوں کے

پیچھے بھاگتے ہیں تاکہ انہیں ریڈ پاسپورٹ مل سکے‘ وہ اپنی لڑکیوں کو لفٹ نہیں کرواتے اور جو گورے ہیں وہ میرے کسی کام کے نہیں‘ ان کے لیے سوچنے سے بہتر ہے میں شادی کا نہ سوچوں۔ مجھے اپنے بچوں کو آدھا تیتر‘ آدھا بٹیر نہیں بنانا۔“ وہ نمرہ کی بات پر ہنس دی تھی۔ نمرہ صاف دل کی تھی سیدھی بات کرتی تھی۔

”تم ان لڑکوں کو بھول رہی ہو جو Born and Bred یو کے ہیں۔“ ایلیاہ مسکرائی تھی۔

”ان کی تو بات ہی جانے دو ایلیاہ!“ وہ منہ بگاڑ کر بولی۔ وہ سب سے زیادہ ٹیڑھی لکیر ہیں‘ پہلے غلطی سے یہاں پیدا ہوتے ہیں پھر ساری زندگی اس غلطی کو سدھارنے میں لگا دیتے ہیں۔ ریان حق انہی میں سے ایک ہے نا؟ دیکھو اسے دیسی لڑکیاں سرے سے پسند ہی نہیں؟ وہ تمہیں گھاس نہیں ڈال رہا حالانکہ تم اچھی خاصی اسمارٹ ہو‘ خوب صورت ہو اور پراعتماد ہو۔“ نمرہ نے تجزیہ کیا تھا۔

”نمرہ بات کسی اور کی نہیں ہے‘ میری ہے اور میں جانتی ہوں مجھے کیا چاہیے۔“ وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولی۔

”تمہیں ریان حق جیسا بندہ نہیں چاہیے؟“ نمرہ چونکی تھی‘ وہ چپ رہی تھی۔

”ویسے ایک ٹرائی تو کرو‘ بندہ بُرا نہیں ہے‘ کیا ہوا جو برٹش ہے‘ ہے تو رئیس اور ہینڈسم بھی۔“ وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔

”میں رانگ نمبر پر ٹرائی کرنا مناسب خیال نہیں کرتی نمرہ!“ وہ آہستگی سے بولی۔

”رانگ نمبر کہاں ہے یار! سیدھے سے رائٹ بندہ ہے۔“ وہ ہنسی تھی۔

”شاید‘ مگر لائن انگیج ہو تو دوسری بار ٹرائی کرنا عقل مندی نہیں۔“ اس کے انداز میں بولی تھی اور نمرہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

”خیر ہیں کو اکب کچھ‘ نظر آتے ہیں کچھ‘ چلو مجھے نیند آرہی ہے پھر بات کرتے ہیں۔ تم اب بھول مت جانا‘ ورنہ وہاں آکر پٹائی لگاؤں گی۔“ وہ ایسی ہی بے تکلف تھی‘ تبھی اس سے اس کی خوب بنتی بھی تھی‘ نمرہ سے بات کرنے کے بعد وہ کافی فریش ہوگئی تھی مگر اسے اس کے لیے افسوس بھی تھا‘ کیسی حسرت تھی اس کے انداز میں شادی کو لے کر‘ تو کیا وہ خود کو نظر انداز کر کے غلطی کر رہی تھی‘ ندا ماسو کا لہجہ سماعتوں میں گونجا تھا۔

”ایلیاہ خود کو اگنور مت کرنا‘ اس نے بہت سی سوچوں سے گھبرا کر سر نفی میں ہلایا تھا‘ اسے اندازہ بھی نہیں ہوا تھا‘ کب ریان حق اس کے سامنے آن بیٹھا تھا۔

”کس سے بات کر رہی تھیں تم؟“ وہ تفتیشی انداز اختیار کر رہا تھا یا محض بات آغاز کرنے کو بولا تھا‘ وہ الجھتے ہوئے اس کی جانب دیکھنے لگی تھی۔

”نمرہ سے......“

”شادی کی بات ہو رہی تھی؟“ وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ اسے کیسے خبر ہوئی تھی‘ وہ اپنی جگہ دنگ رہ گئی تھی۔

”ہاں وہ نمرہ شادی کرنا چاہ رہی ہے مگر اسے کوئی اچھا لڑکا نہیں مل رہا۔“ اس نے صاف گوئی سے کہا۔

”اور تم......؟“ وہ اسے موضوع بناتا ہوا بولا تھا۔

”میں......؟“ وہ چونکی تھی۔

”تمہیں شادی نہیں کرنا؟ کوئی ارادہ ہے بھی کہ نہیں؟ ہے کوئی نظر میں۔“ وہ اس سے کیسے سوال کر رہا تھا؟ وہ حیران ہوئی تھی پھر نفی میں گردن ہلادی تھی۔

”فی الحال کوئی پلان نہیں‘ یوں بھی پلان کے لیے کسی کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔“ وہ سرسری لہجے میں بولی اور گلدان میں پھول سیٹ کرنے لگی۔

”تمہارے اس فیانسی کا کیا ہوا؟“ ریان حق نے پوچھا‘ وہ چونک پڑی تھی۔

”اس کے بارے میں کیوں بات کر رہے ہیں آپ؟ میں یہاں رہتی ہوں‘ جاب کرتی ہوں‘ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر الٹی سیدھی بات آپ مجھ سے پوچھیں گے۔“ حمزہ کا نام سن کر ہی اسے غصہ آ گیا تھا۔ وہ جانے کیوں مسکرا دیا تھا۔

”مجھے جانے کیوں لگا تم اس کی یاد میں بیٹھی ہو‘ مشرقی لڑکیوں کا مزاج نرالا ہوتا ہے۔ کسی دوسرے کا خواب میں بھی

سوچیں تو گناہ سمجھتی ہیں۔“ وہ جانے کیوں اسے چڑا رہا تھا۔ وہ خود اپنے اندر کی الجھنوں سے الجھتے ہوئے تھکنے لگا تھا یا اس کی خاموشی اس کے لیے قابلِ قبول نہیں تھی؟ ایلیاہ میر نے اسے اعتماد سے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

”میں کسی بات کی وضاحت دینا ضروری نہیں سمجھتی‘ مگر اس شخص کے لیے میری زندگی میں کہیں جگہ نہیں ہے‘ یہ بات بہت پہلے بھی بتا چکی ہوں۔“ وہ دوٹوک انداز میں بولی۔ وہ اس کے پھول لگاتے ہاتھ کو بغور دیکھنے لگا تھا پھر جانے کیا سوچ کر اس کا وہ ہاتھ تھام لیا‘ کلائی پر گرفت مضبوط تھی۔ وہ کوئی معنی اخذ نہ کر پائی تھی مگر تکلیف کے احساس سے اس کی سمت تکنے لگی تھی۔

”ایک لڑکی کیا چاہتی ہے؟“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مدہم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔ ”میں جاننا چاہتا ہوں۔“

”لڑکی لڑکی میں فرق ہوتا ہے ریان حق! ہر لڑکی کے خواب ایک سے نہیں ہوتے‘ ہر لڑکی کی خواہشات مختلف ہوتی ہیں۔“ وہ تکلیف کے احساس سے اس کی گرفت سے اپنی کلائی چھڑانے کی سعی کرنے لگی تھی‘ وہ اس کے جواب پر مسکرا دیا تھا۔

”تم کیا چاہتی ہو؟“ وہ آج اتنے عجیب سوال کیوں کر رہا تھا؟ اسے حیرت ہوئی تھی۔

”تم کیا خواب دیکھتی ہو ایلیاہ میر! مجھے جاننا ہے۔“

”کیوں؟ کیا حق ہے آپ کے پاس یہ سب جاننے کا؟“ وہ تپ کر بولی تھی‘ وہ مسکرا دیا تھا۔

”چلو نہ بتاؤ‘ مگر میں جانتا ہوں لڑکی کے خواب کیا ہوتے ہیں‘ اسے جنون ہوتا ہے پانے کا اور مزید پانے کا‘ مرد کی توجہ‘ اس کا حصول اور پھر اس کی دولت کا حصول اور مزید اچھی زندگی گزارنے کی چاہ‘ مہنگی قیمتی اشیاء خریدنے کی خواہش۔ بس یہی ہوتی ہے لڑکی کی خواہش۔“ جانے کیا جانا تھا اس نے یا کسی بات کے تجل اس کے اندر تھے جو وہ اس طرح سے بات کر رہا تھا۔

”میں نے کہا نا ریان حق! ہر لڑکی یہ خواب نہیں دیکھتی۔“

”اچھا بتاؤ ایک اولڈ فینشنڈ لڑکی کیا خواب دیکھتی ہے؟“ وہ اس پر انگلی رکھتے ہوئے بولا تھا۔

”میری ماں کہتی تھی لڑکی کے لیے سب سے زیادہ اہم محبت ہوتی ہے‘ وہ مرد کی محبت سے محبت کرتی ہے‘ وہ مرد سے زیادہ کچھ نہیں چاہتی محبت کے سوا۔“

”اوں ہوں...... تمہاری ممی کی بات نہیں ہو رہی۔ تم...... تم کیا چاہتی ہو؟“ وہ ساری توجہ اس پر مرکوز کرتے ہوئے بولا۔

”محبت‘ عزت اور تحفظ۔“ ایلیاہ میر روانی سے بولی۔

”اور......؟“ وہ براہِ راست اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا۔

”اور کیا؟“ وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

”پیسہ...... دولت...... شہرت......؟“ وہ مسکرایا تھا۔

”یہ میری ترجیحات میں شامل نہیں۔“ وہ اعتماد سے بولی۔

”آہ! انوکھی لڑکی ہو تم‘ اپنی نوعیت کی انوکھی ترین لڑکی۔“ اسے جیسے ایلیاہ میر کے جواب نے مطمئن نہیں کیا تھا۔ ایلیاہ میر کی کلائی پر اس کی گرفت جوں کی توں تھی۔

”میری کلائی چھوڑیئے۔“ وہ درخواست کرتی ہوئی بولی۔ ریان حق نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی تھی۔ کیا وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ اس کی دولت میں انٹرسٹڈ ہے؟ مگر کیوں‘ وہ تو سرے سے اس میں انٹرسٹڈ نہیں تھی؟ پھر وہ ایسا کیوں سوچ رہا تھا؟

”ریان حق! میری کلائی چھوڑیئے۔“ اس نے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ دیکھا تو وہ اس کے انداز سے محظوظ ہوتا ہوا مسکرا دیا۔

”کیکٹس کا پھول‘ دیکھنے میں دل رُبا...... چھونے میں تکلیف دہ۔“ وہ مدہم سرگوشی کرتا ہوا اس کا ہاتھ چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ایلیاہ نے سر اٹھا کر تکلیف کے احساس سے اسے دیکھا تھا مگر ریان حق اس کی پروا نا کرتے ہوئے وہاں سے نکل گیا تھا۔ وہ اپنی کلائی کو دیکھنے لگی تھی جہاں پر اس کی

گرفت کے نشان پیوست ہو گئے تھے' یہ کون سا طریقہ تھا احتجاج کا؟ اس سے اس طرح کا برتاؤ کرنے کا؟

اس نے دھندلاتی آنکھوں سے پار دیکھا تھا وہ ٹینا کے ساتھ کھڑا تھا' جانے کیا بات کر رہا تھا' پھر اس کو اور قریب کر لیا تھا' وہ جانے کیوں دیکھ نہیں سکی تھی اور اس طرف سے دھیان ہٹانے کی سعی کرنے لگی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

کسی کی نظروں میں ناپسندیدگی ہو یا پسندیدگی اس کے بارے میں علم ہو ہی جاتا ہے۔ ٹینا کی نظروں میں اس کے لیے پسندیدگی نہیں تھی۔ یہ بات وہ جان گئی تھی' اس کی نظریں اس کی طرف اٹھتیں تو وہ بہت سرد ہوتی تھیں۔ مگر وہ محسوس کرتی تھی وہ کہیں بہت ڈری سہمی ہوئی ہے۔

''تمہاری یونیورسٹی سے تمہیں ڈگری کب مل رہی ہے؟'' اس شام وہ اس کے سامنے آن بیٹھی تھی اور بہت فرینڈلی انداز سے بات چیت کرنے لگی تھی۔ ایلیاہ میر کو زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی۔

''اس کے لیے کچھ ویٹ کرنا پڑے جو فی الحال میں کرنا نہیں چاہتی' یونیورسٹی سے ٹیکسٹ مسیج موصول ہو جائے گا یا پھر ای میل کر کے بتا دیں گے وہ' میں خود چاہتی ہوں ایسا جلد ہو۔'' ایلیاہ میر اطمینان سے بولی۔

''تمہارے فیوچر پلانز کیا ہیں؟ یونیورسٹی سے سرٹیفکیٹ ملنے کے بعد تو تم یہاں سے جا سکتی ہو نا؟'' ٹینا نرمی سے بات کر رہی تھی۔

''یونیورسٹی سے سرٹیفکیٹ ملنے کے بعد میں پوسٹ اسٹڈی ورک کے لیے اپلائی کر سکوں گی اور دو سال مزید یہاں رک سکوں گی۔'' وہ کافی کے سپ لیتے ہوئے بولی۔

''اوہ! اور اگر تمہیں نہیں ملتا تمہارا ویزا Expend نہیں ہو پاتا تو؟'' وہ مسکرائی تھی' کچھ حسِ مزاح پھڑکی تھی تبھی اطمینان سے بولی تھی۔

''تو پھر کوئی دوسرا راستہ ڈھونڈوں گی' ویزا کئی طرح سے سوئچ ہو سکتا ہے اگر میں کسی مقامی بندے سے شادی کر لوں تو بھی میں یہاں رک سکتی ہوں۔''

''اوہ! تو تمہارا خواب یہاں مستقل رکنے کا ہے؟ ریڈ پاسپورٹ پانا؟'' ٹینا نے اپنے طور پر اخذ کیا تھا' وہ اس کی کیفیت سے محظوظ ہوتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

''ویل بندہ امیر ہو تو اس بارے میں سوچا بھی جا سکتا ہے۔''

''اوہ! مجھے اس کا اندازہ پہلے ہی ہو گیا تھا۔'' ٹینا نے ہونٹ سکوڑے تھے' ایلیاہ میر مسکرا دی تھی اور بغور اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھا تھا۔

''ہے کوئی نظر میں؟''

''کون؟'' ٹینا چونکی تھی۔

''جو مجھے ریڈ پاسپورٹ دلانے میں مدد کر سکے؟'' وہ جاننا چاہتی تھی اس کا ذہن کیا سوچ رہا ہے اور اگر ریان حق نے اس طور ری ایکٹ کیا تھا اس کی وجہ کیا تھی' کہیں وہ ٹینا تو نہیں تو جو ریان حق کا مائنڈ بدل رہی تھی' اسے ایلیاہ میر سے بدظن کر رہی تھی۔

''یہاں کئی ہیں جو تمہاری مدد کر سکتے ہیں' تم صرف پیپر میرج کر کے بھی وہ سب حاصل کر سکتی ہو جن کا خواب تم دیکھ رہی ہو' یہاں ایسی پیپر میرجز عام ہیں' یہ شادیاں صرف ریڈ پاسپورٹ کے حصول کے لیے ہوتی ہیں اور اس کے بعد ختم ہو جاتی ہیں۔'' ٹینا نے بتایا تھا' جیسے وہ اس کی سب سے بڑی خیر خواہ تھی۔

''جانتی ہوں۔'' ایلیاہ میر اطمینان سے بولی تھی۔ ''میں غلط راستوں سے منزل پانے پر یقین نہیں رکھتی' اگر منزل پانا قسمت میں ہے تو راستے خود مجھے منزل تک رہنمائی دیں گے۔ وہ ایک تمہی ہو جس نے ریان حق کو جتانے اور قائل کرنے کی کوشش کی کہ میں یہاں پیسوں کے لیے رکی ہوئی ہوں؟ لالچی ہوں اور دولت یا ریڈ پاسپورٹ چاہتی ہوں؟'' ایلیاہ میر نے دوٹوک پوچھا تھا' وہ ساکت رہ گئی تھی' پھر کچھ دیر خاموشی کے بعد بولی تھی۔

''تمہیں یہاں سے چلے جانا چاہیے ایلیاہ میر! تمہارے اس گھر میں آنے سے پہلے ریان حق میرے بہت قریب تھا۔ مگر تمہارے یہاں آنے کے بعد وہ قربت معنی کھو گئی۔

میں نہیں چاہتی تم یہاں رہو اور ہمارے درمیان دیوار اٹھاؤ؟ مجھے غلط ثابت کرو گی؟'' ایلیاہ میر نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا' ٹینا نے گہری سانس خارج کی تھی۔

''میرے لیے ریان حق اہم ہے اور میں اسے کھونا نہیں چاہتی' میں نہیں چاہتی کوئی اس کا فائدہ اٹھائے' اس کے لیے میں کسی صحیح غلط کو نہیں مانتی۔'' بات جب کھل ہی چکی تھی تو وہ بھی کچھ مزید چھپانے میں عار نہیں جانتی تھی۔

''تم مجھ سے خوف زدہ ہو؟'' ایلیاہ میر کو حیرت ہوئی تھی۔

''میں اس کی ایک ملازم ہوں' وہ تمہارے ساتھ دو سال سے ہے' تم دونوں قریب ہو' میں کہاں ہوں؟'' وہ بولی تھی۔

''تم اس کے دل میں ہو' اس کی آنکھوں میں ہو۔'' ٹینا نے جتایا تھا اور فضا میں ایک سکوت پھیل گیا تھا۔ ایلیاہ میر کو یہ سن کر عجیب لگا تھا۔ یقین نہیں ہوا تھا' وہ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

''پلیز چلی جاؤ یہاں سے' کوئی اور جاب ڈھونڈ لو' تم چاہو تو میں پاؤل سے بات کر سکتی ہوں۔'' ٹینا بولی تھی۔

''کیسی بات؟'' وہ چونکی تھی' ٹینا اس کی سمت دیکھتی رہی تھی پھر بولی۔

''وہ تمہارے ساتھ پیپر میرج کر سکتا ہے' وہ برٹش ہے' میرے ہینڈ میں ہے مگر اس کے لیے تمہیں اسے کچھ پیسے دینا ہوں گے۔'' ''نیشنلٹی ملنے کے بعد تم اس شادی سے' اس تعلق سے آزاد ہو گی۔ یہی چاہیے نا تمہیں؟ تم قابل ہو اچھی جاب حاصل کر سکتی ہو' خوب صورت ہو' بہت سے اور مل سکتے ہیں تمہیں' زندگی شروع کر سکتی ہو' مگر ہماری دنیا سے نکل جاؤ۔ اس سے زیادہ تمہاری مدد میں نہیں کر سکتی۔'' ٹینا بول کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اس کی سفاکی پر حیران رہ گئی تھی۔ ٹینا جانتی تھی ویزا سوئچ کرنے کے کئی طریقے اور بھی تھے مگر وہ اس کی شادی کرانا چاہتی تھی تاکہ وہ ان کی راہ سے ہمیشہ کے لیے نکل جائے۔ وہ اتنی بچی نہیں تھی کہ آنکھیں بند کر کے ٹینا کی مان لیتی تو پھر ریان حق نے ٹینا کی کیسے مان لی تھی؟ وہ لمحہ بھر کو سوچ کر حیران ہوئی تھی۔

اس دن کے بعد سے وہ شخص اس سے بہت سرد لگ رہا تھا۔ اس کے قریب نہیں آیا تھا' اس سے بات نہیں کی تھی' اس سے نگاہ بھی نہیں ملائی تھی۔ وہ اس کی طرف دیکھتا نہ بات کرتا مگر وہ اسے اپنے بارے میں وہ غلط فہمی مزید رکھے نہیں چاہتی تھی۔ وہ اسے ایک لالچی لڑکی سمجھ رہا تھا' موقع پرست جان رہا تھا اور ایک غلط تاثر بنائے بیٹھا تھا' وہ اس تاثر کو ختم کرنا چاہتی تھی' تبھی اس شام جب بارش ہو رہی تھی اور وہ کار پورچ سے باہر نکال رہا تھا' وہ اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ ریان حق نے ہارن پر ہاتھ رکھا تھا مگر وہ پیچھے نہیں ہٹی تھی' وہ تیز بارش میں بُری طرح بھیگ رہی تھی۔ جس کا اسے مطلق احساس تھا نہ پروا۔ ریان حق جانتا تھا اس کا مزاج وہ اگر ٹھان چکی تھی تو وہ گاڑی کے سامنے سے نہیں ہٹ سکتی تھی تبھی اسے گاڑی سے نکل کر باہر آنا پڑا تھا۔

''کیا حرکت ہے؟'' وہ برہم ہوا تھا۔

''مجھے بات کرنا ہے؟'' ایلیاہ میر نے مدعا بیان کیا۔

''کیا بات؟ اوہ! ٹینا نے بتایا تھا تم جاب چھوڑ کر جانا چاہتی ہو؟'' وہ اپنے طور پر اخذ کرتا ہوا بولا۔

''ٹینا کی کہی گئی ہر بات پر اتنا ہی اعتبار کرتے ہو؟'' اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ریان حق اسے کچھ دیر خاموشی سے دیکھتا رہا تھا پھر اسے شانوں سے تھام لیا۔

''مرد کی سب سے بڑی بے وقوفی پتا ہے کیا ہوتی ہے؟ وہ حسن کے غلط سلط کہے جانے پر اعتبار کرتا ہے' اس سے آگے دیکھتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ میں نے تمہاری آنکھوں میں دیکھا تو اس سے آگے نہیں دیکھ سکا۔ اس چہرے سے آگے دیکھنے کی سکت ہی نہیں رہی۔ بس یہیں پر الجھ گیا اور یہیں پر شاید غلطی بھی کر دی۔ میں نہیں جانتا تھا تم یہاں رہنے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہو' تم پاؤل سے شادی کر رہی ہو؟ چلو کسی طرح تمہاری پرابلمز کا حل تو نکلا' اب تمہیں جگہ جگہ خوار نہیں ہونا پڑے گا۔'' اس کے شانوں پر اس کی گرفت سخت تھی۔ اس کی انگلیوں کا دباؤ اسے اپنے گوشت کے اندر پیوست ہوتا محسوس ہوا۔ وہ اس شخص کے سامنے کھڑی تھی جس کے باعث اس کے دل نے دھڑکنا سیکھا تھا۔ اس شخص کی کھری

کھڑی سن رہی تھی؛ جس کو اس نے خوابوں میں جگہ دی تھی مگر وہ کچھ نہیں سمجھ رہا تھا‘ کچھ نہیں دیکھ رہا تھا۔ تیز بارش میں وہ ساکت اس کے سامنے کھڑی تھی پھر یک دم اس نے ریان حق کے ہاتھوں کو اپنے شانوں سے ہٹادیا تھا اور پورے اعتماد سے اس کی نظروں میں دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

”میں غلط نہیں ہوں‘ نہ ہی لالچی ہوں۔ میں پیسوں یا دولت کے پیچھے کبھی نہیں رہی۔ اب میری سمجھ میں آرہا ہے اس روز تم مجھ سے کیوں پوچھ رہے تھے کہ ایک لڑکی کیا چاہتی ہے‘ میرا جواب سننا چاہو گے؟ میرا خواب آج بھی وہی ہے‘ محبت‘ عزت اور تحفظ۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں‘ جانتے ہو میں نے منگنی کی انگوٹھی اپنے منگیتر کے منہ پر کیوں ماری؟ کیونکہ وہ مجھے یہ تینوں چیزیں نہیں دے سکتا تھا کیونکہ میں نے اپنی ماں کو ان تین چیزوں کے لیے اپنی زندگی میں سسکتے‘ تڑپتے دیکھا ہے‘ میں اپنی ماں کی زندگی جینا نہیں چاہتی تھی۔ وہ کیکٹس کا پھول کہتا تھا مجھے‘ اس کے لیے میں دلچسپی کا باعث نہیں تھی اور میرے لیے وہ اہم نہیں تھا۔ میری ماں ان لوگوں کی وجہ سے اس دنیا سے گئی‘ میں ان لوگوں کو کوئی رعایت نہیں دے سکتی۔ میں نے انتھک محنت کی راہ چن لی کیونکہ مجھے خود پر بھروسا تھا‘ میں نے پوری جان لگادی کیونکہ میں اپنوں کے لیے سب کچھ کرنا چاہتی تھی‘ جو شخص کسی سے پیار کرتا ہو وہ ان سب باتوں کو سمجھ نہیں سکتا۔ یہاں مزید دو سال ٹھہرنے کی خواہش میرا حق ہے۔ میں نے اس کے لیے یہاں کا سفر کیا ہے‘ اس سے مجھے کوئی روک نہیں سکتا نہ مجھے لالچی کہہ سکتا ہے۔ ہوں گے آپ کہیں کے پرنس مگر میرے لیے میرا وقار‘ میری عزت میرے تشخص سے بڑھ کر اور کچھ نہیں۔ اگر مجھے آپ سے محبت بھی ہوتی ہے تو میں آپ کو اس الزام کے لیے معاف نہیں کرتی۔ مجھے آپ سے بات کرنے کا شوق نہیں تھا مگر میں خود پر لگائے گئے الزام کی صفائی دینے کے لیے آپ کی گاڑی کے سامنے آئی‘ اگر آپ ایسا سمجھتے ہیں تو سمجھتے رہیں‘ میں پاؤل سے شادی کروں یا کسی اور سے آپ کو اس سے فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ ایک ملازم تو ہوں نا میں آپ کی پھر کس نے حق دیا آپ کو یہ سب سوچنے کا‘ میرے لیے آپ ایک انتہائی بند عقل کے آدمی ہیں‘ جس کی خود کی کوئی سوچ ہے نہ سمجھ بوجھ۔ آپ کو لگتا ہے میں آپ کے پیچھے ہوں‘ آپ پر فریفتہ ہوں‘ محبت ہوگئی ہے آپ سے؟ دولت ہتھیانا چاہتی ہوں آپ کی؟ آ...... آپ اگر مفت میں بھی ملیں تو بھی آپ کو قبول نہ کروں‘ چھوڑ رہی ہوں میں آپ کی جاب‘ نہیں کرنا ایسے شخص کے ہاں جاب جسے دوسرے کے بارے میں غلط سلط باتیں سوچنے کا خبط ہو۔“ وہ پلٹنے لگی تھی‘ جب یک دم رک کر دوبارہ مڑی تھی۔

”سچ کہوں؟ آپ کوئی اچھی مشرقی لڑکی ڈی زرو بھی نہیں کرتے کیوں کہ آپ خود اس لڑکی کو پانے کے گٹس نہیں رکھتے۔ میں فضول میں متاثر ہورہی تھی آپ سے‘ آپ کی اچھائی سے۔ کچھ دیر اور یہاں رہتی تو شاید محبت بھی ہو ہی جاتی‘ تھینک گاڈ! آنکھیں کھل گئیں‘ اگر کہہ دیتی کہ محبت ہوچکی ہے تو شاید آپ اسے بھی کوئی ٹرک سمجھ لیتے‘ جس بندے کی اپنی کوئی عقل سمجھ بوجھ نہ ہو‘ اس سے کوئی کیا توقع کرسکتا ہے؟“ وہ پلٹ کر وہاں سے جانے لگی تھی کہ یک دم ریان حق نے اسے کلائی سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنی سمت کھینچا‘ انداز جارحانہ تھا۔ وہ اس کے سینے سے آن ٹکرائی تھی۔ دونوں بارش میں بُری طرح بھیگ رہے تھے مگر دونوں ہی کو اس بات کی مطلق پروا نہیں تھی۔ ایلیاہ میر نے سر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا تھا‘ نگاہ ان آنکھوں سے ملی تھی‘ وہ دونوں آنکھیں اس کے چہرے پر ٹکی تھیں۔ ایلیاہ میر کی روح فنا ہوچکی تھی۔ پوری جان میں ایک قیامت برپا ہوئی تھی۔ ان آنکھوں کے سامنے وہ ہارنا نہیں چاہتی تھی‘ شکست نہیں چاہتی تھی‘ تبھی وہ اس کی سمت سے اپنی آنکھیں ہٹا گئی۔

”بہت رعایت دی تمہیں بہت مراعات دیں‘ اس گھر میں لایا‘ کیوں......؟“ وہ سخت لہجے میں کہہ رہا تھا‘ وہ آنکھیں اس پر گڑی تھیں۔ ”میں چاہتا ہوں تم زندگی کا خلاصہ خود کرو ایلیاہ میر‘ خود گوشوارہ بناؤ‘ مجھے اپنے نفع نقصان کی پروا نہیں‘ شاید تمہیں اس سے فرق پڑتا ہو‘ اپنا حاصل جمع کرو اور بتاؤ کہاں میں غلط ہوں اور کہاں تم؟ مگر یہ سب کرنے سے سچ تبدیل نہیں ہوگا‘ ٹینا پر یقین نہ کرنا حماقت

ہوگی‘ وہ جھوٹ نہیں بولتی‘ اگر اس نے کہا کہ تم لالچی ہو تو ہو‘ مجھے پہلے ہی دن اس کا احساس ہوجانا چاہیے تھا۔“ وہ مدہم مگر سخت لہجے میں بولا تھا۔ ایلیاہ میر کی آنکھیں بھرنے لگیں مگر ریان حق کو اس کی پروا نہ تھی‘ ایک جھٹکے سے اس نے اسے چھوڑا تھا اور وہاں سے چلا گیا۔ ایلیاہ میر کس جگہ ہاری تھی۔

کس جگہ دل نے ڈبویا تھا
شکست پائی بھی تھی تو کس جگہ

وہ وہاں مزید رکنا نہیں چاہتی تھی تبھی سامان پیک کیا اور واپس ایسٹ لندن آ گئی تھی۔ نمرہ کے دل اور کمرے دونوں میں اس کے لیے جگہ تھی‘ ایک ہفتے کی کوشش کے بعد اسے ایک ریسٹورنٹ میں جاب مل گئی تھی تو وہ ایک شیئرنگ روم میں دوسری جگہ شفٹ ہوگئی تھی‘ اندر ایک گہرا سکوت تھا اور وہ اس سکوت کو توڑنے کی کوشش بھی نہیں کررہی تھی۔ زندگی کو ایک توازن دینے کی کوشش میں وہ ایک مشین بن گئی تھی‘ پلٹ کر ریان حق کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

عزت‘ محبت اور تحفظ...... اس کی ترجیحات میں عزت اول نمبر پر آ گئی تھی۔ محبت کو اس نے ثانوی قرار دیا تھا‘ شاید محبت کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی‘ ان دنوں وہ ممی کو بہت یاد کررہی تھی‘ کئی بار ان کو یاد کرکے آنکھیں بھیگ چکی تھیں‘ وہ رو کر خود کو کمزور کرنا نہیں چاہتی تھی مگر سمجھ نہیں آتا تھا کیوں وہ خود پر کنٹرول نہیں کرپارہی تھی۔

”تم نے بتایا نہیں اچانک سے ریان حق کی جاب کیوں چھوڑ دی؟“ وہ اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکی تھی‘ نمرہ نے اسے بغور دیکھا تھا۔

”کیا ہوا؟ تمہاری آنکھیں ایسے ویران کیوں لگ رہی ہیں؟“ اس نے سر نفی میں ہلایا اور وہاں سے نکل آئی تھی۔ زندگی میں بھیانک ترین لمحہ تب لگتا ہے جب کوئی آپ کا یقین نہ کررہا ہو اور تب کوئی آپ کو انتہائی ارزاں جان رہا ہو‘ اسے قلق اس بات کا نہیں تھا کہ اسے رد کیا گیا تھا۔ کسی اور اس کی جگہ اپنالیا گیا تھا یا کسی کے کہنے پر اس کی بے عزتی کی گئی تھی‘ اس نے تمام چیزوں کو اپنے اندر کہیں مار دیا تھا۔ کسی بات کا احساس وہ اپنے اندر باقی نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ اس شخص سے ملنا‘ بات کرنا‘ محبت ہونا‘ شاید اس کی غلطی تھی اور وہ غلطیوں کو زندگی پر طاری یا حاوی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اپنی ماں جیسی زندگی نہیں گزارنا چاہتی تھی۔ جو محبت کو فوقیت دیتی رہی تھی اور جس کی خود کی زندگی محبت سے خالی رہی تھی۔ بے حس لوگوں کے درمیان رہنے سے کہیں بہتر تھا وہ تنہا رہتی۔ سکون سے رہتی۔

وہ ریسٹورنٹ میں جاب ختم کرکے گھر کے لیے آرہی تھی جب اسے میسج آیا تھا کہ شاید کل یونیورسٹی میں اس کا سرٹیفکیٹ مل جائے گا‘ جس کے لیے اسے ال فورڈ جانا تھا۔ وہ اپنے ہی دھیان میں چل رہی تھی جب گاڑی کی ہیڈ لائٹس سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھا‘ گاڑی اس کے قریب آن رکی تھی اور گاڑی سے جو شخص نکلا تھا اسے دیکھ کر اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ وہ چپ چاپ ریان حق کو دیکھتی رہی تھی‘ وہ گاڑی سے نکل کر اس کے سامنے آن رکا۔

نظم

میرا اثاثہ

کچھ وعدے قسمیں یادیں تھیں
کچھ قہقہے تھے فریادیں تھیں
کچھ آنسو تھے جو بہائے تھے
کچھ دھوکے تھے جو کھائے تھے
کچھ لہجوں کی پرچھائی تھیں
کچھ دل کو روگ لگائے تھے
اب پاس ہمارے کچھ بھی نہیں
اب آس کے مارے کچھ بھی نہیں
بس یادوں کی زنجیریں ہیں
کچھ رنگ اڑی تصویریں ہیں
کچھ لفظ مٹی تحریریں ہیں
اک دل جو دید کا پیاسا ہے
بس یہی میرا اثاثہ ہے

تہمینہ کوثر...... للیانی

"تم بتائے بغیر چلی آئیں' اپنی سیلری بھی نہیں لی' میں کسی کا حق غصب کرنا مناسب نہیں خیال کرتا۔ یہ رہے تمہارے پیسے۔" اس کی سمت ایک لفافہ بڑھایا تھا۔ جسے وہ کچھ لمحوں تک خاموشی سے دیکھتی رہی تھی پھر آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر وہ لفافہ تھام لیا تھا۔

"تم نے شادی نہیں کی' پاؤل تمہارے ساتھ دکھائی نہیں دے رہا؟" وہ طنز کرنا اپنا حق سمجھتا تھا' وہ غصے سے اسے گھورنے لگی تھی۔

"میں پاؤل سے شادی کروں یا کسی اور سے' آپ کو اس سے مطلب؟" وہ اپنے ازلی ایٹی ٹیوڈ سے بولی تھی' وہ جانے کیوں مسکرادیا تھا۔

"تمہیں ستاروں پر چلنے کا بہت شوق ہے نا؟ کہکشاؤں پر پاؤں دھرنا خواب اولین ہے؟ اس کے لیے تم کانٹوں سے دامن چھڑانا چاہتی ہو؟ اور اس کے لیے تم ہر انتہائی قدم اٹھا سکتی ہو؟ تمہاری آنکھوں کی لگن بتاتی ہے' اندر کہیں بہت ویرانی ہے۔ ان کہکشاؤں کی روشنی تمہاری ان آنکھوں میں کیوں نہیں' ستارے قدموں میں ہیں تو اندر اتنی تاریکی کیوں ہے؟ کس بات کا قلق ہے یہ؟ کیا نہیں ملا جس کا ملال ستارہا ہے؟ کس بات کی لگن سانسوں میں ارتعاش کا باعث ہے؟ کس بات کا تلاطم ان دھڑکنوں میں ہے؟ ہم سرِ راہ اس کا خلاصہ نہیں کرسکتے' اہم باتوں کو سرِ راہ ڈسکس نہیں کیا جاسکتا؟" وہ بہت اطمینان سے کہتا ہوا مسکرادیا تھا۔ کیسا بے حس شخص واقع ہوا تھا جسے ذرا بھی ملال نہیں تھا کہ وہ کسی کے دل کو زک پہنچا چکا ہے' ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں دنیا میں' وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی جب ریان حق اس کا ہاتھ تھام کر اسے گاڑی کے پاس لے آیا' وہ ایک پل کو حیران رہ گئی تھی۔ یہ کیا کررہا تھا وہ؟ کیوں؟ اس کی اجازت کے بنا؟ یہ شخص کیوں سمجھتا تھا کہ اسے ہر جائز وناجائز کرنے کا اختیار ہے اور وہ ہر طرح کا رویہ واجب رکھ سکتا ہے۔

"آپ......" اس نے سخت سست کہنے کے لیے منہ کھولنا چاہا تھا ریان حق نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا' وہ ساکت سی اس کی سمت تکنے لگی۔

"مجھے شور سے الجھن ہوتی ہے' فی الحال کوئی بات مت کرو۔" وہ حتمی انداز میں کہہ کر گاڑی آگے بھگانے لگا' ایلیاہ میر چپ چاپ اسے تکنے لگی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟" اسے اپنی سمت دیکھتا پا کر وہ بولا۔ وہ اس کی سمت سے اپنی نظریں ہٹا گئی تھی۔ وہ نظریں صاف کہہ رہی تھیں کہ انہیں گلہ ہے اور بات کرنا نہیں چاہتیں۔ ریان حق نے اسے بولنے پر نہیں اکسایا تھا۔ گاڑی ریان حق کے گھر کے سامنے رکی تھی تو وہ چونکی۔

"یہاں کیوں لے آئے آپ مجھے؟" وہ چونکی۔

"ضروری بات کرنا ہے' ضروری باتیں سڑکوں پر کھڑے ہو کر سرِ راہ نہیں ہوتیں' اترو۔" اسے گاڑی سے اترنے کا کہہ کر وہ ڈور کھول کر باہر نکلا تھا۔

"اتنی رات میں کسی بات کا احساس ہے آپ کو؟ کل مجھ کیمپس جانا ہے۔ ڈگری کلیکٹ کرنا ہے اور......"

"اوہ! تو تم اب بھی اپنی ڈگری کا انتظار کررہی ہو؟ مجھے لگا تم نے پاؤل سے شادی کرلی ہوگی اور تمام پرابلمز کا حل ڈھونڈ لیا ہوگا۔ مگر تمہاری سوئی تو وہیں اٹکی ہوئی ہے۔" ریان حق کا انداز اسے تلملا گیا تھا۔

"انتہائی فضول درجے کے انسان ہیں آپ۔ دوسروں کی زندگی میں مداخلت کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں' جو کرتے ہیں اپنے طور پر کرتے ہیں اور اسے ہی مناسب خیال کرتے ہیں' جو کہتے ہیں وہی آپ کو صحیح لگتا ہے۔ آپ دوسروں کی زندگی میں مداخلت کرنا بند نہیں کرسکتے؟ امیر پیدا ہوگئے اس زمین پر پیدا ہوگئے تو پرمٹ مل گیا آپ کو کسی کو بھی ذلیل کرنے کا؟ میں قطعاً امپرسنڈ نہیں ہوں آپ سے۔ آپ کی ان حرکتوں کے بعد تو قطعاً نہیں۔ آپ مجھے مزید غصہ مت دلائیں ورنہ......"

اس نے دھمکی دی تھی اور ریان حق نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا اور کچھ قریب آگیا تھا' اس کی آنکھوں میں مکمل توجہ سے دیکھا تھا۔

"ورنہ......؟" وہ اس کی دھمکی سے آگے سننا چاہتا تھا۔ ایلیاہ میر اسے غصے سے گھور رہی تھی۔ جب ریان حق نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھوں کو بھینچ دیا۔

"کبھی کبھی کھلی آنکھوں سے جو دکھائی نہیں دیتا بند آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم میرے معاملے میں اپنی آنکھیں بند کرلو' سماعتوں کو تالے لگادو اور صرف دل کو محسوس کرنے کو تنہا چھوڑ دو۔ کبھی کبھی دل اپنی جانچ پڑتال خود جس ڈھنگ سے کرتا ہے اس میں فرد کو کچھ واسطہ نہیں ہوتا۔" اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے وہ بولا تھا۔ ایلیاہ میر بند آنکھوں سے سننے پر مجبور تھی اور اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ وہ کیا کہہ رہا تھا اور کیونکر......!

"میں چاہتا ہوں تم اپنی پوری عقل کو استعمال کرو۔ وہ جانو جو آج سے پہلے نہیں جانا یا پھر جانا بھی تو انجانا کردیا۔ میں نے اس سے قبل اپنی دونوں آنکھوں کو استعمال نہیں کیا تھا۔ تم نے موقع ہی نہیں دیا' چاہتا تھا تمہیں دونوں آنکھوں سے بغور دیکھوں' پوری عقل سے جانچوں اور دل سے پہچانوں۔ میں چاہتا ہوں تم وقت کی رفتار کو کچھ دھیما کردو تاکہ سارے منظر یک دم سے نہ گزرنے پائیں اور ساری چیزیں متواتر دل پر اثر کرسکیں' مجھے وقت کو تھامنے کا شوق تھا مگر میں نہیں کرپایا۔ تمہارے مقابل عجیب شکست خوردہ رہا' تم نے میرے وقت کو مجھ سے چھینا اور مجھے اپنے آپ سے بیگانہ کردیا۔ بہت سے گلے ہیں تم سے اور سب سے لمحوں کا حساب لینا ہے مگر آج نہیں۔" وہ مدہم لہجے میں کہہ کر اس کی آنکھوں پر سے اپنا ہاتھ ہٹا گیا۔ ایلیاہ میر نے اس کی سمت دیکھا تھا' رات کی اس تاریکی میں ان آنکھوں میں کچھ بے چینی تیرتی واضح دکھائی دی تھی۔ کس بات کا احساس تھا یہ؟ اس کے اثر کا تسلسل ٹوٹا تھا جب اس کا سیل فون بجا تھا۔ دوسری طرف نداماسو تھیں

"ایلیاہ کیسی ہو تم؟ تمنا کے لیے ایک اچھا پروپوزل آیا ہے' میں ای میل کرتی ہوں تم لڑکے کو دیکھ کر فیصلہ کرو' کیا کرنا ہے؟ مجھے اور تمہارے انکل کو تو کافی معقول لگا ہے وہ۔ تمنا کی تعلیم ختم ہونے والی ہے اور شادی بھی ہوجائے تو تمہاری ذمے داری کچھ تو کم ہوگی نا۔"

"لیکن ماسو ابھی؟ آپ جانتی ہیں میں یہاں کن حالات سے گزر رہی ہوں' اس میں تمنا کی شادی کیسے ہوگی؟ مناسب ہوگا ہم دو سال بعد ہی سوچیں اور......"

"ان باتوں کو چھوڑو تم...... میں نے ایک اچھا لڑکا تمہارے لیے بھی دیکھا ہے' لڑکا انجینئر ہے' اچھا کماتا ہے تم کہو تو تصویر بھجوادوں؟" نداماسو نے ٹھان لی تھی تمنا کے ساتھ اس کی شادی بھی کروا کر رہیں گی۔ اس نے ریان حق کی سمت دیکھا تھا۔

"میں نے آپ سے کہا ہے ناماسو! فی الحال میری شادی کے بارے میں مت سوچیں' جس لڑکے کو آپ نے قائل کیا ہے نا وہ صرف اس بات پر قائل ہوا ہوگا کہ میں یعنی لڑکی یہاں انگلینڈ میں ہوں' اسے نہیں معلوم کن حالات میں ہوں اور کتنی مشکلوں میں۔ مزید کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی اور......" اس نے کہنے کا قصد کیا تھا' ریان حق نے اس کے ہاتھ سے سیل فون لے لیا۔ وہ حیرت سے تکنے لگی تھی مگر وہ بنا اس کی نظروں کی پروا کیے نداماسو سے بات کرنے لگا تھا۔

"نداماسو! آپ کی بھانجی کافی ٹیڑھی لکیر ہیں' ان کے لیے کسی انجینئر کی نہیں دماغ کے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔ آپ کہیں تو میں یہاں نیوز پیپر میں ایک اشتہار لگوادوں؟ کسی کی شامت تو آئی ہوگی' کہتے ہیں گیدڑ کی جب شامت آتی ہے تو شہر کا رخ کرتا ہے' کسی عقل کے اندھے کی

پیارے آنچل کے لیے

تیری اک دعا کے جواب میں
ہاتھ اٹھے ہیں سوال کو
تجھے ربّ کبھی نہ ملال دے
تجھے ربّ کبھی نہ زوال دے
تیری سب بلاؤں کو ٹال دے
تیری زندگی کو سنوار دے
تجھے ایسا حسن و جمال دے
میری ربّ سے ہے یہی التجا
اپنی رحمتوں کے سبھی گلاب
وہ تیری جھولی میں ڈال دے آمین
فوزیہ سعید احمد ساغر......کوٹ ادو

شامت آئی ہوگی تو ضرور ایلیاہ میر سے رجوع کرے گا۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟'' وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا' دوسری طرف نداماسو حیران ہوئیں' مگر کہنے والے نے اپنا تعارف کروانے کی بجائے یا اس کہے کی وضاحت دینے کی بجائے فون کا سلسلہ منقطع کردیا تھا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے؟'' وہ اسے گھورتی ہوئی بولی تھی۔ ''کیا حق پہنچتا ہے آپ کو میری ماسو سے اس طرح سے بات کرنے کا؟ وہ بھی میرے بارے میں؟'' وہ سخت سست سنانے والی تھی جب ریان حق نے اس کے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ دی تھی اور پوری توجہ سے دیکھنے لگا تھا۔

''اور کتنے چاہئیں؟'' وہ پوچھنے لگا تھا' وہ بُری طرح چونکی تھی کچھ کہنا چاہا تھا مگر اس کی انگلی بدستور اس کے لبوں پر سختی سے جمی تھی سو وہ بول نہیں پائی۔

''ایک مل گیا سو کافی نہیں ہے؟'' وہ کس کی بات کررہا تھا؟ اور اتنی دھونس سے کیوں؟ سارا رعب وہ اسی پر کیوں جماتا تھا؟ ایلیاہ میر کو غصہ آنے لگا تھا' وہ اس کی نظروں کی سرخی دیکھ کر مسکرادیا تھا۔

''ان آنکھوں میں غضب نہیں پیار زیادہ سوٹ کرے گا تم اب نرمی اور محبت سے دیکھنے کی عادت ڈال لو۔'' ایلیاہ میر نے اس کا ہاتھ اپنے لبوں سے ہٹایا تھا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے؟ کیا بکواس کررہے ہیں آپ؟ دو پیسے ہیں جیب میں تو کوئی بھی بات کہہ سکتے ہیں؟ کسی پر بھی رعب جماسکتے ہیں؟ آپ کی حیثیت سے متاثر ہوجاؤں گی' جرمن بلی سمجھ رکھا ہے مجھے؟'' وہ گھورتے ہوئے بولی۔

''اوں ہوں' جرمن بلی...... جرمن بلی کا یہاں کام نہیں۔ اس کا قصہ تمام ہوا۔'' وہ بہت رسانیت سے بولا تھا' وہ چونکی تھی۔

''کیا مطلب؟'' ایلیاہ میر جاننے کی خواہاں ہوئی تھی۔

''ٹینا کو لگتا تھا مجھے اس سے محبت نہیں ہے اور مجھے محبت تھی بھی نہیں' دو سالہ رفاقت میں میں نے اسے کبھی وہ تین لفظ نہیں کہے' کبھی وہ محسوس نہیں کیا جو دو دلوں میں ربط ہوتا ہے' ہم میں سب بہت سرد تھا اور بہت سرد مہری میں زمانے بیت رہے تھے شاید میں انہی زمانوں میں ایک سرد وجود بن جاتا جب تم مجھ سے ٹکرا گئیں۔ تم سے ملا تو حدت کا احساس ہوا' شدت کا احساس ہوا۔ مجھے قبول کرنے دو کہ تم وہ پہلی لڑکی ہو جس نے مجھے حیران کیا اور پریشان بھی۔ کئی دن تک الجھنوں میں رہا' خود اخذ نہ کرپایا کہ ایسا کیوں ہے اور تبھی ٹینا نے تمہیں راہ سے ہٹانے کی ٹھانی' بتایا کہ تم پاؤل کو پسند کرتی ہو' اس سے شادی کرنا چاہتی ہو اور میرے قریب اس لیے آئی ہو کہ میری دولت کو ہتھیا سکو۔ تم مجھے بند دماغ کا آدمی کہہ سکتی ہو' جس پاؤل کو ٹینا چاہتی تھی اور جس سے تم کبھی ملی بھی نہیں تھیں اس سے تمہیں محبت کیسے ہوسکتی تھی؟ یا تم اس سے شادی کرنے کا کیسے ٹھان سکتی تھیں؟ یہ بات تب میری سمجھ میں نہیں آئی تھی؟ مگر تمہارے جانے کے بعد آئی جب ایک دن پاؤل سے ملاقات ہوئی۔ وہ گھر آیا تھا ٹینا سے ملنے۔ تبھی مجھے اس سے بات کرنے پر پتا چلا کہ وہ تو تمہارے نام سے بھی واقف نہیں۔ مجھے ٹینا سے یہ امید نہیں تھی مگر شاید وہ مجھے گنوانا نہیں چاہتی تھی' تم اس گھر میں تھیں۔ مجھ سے قریب تھیں یہ بات اسے فکرمند کررہی تھی بہرحال ایک کہانی کو ختم ہونا تھا سو تمام ہوئی۔ وہ گھر سے چلی گئی' اسے یہاں رکنے کا جواز نہیں دکھائی دیا اور مجھے بھی یہ مانتے ہی بنی کہ تم کیا ہو اور کیا اہمیت رکھتی ہو۔ شاید اب اگر میں کہوں کہ میں آج تمہیں اپنی پوری توجہ سے اور دونوں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں تو تمہارا دل میرا سر پھوڑ دینے کو چاہے گا مگر یہی سچ ہے۔'' ریان حق نے کہہ کر اسے خود سے کچھ اور قریب کیا۔

وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھنے لگی تھی' یہ کیسا اظہار تھا؟ اسے خود اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ قسمت اس پر مہربان ہورہی تھی' اس ڈھنگ سے' وہ خود یقین کرنے کو تیار نہ تھی۔

''میں ان دھڑکنوں کو تمہارے ساتھ جوڑنا چاہتا ہوں' تمہارے قدموں سے قدم ملاکر چلنا چاہتا ہوں' کیا تم اس کا موقع دو گی؟'' ایلیاہ میر اسے جامد نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ریان حق نے اس کے چہرے پر آئے بالوں کی لٹ کو اس کے چہرے سے ہٹایا اور مدہم سرگوشی میں بولا۔

''ایلیاہ میر! مجھے ایسی ہی لڑکی کی ضرورت تھی' جو مجھے اچھی طرح جانتی ہو اور جو مجھے اپنے ساتھ باندھ سکے' تم نے پہلے ہی دن اپنے اثر میں لیا اور سنگ جوڑ دیا' مجھے دبی دبی دبو قسم کی لڑکیاں پسند نہیں' لڑکیوں میں حوصلہ ہونا چاہیے' اپنی ذات کو منوانے کا ڈھنگ ہونا چاہیے۔ اعتماد ہونا چاہیے اور تم میں وہ سب ہے۔ تم نے جس طرح مسٹر حیات کو اس رات روز دار پنچ مارا اس سے میں بہت زیادہ متاثر ہوا' تبھی مجھے لگا میں تمہارے ساتھ اندر سے کہیں جڑ رہا ہوں۔ میں نے شور نہیں مچایا' بس خاموشی سے اپنے اندر کی آواز کو سنا۔ اپنے اندر کے شور کو سمجھا اور جانا کہ دل کیا کہتا ہے اور اندر کی آواز کیا ہے' کوئی تم جیسی دلیر دھانسو قسم کی لڑکی ہی ہوسکتی تھی' جس کے ساتھ میں قدم سے قدم ملاکر چل سکتا تھا' میں تم سے ملنے سے پہلے خود نہیں جانتا تھا کہ میرے اندر کیا ہے یا میری خواہش کیا ہے' تم نے میرے نظریات کو بدلا' میری سوچ کو بدلا اور میرے دل کو جیتا' ایسی ہی ہوتی ہے نا محبت؟ دلیر' نڈر' بے ریا' اور بے غرض اور مصائب کے باوجود بھی تھکنے والی نہ رکنے والی؟ تبھی میں نے تمہیں کیکٹس کا پھول کہا۔ تم ویسی ہی تو ہو۔ اجلی اجلی' کھلی کھلی بہت سے مصائب کا ڈٹ کا سامنا کرتی' ایسی جیون ساتھی کون نہیں چاہے گا؟ اور کون ہوگا جو پاکر گنوادے گا؟ میں ان کم عقلوں اور نافہم لوگوں کی فہرست میں نہیں شمار ہونا چاہتا تھا' تبھی میں نے لمحوں کو شمار کرنا ترک کیا اور تم تک کا سفر کیا۔

میں جانتا ہوں ان دھڑکنوں میں کیا ہے اور یہ دل کس باعث دھڑکتا ہے' اتنا احمق نہیں ہوں' قیاس آرائیوں پر یقین نہیں کرتا مگر محبت ایک یقین ہے' ربط ہے اور میں اپنے دل کو تمہارے دل سے جڑا ہوا محسوس کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں تم بھی ایسا ہی محسوس کرتی ہو' دادی اماں کی خواہش بھی یہی تھی میری دلہن دیسی ہو پکی مشرقی ہو' بچے آدھے تیتر آدھے بٹیر نہ ہوں۔ سو اب سب کی خواہشوں کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔'' وہ مسکرایا تھا' وہ پلکیں جھکا گئی تھی' اس خاموشی میں ریان حق کے دل کی دھڑکنیں اسے بہت واضح سنائی دی تھیں' وہ ان دھڑکنوں کے معنی سمجھ سکتی تھی۔ ان دھڑکنوں میں چھپے راز جان سکتی تھی' لمحہ بھر کو اس نے آنکھیں موند لیں شاید یقین کرنے کے لیے کہ وہ بند آنکھوں سے بھی وہی دیکھ رہی ہے جو کھلی آنکھیں اسے دکھا رہی تھیں؟ لمحہ بھر کو وہ اس طرح کھڑی رہی تھی پھر اپنی آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی تھی۔

''بند آنکھوں سے کیا دکھائی دیا؟ وہی نا جو کھلی آنکھوں سے دکھائی دے رہا ہے؟'' ریان حق نے پوچھا تھا' ایلیاہ میر نے چند لمحوں تک سوچا پھر ہاتھ کا پنچ بنا کر اس کی سمت بڑھایا تھا' جسے ریان حق نے ہاتھ بڑھا کر تھام لیا تھا' اس کا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت میں آگیا تھا۔ ایلیاہ خاموشی سے دیکھنے لگی تھی پھر مسکرادی تھی' اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے ریان حق بھی مسکرادیا۔

''تمہاری مسکراہٹ بہت بھلی ہے' میں نے اس سے زیادہ خوب صورت مسکراہٹ نہیں دیکھی۔ تم کچھ نہ بھی کہو مگر میں جان سکتا ہوں تم خوش ہو اور میں تمام عمر اس مسکراہٹ کو برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔'' وہ یک دم پریشان ہوئی۔

''اس سفر میں اب تم تنہا نہیں ہو' میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب بھی تم ایک قدم اٹھاؤ گی' تم دوسرا قدم میرا اپنے ہمراہ پاؤ گی' ہم مل کر ان ذمہ داریوں کو پورا کریں گے۔ تمنا کی شادی بھی ہوگی اور جامی' ثناء کی پڑھائی بھی' اب خوش؟'' وہ مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا تھا۔ اب تعرض کی کیا وجہ نکلتی تھی؟ کوئی جواز نہیں بچا تھا انکار کرنے کا' سو اس نے اثبات میں سر ہلادیا تھا۔

ریان حق نے اس کے سر کے ساتھ اپنے سر کو جوڑا تھا تو وہ دھیمے سے مسکرادی تھی' آسمان پر بادلوں میں چھپا چاند ان دونوں کو دیکھ کر بادلوں کے سنگ آگے بہنے لگا تھا۔

عید سعید

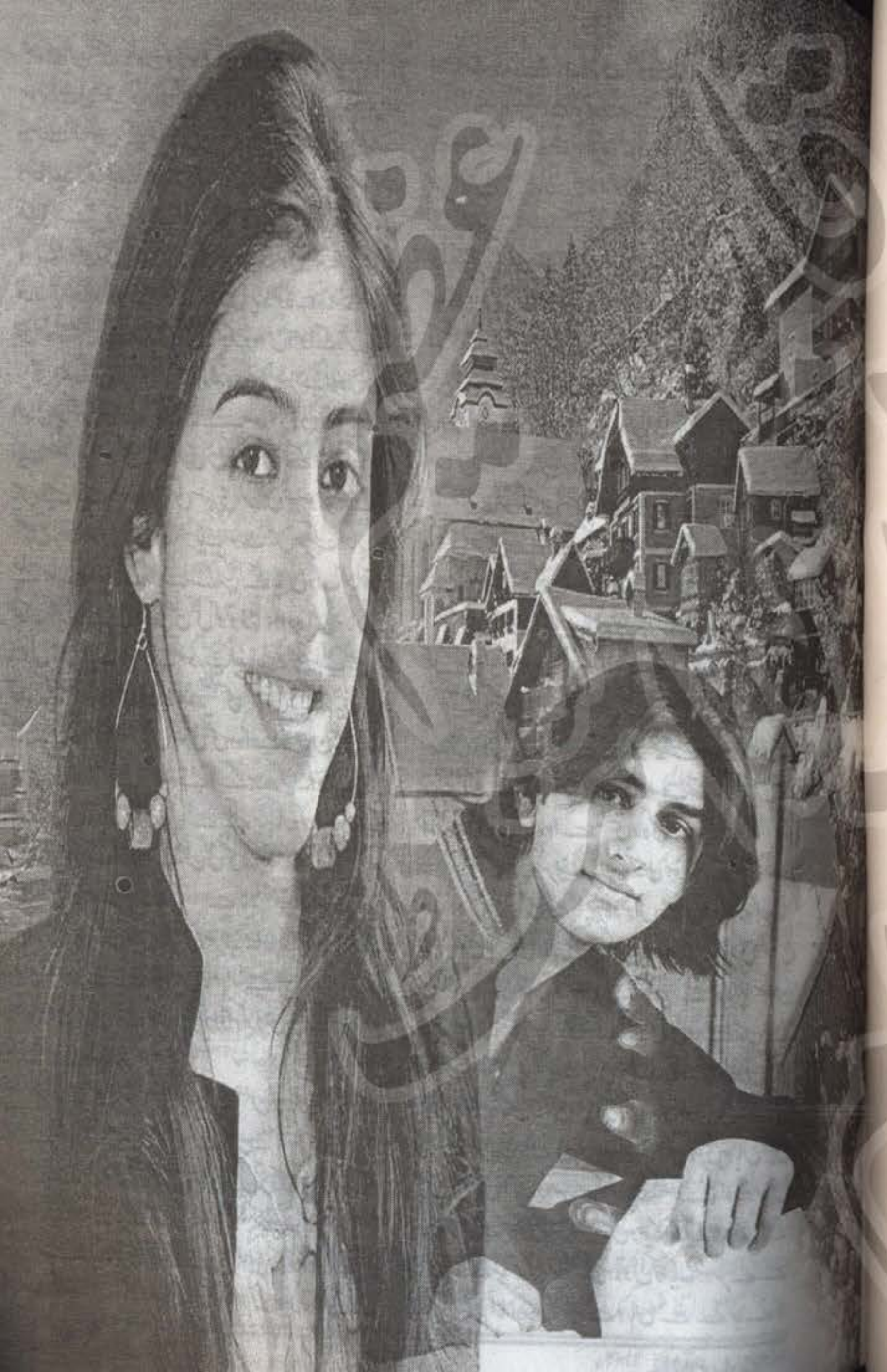

سنہری دھوپ

اُم مریم

عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر

میں تجھ کو چاہ کے کیسے کسی کی چاہ کروں
تجھے نباہ کے کیوں کر کوئی نباہ کروں
تو زندگی ہی نہیں میری بندگی بھی ہے
کسی کو سوچ کے کیسے کوئی گناہ کروں

وہ تین دن کی دلہن چھت پر اکیلی کھڑی تھی' اس کے لمبے اور گھنے بال کمر تک آئے ہوئے تھے' چہرے اور گردن پر لمبی کھرنچیں تھیں جن سے رسنے والا خون وہیں جم کر کھرنڈ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

وہ بے خیال سی آگے بڑھی اور منڈیر سے لگی جالی کے ساتھ آرکی۔ اب نگاہ کے سامنے ہل چلے ہوئے کھیت تھے۔ ہوا اچانک تیز ہوئی تو سامنے شہر جانے والی تارکول کی سڑک پر گردوغبار بگولوں کی صورت اڑتا نظر آنے لگا۔ گھر کی چاردیواری کے باہر مویشی بندھے تھے۔

ہل چلے کھیت میں ایک آدمی بغل میں کپڑے کی پوٹلی دبائے بیج بو رہا تھا۔ جب کہ سفید لباس میں ملبوس ایک قدرآور شخص منڈر پر کھڑا ہاتھ اٹھا کر بیج بوتے آدمی سے بات کر رہا تھا۔ وہ قدآور شخص اس چھت پر کھڑی دلہن کا شوہر تھا۔ لڑکی کی نگاہ اس پر پڑی تو ایک دم اس کا دل بھر آیا اور ذہن پر جیسے کوئی ہیجان طاری ہوگیا۔ وہ ایک دم چیخی اور چیختی چلی گئی تھی۔ منڈر پر کھڑے آدمی نے قدرے چونکتے ہوئے پلٹ کر دیکھا۔ کچھ دیر چھت پر کھڑی روتی لڑکی کو گھورا پھر تیز تیز چلتا حویلی کی جانب آنے لگا اور حویلی میں داخل ہوکر دوڑتا ہوا لمحوں میں وہ آدمی چھت پر اس کے روبرو تھا۔

''عبیر کیا تکلیف ہے تمہیں' ہاں بولو......؟'' اس نے قریب آتے ہی اس کا بازو کہنی سے پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا تھا' وہ جیسے ہوش میں آ گئی اور آنسوؤں سے جل تھل آنکھوں سے اسے تکنے لگی۔

''کیوں پاگل ہو رہی ہو؟'' کیسا لہجہ تھا' کڑا' بے زار اور سنگین' حالانکہ کبھی یہی لہجہ شہد ٹپکاتا تھا۔ زیادہ پرانی بات بھی نہیں تھی۔

''نیچے چلو' اب اگر مجھے چھت پر نظر آئیں تو ٹانگیں توڑ کر رکھ دوں گا۔'' جارحانہ انداز میں اسے دھکا دے کر سیڑھیوں کی جانب لاتے وہ تلخی سے بولا' اس کے چہرے پر کوئی نرمی یا ملائمت نہیں تھی۔

''اسامہ...... اسامہ! میری بات کا یقین کریں' آپ سے میری پہلی شادی ہے اور میں باعصمت ہوں' آپ کو......''

اس کے فولادی ہاتھ کے زناٹے دار تھپڑ نے اس کی بات مکمل نہیں ہونے دی۔

''بکواس بند رکھو اپنی' میں نے تم سے کوئی وضاحت نہیں مانگی ہے' سمجھیں۔'' وہ حلق کے بل چیخا تھا' عبیر نے گنگ ہوتے ہوئے پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ کچھ نہیں بول سکی تھی۔

❁......❁......❁

کھڑکی کا پردہ ہٹا کر اس نے پٹ وا کیا تو ہوا کا یخ بستہ

جھونکا اس کے بالوں کو چھوتا کمرے میں پھیل گیا۔ باہر ہر سو برف کی سفید چادر بچھی ہوئی تھی۔ بلند و بالا پہاڑ، سرو قد درخت، سڑکوں کے سرمئی پن کو بھی برف کی سفید چادر نے ڈھانپ رکھا تھا۔ فضا میں خاموشی اور اداسی کا رنگ غالب تھا یا اسے محسوس ہو رہا تھا۔ کمرے کے آتش دان میں آگ روشن تھی۔ مگر اس کے اندر جیسے کوئی گلیشیئر جما ہوا تھا۔ نیا ٹھکانہ وہ نئے لوگ اور اس پر دھوکا۔ وہ جتنا سوچتی اسی قدر مضطرب ہو جاتی تھی۔ گو کہ وہ اس دھوکے و فریب کا کبھی حصہ نہیں بنی تھی مگر ضمیر زندہ ہو تو اضطراب اپنوں کی بد اعمالی پر بھی نصیب ہوا کرتا ہے۔ معاً اس کی نگاہ یک دم ایک منظر پر ٹھہر گئی۔ کر بھری یخ بستہ صبح کے ملگجے اجالوں میں جیسے ایک دم سورج کی سنہری کرنیں ہر سو جگمگانے لگی تھیں۔ وہ جو کوئی بھی تھا، ٹریک سوٹ میں سڑک کنارے چلتے ہوئے اچانک گلاب کے کنج کے پاس رک گیا تھا۔ جھک کر گلاب کی ادھ کھلی کلی کو توڑتا ہوا وہ اس سارے ماحول میں ایک دم خوب صورت اضافے کا سبب بن گیا تھا۔ کچھ منظر بلاشبہ اپنے اندر طلسمی کشش رکھتے ہیں۔ وہ بھی بے خود اسی منظر میں کھو گئی تھی وہ اپنے دھیان میں تھا۔ گلاب کی ادھ کھلی کلی ہمراہ لیے آگے بڑھ گیا۔ وہ تب چونکی جب ہنسی کی آواز سنی، حیرانی سے پلٹنے پر سارہ کو روبرو پا کے اس کے حلق تک کڑواہٹ گھل گئی تھی۔

"بہت ہینڈسم ہے...... ہے نا؟ محترم یہاں کے مشہور بزنس مین ہیں۔ اس مرتبہ ہمارا شکار یہی ہوگا۔ ساری معلومات لے چکی ہیں مام!" سینے پر ہاتھ باندھے سارہ بہت جوش سے اطلاع فراہم کر رہی تھی۔ عبیر کا دل دھک سے رہ گیا۔

"بلکہ انا نے تو اس پر اپنے حسن جہاں سوز کے ڈورے بھی ڈالنے شروع کر دیئے ہیں۔"

عبیر نے ہونٹ بھینچ لیے اور کوشش کی کہ چہرے سے کچھ اخذ نہ ہونے پائے۔

"کچھ کام تھا تمہیں مجھ سے؟" اس نے نروٹھے پن کی انتہا کر دی۔ جبھی سارہ کے چہرے پر توہین کے احساسات سے آگ بھڑک اٹھی تھی۔

"مام کا میسج ہے تمہارے لیے۔ اس پڑھائی اب ختم کرو اور دھندے میں ہاتھ بٹاؤ۔ آج کل ویسے بھی بڑا مندا چل رہا ہے۔ یہ تیسرا ٹھکانہ بدل لیا ہے مگر کوئی شکار نہیں پھنسا۔"

"تو یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔" عبیر نے کسی قدر ناگواری کا اظہار کیا۔

"ہاں تمہارا مسئلہ کیوں ہوگا۔ تم تو بس عیش کرنے دنیا میں آئی ہو بکاؤ مال تو ہم ہیں نا، پیسہ بنانے کی مشین۔" سارہ تنفر سے بولتی چلی گئی۔ گویا اس گناہ آلود زندگی کا احساس ندامت بن کر انہیں بھی کچوکے لگاتا تھا۔

"تو نہ بنو مشینیں، کس نے فورس کیا ہے؟ جو کچھ کر رہی ہو اپنی مرضی سے کرتی ہو۔" بغیر لگی لپٹی رکھے عبیر نے اسے سنانا شروع کیں، سارہ کو تو جیسے آگ لگ گئی۔

"شٹ اپ! تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا، میری انسلٹ کرنے کا، سمجھیں۔"

"میں بھی تمہاری انسلٹ نہیں کر رہی، حقیقت بیان کر رہی ہوں، یہ الگ بات ہے کہ حقیقت بہت شرمناک ہے۔" عبیر کے لہجے میں نا صرف تاسف تھا بلکہ تضحیک اور حقارت بھی تھی، سارہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

"تم بھی کوئی شریف زادی نہیں ہو، اسی سسٹم کا حصہ ہو۔" وہ چیخ پڑی تھی، عبیر کا چہرہ دھواں دھواں ہو کر رہ گیا۔

"یہی بد نصیبی ہے میری مگر یاد رکھنا میں تمہاری طرح اس گندگی میں نہیں رہوں گی۔" عبیر نے خود پرسکون رہتے ہوئے بھی سارہ کو آگ لگا دی تھی۔ غصے میں بے قابو ہوتی وہ اس پر جھپٹ پڑی تھی۔ اگلے لمحے دونوں گتھم گتھا ہو چکی تھیں۔ ان کی چیخوں، کوسنوں کی آواز پر دوسرے کمرے سے مام، انا اور عینا دوڑتی ہوئی وہاں پہنچی تھیں۔ انہیں اک دوسرے کو نوچتے کھسوٹتے اور گالیاں دیتے دیکھ کر مام کو صحیح معنوں میں دھچکا لگا تھا۔ انہوں نے عینا اور انا کے ساتھ مل کر بمشکل دونوں کو ایک دوسرے سے چھڑایا۔ مام، انا اور عینا کو اسے وہاں سے لے جانے کا اشارہ کر کے عبیر کو گھورنے لگیں۔ جس کے بال کھل کر بکھر چکے تھے، چہرہ سرخ اور آنکھوں میں آنسو تھے۔

"یہ سب کیا ہے عبیر؟" ان کا لہجہ بے حد سنگینی لیے ہوئے تھا۔ عبیر نے محض انہیں گھورنے پر اکتفا کیا اور بکھرے بالوں کو سمیٹ کر بینڈ میں جکڑنے لگی۔ مام کو اس کی اس حرکت میں سراسر اپنی توہین محسوس ہوئی تھی۔ یہ لڑکی شروع سے ہی اپنے انداز و اطوار کے باعث انہیں خائف کرتی رہی تھی۔ جبھی انہوں نے اس کے لیے اپنے مخصوص طریقہ کار کو بدلا تھا۔ وہ بہت زیرک اور جہاندیدہ تھیں۔ عبیر جیسی سرکش گھوڑی کو انہوں نے چابک سے نہیں پیار کی تھپکی سے قابو کیا تھا مگر پھر بھی اس کے تیور تیکھے اور انداز نخوت سے بھرا ہوا رہتا تھا۔ وہ ان میں سے کسی سے بھی گھلی ملی نہیں تھی۔ اس نے ہمیشہ اپنی الگ دنیا بسائی تھی۔

وہ پڑھنا چاہتی تھی مام نے پابندی نہیں لگائی مگر آئے دن بدلنے والے ٹھکانوں کی وجہ سے انہوں نے بڑی مشکل سے سہی مگر اس کی ضد کے آگے ہار کر ہی ہاسٹل میں چھوڑا تھا۔ وہ انہیں ہاسٹل میں نہیں آنے دیتی تھی۔ وہ اپنے حلقہ احباب میں انہیں ملوانے سے کیوں گریزاں تھی، وہ جانتی تھیں اس کا بس چلتا تو شاید وہ چھٹیوں میں بھی ان کے پاس نہ آتی۔

"کیا پوچھا ہے تم سے عبیر؟" اب کی مرتبہ انہوں نے اسے ڈانٹا تھا۔

"بہتر ہوگا آپ سارہ سے پوچھ لیں۔" گردن پر پڑنے والی سارہ کے ناخنوں کی خراشوں کو دوپٹے سے سہلاتے ہوئے اس نے تلخی سے جواب دیا۔

"میں تمہاری زبان سے سننا چاہتی ہوں۔" انہوں نے برہمی سے جواب دیا تو عبیر نے ہونٹ بھینچ لیے جب کہ وہ ہنوز منتظر نگاہوں سے اسے تک رہی تھیں، عبیر کو ناچار زبان کھولنا پڑی۔

"ہوں......" اس کے مختصر ترین جواب پر انہوں نے پرسوچ انداز میں ہنکارا بھرا۔

"تمہیں اتنا غصہ کس بات کو سن کر آیا؟ پڑھائی چھوڑنے پر یا دھندے میں ہاتھ بٹانے پر؟" سوال ایسا تھا کہ عبیر کی گلابی رنگت کچھ اور بھی دہک کر انگارہ ہونے لگی۔

"مام آپ جانتی ہیں مجھے آپ کا یہ طریقہ کار پسند نہیں ہے۔" وہ کسی قدر بے بسی سے بولی تو انہوں نے محض سر کو اثبات میں جنبش دی۔

"پھر یہ کہ میں آپ کے ساتھ شامل نہیں ہونا چاہتی، اسے میری ضد سمجھیں یا پھر التجا۔" اب کی بار اس کا لہجہ مزید مضبوط اور دوٹوک تھا۔ اس کے چہرے پر ٹھہری مام کی پرسوچ نگاہوں میں تفکر بھی اتر آیا۔

"اس کے باوجود کہ یہ معاشرہ تمہیں تمہاری اس پاکی سمیت قبول نہیں کرے گا۔ تم پر اس گھرانے کی عورت کا لیبل لگ چکا ہے عبیر!"

"نہ کرے، مگر میں مجبوری میں بھی گناہ کا راستہ اختیار نہیں کروں گی۔" وہ پھر اسی قطعیت سے کہہ گئی۔

"پھر کیا کرو گی، خودکشی!" اب کے ان کے لہجے میں صرف جھنجلاہٹ نہیں تھی، طنز بھی تھا۔

"مام بہتر ہوگا آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، میں کچھ نہ کچھ کر لوں گی۔ خدا بہتر راستہ نکالے گا۔" مام کچھ دیر اسے تکتی رہیں پھر خاموشی سے اٹھ کر چلی گئیں۔

❁ ❁ ❁

مام لبنیٰ فریدہ بیگم والدین کی ڈھیروں ڈھیر اولاد میں ان کا نمبر آخری تھا اور ایسے بچے یا تو بہت زیادہ توجہ کے مستحق ہوتے ہیں یا پھر توجہ و محبت میں بھی ان کا نمبر آخر میں ہی آتا ہے۔ ان کے ساتھ دوسرا معاملہ ہوا تھا۔ جوتے کپڑے یہاں تک کہ کتابیں تک انہیں ہمیشہ بڑے بھائی، بہنوں کی استعمال شدہ ہی ملی تھیں۔ محدود آمدنی میں اتنے بڑے کنبے کی کفالت اور بے شمار اخراجات۔ کوئی ایک بھی تو ایسی خواہش نہیں تھی جو دل نے کی ہو اور وہ پوری بھی ہو گئی ہو۔ یہ محبت، توجہ میں کمی اور خواہشات کی بے مائیگی و تشنگی ان کے اندر کیسی باغی سوچیں اور خیالات جنم دے چکی ہیں، والدین کو اندازہ ہی نہ ہو سکا اور وہ بیاہ کر اگلے گھر سدھار گئیں جو والدین کے

گھر سے مختلف حالات میں ہرگز نہیں تھا۔

وہاں بھی زندگی کا ڈھب ویسا ہی تھا جس سے چھٹکارے کی وہ ہمیشہ متمنی رہی تھیں مگر چھٹکارا ہی نہیں تھا تو انہوں نے حالات کو خود اپنے بل بوتے پر بدلنے کی ٹھان لی۔ بغاوت تبدیلی کا سب سے موثر ہتھیار ثابت ہوا کرتی ہے۔ خوب صورتی پاس تھی ناز و ادا سے آراستہ حسن‘ سج سنور کر میدان میں اترا تو قدر دانوں کی کمی نہ ہوئی۔ دنیا میں ایسے مردوں کی کمی نہیں جنہیں عورت اشارہ کرے تو قدموں میں لوٹنے اور شرافت کے جامے سے باہر آنے میں دیر نہیں لگاتے۔ ایسے لوگوں کو اپنا وقت رنگین کرنا ہوتا اور ان کی مٹھی اور جیب گرم ہو جاتی۔ یہ مرد خاندان میں بھی ہوتے ہیں عزیز و اقارب میں بھی ملتے ہیں اور گلی محلے میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جو وقت اور حالات کے مطابق سہولت سے مطلب نکالنا خوب جانتے ہیں۔

کہتے ہیں گناہ خوشبو کی طرح ہوتا ہے پھیلنے سے روکا نہیں جاسکتا۔ ان کے سسرالیوں میں پہلے چہ مگوئیاں ہوئیں پھر منہ پر کھل کر جھگڑے ہوئے مگر شرمندہ ہونے والوں میں ہوتیں تو یہ سب کرتیں کیوں۔ شوہر نے نام نہاد شرافت کا اظہار طلاق کی صورت میں کیا اور بچیوں کو بھی ماں کے سپرد کر دیا۔ فریدہ بیگم نے سسرال سے جو جمع پونجی سمیٹی وہ یہی چار بیٹیاں تھیں۔ جو شکل و صورت میں انہی پر تھیں اور ان کے مستقبل اور عیش و عشرت کا بہترین ذریعہ تھیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

جب تک وہ خود جوان اور خوب صورت رہیں تب تک انہیں سراہنے والوں کی کمی نہیں رہی۔ انہی میں سے مسکین صورت آدمی سے نکاح کر کے انہوں نے اپنے اوپر سے طلاق یافتہ کا لیبل بھی اتار پھینکا اور معاشرے میں بظاہر عزت سے جینے لگیں۔ بیٹیاں انہی کی طرح تھیں‘ طرحدار‘ حسین اور اداؤں کے ہتھیاروں سے لیس‘ راہ چلتوں کو بھی منٹوں میں اسیر کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا گو کہ ان کی تربیت ہی اس نہج پر نہیں ہوئی تھی انہوں نے آنکھ کھولتے ہی اپنے گھر کا ماحول بھی یہی دیکھا تھا۔ بس یہ اک عبیر تھی جس کے مزاج اور فطرت کی نیکی اور راستی نے انہیں پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔

وہ یہ بھی جانتی تھیں معاشرے میں انہیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا‘ جبھی کچھ سالوں سے انہوں نے انداز بدل لیا تھا۔ مہذب اور خاندانی ہونے کا بہروپ بھرا اور اپنی پشت پر چند طاقت ور ہاتھوں کی شہ پر بہت اطمینان سے اپنا کھیل کھیلنے لگیں۔ امیر دولت مند لوگوں میں کسی نہ کسی بیٹی کا رشتہ طے کرتیں‘ بیاہ ہوتا اور سمجھ دار بیٹی موقع ملنے پر وہاں سے سب کچھ سمیٹ لاتی اور پھر لٹنے والوں کو ان کا نشان تک بھی نہ مل پاتا۔ صرف یہی نہیں جو شادی کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتے تھے وہ رات کے اندھیرے میں لڑکی کو اپنے ٹھکانے پر لے جاتے تھے۔ یہ کام بہت راز داری سے کئی سالوں سے جاری تھے۔ جنہیں خبر تھی وہ اس راز کو افشا نہیں کرتے تھے اگر کبھی وہ پھنسیں بھی تو ان کے تعلقات کام آئے اور وہ صاف بچ نکلی تھیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

”چھوٹی بی بی! آپ کو بیگم صاحبہ یاد کر رہی ہیں۔“ وہ اپنا بیگ تیار کر رہی تھی جب ملازمہ دستک دے کر اندر آئی۔ اس کی صبیح پیشانی پر شکنیں سی نمودار ہوئیں۔

”تم جاؤ‘ آتی ہوں میں۔“ ملازمہ کو بھیج کر وہ الجھن زدہ متفکر سی بیٹھی رہی۔

”کیوں بلوایا ہوگا مام نے؟“ گو کہ ابھی اس کی چھٹیاں باقی تھیں مگر وہ چند دن میں ہی یہاں کے ماحول سے گھبرا گئی تھی۔ بس نہ چلتا تھا اڑ کر واپس ہاسٹل پہنچ جائے۔ اس نے گیلے بال تولیے کی قید سے آزاد کیے انہیں سلجھایا پھر دوپٹہ ڈھنگ سے اوڑھتی ان کے کمرے کی جانب چلی آئی۔

”یس کم ان!“ اس کی دستک کے جواب میں مام کی مغرور سی آواز ابھری تھی۔ انہیں دیکھ کر اب کوئی یہ یقین نہیں کر سکتا تھا کہ وہ معمولی تعلیم یافتہ غربت میں پل کر جوان ہونے والی وہی فریدہ ہے جو کبھی ایک عام سی لڑکی تھی اب تو ان کے رنگ ڈھنگ ہی بدل گئے تھے۔

”بیٹھو!“ اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ جو سیل فون پر کسی سے بہت بے تکلفانہ گفتگو میں مصروف تھیں الوداعی کلمات ادا کر کے اس کی سمت متوجہ ہوتے ہوئے بولیں۔

”آپ نے بلوایا تھا؟“

گو کہ وہ اس کی سگی ماں تھیں مگر عبیر نے کبھی ان کے لیے اپنے دل میں کوئی جذبہ محسوس نہیں کیا تھا اس کی وجہ واضح تھی اسے ان کے انداز و اطوار سے ہی نہیں ان کی گناہ آلود زندگی سے بھی نفرت تھی۔ وہ ان سے شاکی تھی کہ انہوں نے اپنے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کی بھی عاقبت تباہ کر ڈالی تھی۔

”ایکچولی یہاں ایک فیملی نے ہمیں اپنے پوتے کی برتھ ڈے پارٹی میں انوائیٹ کیا ہے‘ ایسا ہے کہ تم آج شام کی اس تقریب کے لیے انا کے ساتھ جا کر اپنا پارٹی ویئر لے آؤ۔“

”مگر میں وہاں جانے میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں تو......“

انٹرسٹڈ نہ ہونا ایک الگ بات ہے اور کسی کام کو کرنا ایک یکسر الگ بات‘ تم وہاں جا رہی ہو‘ اٹس مائی آرڈر اوکے‘ اب وہی کرو جو میں نے کہا ہے۔“ ان کے لہجے میں واضح حکم تھا۔ عبیر کچھ دیر ہونٹ بھینچے خاموش کھڑی رہی۔ پھر ایک جھٹکے سے پلٹ کر وہاں سے چلی گئی۔ وہ انا کے ساتھ مارکیٹ نہیں گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ مام اک طوفان اٹھائیں گی مگر اس کے برعکس ان کی خاموشی پر اسے حیرت نے آن لیا تھا۔ یہ حیرت اس وقت اضطراب اور شدید تاسف میں ڈھل گئی جب شام میں مام نے اس کا ڈریس لا کر اس کے پاس رکھ دیا تھا۔

”تمہارے پاس صرف آدھا گھنٹہ ہے عبیر! اور سنو‘ آج سے تمہاری پڑھائی کا سلسلہ بھی ختم۔ تم ہمارے ساتھ کام میں شامل ہو رہی ہو۔ سارہ کی بات غلط نہیں ہے‘ میں نے تم سے یہ امتیازی سلوک کر کے تمہیں زیادہ سر چڑھا لیا ہے‘ بس بہت ہو چکے یہ لاڈ وغیرہ۔“

”مگر میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی یہ بات آپ بھی سن لیں۔“ اس نے طیش میں آتے ہوئے کپڑے اٹھا کر پھینک دیئے۔ مام نے جواباً اسے سرد نظروں سے کچھ دیر ہونٹ بھینچ کر دیکھا تھا پھر جب وہ بولیں تو ان کا لہجہ سخت تھا۔

”ایس پی دلبر چٹھہ کو جانتی ہو؟ جو پچھلے ہفتہ عینا کی برتھ ڈے پارٹی پر یہاں آیا تھا۔ تمہیں اک نظر دیکھ کر ہی تم پر مرمٹا مگر میں نے اس کو انکار کر دیا تھا تو وجہ یہی تھی کہ میں تمہیں ہرٹ کرنا چاہتی تھی نہ ہی ایک دم سے اس راستے پر ڈال دینا۔ میں نے تمہارے لیے صاف ستھرا راستہ چنا ہے‘ یاد رکھو اگر تم نے اب پھر اکڑ دکھانے کی کوشش کی تو میں آج رات ہی چٹھہ کو یہاں بلوا لوں گی‘ ایک رات کے وہ مجھے کم از کم بھی پچاس ہزار ہنس کے دے سکتا ہے مگر میں یہ سودا صرف ایک رات کا نہیں کروں گی۔“ ان کے لہجے کی سنگینی نے عبیر کے حواس سلب کر دیئے تھے اور چہرہ بالکل فق کر ڈالا۔ نگاہ کے سامنے ساٹھ پینسٹھ سالہ دلبر چٹھہ گھوم گیا‘ جس کی آنکھوں میں وحشت و خباثت تھی۔ عبیر سے چند منٹ اس کا سامنا محال ہوا تھا‘ بغاوت سرکشی و تنفر کے جذبات خوف کی چادر میں جا چھپے۔ اس کی جگہ لاچاری اور بے بسی نے لے لی‘ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے پلٹی تو مام کا لایا ہوا ڈریس اس کے ہاتھ میں تھا اور آنکھوں میں بے تحاشا نمی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

بہت زبردست ارینج منٹ تھی۔ گھاس و پیڑ پودوں کو زرد سفید روشنی نے بہت دلفریب و خوب صورت تاثر عطا کیا تھا۔ دلکش خوشبوئیں ماحول کا حصہ بنی ہوئی تھیں‘ ایک سائیڈ پر کھانے کی ٹیبلز ترتیب سے لگی ہوئی تھیں‘ وسیع رقبے پر پھیلا لان اور سفید سنگ مرمر کی شان سے سر اٹھائے خوب صورت رہائش گاہ اپنے مکینوں کے اعلیٰ ذوق کی غماز تھی۔ لان کے سبزہ زار پر ہی تقریب کا انعقاد تھا جو بہت اعلیٰ پیمانے پر کیا گیا تھا۔ رنگ و بو کا ایک سیلاب گویا وہاں امڈ آیا تھا۔ وہ ایسی تقریبات کی مشتاق تھی نہ عادی‘ جبھی اس نے اپنے لیے وہ کونا منتخب کیا تھا جو قدرے الگ تھلگ تھا‘ لاتعداد برقی قمقموں کی روشنی وہاں

تک آتے آتے اتنی ماند پڑ جاتی تھی کہ بہت کچھ واضح دکھائی بھی نہ دیتا تھا۔

اس نے ماحول سے فرار کی خاطر ہی سر اٹھا کر آسمان کو اداس اور مضمحل نظروں سے دیکھا گویا اللہ سے اپنی ماں کے سلوک کی شکایت کر رہی ہو۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے جبھی تیرگی محسوس ہوئی تھی۔ اس نے سر پھر سے جھکا لیا۔ عینا' سارہ اور انا ماحول میں پوری طرح سے رچی بسی ہوئی تھیں۔ یقیناً ان کا وہاں پہلے سے تعارف تھا جبھی بے تکلفی سے گھوم پھر رہی تھیں' ایسا نہ بھی ہوتا وہ تب بھی خود کو اجاگر کرنے اور اہمیت پانے کی تمام صلاحیتوں سے مالا مال تھیں۔

"اوہ اچھا! تو آپ مسز باجوہ کی صاحب زادی ہیں۔ ماشاء اللہ...... ماشاء اللہ جیسا سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا۔" وہ جو کوئی بھی تھا انا سے ہم کلام تھا۔ جواباً وہ تفاخرانہ انداز میں ہنسی تو گویا فضا میں گھنٹیاں سی بج اٹھیں۔ عبیر نے چونک کر دیکھا اور کچھ پل کو منجمد ہو گئی تھی' وہ وہی نوجوان تھا جسے اس نے کھڑکی سے باہر سڑک پر گلابوں کے کنج کے پاس جھکے دیکھا تھا اور جس کے متعلق سارہ نے اپنے ارادے بتلا کر اسے حواس باختہ کر دیا تھا۔ وہ آج اس روز سے بھی زیادہ شان دار اور وجیہہ لگ رہا تھا۔

"کیسے ہیں آپ اسامہ ملک صاحب؟" وہ مسکرا کر گویا ہوئی۔

"لوگ کہتے ہیں ہینڈسم ہوں' ڈیشنگ ہوں' آپ کیا کہتی ہیں؟" اور انا جواب میں آہستگی سے ہنسی تھی۔ ایک بار پھر سماعتوں میں گھنٹیوں کی آواز گونجی۔ اس نے اپنی جگہ پر پہلو بدلا تھا۔ آگے پیش آنے والی صورت حال اسے ابھی سے بے چین کر رہی تھی اور وہی ہوا تھا۔

"آج آپ کو ایک خاص ہستی سے ملانا تھا' مائی ینگسٹر سسٹر عبیر کمال حسن!" انا اس کے ہمراہ عبیر کے پاس چلی آئی تھی۔ عبیر کے چہرے پر گھبراہٹ کا بڑا فطری غلبہ چھایا تھا۔ جس میں بے بسی کے ساتھ کنفیوژن بھی واضح تھی۔ ان سب رنگوں نے مل کر ہی اس کی معصومیت بھری خوب صورتی کو انوکھا اور دلنشین سا نکھار بخش دیا تھا۔ اسامہ ملک نے نیم تاریکی میں مومی شمع کی مانند جگمگاتی اس وحشت زدہ ہرنی کی طرح نظر آتی لڑکی کو بے حد دلچسپی سے دیکھا تھا۔

"عبیر! یہ اسامہ ملک ہیں' ملک صاحب کے چھوٹے صاحب زادے! بزنس ٹائیکون ہیں جناب!" انا اٹھلا کر تعارف کا مرحلہ نبھا رہی تھی۔ عبیر اس خصوصی تعارف کے پیچھے چھپے پروگرام کی آلودگی و پیچیدگی کے ساتھ مکروہ ارادوں کو جانتی تھی جبھی نہ نگاہ اٹھائی تھی نہ سر اور یونہی ہونٹ کچلتی رہی تھی اور اسامہ ملک کی آنکھوں میں اس گریزاں و کنفیوز لڑکی کے لیے دلچسپی و پسندیدگی کا انداز بڑھتا جا رہا تھا۔

"آپ انا کی رئیل سسٹر ہیں؟" اسامہ ملک کی نگاہیں اس کی اٹھتی گرتی لانبی پلکوں پر جم گئی تھیں' انا اسے اسامہ کے پاس چھوڑ کر خود کسی بہانے سے وہاں سے سرک گئی تھی اور اب عبیر کی گویا جان پر بن آئی تھی۔ ان نگاہوں کی وارفتگی نے اس کے اوسان خطا کر دیئے تھے۔ اس کے لیے دیئے انداز اور جواب کے باوجود اسامہ ملک اس سے گفتگو میں مصروف رہا تھا۔ پھر اس کے بعد بھی وہ جتنا کترائی جتنا بچی اسامہ ملک کی نگاہوں نے اسے ہر جگہ کھوجا تھا' کیک کٹنے کے بعد اس کا تعارف بالخصوص اپنے والدین سے کرایا تھا۔ وہ جتنی مضطرب اور جز بز ہوتی رہی تھی عینا وغیرہ اسی قدر مطمئن نظر آ رہی تھیں' ان کا تیر نشانے پر بیٹھا تھا۔ اسامہ ملک ایک تگڑا شکار تھا اور آرام سے پھنسنے کو از خود تیار بھی۔

❁ ❁ ❁

پھر مام کی خواہش اور توقع کے عین مطابق مسز ملک اسامہ کا رشتہ لے کر ان کے ہاں پہنچ گئی تھیں اور مام اپنی ساری خوشی چھپا کر بظاہر حیل و حجت سے کام لے رہی تھیں۔

"مجھے تو آپ کی ساری بچیاں ہی پیاری لگی ہیں ماشاء اللہ! مگر اسامہ کی خواہش عبیر کے لیے ہے۔" وہ رکھ

رکھاؤ والی خاندانی عورت تھیں۔ ان کے بات کرنے کے انداز میں بھی بہت سبھاؤ اور رواداری تھی' مام کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔ وہ خود ہتھیلی پر سرسوں جمانا چاہتی تھیں مگر یہ معاملہ رسان اور تحمل کا متقاضی تھا۔ اتاولے پن کا مظاہرہ کھیل بگاڑ بھی سکتا تھا۔ جبھی انہوں نے کچھ پس و پیش سے کام لیا' کچھ مجبوریوں کا رونا رویا' بڑیوں کو چھوڑ کر چھوٹیوں کا نہیں کرسکتیں وغیرہ وغیرہ اور بالآخران کو کئی چکر لگوانے کے بعد ہاں کردی۔

یہ سب کچھ بالا ہی بالا ہوا۔ بات طے ہونے کے بعد عبیر کو خبر ہوئی تو صحیح معنوں میں اس کے حواسوں پر بجلی سی گر پڑی تھی۔ اتنے شان دار شخص کو دھوکہ دینے کا خیال ہی بے قرار کردینے کو کافی تھا۔ وہ تلملاتی ہوئی مام کے پاس آ کر برس پڑی۔

''میں نے آپ سے گزارش کی تھی مام! کہ مجھے اس کھیل سے الگ رکھیے۔''

''اور میں نے تمہاری اس گزارش پر کان نہیں دھرا' خبردار جو تم نے کوئی فضول حرکت کی۔ ورنہ یاد رکھنا دوسرا راستہ ہمیشہ کھلا رہے گا اور محض دھمکی مت سمجھنا۔'' یہ ان کا ایسا ہتھیار تھا جس سے وہ اسے حملہ سے قبل ہی زخمی کردیا کرتی تھیں۔ وہ ایک بار پھر خود کو لاچار محسوس کرنے لگی۔ سوائے چپ سادھ لینے کے اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا سو اس نے چپ سادھ لی۔ فی الوقت وہ کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر رہی تھی۔

❁……❁……❁

وہ دن بھی آ ہی گیا جب وہ بیاہ کر اسامہ کے ہمراہ اس کے ویل فرنشڈ گھر میں آ گئی تھی۔ مسز ملک نے بیٹے کے لیے دل کھول کر پیسہ خرچ کیا۔ وہ جوڑا جو اسے نکاح کے موقع پر پہنایا گیا تھا کم و بیش ایک لاکھ کی مالیت کا تھا۔ لوگ اس کی قسمت پر رشک کررہے تھے مگر عبیر کا دل اس ڈرامے پر سسکتا رہا تھا۔ وہ عجیب سی بے کسی اور لاچاری میں مبتلا رہی تھی' کئی بار چاہا اسامہ سے ساری حقیقت کہہ دے مگر ایک عجیب سے خوف نے اس کی زبان کو سلب کردیا تھا۔ وہ کچھ بھی نہیں کہہ سکی تھی اور یہ دن آ گیا تھا۔

مام کے علاوہ سارہ' انا اور عینا نے بھی اسے خوب پٹیاں پڑھائی تھیں۔ کسی کو الو بنا کر مطلب نکالنے کے تیر بہدف طریقے سکھائے گئے تھے۔ وہ بے بسی کی تصویر بنی انہیں دیکھتی رہی تھی۔

''بس کچھ دن ہیں' پھر اس کے بعد تو تم سے بھی پارسائی اور معصومیت کا ٹیگ اتر جائے گا پھر تم پر بھی بدکرداری کا ٹھپا لگ جائے گا۔ میرے گریبان پر ہاتھ ڈالنے والا کبھی سکون سے نہیں بیٹھ سکتا۔ عبیر بیگم پھر تمہیں کیسے معاف کردیتی۔ آج کے بعد تم ہمیں حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھ سکوگی نا ہم پر انگلی اٹھا سکوگی تم میں اور ہم میں آج کے بعد کوئی فرق نہیں رہ جائے گا۔'' اس کی رخصتی کے وقت سارہ نے اس سے گلے ملنے کے بہانے نزدیک آ کر اتنی حقارت اور تنفر سے کہا تھا کہ وہ بس پھٹی پھٹی آنکھوں سے تکتی رہ گئی۔ اس کی آنکھوں میں اترے آنسو تک ٹھٹھر گئے تھے۔ سارہ اس قدر منتقم مزاج ہوگی یہ اس کے تصور میں بھی نہیں تھا۔

''حسن افسردہ ہو تو اس کی کشش اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ آپ مجھے بہت الگ اور خاص لگی تھیں جبھی مما کے سامنے میں نے آپ کا نام رکھا تھا۔'' وہ اپنی سوچوں میں اس قدر دور تک چلی گئی تھی کہ اسامہ کب کمرے میں آیا اسے خبر ہی نہ ہوسکی تھی جبھی وہ بہت بُری طرح سے ہڑبڑا گئی تھی۔ اس کی گھبراہٹ کو محسوس کرکے اسامہ مسکرایا تھا پھر اس کا حنائی ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لے کر آہستگی سے دبایا۔

''بہت خاموش بلکہ اداس ہیں۔ کیا آپ کو مجھ سے تعلق استوار ہونے کی خوشی نہیں ہے؟'' اس نے گھبرا کر پلکیں اٹھائی تھیں وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ انداز میں بے تحاشا شرارت بھری ہوئی تھی گویا مقصد اس کی توجہ حاصل کرنا تھا کسی بھی طریقے سے اور وہ اس میں کامیابی حاصل کرکے فاتحانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔ عبیر بُری طرح سے جھینپی تھی۔ پلکیں شرمگیں انداز میں لرز کر جھک گئیں۔

وقتی طور پر سہی مگر وہ اس اضطرابی کیفیت سے نکل آئی تھی۔ جس کا شکار تھی۔

''بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔'' بھاری بھرکم لہجے میں کی گئی تعریف پر عبیر کا دل اپنی دھڑکنیں الٹ پلٹ کرنے لگا۔ رونمائی کا گفٹ جڑاؤ کنگن پہناتے اسامہ نے بہت ملائمت سے اسے بازوؤں میں بھر لیا تھا۔

''اس ایک رات کا میں نے بہت شدت سے انتظار کیا تھا عبیر! تم جانتی ہو جب سے تمہیں دیکھا تھا میں نے' صحیح معنوں میں میری نیندیں اڑ گئی تھیں۔'' اسامہ کا لہجہ جذبات کی شدتوں سے چور تھا اور دھیما ہوتا بالآخر سرگوشی میں ڈھل گیا تھا۔ عبیر کی آنکھیں جانے کس جذبے کے تحت بھر آئی تھیں۔ بھلا وہ اتنی عزت افزائی اور محبت کے لائق کہاں تھی۔

''کیوں رو رہی ہو؟'' اسامہ نے اس کے آنسوؤں کی نمی کو محسوس کرکے بے چینی سے سوال کیا تھا۔ عبیر نے نگاہ بھر کے اسے دیکھا۔ سیاہ شیروانی میں وہ ہمیشہ سے کہیں بڑھ کر شان دار اور خوب رو نظر آ رہا تھا۔ وہ آنسوؤں کی وجہ پوچھ رہا تھا اور وجہ بتلانے لائق نہیں تھی۔ اس نے ہونٹوں کو باہم بھینچ لیا اور رات دھیرے دھیرے بھیگتی چلی گئی تھی۔

❁……❁……❁

اگلے دن اسامہ نے اس کا تعارف عبدالعلی اور زارا سے کرایا تھا جو اس کے بڑے بھائی کی اولاد تھے۔ بڑے بھائی شیراز ملک اور ان کی وائف کی روڈ ایکسیڈنٹ میں دو سال قبل وفات ہوگئی تھی' تب اسامہ نے دونوں بچوں کو اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا۔

''میں چاہتا ہوں عبیر تم ان بچوں کی ماں کا کردار ادا کرو۔ ان سے ویسے ہی محبت کرو جیسے کوئی ماں اپنی اولاد سے کرتی ہے' کروگی نا؟'' اور عبیر نے پوری آمادگی کے ساتھ سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ اس ایک رات میں ہی وہ فیصلہ کرچکی تھی کہ وہ اسامہ کو دھوکا نہیں دے گی' چاہے مام اسے کتنا ہی اکسائیں۔ وہ اسامہ کو خود مناسب الفاظ میں اپنی صفائی پیش کرسکتی تھی۔ وہ اس سے درخواست کرسکتی تھی وہ اسے ان غلط لوگوں سے بچالے۔

صبح نماز کے بعد دعا میں بھی اس نے رب کریم سے یہی التجا کی تھی اور اسے پورا یقین تھا' خدا اس کی فریاد کو رد نہیں کرے گا۔ اپنے راستوں پر چلنے والوں کا ''وہ'' خود مددگار ہوجایا کرتا ہے بلاشبہ رسم کے مطابق اسامہ اسے مام کی طرف ملوانے کو لایا تو اس کے انداز میں واضح بے دلی تھی۔ مام نے اس سے نگاہوں ہی نگاہوں میں کچھ سوال کیے تھے مگر وہ نظریں چرا گئی تھی اور مام اتنی جزبز ہوئیں کہ اپنی جگہ پر پہلو بدل کر رہ گئیں۔ جبھی انہوں نے بہانے سے اسے وہاں سے ہٹا دیا تھا۔

''عبیر بیٹا! دیکھنا ذرا عینا نے ابھی تک چائے کیوں تیار نہیں کرائی۔'' وہ جانتی تھی بات بنتی نہ دیکھ کر انہوں نے اسے سمجھ دار اور عیار بیٹیوں کے نرغے میں دیا ہے جو لازماً اس سے اصل بات اگلوائیں' جبھی وہ کسی قدر ڈسٹرب ہوئی تھی۔ اسامہ کے سامنے انکار کی پوزیشن میں بھی نہیں تھی' اسی لیے اٹھ کر باہر تو آ گئی مگر عینا کے پاس جانے کا اس کا قطعی ارادہ نہیں تھا مگر وہ سب تو جیسے اس کی تاک میں تھیں' اسے باہر آتے ہی دبوچ کر گویا سوالات کی بوچھاڑ کردی تھی۔

''کیا کچھ ہاتھ آ گیا؟ تم نے اس کی جائیداد اور بینک بیلنس وغیرہ کی معلومات لی ہیں؟''

''اسامہ نے رونمائی میں کیا دیا؟ وہ ساتھ لے آنا تھا' ظاہر ہے قیمتی چیز ہوگی' زیور بھی کسی بہانے سے اٹھا لاتیں' اسی طرح تو کرنا ہوتا ہے' کیا پتا تم کتنی دیر وہاں ہو۔'' وہ لاتعلق بنی ہونٹ بھینچے سلگتی آنکھیں جھکائے کھڑی رہی۔ گویا تہیہ کرلیا تھا ان کی کسی بات کا جواب نہیں دینا' جبھی سارہ کو جیسے آگ لگ گئی تھی۔

''تم ہمارے ساتھ ہاتھ نہیں کرسکتیں' یاد رکھو تم ہر لحاظ سے ہمارے رحم و کرم پر ہو' تمہاری حیثیت بہرحال کسی کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں ہے۔ جس کی ڈور ہمارے ہاتھ میں ہے' پارسائی کا ڈرامہ رچانے کی ضرورت نہیں۔ بس جتنی

جلدی ہو سکے اپنا مقصد حاصل کرو' ہم زیادہ انتظار نہیں کر سکتے اور سنو' کوشش کرنا اس اسامہ سے دور رہنے کی' ایسا نہ ہو کہ وہاں سے لوٹو تو اس کے بچے کی زنجیر تمہارے قدموں میں پڑ چکی ہو۔ ابارشن وغیرہ کے جدید طریقہ کے باوجود فیگر کا ناس ہو جایا کرتا ہے۔ تم سمجھ رہی ہو نا میں کیا کہہ رہی ہوں؟" سارہ نے غصے میں اسے گھورتے ہوئے ٹہوکا دیا تھا۔ وہ پتھر کی مورتی کی طرح بے تاثر نظروں سے اسے تکے گئی۔

"مام چائے کا کہہ رہی ہیں۔" کچھ دیر بعد وہ بولی تو اس کا لہجہ اس کے چہرے کی طرح سپاٹ تھا۔ یوں جیسے ان کی کسی بات کو سرے سے سنا ہی نہ ہو' اپنی بات مکمل کر کے وہ ان کی تلملاہٹ دیکھنے کو رکی نہیں تھی۔ پلٹ کر کچن سے نکلی تو اسامہ کو دروازے کے باہر موجود پا کر اسے لگا تھا کسی نے یکلخت زمین اس کے قدموں تلے سے کھینچ لی ہو۔

❀ ❀ ❀

"کون ہو تم؟ میں صرف سچ سننا چاہوں گا' یاد رکھنا اگر تم نے غلط بیانی کی تو میں تمہیں زندہ زمین میں بھی گاڑھ سکتا ہوں۔" اس کا چہرہ اسامہ کے سخت ہاتھوں کی بے رحم گرفت میں تھا۔ وہ لہجہ اتنا سفاک و سنگین تھا جب کہ چہرے کے تنے ہوئے عضلات اس کے قہر و غضب کے گواہ تھے۔ عبیر کی تو اسی وقت روح قبض ہو گئی تھی' گویا جب اس نے کچن کے باہر اسامہ کو موجود پایا تھا۔ وہ بے قصور ہوتے ہوئے بھی اس کے عتاب کا نشانہ بننے کو رہ گئی تھی۔

"وہ اسے واپس لے کر آیا تو بیڈ روم میں آنے تک پتا نہیں کیسے خود پر ضبط کے کڑے پہرے بٹھائے رکھے تھے۔ اس کے بعد وہ کوئی وحشی جنونی انسان تھا جو عبیر کے منہ سے آہوں اور کراہوں کی صورت نکلتے سچ پر آپے سے باہر ہوتا اسے تشدد کا نشانہ بناتا رہا تھا۔ عبیر کے دل و دماغ پر مجرمانہ بوجھ دھرا تھا' جبھی اس نے کچھ چھپائے بغیر سب کچھ اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا تھا مگر جب اس نے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی تب ہی وہ بپھر اٹھا تھا۔

"تو یہ پلان تھا تمہارا جس کے تحت تم نے مجھ سے شادی کی بدکردار عورت!" اس کا ہاتھ اٹھا تھا تو پھر رکنے میں نہیں آ رہا تھا۔ عبیر پٹتے ہوئے بھی اپنی بے گناہی کا یقین دلانے کی کوشش کرتی رہی تھی جبھی وہ کچھ اور غضب ناک ہوا تھا۔

"تم نے دھوکا دیا مجھے' اسامہ ملک کو ہاؤ ڈیئر یو!" وہ جیسے توہین سے پاگل ہو رہا تھا۔

"نہیں! میں تو آپ سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتی تھی......"

"بکواس بند کرو فاحشہ عورت! تم اگر ان کے پلان میں شامل نہ ہوتیں تو اس طرح سج دھج کر مجھے الجھانے کیوں آتیں؟ اور میں...... میں کتنا احمق تھا' کتنی آسانی سے تمہارے جال میں پھنس گیا۔" وہ دانت بھینچ کر غرایا۔ عبیر اس کی وحشت کے آگے سراسیمہ ہونے لگی۔ وہ کتنی دیر جیسے خود ہی ہونٹ بھینچ کر اور ٹہل کر اپنا غصہ ضبط کرتا رہا تھا پھر پلٹ کر باہر نکل گیا تھا۔ عبیر وہیں بیٹھ کر سسکنے لگی۔ اس کے ہونٹ کے زیریں کنارے سے خون جاری ہو گیا تھا۔ گردن پر گہری خراشیں تھیں جو اسامہ کے تشدد کا نتیجہ تھیں۔ اس کی یہ سراسیمگی ابھی اس طرح اسے گھیرے ہوئے تھی جب وہ پھر اس کے پاس چلا آیا تھا۔

"اٹھو! تم اسی وقت میرے ساتھ چلو۔" اس نے عبیر کے پاس رک کر اسے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ وہ پہلے ٹھٹکی پھر سخت وحشت زدہ سی ہو گئی۔

"ک...... کہاں؟ آپ کہاں لے کر جائیں گے مجھے؟" کتنا خوف تھا اس کی نگاہوں میں' جواب میں اسامہ کی آنکھوں میں صرف قہر نہیں اترا تھا۔ تضحیک بھی در آئی۔

"تم ہو اس قابل کہ میں تمہیں اپنے ارادے بتاؤں' ہاں؟" وہ آنکھیں نکال کر غرایا اور عبیر شرم سے گڑھنے لگی۔

پھر وہ ایک لفظ نہیں بولی تھی اور اگلے چند گھنٹوں میں وہ اس حویلی میں آ گئی تھی جہاں اس کی حیثیت شاید ملازموں سے بھی بدتر تھی یا پھر کسی قیدی کے جیسی' وہ اپنے

مستقبل اور سزا کے متعلق فی الحال آگاہ نہیں ہو سکی تھی۔ اسے قسمت سے شکوہ نہیں تھا' اکثر والدین کی غلطی کا خمیازہ اولاد کو بھگتنا پڑتا ہے۔

❀ ❀ ❀

"یہ تمہارے کرتوتوں کی بہت معمولی سزا ہے' میں چاہتا تو تمہیں پولیس کے حوالہ بھی کر سکتا تھا مگر میں بے غیرت نہیں ہوں۔ جیسے بھی سہی مگر تم میری بیوی بن چکی ہو اس بھول میں بھی مت رہنا کہ میں تمہیں طلاق دوں گا تاکہ تم پھر سے چھرے اڑانے لگو۔ یہ ہے وہ جگہ جہاں تمہیں اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن گزارنے ہیں۔" وہ اسے حویلی کے جس کمرے میں لے کر آیا تھا' اس میں زندگی کی ہر سہولت تھی مگر باہر کی دنیا سے رابطے کو ایک کھڑکی تک نہیں تھی۔ دوسرے لفظوں میں اسے زنداں میں ڈال دیا گیا تھا۔

"جو کچھ تم نے کیا اس کے بعد اگر میں تمہیں قتل بھی کر دیتا تو یہ تمہاری گناہ آلودہ زندگی پر احسان ہوتا مگر میں تمہارے گندے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا تھا۔" کتنی حقارت تھی ان آنکھوں میں جس میں عبیر نے کبھی اپنی محبت کے سنہرے رنگ اترتے دیکھے تھے۔ اس نے آنسوؤں سے چمکتی آنکھوں کو جھکا لیا۔ اس موقع پر کچھ کہہ کر وہ اس کے غصے کو ہوا نہیں دینا چاہتی تھی۔ پھر اسے چھوڑ کر خود واپس چلا گیا تھا۔ عبیر کے لیے زندگی جتنی بھی تنگ ہوئی تھی مگر ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔ وہ مطمئن تھی خدا کے ہاں اس کی دعائیں مستجاب ٹھہری تھیں اور اسے گناہ آلودہ راستوں سے بچا لیا گیا تھا۔

❀ ❀ ❀

"دلہن کہاں ہے؟" اسامہ ابھی آفس سے واپس آ کر بیٹھا ہی تھا جب مسز ملک نے اس کے پاس آ کر حیرانی سے پوچھا۔ اسامہ نے انہیں بھی اس معاملے کی ہوا تک نہیں لگنے دی تھی۔ وہ اتنا انا پرست تھا کہ سگی ماں کے آگے بھی بیوی کی بدکرداری کو کھول کر نہیں رکھ سکا تھا۔ سبکی کا احساس اسے ہر وقت کچوکے لگایا کرتا تھا۔ یہ خیال کہ اسے کتنی آسانی سے ٹریپ کر لیا گیا تھا' اسے اکثر جنون سے دوچار کرنے لگتا۔ عبیر کو گاؤں والی حویلی میں چھوڑنے کے بعد اس نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے عبیر کی ماں اور بہنوں کو حوالات میں بند کرا دیا تھا۔ اس کا ارادہ ان کے خلاف تمام ثبوت اکٹھے کر کے سخت سزا دلوانے کا تھا مگر بزنس کے سلسلے میں اسے کچھ دنوں ملک سے باہر جانا پڑا تھا۔ اس کی عجلت اور کوشش کے باوجود یہ ٹور طوالت اختیار کر گیا تھا۔ واپس آنے پر سب سے پہلی اطلاع اسے ان عورتوں کی رہائی اور پھر اس علاقے سے بھی روپوش ہونے کی ملی تو سوائے کف افسوس ملنے کے وہ کچھ نہیں کر سکا تھا۔ اس کے بعد اسے فوری طور پر عبیر کا خیال آیا تھا۔

کہیں وہ بھی اپنی شاطرانہ فطرت کی بدولت اس کے ملازموں کو ڈاج دے کر فرار نہ ہو گئی ہو۔ اس خدشے کے پیش نظر اسامہ نے حویلی رابطہ کیا تھا۔ ملازمہ سے بات چیت کر کے عبیر کی طرف سے خیر کی خبر سن کر قدرے اطمینان بھی نصیب ہوا مگر مما کے سوال نے اسے پھر سے جز بز کر دیا تھا۔

"آپ بولتے کیوں نہیں اسامہ! میں تو سمجھی آپ عبیر کو اپنے ساتھ لے کر گئے ہو' اگر وہ آپ کے ساتھ نہیں گئی تو پھر کہاں ہے؟" مسز ملک سوال پر سوال کر رہی تھیں۔ اسامہ کے چہرے کے عضلات تناؤ کا شکار ہو کر رہ گئے۔

"مر گئی ہے وہ' آپ آئندہ اس کا تذکرہ نہیں کریں گی' اوکے؟" اس نے سرخ آنکھوں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ مسز ملک حیران پریشان سی کھڑی رہ گئیں۔ یہاں عبیر کی فیملی کے متعلق بھی عجیب و غریب باتیں سننے کو ملی تھیں کہ پولیس ان عورتوں کو پکڑ کر تھانے لے کر گئی تھی' مسز ملک اگلے دن صورت حال جاننے کو وہاں پہنچیں تو وہاں وہ ملازمہ ملی تھی جو صفائی ستھرائی پر مامور تھی۔ اسی سے مسز ملک کو بس اتنا پتا چل سکا تھا کہ وہ تینوں لڑکیاں اور ان کی ماں آج صبح ہمیشہ کے لیے وہاں سے جا چکی تھیں' تب مسز ملک کی

پریشانی گھبراہٹ میں بدل گئی تھی۔

"کہاں چلی گئیں؟ مطلب کچھ پتا ہے تمہیں؟" انہوں نے مضطربانہ سوال کیے تھے جواب میں ملازمہ نے راز داری سے ان کے نزدیک ہوکر جو کچھ کہا تھا وہ انہیں پریشان کر گیا تھا۔ ملازمہ کے مطابق بیٹیوں کے ذریعے مال دار لوگوں کو لوٹنا ان کا پیشہ تھا ملازمہ ان سے ہمدردی بھی کرتی رہی تھی۔

"آپ کو رشتہ کرنے سے قبل اچھی طرح چھان بین کرنی چاہیے تھی بیگم صاحبہ!"

مگر وہ لوگ اس طرح کے لگتے تو نہیں تھے، تمہیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" انہوں نے اپنے تئیں بات ختم کردی تھی مگر بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ پھر یہ بات انہوں نے ملازمہ کے علاوہ دیگر لوگوں کے منہ سے بھی سنی تھی، معزز بیگمات باقاعدہ ان سے افسوس کرنے آئی تھیں اور نا کردہ گناہوں کی ایک طویل فہرست عبیر کے خاندان سے منسوب ہوتی چلی گئی تھی۔ مسز ملک اپنے طور پر یہ فیصلہ کر چکی تھیں عبیر کو اسامہ سے طلاق دلوا کر فارغ کرنے کا۔

❁ ... ❁ ... ❁

اس نے نماز کے بعد دعا کو ہاتھ بلند کیے تو پلکوں پر آنسو جگنو بن کر چمکنے لگے تھے۔ یہ جو کچھ ہوا تھا وہ اس پر شاکی نہیں تھی مگر کبھی کبھی دل بھرانے سا لگتا تھا۔ یہاں کرنے کو اس کے پاس کچھ نہیں تھا اور فراغت اسے پاگل بنانے کو کافی تھی تب اس نے اپنی وحشت سے گھبرا کر رب سے لو لگالی تھی۔

اللہ جو دلوں کے بھید سے آگاہ ہے وہ تو اس صورت بھی اپنے بندے کا منتظر رہتا ہے اگر وہ گناہ گار ہو وہ تو پھر بے قصور تھی۔ اللہ کی یاد سے دل کو سکون دینا چاہا تو جیسے ہر غم سے آزاد ہوگئی تھی۔ پہلے جو ہر وقت دل کو دھڑکا لگا رہتا تھا اسامہ کے کسی بھی انتہائی فیصلے کا اب اس سے بھی گویا چھٹکارا مل گیا تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر اس کے سکون میں فرق نہیں آیا۔ ملازمہ جس کے ذمے اس کا کھانا پہنچانا تھا، وہ اس کے دروازے کی چابی کی بھی مالک تھی۔ اس نے سکون سے دعا مانگی تھی پھر منہ پر ہاتھ پھیر کر اٹھتے ہوئے جائے نماز تہہ کرنے لگی۔ سلیقے سے اوڑھے دوپٹہ کے ساتھ اس نے جیسے ہی رخ پھیرا نواڑی پلنگ کی بیک سے ٹیک لگائے اپنی ہی سمت متوجہ اسامہ کو روبرو پا کے وہ اپنی جگہ جیسے ساکن کھڑی رہ گئی تھی۔

اسامہ نظریں اسی پر جمائے اٹھ کر اس کے نزدیک آ گیا۔ عبیر کی صرف نظریں نہیں جھکیں، دل بھی دھڑک اٹھا۔

"بہت اچھا کر رہی ہو، خدا سے معافی مانگ کر اپنے گناہ بخشوا رہی ہو، مگر یاد رکھنا میں کبھی تمہیں معاف نہیں کروں گا۔" سگریٹ ہونٹوں سے نکال کر جوتے تلے مسلتے ہوئے اس نے سرد آواز میں جتلایا عبیر نے جواب میں چپ سادھے رکھی تو اسامہ کو اس کا یہ سکوت زہر آلود کرنے لگا۔

"کیا ثابت کرنا چاہتی ہو تم کہ میری باتوں سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا؟" اسامہ نے غراتے ہوئے ایک دم اس کی گردن دبوچ لی تھی۔ عبیر اس کی گرفت میں زور سے پھڑپھڑائی۔

"مجھے معاف کردیں اسامہ میں......"

"بکواس بند رکھو سمجھیں۔" اس نے نفرت زدہ انداز میں اسے جھٹک دیا تھا۔ وہ صوفے پر جا کر گری سر صوفے کی ہتھی سے جا لگا تھا۔ زمین آسمان جیسے اس کی نظروں میں گھوم گئے تھے۔ مگر آزمائش ختم نہیں ہوئی تھی۔

"ساجدہ بتا رہی تھی تم پریگننٹ ہو، بتایا کیوں نہیں تم نے مجھے؟" وہ کڑے تیوروں سے اسے گھور رہا تھا۔ عبیر کے اوسان خطا ہونے لگے وہ کہہ نہیں سکی اس نے ایسا کوئی اختیار دیا تھا اسے نہ سہولت مگر زبان تو جیسے گنگ تھی خوف سے مجبوریوں سے۔

"مجھے یہ بچہ نہیں چاہیے، سن رہی ہو تم جہنم واصل کرو اس گناہ کی پیداوار کو۔"

"جی......" عبیر کی آنکھیں حیرت و خوف سے

پھٹ سی گئیں۔ اسامہ کے تاثرات مزید خوفناک سمیٹ لائے تھے۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو مجھے جیسے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہو۔" وہ دانت بھینچ کر بولا تھا۔ اس کے لہجے میں ایسی تپش تھی جس کی آنچ روح تک سلگا رہی تھی۔

"یہ ناجائز بچہ نہیں ہے کہ میں اسے ضائع کرادوں اور......" اس کی بات اسامہ کے اٹھے ہوئے ہاتھ کی بدولت ادھوری رہ گئی تھی۔ اس کا ہاتھ اس انداز میں عبیر کے چہرے پر پڑا تھا کہ اس کے ہونٹ اور ناک سے ایک ساتھ خون چھلک پڑا تھا مگر اسامہ کی آنکھوں سے پھر بھی نفرت کی چنگاریاں سی پھوٹ رہی تھیں۔

"مجھے سبق پڑھانا چاہتی ہو مجھے، بدبخت عورت! کیا سمجھتی ہو خود کو، مجھے کیا پتا مجھ تک آنے سے قبل تم کتنے مردوں کے دل بہلانے کا کام کر چکی تھیں۔ یہ کس کا گناہ ہے جسے تم میرے سر تھوپنا چاہتی ہو، تم جیسی بدقماش عورتوں کے سب ہتھکنڈوں سے بخوبی آگاہ ہوں میں۔"

اس کا لہجہ اس کی نظروں سے زیادہ شدید اور بے لحاظ تھا۔ عبیر گال پر ہاتھ رکھے کچھ دیر اسے دیکھتی رہی تھی پھر جانے کیا ہوا تھا، وہ خوف و بے بسی جیسے کہیں گم ہوگئی اس کی جگہ طیش اور غیظ و غضب نے لے لی۔ کوئی بجلی سی چمکی تھی اور اس نے آگے بڑھ کر اسامہ کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

"کیا سمجھتے ہو تم خود کو کہ بہت پارسا ہو اور میں بدکردار عورت ہوں، ہاں۔ میں نے بتایا تمہیں اپنی صفائی بھی دی، یہ تھی میری پارسائی کی نشانی۔ تم نے جو سلوک کیا میرے ساتھ میں نے اسے خاموشی سے سہہ لیا، یہ تھی میری نیک طینت کا اظہار۔ جو بدقماش عورت ہوتی میں تو یہ چار دیواری یہ بند دروازے میرا راستہ نہیں روک سکتے تھے سمجھے تم۔ میں نے سب کچھ سہا، صرف اس لیے کہ تم حق بجانب تھے اور میرے دامن پر میرے اپنوں کے کردار کے داغ تھے۔ کیچڑ میں کھلنے والا کنول چاہے پاکیزہ ہو مگر مشکوک ضرور رہتا ہے۔ میں بھی اپنی صفائی پیش کرنے کو ثبوت نہیں لاسکتی۔" جو بات گھن گرج سے تلخی سے شروع ہوئی تھی، اس کا اختتام پھر اس کے آنسوؤں پر ہوا تھا۔ وہ جیسے تھک گئی تھی، اور بری طرح روتے ہوئے اسے چھوڑ کر فاصلے پر ہوگئی تھی۔ اسامہ کچھ دیر اسے روتے دیکھتا رہا تھا پھر کچھ کہے بغیر پلٹ کر باہر چلا گیا۔ عبیر وہیں بیٹھ کر بے آواز آنسوؤں سے رو دیے گئی تھی۔

❁ ... ❁ ... ❁

اس کے کمرے میں بے حد اندھیرا تھا۔ باہر موسم اپنی شدتوں پر تھا۔ طوفانی ہواؤں کے جکڑ سے درختوں کی ٹہنیاں ٹوٹ کر گر رہی تھیں۔ بارش کی بوچھاڑ کھلی کھڑکی سے ہوا کے زور پر اندر آتی اور کمرے کے ایک حصے کو بھگو جاتی، بادل کی گرج، بجلی کی چمک اس کمرے کے اندھیرے کو نگل کر چند لمحوں کو اس کے خدوخال کو عیاں کر جاتی۔ وہ بیڈ پر بالکل ساکن لیٹا ہوا تھا مگر اس کے وجود کے اندر باہر موسم جیسی بے چینی اضطراب اور وحشت تھی۔ سماعتوں میں بار بار روتی سسکتی آواز کی بازگشت گونجتی تھی۔

"جو سزا تم نے مجھے سنائی میں نے بلا حیل و حجت قبول کرلی۔ یہ تھی میری پارسائی کی نشانی۔ تم نے جو سلوک میرے ساتھ کیا اسے میں نے خاموشی سے سہہ لیا، یہ تھی میری نیک طینت کا اظہار۔ جو بدقماش عورت ہوتی میں تو یہ چار دیواری یہ بند دروازے میرا راستہ نہیں روک سکتے تھے۔ اسامہ نے اپنی جگہ اضطراب کی کیفیت میں پہلو بدلا اور چہرے کا رخ پھیر کر کھڑکی کے باہر دیکھا۔ اس کا ذہن بہکا تھا اور وہ منظر روشن ہونے لگا۔ جب اس نے پہلی بار اس لڑکی کو دیکھا تھا، ہر انداز میں گریز۔ چاہے وہ جھکتی پلکیں ہوں یا پھر اس کے سامنے اور توجہ پر کنفیوژن میں ہونٹوں کو دانتوں سے کچلنا۔ شادی کی رات بھی اس کی حیا آمیز گھبراہٹ زدہ انداز میں اتنا فطری تاثر تھا کہ وہ انداز از خود اس کی پارسائی و پاک دامنی کے گواہ بن گئے تھے۔

"کیا وہ سچ کہہ رہی تھی؟ مگر کیسے؟ اتنی بری اور غلط عورتوں کے درمیان وہ خود کیسے ان چھوئی رہ گئی۔" اس نے خود سے سوال کیے تھے اور بے کل بے چین سا ہو کر ٹہلنے

لگا۔ سگریٹ کے کش لیتے دھواں بکھیرتے وہ صرف اسے ہی سوچتا رہا۔ اس میں شک نہیں تھا کہ وہ اس سے محبت کرنے لگا تھا۔ یہی محبت اسے دل میں گنجائش رکھنے اور درگزر سے کام لینے پر اکسا رہی تھی مگر اس کی میل ایگو کو یہ بھی ہرگز گوارا نہیں تھا کہ اس کی بیوی کا کردار داغ دار ہو۔ چاہے محبت سہی مگر وہ اپنی شریک حیات کو اس کی بدکرداری کے ساتھ قبول کرنے کا حوصلہ خود میں نہیں پاتا تھا۔

وہ اتنی مطمئن کیوں تھی؟ اسے تو اس قید خانے میں پاگل ہوجانا چاہیے تھا مگر اس کے برعکس وہ ریلیکس نظر آتی تھی۔ کیا یہ بھی ڈرامہ ہے؟ محض مجھے دھوکا مزید دھوکا دینے کو؟ اس نے اک نئی بات سوچی اور دماغ کی رگیں کھینچتی ہوئی محسوس کرنے لگا۔

اگر تم غلط ہو، قصوروار ہو تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔ یہ طے ہے چاہے مجھے اپنے دل کو خود اپنے پیروں تلے کیوں نہ کچلنا پڑجائے۔" اس نے سوچا تھا اور جیسے حتمی فیصلہ کرکے کسی قدر مطمئن ہوا تھا۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

ایک ہفتہ بعد وہ پھر اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ پچھلی بار اس کو روبرو پاکے عبیر کے چہرے پر پہلے حیرت اتری تھی پھر خوف البتہ اسے وہاں نارمل انداز میں چلتے پھرتے سوتے اٹھتے دیکھ کر جو چیز اس نے سب سے زیادہ شدت سے نوٹ کی تھی وہ اس کا اطمینان یعنی وہ اس ماحول سے اس سزا سے پریشان تھی نا ہی وحشت زدہ اس کے برعکس اس کے چہرے پر اک ٹھہراؤ اک سکون تھا۔ اسی سکون نے اسامہ کے اندر سب سے زیادہ سوال اٹھائے تھے۔

"یہ تمہارے لیے ہے۔ میں اپنا فیصلہ تمہارے لیے بدل رہا ہوں، تم اسے لے جاؤ اور جہاں تمہارا دل چاہتا ہے چلی جاؤ۔"

اسامہ نے اپنے ہمراہ لایا بریف کیس اس کے سامنے رکھ کر کہا۔ اس کے لہجے میں سنجیدگی تھی، بے پناہ سنجیدگی۔ عبیر جس کے چہرے پر ابھی کچھ دیر قبل اسے روبرو پاکے بے ساختہ خوشی اور حجاب آمیز تاثر ابھرا تھا۔ امید کی روشنی سے آنکھیں جگمگائی تھیں۔ یہ امید اس کے حوالے سے کچھ بھی اچھا ہونے کی امید کی تھی، کسی گنجائش کی امید تھی اس چہرے پر اس کی بات سن کر پہلے غیر یقینی اور دکھ اترا پھر بتدریج خوف وحشت اور سراسیمگی چھاتی چلی گئی تھی۔ آنکھوں میں عجیب سا ہراس اتر آیا۔ کچھ کہنے کی کوشش میں اس کے ہونٹ محض کپکپا کر رہ گئے۔

"اس بیگ میں وہی سب کچھ ہے جس کی چاہ میں تم نے مجھ سے شادی کی۔ مجھے دھوکا دینا چاہا۔" کچھ توقف کے بعد وہ بولا۔ عبیر کے چہرے پر تاریکی چھا گئی۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور ایک دم جھکتے ہوئے اس کے پیروں کو اپنے کانپتے سرد ہاتھوں میں جکڑ کر کہا تھا۔

"میری اس دن کی باتوں پر مجھے معاف کردیں۔ اسامہ آپ کو خدا کا واسطہ ہے، مجھے گھر سے نہ نکالیں۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے ماردیں مگر یہ سزا نہ دیں۔" وہ اس کے پیروں سے لپٹ گئی تھی اور زاروقطار روتے ہوئے بار بار یہی التجا کررہی تھی۔

"میں تم جیسی عورت کو اب مزید برداشت نہیں کرسکتا۔ میرے لیے یہ فیصلہ ناگریز ہوچکا ہے۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بے اعتنائی سمیت اس کے ہاتھ جھٹک کر فاصلے پر کھڑا ہوگیا۔ عبیر کے آنسوؤں میں شدت آنے لگی۔

"میری بات کا یقین کریں اسامہ! میں نے آپ کو کوئی دھوکا نہیں دیا۔ میں آپ کے پاس غلط ارادے سے بھی نہیں آئی تھی۔ میں آپ سے شادی سے پہلے تک ان چھوئی تھی۔ یہ بچہ آپ کا ہی ہے لیکن اگر آپ ایسا نہیں چاہتے میں ابارشن کے لیے بھی تیار ہوں لیکن خدا کے واسطے مجھے یہاں سے نہ نکالیں۔ میں نے خدا سے ہمیشہ عزت وآبرو کی حفاظت کی دعا مانگی ہے۔ مجھ سے یہ تحفظ نہ چھینیں۔" وہ بلک رہی تھی تڑپ رہی تھی۔ اسامہ کی آنکھیں سلگنے لگیں۔

"تم جھوٹی ہو، دغاباز ہو، تم اگر ایسی نہ ہوتیں تو اس تقریب میں مجھ پر ڈورے ڈالنے نہ آتیں۔" وہ زور سے

پھنکارا تھا، عبیر ساکت رہ گئی۔

"میں اس رات مجبور کردی گئی تھی، مام نے مجھے دھمکی دی تھی اگر میں اس تقریب میں نہ گئی تو مام اپنے پرانے گاہک کو بلوا کر اسی رات میری عزت کا دامن داغ دار کردیں گی۔ اسامہ بلیومی میں نے اپنی عزت بچانے کی خاطر ایک بڑے گناہ سے بچ کر نسبتاً چھوٹا گناہ کیا تھا۔ میں آپ کو مائل کرنے نہیں آئی تھی، میں اپنی عزت کی حفاظت کرنا چاہ رہی تھی۔" اس نے گڑگڑاتے ہوئے اپنی ذات پر پڑا پردہ اٹھا کر ایک اور حقیقت آشکار کی تھی۔ اسامہ ہونٹ بھینچے اسے دیکھتا رہا۔ پھر کاندھے اچکادیئے تھے۔

"تم کہہ سکتی ہو، مجھے تمہاری بات کا یقین نہیں ہے۔" اور عبیر سن پڑے لگی تھی۔ اس کی ماں نے اس کے وجود میں جو سوئیاں گاڑھی تھیں وہ انہیں اگر کھینچ کر نکالتی بھی تھی تو فائدہ نہیں تھا۔ متاثرہ جگہ سے خون کی پھوار نکلتی تھی اور درد میں اضافے کا باعث بنتی تھی۔

"میں آپ سے ساری زندگی کچھ نہیں مانگوں گی۔ اسامہ! سوائے اس کے کہ اس چاردیواری اور اپنے نام کا تحفظ مت چھینیں۔ میری صرف یہی ایک بات مان لیں، میں قسم کھا کر کہتی ہوں اگر اللہ نے خودکشی کو حرام نہ کیا ہوتا تو اس زندگی سے میں موت کو گلے لگا کر چھٹکارا پالیتی۔"

بےبسی کا شدید احساس ایک بار پھر اسے رلانے لگا تھا۔ اسامہ کچھ دیر ہونٹ بھینچے خاموش بے تاثر نظروں سے اسے تکتا رہا تھا پھر وہ واپس پلٹ گیا۔ وہ اسے پرکھنے اسے آزمانے آیا تھا۔ وہ اس آزمائش میں بھی پوری اتری تھی مگر اس کے اندر ابھی اتنی گنجائش پیدا نہیں ہوسکتی تھی شاید کہ وہ اسے معاف کردیتا۔ اس کی سزا میں تخفیف کردیتا اور عبیر، وہ اس میں خوش ہوگئی تھی کہ اس نے اسے حویلی سے نہیں نکالا تھا۔ اس سے اپنے نام کا مان نہیں چھینا تھا۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

مسز ملک کے تاثرات سے خفگی اور غصہ چھلک رہا تھا، ڈرائیور کے ہمراہ وہ حویلی جارہی تھیں۔ انہوں نے اسامہ

alislampk.com

ملک کا منفرد دینی واصلاحی رسالہ

الاسلام

کراچی

تازہ شمارہ شائع ہوگیا ھے

ممتاز مفکر ودانشور مشتاق احمد قریشی کی زیرادارت

قیمت: 20 روپے

دینی مسائل کا حل: مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

روحانی مسائل: حافظ شبیر احمد

خوابوں کی تعبیر: حافظ عبدالقیوم نعمانی

اسلام اخوت، بھائی چارے اور تہذیب شائستگی کا مذہب ہے۔
اپنے دین کو جاننا اور سمجھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔
اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، ہمیں اسے صحیح سمجھنے کی ضرورت ہے۔
اس پر عمل کرکے ہی ہم آخرت میں سرخروئی حاصل کرسکتے ہیں۔
قارئین کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے الاسلام میں کچھ ایسے سلسلے شروع کیے ہیں جن سے عام لوگوں کو دینی مسائل سمجھنے میں آسانی ہوسکے گی۔

دنیائے اسلام کے تمام مسالک سے متعلق علمائے کرام کی نگارشات اور آراء پر مشتمل

وہ سب کچھ جو آپ جاننا اور پڑھنا چاہتے ہیں

پتا: کمرہ نمبر 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

فون: 35260771/2 فیکس: 35260773

alislamkhi@gmail.com

کوفون پر گفتگو کرتے سنا تھا' وہ ملازم سے مخاطب تھا اور عبیر کے متعلق بات کررہا تھا' تب انہیں اندازہ ہوا تھا وہ بد کردار لڑکی اپنی ماں کے ساتھ فرار نہیں ہوئی تھی بلکہ اسامہ کے قبضے میں تھی۔ اسامہ جوان کا باوقار وجیہہ اور شان دار بیٹا تھا۔ وہ اس کے لیے ہرگز بھی کسی ہلکے کردار کی لڑکی کو قبول نہیں کرسکتی تھیں۔

اسامہ کی بیوی ان کی نسل کی امین تھی اور وہ ہرگز کسی گھٹیا لڑکی کو قبول نہیں کرسکتی تھیں۔ آج اسامہ کی جو بات چیت سنی تھی اس سے انہیں بخوبی اندازہ ہوگیا تھا کہ اسامہ کے دل میں اس کی گنجائش پیدا ہورہی تھی۔ وہ اسے ایک کمرے کی حدوں سے نکال کر حویلی میں اپنی مرضی کی زندگی کی اجازت دے رہا تھا آج اگر وہ اسے حویلی میں یہ رعایت دے رہا تھا تو کل واپس اپنے گھر میں بھی لاسکتا تھا اور یہی انہیں گوارا نہیں تھا۔

"کہاں ہے وہ لڑکی! جو یہاں اسامہ نے رکھ چھوڑی ہے؟" وہ حویلی پہنچی تھیں تو ملازموں کو لائن حاضر کرلیا تھا۔ جو مالکن کو اچانک اور غیر متوقع طور پر سامنے پاکر اور غصے میں دیکھ کر فطری گھبراہٹ کا شکار ہوچکے تھے۔

"بیگم صاحبہ وہ لڑکی اندر کمرے میں ہے۔" ملازم نے گھگھیا کر بتایا تو وہ اسے گھورتی تن فن کرتی کمرے میں آن گھسیں۔ وہ سامنے ہی جائے نماز پر بیٹھی تھی۔ ہاتھ دعا کو پھیلے تھے اور آنکھوں سے آنسو زاروقطار بہہ رہے تھے' وہ تلملا سی گئیں۔

"ان ڈراموں سے تم اسامہ کو تو متاثر کرسکتی ہو مگر مجھے نہیں' سمجھیں تم......" انہوں نے وحشیانہ انداز میں اسے جائے نماز سے گھسیٹ لیا تھا۔ عبیر کی آنکھیں خوف ودہشت سے پھٹ سی گئیں۔

"مجھے معاف کردیں امی! میں مجرم ہوں آپ کی۔" اس کی بات ان کے اٹھے ہوئے ہاتھ کی بدولت ادھوری رہ گئی' پھر ہاتھ رکا نہیں تھا۔

"بکواس بند کرو' خبردار جو معافی کا لفظ منہ سے نکالا۔ تمہاری وجہ سے ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔" وہ زور سے پھنکاریں اور اسے بالوں سے پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا وہ سنبھلے بنا سر کے بل جا کر گری' سر کے پچھلے حصے میں شدید چوٹ آئی تھی۔ جبھی خون کا فوارہ سا ابل پڑا۔

"رحم بیگم صاحبہ! چھوٹی بی بی نہ صرف دو جی سے ہیں بلکہ روزہ دار بھی ہیں۔" ان کے پیر کی زوردار ضرب سے وہ جس طرح تڑپ کر اذیت سے دوہری ہوتی' ملازمہ خاموشی سے یہ تماشا نہیں دیکھ سکی۔ عبیر کی رنگت ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سفید پڑنے لگی تھی۔ مسز ملک نے تند نظروں سے عبیر کو دیکھا تھا۔ پھر تنفر بھرے انداز میں منہ پھیر لیا۔

"روزے اور نماز سے کالے کرتوت نہیں چھپائے جاسکتے۔ بہرحال جتنی جلدی ہوسکے دفع ہوجانا یہاں سے۔ اسامہ کے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں ہے بہتر ہوگا تم بھی اپنی ماں بہنوں کے ساتھ جا کر ان کا کاروبار چمکاؤ۔" ان کے لہجے میں حقارت بھری ہوئی تھی۔ عبیر کو سب سے زیادہ تکلیف اسی بات پر ہوئی تھی۔ جبھی کچھ دیر قبل کی ذلت اور بے بسی کے ساتھ تکلیف بھی فراموش کرکے ان کے آگے دونوں ہاتھ جوڑ کر گڑگڑا پڑی تھی۔

"میں بے قصور ہوں' خدا کی قسم! میرا یقین کریں' مجھے کچھ نہ دیں' اس گھر سے نہ نکالیں' چاہے ملازم کی حیثیت سے رہنے دیں۔ آپ کو خدا کا واسطہ ہے۔" زاروقطار رو رہی تھی۔ مسز ملک نے پرسوچ اور جانچتی نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ سرتاپا کانپ رہی تھی اور رحم طلب نظروں سے انہیں دیکھتی رہی تھی۔ انہوں نے ہونٹ بھینچے اور منہ پھیر لیا۔

"سعدیہ! اسے میں یہاں رہنے کی اجازت دے رہی ہوں مگر یہ یہاں ملازم کی حیثیت سے رہے گی۔" انہوں نے حکم سنایا تھا اور واپس پلٹ گئیں۔ ان کے خیال میں یہ رحم دلی کی انتہا تھی۔

❀ ❀ ❀

بہت پرتپش اور حبس زدہ شام تھی۔ افطار میں ابھی خاصا وقت تھا۔ اس کے علاوہ وہاں اکثر ملازماؤں کے روزے تھے۔ وہ سحر وافطار میں خود سارا کھانا بنانے کا انتظام سنبھالا کرتی تھی۔ یہ اس کا اچھا سلوک اور نرم رویہ ہی تھا کہ وہاں موجود سب ملازم اس کی عزت کرتے تھے اور اسے مالکن کی حکم عدولی کرتے ہوئے اپنے سے برتر یعنی مالکوں کی طرح توقیر کیا کرتے تو وہ شرمندہ ہونے لگتی تھی۔

اس نے شربت بنانے کے بعد فریج میں رکھا اور خود پائپ لگا کر صحن میں چھڑکاؤ کرنے لگی تبھی حویلی کے اندرونی دروازے سے اسامہ اندر آیا تھا۔ پائپ عبیر کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ ماں کے بعد بیٹے کے تیور پتا نہیں کتنے بُرے ہوتے۔ خوف اس کی رنگت میں زردیاں بھرنے لگا۔

"السلام علیکم!"

اسامہ کے نزدیک آنے پر اس کے ہونٹ کپکپائے تھے۔ نظریں مجرموں کے انداز میں جھک کر قدموں سے جا لگی تھیں۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہو؟"

سوال ہوا تھا اور وہ غیر یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"اتنا مشکل سوال پوچھ لیا ہے کہ یوں خوف زدہ نظر آنے لگو' شوہر ہوں تمہارا سخت غصیلا ٹیچر نہیں۔" اس کا سر تھپک کر وہ خفیف سا مسکرایا۔ عبیر کا سکتہ ٹوٹا مگر حیرت ہنوز تھی۔

"تم قابل بھروسا نہیں ہو عبیر! مگر میں تمہیں موقع ضرور دینا چاہوں گا' پتا نہیں کیوں مگر میں تم سے دھوکا کھانے کو بھی تیار ہوں۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اندر لے آیا تھا اور گہرا سانس بھر کے آہستگی سے کہہ رہا تھا۔ عبیر کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔ اسے یقین نہیں آسکا تھا اسامہ نے ہی کہا جو ابھی اس نے سنا۔

"ممی بہت خفا ہیں مگر انہوں نے گنجائش نکالی ہے۔ میں چاہتا تو تمہیں یہاں سے نکال سکتا تھا طلاق دے کر مگر میں ایسا نہیں کررہا۔ معاف کرنا خدائی وصف ہے اور خدا معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ میں نہیں جانتا میں اتنا اعلیٰ ظرف کیونکر بن رہا ہوں اور میں اس اعلیٰ ظرفی پر قائم رہوں گا کہ نہیں' تم دعا کرنا میں اس پر قائم رہ سکوں۔" وہ رسانیت سے کہہ رہا تھا عبیر کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر شدت جذبات سے کچھ بولا نہیں گیا۔ آنسو اس کے ہر جذبے کے مظہر بن گئے تھے۔

"پیچھے پلٹ کر دیکھوں تو مجھے اپنی زندگی میں کوئی نیکی کوئی ایسا کام نظر نہیں آتا جو میں نے خالصتاً خدا کے لیے کیا ہو' تم کہہ سکتی ہو یہ درگزر یہ معافی میں نے خدا کی رضا حاصل کرنے کو دی ہے۔ "وہ" دلوں میں گنجائش نکالنے والا ہے۔ مجھے تمہارے معاملے میں اعلیٰ ظرفی پر قائم رکھے' تم دعا کروگی نا؟" وہ سوال کررہا تھا۔ اسی پل فضا میں مغرب کی اذان کی مقدس آواز گونج اٹھی۔ اس نے پوری آمادگی کے ساتھ سر ہلایا تھا۔ اسامہ اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا۔ وہاں جہاں سب ملازمین جمع تھے اور روزہ افطار کررہے تھے۔ اسامہ نے پلیٹ سے کھجور اٹھا کر خود اس کے منہ میں ڈالی تھی۔

"آج میرا روزہ نہیں ہے' میں گرمی میں روزہ نہیں رکھتا۔ مگر کل تم مجھے سحری کے لیے ضرور جگانا۔" وہ اسے تاکید کررہا تھا۔ عبیر کے دل میں جیسے ڈھیروں سکون اتر آیا۔ اس کی ساری دعائیں مستجاب ہوئی تھیں بلکہ خدا نے اسے اس کی اوقات سے بڑھ کر نواز دیا تھا۔ عید میں ابھی کچھ دن تھے مگر اسے ابھی سے عید سعید کی خوش خبری مل چکی تھی۔ گھپ اندھیرا چھٹا تو سنہری دھوپ نے ہر سمت روشنی پھیلا ڈالی تھی۔

عید سعید

چراغِ جاں

سفینہ یاسمین

عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر

مرحلہ زیست میں ایسا بھی آجاتا ہے
دل جو دُکھتا ہے تو دُکھتا ہی چلا جاتا ہے
جو نا اہل ہیں' مغرور وہ ہوجاتے ہیں
جس میں ہو حوصلہ' دانش وہی چھا جاتا ہے

شام کے سائے اپنے پَر پھیلا چکے تھے اور دور افق پر سورج کسی سنہری تھال کی مانند نظر آرہا تھا' جس کے اردگرد سنہری اور نارنجی رنگوں کا ایک انوکھا امتزاج تھا' اس نے اس خوب صورت منظر سے نظریں ہٹا کر اوپر آسمان کی طرف دیکھا جہاں پرندوں کا ایک غول پرواز کرتا ہوا نظر آیا جو یقیناً اپنے اپنے گھونسلوں کی طرف محوِ پرواز تھے۔ رزق کی تلاش میں صبح دم نکلنے والے یہ پرندے سارے دن کی مشقت کے بعد اب سکون اور آرام کی خاطر اپنے آشیانوں کو لوٹ رہے تھے۔ بڑے مطمئن' بڑے اتفاق اور بڑی ہی محبت کے ساتھ۔ اس کی نظروں نے بہت دور تک ان پرندوں کا تعاقب کیا تھا۔

اسے اپنے گرد کرب و اضطراب کا حصار مزید تنگ ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ اس کے چہرے پر پھیلی اداسی میں کئی گنا اضافہ ہوگیا اور آنکھوں کی ویرانی مزید بڑھ گئی' اس نے پرندوں کے اس غول کو آسمان پر کھوجا لیکن کوشش کے باوجود وہ اسے دور دور تک نظر نہیں آئے۔ اچانک اس کی نگاہوں کی زد میں ایک پرندہ آ گیا۔ بالکل ویسا ہی پرندہ جیسے پرندے ابھی ابھی غول کی شکل میں وہاں سے گزرے تھے۔ وہ اکیلا ان کے تعاقب میں اڑتا چلا جارہا تھا۔ وہ شاید اپنے غول سے بچھڑ گیا تھا یا پھر وہ خود ہی اسے اکیلا چھوڑ گئے تھے' اسے تنہا کر گئے تھے۔ اس کے ہونٹوں سے بے اختیار ایک سسکی سی نکل گئی' گویا سانس لینا دشوار ہوگیا تھا' اس سے پرندے کا اکیلا پن اور اداسی دیکھی نہیں گئی۔ اس نے دوبارہ سے ابھرتی ہوئی سسکی کو دبانے کے لیے اپنا بایاں ہاتھ منہ پر رکھا تو رخسار کو چھوتی ہوئی اس کی انگلیاں گیلی ہوگئیں۔ وہ رو رہی تھی بالکل بے آواز' لیکن آنکھوں سے بہتے ہوئے اس نمکین پانی پر وہ بند نہیں باندھ سکتی تھی' جو بہت تیزی سے اس کے رخساروں کو بھگو رہا تھا۔ اس کی پشت کی جانب کھڑا کوئی کافی دیر سے اسے دیکھ رہا تھا اور اس کی ہر ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔ جب وہ جی بھر کے رو چکی تب وہ آہستگی سے بنا کوئی آواز پیدا کیے دھیمی چال چلتے ہوئے اس کے پاس آیا اور اپنے دونوں بازو اس کی گردن میں حمائل کردیے۔ اس نے چونک کر مڑنا چاہا مگر اس سے پہلے کہ نگاہوں کا تصادم ہوتا' وہ اس کے کندھے پر اپنا سر رکھ چکا تھا۔ پھر وہ دھیرے سے بولا۔

"آج کا سورج بھی ڈوب گیا۔" اس کی آنکھوں سے ایک اشک چھلکا اور نیچے گر کر خاموشی سے کہیں غائب ہوگیا۔

"مگر میری امیدوں کا سورج آج بھی نہیں ڈوبا ہے اور ڈوبنا بھی نہیں چاہیے کیونکہ امید روح ہے اور روح کبھی نہیں

مرتی، جسے روح مل جائے اسے زندگی مل جاتی ہے۔" بہت پُرسکون اور ٹھہرا ہوا انداز تھا اس کا۔

"اور کب ملے گی یہ زندگی......؟" اس نے اس کے گلے سے اپنی بانہوں کا حصار توڑ دیا تھا۔ اس نے اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹا کر سامنے دیکھا، جہاں اندھیرے کی چادر دھیرے دھیرے پھیلتی جارہی تھی، قریبی مسجد سے اذانِ مغرب بلند ہونے لگی۔

"ہر ایک کو زندگی ایک بار ضرور ملتی ہے چراغِ جاں بجھنے سے پہلے زندگی ایک بار مجھے بھی ضرور ملے گی۔" اس کے انداز میں یقین ہی یقین تھا، جس کی خوش بُو سامنے کھڑے وجود نے بھی محسوس کی اور اس کے لب ہلے۔

"ان شاء اللہ......!" اس کی آواز میں بھی یقین در آیا تھا۔

"اذان ہورہی ہے چلو چل کر نماز پڑھتے ہیں۔" اور پھر دونوں نے قدم آگے بڑھادیئے۔

❁......☆......❁

"اس بار رمضان المبارک میں سحری میں بناؤں گی۔" شام کی چائے پیتے ہوئے ماہ رخ نے لہک کر کہا۔

"بی بی! تم سحری میں اٹھ جاؤ یہی بڑی بات ہے، بنانا تو بڑی دور کی بات ہے۔" چائے کا خالی کپ درمیانی میز پہ رکھتے ہوئے علی عون نے اپنی رائے دی۔ جس پہ چائے کا گھونٹ لیتی ہوئی ماہ رخ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"تم تو ہمیشہ مجھ سے جلتے ہو۔" ماہ رخ نے غصیلے انداز میں کہا۔

"جب کوئی اور جواب نہیں بن پڑتا تو یہی بات کہہ کر جان چھڑاتی ہو لڑاکا بلّی!"

"امی دیکھ رہی ہیں نا آپ اس کو؟" اس نے پاس بیٹھی ہوئی ثمینہ سے مدد طلب کی تو وہ علی عون کو سرزنش کرتے ہوئے بولیں۔

"علی! بیٹا کیوں تنگ کرتے ہو، بہن کو؟" ثمینہ نے اس کے مزاج کے مطابق بات کی تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔

"امی! آپ ہمیشہ اسی کی حمایت لیتی ہیں، کبھی اسے بھی کہہ دیا کریں کہ ماہ رخ بیٹی! بھائی کو کیوں تنگ کرتی ہو۔" اس کے شکایتی اور روٹھے روٹھے انداز کو دیکھ کر ثمینہ کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

"ماہ رخ بیٹی! بھائی کو تنگ ہی نہیں کرتی تو کیوں کہیں ایسا؟ ہے نا امی!" وہ ثمینہ سے بھی تائید چاہتی تھی لیکن ذوالفقار احمد کو بریف کیس اٹھائے اندر آتا دیکھ کر بقیہ جملہ ضبط کرگئی۔

"السلام علیکم ابو......!" مشعل نے سلام کیا۔ ساتھ ہی آگے پیچھے ماہ رخ اور علی عون نے بھی ادب سے سلام کیا۔ ذوالفقار احمد سلام کا جواب دے کر صوفے پر بیٹھ گئے۔ مشعل ان کے لیے پانی لانے کے لیے اٹھنے لگی تو ماہ رخ اشارے سے اسے وہیں بیٹھے رہنے کا کہہ کر خود پانی لینے چلی گئی۔

"چائے لاؤں آپ کے لیے؟" ثمینہ نے استفسار کیا۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ؟" انہوں نے خوش مزاجی سے کہا اور ماہ رخ سے پانی کا گلاس لیتے ہوئے بچوں سے مخاطب ہوئے۔ "کیا ہورہا ہے بھئی؟"

"ابو! آج ویک اینڈ تھا تو چائے کے ساتھ گپ شپ چل رہی تھی۔" ماہ رخ نے علی عون کے قریب بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا بھئی آپ لوگ بیٹھ کر گپ شپ کرو میں ذرا فریش ہولوں۔" پھر وہ بریف کیس اٹھا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

❁......○......❁

"آیئے آپی! بیڈمنٹن کھیلیں۔" وہ کچن سے نکل کر باہر لان میں آئی تو علی عون دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا تھا اور جوش سے بولا تھا۔ ماہ رخ بھی ادھر ہی چلی آئی تھی۔

"نہیں میرا موڈ نہیں ہورہا، تم کھیلو!" اس نے دھیمے لہجے میں کہا تو ماہ رخ کندھے اچکا کر وہاں سے چلی گئی۔ علی عون بھی اس کے پیچھے ہولیا۔

"تمہیں آپی سے کھیلنے کے لیے نہیں کہنا چاہیے تھا۔"

علی عون نے سرگوشی سے کہا۔

"ہاں واقعی! تم صحیح کہہ رہے ہو لیکن میں نے سوچا تھا کہ سارا سارا دن اکیلی اور اداس رہتی ہیں، تھوڑا دل بہل جائے گا مگر میرا اندازہ غلط نکلا۔ وہ شاید مزید اداس ہوگئی ہیں۔"

"اچھا چھوڑو وہ ہمیں ہی دیکھ رہی ہوں گی اور سوچ رہی ہوں گی کہ ہم آپس میں کیا کھسر پھسر کررہے ہیں۔" اس کی نگاہیں ان دونوں پر ٹکی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کھیلنا شروع کردیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد اس نے ریکٹ والا ہاتھ اوپر ہوا میں اٹھا کر ماہ رخ کو نعرے لگاتے ہوئے دیکھا۔

"میں جیت گئی، یاہُو! تم ہار گئے۔"

"آج ہی تو جیتی ہو۔" علی عون نے کہا۔

"جیتی تو ہوں نا! تم نے تو پیش گوئی کررکھی تھی کہ میں تم سے کبھی جیت ہی نہیں سکتی۔ یاہُو...... ہُرے...... میں جیت گئی، میں جیت گئی......" یاد کا اک روزن کھلا تھا اور اس کی نگاہوں کے سامنے دھواں سا پھیلنے لگا۔

"تم آج پھر جیت گئیں۔" ریحان نے ریکٹ گھاس پر رکھ دیا اور خود بھی گھاس پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"اور تم آج پھر ہار گئے۔" وہ بھی گھاس پر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ہاں بھئی! میں آج پھر ہار گیا، کبھی تم بھی تو ہار کے دیکھو تاکہ تمہیں بھی پتا چلے کہ ہار کیسی ہوتی ہے۔"

"کبھی بھی نہیں، خاص طور پر تم سے ہارنا تو میں برداشت ہی نہیں کرسکتی، کیونکہ اگر میں ہار گئی تو پھر مجھے پکوڑے بنانے پڑیں گے اور آئس کریم کھانے کی بجائے پکوڑے بنانا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔"

ایک مرتبہ وہ اپنی دوست دیبا سے فون پر بات کررہی تھی اور اسے بتارہی تھی کہ پکوڑے بنانا اسے دنیا کا مشکل ترین کام لگتا ہے تب دادا ابو کے کمرے سے نکلتے ہوئے ریحان نے سن لیا تھا اور تب سے وہ جب بھی شرط لگاتا پکوڑے بنانے پر ہی لگاتا تھا لیکن مشعل اسے اس بات کا فائدہ اٹھانے کا موقع شاذونادر ہی دیا کرتی تھی۔ ہارنے اور پکوڑے بنانے کے ڈر سے وہ ڈٹ کر کھیلا کرتی تھی اور اکثر جیت جایا کرتی تھی، آج بھی وہ جیت گئی تھی۔

"مشعل...... مشعل......" وہ چونک گئی، جب ماہ رخ نے اسے پکارنے کے ساتھ اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔ اس نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تو ماہ رخ نے کارڈلیس اسے تھماتے ہوئے کہا۔

"تمہارا فون ہے۔" وہ اسے فون تھما کر چلی گئی۔

اسے پتا تک نہیں چلا تھا کہ دونوں کب گیم ختم کرکے اندر چلے گئے تھے۔ فون کان سے لگا کر مشعل نے "ہیلو" کہا تو جواباً دیبا کی چہکتی ہوئی آواز کانوں میں آئی۔

"کیسی ہو یار......؟"

"میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو؟ کب آئی ہو سعودیہ سے اور تمہارے میاں کیسے ہیں؟ اور وہ تمہارے دونوں شرارتی بچے کیسے ہیں؟ احمر تو کافی بڑا ہوگیا ہوگا؟" اس نے ایک ساتھ سوالات کی بھرمار کردی۔

"میرے میاں اُتاولے ہورہے تھے اپنے اماں ابا سے ملنے کے لیے، ان کا بس چلتا تو ائرپورٹ سے سیدھے روہڑی چلے جاتے مگر میں نے کہا کہ خالد صاحب، میرے اماں ابا کا گھر یہیں ہے ذرا دن ٹھہر کر ہی روہڑی چلیں گے۔"

"تو پھر وہ مان گئے؟" وہ لحظہ بھر کو رکی تو مشعل نے پوچھا۔

"مانتے کیسے نہیں، رہنا تو میرے ساتھ ہے نا!" دیبا نے چہک کر کہا۔

"ہاں بھئی، ان کو تو تمہارے ساتھ بنا کر رکھنا پڑے گی اور سناؤ، میرے گھر کب آرہی ہو؟"

"کل آرہی ہوں، شمع کیسی ہے؟" دیبا نے بتانے کے ساتھ ہی اپنی دوسری دوست کے بارے میں پوچھا۔

"اچھی ہوگی، میرا اس سے رابطہ نہیں ہے۔" مشعل نے بتایا تو دیبا نے تقریباً چیختے ہوئے پوچھا۔

"کیا! ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے تمہارا اس سے کوئی رابطہ نہیں؟"

شادی ہوگئی اس کی؟'' اس نے ایک لمبی سانس بھر کر بتایا تو ایک پل کے لیے دیبا کو چپ سی لگ گئی۔

''یار! ریحان کیا گئے تم نے تو دنیا ہی سے ناتا توڑ لیا۔'' دیبا نے بے اختیار کہا تو دونوں کے درمیان روح کو گھائل کرتی ہوئی کربناک سی خاموشی چھا گئی۔ مشعل سسک اٹھی۔ اگر اگلے ہی پل اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے دیبا اس خاموشی کو توڑ نہ ڈالتی۔ ''یار! پتا ہے شمع نے شادی کے دوسرے سال ہی تین بچوں کو بہ یک وقت جنم دیا تھا۔ ایک بیٹی اور دو بیٹوں کو میں نے مبارک باد دیتے ہوئے اس کے خوب لتے لیے تھے کہ یار یہ کیا...... صرف تین! کم از کم چوکا یا چھکا تو لگا لیتیں۔'' مشعل بے ساختہ کھلکھلا اٹھی۔

''تو نہیں سدھرے گی؟'' اس نے اپنی گیلی آنکھوں کو خشک کرتے ہوئے کہا۔

''اچھا یار! کل ملاقات ہوگی' روہا جاگ گئی ہے اور رو رو کر اپنے جاگنے کی اطلاع دے رہی ہے۔ اچھا او کے اللہ حافظ! آنٹی کو میرا اسلام کہنا۔''

''اللہ حافظ!'' اسے بھی روہا کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں' اس نے بھی آنٹی کے لیے سلام کہہ کر فون بند کر دیا۔

❁......o......❁

اگست کی پہلی دھوپ تھی اور آج کا موسم اسے بہت عجیب رنگ میں رنگا ہوا محسوس ہوا تھا۔ موسم خوش گوار تھا لیکن اسے ایک عجیب سی سوگواریت' بے نام سی اداسی اور تنہائی محسوس ہو رہی تھی یا شاید اس کے اندر کا موسم ہی ایسا تھا۔ اس نے ہوا کے زور سے اڑتے ہوئے دوپٹے کو انگلیوں کی مدد سے کھینچ کر اپنے کندھوں پر جمایا اور لان میں چلتے ہوئے باؤنڈری وال کی جانب آگئی' باؤنڈری وال میں موجود لکڑی کے چھوٹے سے دروازے کو کھول کر وہ اپنے لان سے افتخار احمد کے لان میں داخل ہوگئی۔ ویرانی اور تنہائی نے اسے خوش آمدید کہا تو اس کے اندر اداسی میں کئی گنا اضافہ ہوگیا۔ وہ لان میں لگے بیل' پودے اور پھولوں کو دیکھتی ہوئی دھیمی چال چلتی برآمدے کی طرف آگئی اور

ماربل کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔ اب لان اس کی نگاہوں کے سامنے تھا' جس میں ہرے بھرے انواع و اقسام کے پودے لگے ہوئے تھے اس نے ان پودوں پر نظریں جمائیں مگر آنکھوں کے سامنے بار بار ثمینہ کا مرجھایا ہوا چہرہ اور نم آنکھیں آتیں تو اس کا دل بھر آتا۔ آج وہ کتنی حسرت سے دیبا اور اس کے دونوں بچوں کو دیکھ رہی تھیں۔

دیبا اور اس کے بچوں پر نگاہ پڑتے ہی ان کے چہرے پر اداسی در آئی تھی لیکن انہوں نے خوش دلی سے اسے ویلکم کیا تھا اور اس کے بچوں کو پیار بھی کیا تھا مگر مشعل کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ ان کے شکستہ وجود کا سامنا کر لیتی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ دیبا کو گیٹ تک چھوڑنے کے بعد اندر جانے کی بجائے ادھر چلی آئی تھی۔ ایک ٹھنڈی سانس لینے کے بعد اس نے گردن گھما کر اپنے دائیں جانب دیکھا تو چمکتے ہوئے سفید ماربل کو دیکھ کر اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ جیسے وہ جگہ اس کے لیے بہت اہمیت کی حامل ہو' اس کے ساتھ اس کی زندگی کی کوئی حسین یاد جڑی ہو' ایک لمحہ تھا جو ٹھہر گیا تھا اور سفید رنگ کے اس ماربل سے جیسے چپک کر رہ گیا تھا۔

آج سے چار سال پہلے جب تیز بارش ہو رہی تھی' اس نے برستی بارش میں روتے ہوئے اسی جگہ سے ایک ادھ کھلا سرخ گلاب اٹھایا تھا مگر آج بارش تھی نہ اس جگہ پر کوئی ادھ کھلا سرخ گلاب......! مگر اس دن کی طرح وہ آج بھی رو رہی تھی اور اس کے آنسوؤں نے جل تھل مچا دیا تھا کیونکہ وہ تو آج بھی خوابوں کے اسی سفر میں تھی۔

تم تنہا ہو
میں تنہا ہوں
چلو خواب نگر میں چلتے ہیں
جہاں پیار کی بارش ہوتی ہے
اور سکھ کے دیپ جلتے ہیں
جہاں پتھر میں بھی پھول کھلیں
اور سرد ہوائیں گرم لگیں
چھم چھم کر کے خوشیاں برسیں

بن بادل برسات ہو جیسے
تجھے چھونے کا احساس ہو جیسے
جب دن کے نظارے سو جائیں
پھر چاند سے باتیں ہو جائیں
ہم خواب میں خواب ہی ہو جائیں
الفاظ ہوا میں کھو جائیں
تم ساتھ چلو تو چلتے ہیں
ہم خواب نگر میں چلتے ہیں

❁......o......❁

''مشعل! یار یہ آخری بال ہے اور ہمیں جیتنے کے لیے صرف چھ رنز چاہئیں' تم چھکا لگانا۔'' ماہ رخ نے بیچ پہ بیٹ سنبھالے کھڑی مشعل سے کہا۔

''ہاں ہاں بس تم دیکھتی جاؤ' چھکا ہی لگاؤں گی اور ہم ہی جیتیں گے۔'' اس نے بڑے اعتماد اور یقین کے ساتھ ماہ رخ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ علی عون فیلڈنگ پہ کھڑا تھا اور ریحان بولنگ کرا رہا تھا۔ اس نے لمبا اسٹارٹ لیا اور بھاگ کر آتے ہوئے بال مشعل کی جانب پھینکی۔ مشعل نے پوری قوت سے بیٹ گھمایا اور بال اوپر کی جانب اڑتی ہوئی دوسری منزل کی نبیلہ چچی کی کھڑکی کا شیشہ توڑتے ہوئے اندر چلی گئی۔ مشعل نے یہ منظر دیکھا تو فوراً زبان دانتوں تلے دبالی۔ ماہ رخ کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا اور علی عون کی تو سٹی گم ہو چکی تھی۔ ایک ریحان تھا جس کے حواس قائم تھے' اس نے بھاگ کر بیٹ مشعل کے ہاتھوں سے چھین کر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مشعل وہاں سے ہٹ کر روکٹ کے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔ نبیلہ بڑے جارحانہ تیوروں کے ساتھ برآمدے میں سے برآمد ہوئی تھیں۔ ماتھے پر سلوٹیں اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے مگر ان شعلوں پر اس وقت اوس پڑ گئی جب بیٹنگ پچ پر بیٹ ہاتھوں میں تھامے کھڑے اپنے لخت جگر ریحان پر نظر پڑ گئی۔ اگر یہ بیٹ اس وقت مشعل کے ہاتھوں میں ہوتا تو یقیناً اس کی خیر نہیں تھی۔ بیٹ چونکہ ان کے بیٹے کے ہاتھوں میں تھا لہٰذا وہ ان تینوں پر ایک ناگوار سی نگاہ ڈال کر

واپس چلی گئیں۔

''ہرے......! ہم جیت گئے۔'' ان کے اندر جاتے ہی مشعل کی زبان دانتوں تلے سے نکلی اور اس نے جوش سے نعرہ مارا۔ ماہ رخ نے ایک طویل سانس لی اور اس کے قریب چلی آئی۔

''آج تو خیر نہیں تھی اگر ریحان بھائی نے بروقت تمہارے ہاتھ سے بیٹ نہ لیا ہوتا تو مارے گئے تھے آج!''

''اس سے تو اچھا تھا ہم بیڈمنٹن کھیلتے' اس سے کسی کا شیشہ تو نہیں ٹوٹتا نا! میں نے کہا بھی تھا کہ بیڈمنٹن کھیلتے ہیں مگر میری کسی نے نہیں سنی۔'' علی عون جو اپنی گم ہونے والی سٹی ڈھونڈ کر ادھر آنکلا تھا تیزی سے بولا۔ اسے نبیلہ کے غصے اور قینچی کی طرح چلتی ہوئی زبان سے بہت ڈر لگتا تھا۔ وہ ہمیشہ اپنے لان میں ہی کھیلا کرتے تھے مگر دادا ابو کی طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے ریحان کے لان میں کھیل رہے تھے۔

''چھوڑو یار! ان بے کار باتوں کو' جب سب کچھ ٹھیک ہے تو پھر ان سب باتوں کا فائدہ؟ شکریہ ادا کرو تم سب میرا' خصوصاً تم......'' اس نے مشعل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''شکریہ ادا کروں...... میں......؟ تمہارا......؟ وہ کیوں...... کون سا میں نے کہا تھا کہ آ کر مجھ سے بیٹ چھینو اور اپنی امی کی آنکھوں میں دھول جھونکو۔'' وہ اطمینان سے بولی۔

''ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری! ابھی بلاتا ہوں امی کو پتا لگ جائے گا۔'' اس نے اسے دھمکایا اور ساتھ ہی نبیلہ کو پکارا۔

''امی...... آہ ہاہا آہ!'' اس کے منہ سے لایعنی سی آواز برآمد ہوئی' اس نے بیٹ نیچے گھاس پر پھینک دیا اور خود ایک پاؤں اوپر اٹھا کے گول گول چکر کاٹنے لگا۔

''بڑی خراب ہو چی تم۔'' اس نے کہا تو مشعل نے شانے اچکا دیے۔ مشعل نے اس کے منہ سے امی سنتے ہی زور سے اپنا پاؤں اس کے پاؤں پر دے مارا تھا' جس کے نتیجے میں وہ دوبارہ نبیلہ کو پکارنے کی بجائے مسلسل

کراہ رہا تھا۔
”کیا ہوا؟“ نبیلہ دوبارہ نمودار ہوئی تھیں، انہوں نے شاید ریحان کی پکار سن لی تھی۔ ریحان نے گول گول چکر کاٹنا چھوڑ کر یک دم پاؤں زمین پر رکھ دیا اور پھر ہشاش بشاش انداز میں بولا۔
”کچھ نہیں امی!“ مشعل کو اس پر ترس کم اور ہنسی زیادہ آرہی تھی اور اس کی یہ ہنسی نبیلہ کو زہر لگی تھی اور وہ اسے گھورتے ہوئے واپس چلی گئیں۔ اس نے ریحان کی طرف دیکھا اور کہا۔
”کتنے ڈرپوک ہو تم۔“
”ہر شریف بندہ ڈرپوک ہوتا ہے۔“ اس نے جواباً کہا۔
”رٹی رٹائی مت بولو۔“ مشعل نے اسے لتاڑا تو وہ سینے پر بازو باندھ کر اسے دیکھنے لگا۔
مشعل بھی کچھ دیر تک اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی رہی پھر کچھ توقف کے بعد بولی۔
”تھینکس!“
”مگر کس لیے؟“ وہ واقعی نہیں سمجھا تھا۔
”چچی کے عتاب سے بچانے کے لیے۔“ اور وہ چپ کا چپ رہ گیا۔
”چلو باہر پارک میں چلتے ہیں، کل سے رمضان المبارک شروع ہو رہا ہے اور کل سے اس وقت گھومنے کی بجائے ہم روزہ کھلنے کا انتظار کر رہے ہوں گے۔“
”کہیں تم چچی کے ناشائستہ رویے کی تلافی تو نہیں کر رہے؟ اگر ایسا کر رہے ہو تو بہت غلط کر رہے ہو۔“
”نہیں میں کوئی تلافی نہیں کر رہا، بس میرا دل چاہ رہا ہے تمہارے ساتھ گول گپے کھانے کو۔“ اس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا تو مشعل پُرسکون ہو گئی۔ پھر دونوں باتیں کرتے ہوئے باہر جانے لگے۔
”نجانے کب اور کیسے اس بدروح کو میں اپنے ریحان سے دور کر پاؤں گی؟“ اوپر ٹیرس پر کھڑی نبیلہ نے ان دونوں کو گیٹ سے نکلتے ہوئے دیکھ کر سوچا۔ ”اگر میرا بس چلے تو میں اپنے بیٹے پر اس کا سایہ بھی نہ پڑنے دوں۔“

❁……o……❁

افتخار احمد اور نبیلہ کی لو میرج تھی، نبیلہ کا تعلق متمول گھرانے سے تھا اور افتخار کا تعلق ایک مڈل کلاس فیملی سے۔ وہ ان کی فیکٹری میں کام کرتے تھے۔ دونوں کی پہلی ملاقات نبیلہ کے ڈیڈی کے آفس میں ہوئی تھی اور وہی پہلی ملاقات آئندہ کئی ملاقاتوں اور گہری دوستی کا باعث بن گئی اور یہ دوستی جب محبت میں تبدیل ہو گئی تو ایک دن نبیلہ نے افتخار احمد کو پروپوز کر دیا۔ افتخار احمد نے جواباً اپنا رشتہ ان کے گھر بھجوایا جسے قبول کر لیا گیا۔ ان کے والد گلزار احمد رشتہ تو طے کر آئے تھے لیکن وہ دل سے اس رشتے پر راضی نہیں تھے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ تھی کہ وہ خاصے ماڈرن قسم کے لوگ تھے اور دولت ہی ان کے لیے سب کچھ تھی اور دوسرا انہیں نبیلہ کا رویہ اور طور طریقے پسند نہیں آئے تھے۔ بات بات پر اپنی دولت کا تذکرہ اور نمائش…… اور یہ بات انہیں سخت بُری لگتی تھی۔ انہوں نے قریب بیٹھی ہوئی اپنی بھانجی کی طرف دیکھا جو اُن کی بڑی بہو بھی تھی۔ سلجھی ہوئی اور مہذب! ثمینہ نے آتے ہی سارے گھر کو سنبھال لیا تھا۔ انہوں نے ایک مرتبہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا تھا۔
”اس گھر کو دوسری فائزہ مل گئی ہے۔“ جب کہ نبیلہ نے بہو بن کر آنے سے پہلے ہی الگ گھر کا مطالبہ کر دیا تھا۔ افتخار نے الگ گھر بنانے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے اس شرط کے ساتھ اجازت دے دی کہ وہ الگ گھر بنالیں لیکن اس گھر کے بالکل ساتھ، اپنے سسرال کے قریب نہیں۔ سو ساتھ والا گھر خرید لیا گیا اور دونوں گھروں کے درمیان میں موجود باؤنڈری وال کا لکڑی کا دروازہ گلزار احمد نے بنوایا تھا تاکہ دونوں گھروں کو آنے جانے میں آسانی رہے۔ جب نبیلہ نے اس دروازے کو دیکھا تو سیخ پا ہو گئیں مگر جب انہوں نے سنا کہ یہ دروازہ گلزار احمد نے بنوایا ہے تو ضبط کا گھونٹ بھر کر رہ گئیں۔ گلزار احمد نے اپنے چھوٹے بیٹے افتخار احمد کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی تھی۔ نبیلہ نے جب خوب صورت بیٹے کو جنم دیا تو غرور و تکبر سے تنی ہوئی ان کی گردن مزید تن گئی۔ انہوں نے تمسخرانہ نظروں سے

ثمینہ کی جانب دیکھا، جن کی شادی کو دو برس کا عرصہ گزر چکا تھا لیکن ان کی گود ہنوز سونی تھی۔ انہیں ایسا لگا جیسے وہ کہہ رہی ہوں۔
”دیکھ لو سسر کی چہیتی بہو! اس خاندان کو پہلا وارث میں نے دیا ہے، تم تو آج بھی بنجر ہو۔“ لیکن انہوں نے ان کی نگاہوں کو نظر انداز کر کے خوش دلی سے ننھے ریحان کو گود میں اٹھاتے ہوئے انہیں مبارک باد دی تھی۔ دونوں گھروں میں خوشی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی تھی۔
”بیگم صاحبہ نے ریحان کو واپس لینے کے لیے بھیجا ہے۔“ گلزار احمد ریحان کو ثمینہ کے یہاں لے آئے تھے۔ ان کا کوئی دوست آ گیا تو وہ اس سے ملنے چلے گئے اور وہ ایک سالہ ریحان سے میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگیں۔ یہی وہ وقت تھا جب نبیلہ کی ملازمہ ان کے سر پر آ کھڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے اسے اپنی گود سے اتار دیا تو وہ اسے اٹھا کر چلی گئی۔ ان کی آنکھیں بھر آئی تھیں، تبھی گلزار احمد چلے آئے اور ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر انہیں صبر کی تلقین کی اور دعا دی، جس کے جواب میں انہوں نے آمین کہا تھا۔ جو جس کے نصیب میں ہوتا ہے اسے مل کر رہتا ہے۔ ثمینہ اور ذوالفقار کے نصیب میں بھی اولاد تھی اور انہیں اپنا نصیب مشعل کی صورت میں مل گیا تھا۔ مشعل کے بعد ماہ رخ اور اس کے بعد علی عون نے آ کر ان کی فیملی مکمل کر دی تھی۔ اب انہیں کوئی غم نہیں تھا۔ وہ پروردگار کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے بچوں کی تربیت میں مگن تھیں۔

❁……o……❁

مشعل دسویں کلاس کی طالبہ تھی جب گلزار احمد نے ایک دن ثمینہ سے مشعل اور ریحان کے نکاح کی بات کی تھی۔ تب انہوں نے جواباً کہا۔
”آپ بڑے ہیں، بزرگ ہیں ہمارے۔ آپ کا فیصلہ سر آنکھوں پر……“
”ذوالفقار احمد سے میں نے بات کر لی تھی اسے کوئی اعتراض نہیں ہے، سوچا تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے مشعل پر جتنا کہ ذوالفقار کا، اس لیے پوچھا ہے تم سے۔“
”آپ نے مجھے اس قابل سمجھا، اتنا مان دیا یہ آپ کا بڑا پن ہے۔ آپ کو اختیار حاصل ہے جس کے ساتھ چاہیں اس کا رشتہ طے کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے آپ اس کے لیے بہتر ہی سوچیں گے۔“ ثمینہ نے کہا۔ یہی بات جب انہوں نے افتخار سے کی تو انہوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا تب انہوں نے کہا کہ نبیلہ کی بھی رائے جان لیں تاکہ ان دونوں کے نکاح کی رسم ادا کر دی جائے مگر نبیلہ نے جب یہ سنا تو غصے سے پھٹ پڑیں۔
”میں اپنے بیٹے کا رشتہ ان فقیروں سے ہرگز نہیں کروں گی۔“
”میرا تعلق بھی ان ہی فقیروں سے تھا محترمہ نبیلہ صاحبہ!“ افتخار احمد نے اپنی بات پر زور دے کر کہا۔ انہیں نبیلہ کے الفاظ برچھی کی طرح لگے تھے، جس کے نتیجے میں ان کا لہجہ اپنے آپ ہی غصیلا ہو گیا تھا۔ نبیلہ چپ کی چپ رہ گئیں۔ تب انہوں نے مزید کہا۔
”میں تم سے پوچھنے نہیں، بتانے آیا ہوں کہ ابو نے ان دونوں کا رشتہ طے کر دیا ہے۔“
”وہ کون ہوتے ہیں میرے بیٹے کا رشتہ طے کرنے والے……“
”نبیلہ!“ وہ دہاڑ اٹھے اور زندگی میں پہلی بار انہیں اس طرح گرجتے ہوئے دیکھ کر نبیلہ سہم کر رہ گئیں۔
”مم…… میرا مطلب ہے کہ ابھی ریحان کی عمر ہی کیا ہے؟ وہ ابھی پڑھ رہا ہے اور…… مشعل بھی تو ابھی بہت چھوٹی ہے۔“ انہوں نے ایک اور پہلو نکالا۔
”جب بھائی اور بھابی کو اعتراض نہیں تو تم کیوں اعتراض کر رہی ہو؟ ان کی بچی ہے وہ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ میں ابو سے ہاں کہہ چکا ہوں۔ تم سے پوچھیں تو تم بھی کہہ دینا کہ تمہیں کوئی اعتراض نہیں۔“ اور پھر نہ چاہتے ہوئے بھی انہیں ایسا ہی کرنا پڑا۔ ریحان اور مشعل کی رسم نکاح میں تینوں باپ بیٹوں کو خوش و خرم دیکھ کر وہ جل بھن کر رہ گئیں۔ شاید انہوں نے پہلی بار افتخار کے سامنے مات کھائی تھی۔ افتخار ان کے آئیڈیل ضرور تھے لیکن وہ ان کے

اس روپ سے کہاں واقف تھیں۔ حقیقت یہی تھی کہ افتخار ان کا آئیڈیل ہونے کے باوجود اپنے باپ کا فرماں بردار بیٹا بھی تھا۔

.....o.....

''چھوڑو نبیلہ! تم بھی کن خوابوں میں رہتی ہو؟ جب ان دونوں کا نکاح ہو گیا تو دنیا کی کوئی بھی طاقت اسے رخصت ہو کر تمہارے گھر آنے سے نہیں روک سکتی۔'' نبیلہ کی بہن شکیلہ نے ان کی بات سننے کے بعد کہا۔

''تم دیکھ لینا میرے جیتے جی وہ کبھی بھی میرے گھر میں نہیں آ سکتی۔'' نبیلہ نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''وہ تمہیں مات پہ مات دیتے آئے ہیں۔ پہلے اپنے گھر کے قریب گھر خرید لیا اور اب تمہارے بیٹے پہ قبضہ جما لیا۔'' شکیلہ نے جلتی پر تیل چھڑکتے ہوئے کہا۔

''اتنی آسانی سے وہ میرے بیٹے پر قبضہ نہیں جما سکیں گے کیونکہ کچھ ہی عرصے کے بعد ہم یہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں گے پھر بیٹھی رہے وہ ریحان کے نکاح میں، مجھے کیا؟''

''تم ایسا کر پاؤ گی؟ افتخار راضی ہو جائے گا فارن جانے کے لیے؟''

''اپنا الگ کاروبار تو افتخار کا شروع ہی سے خواب رہا ہے، پہلے اسے میری وجہ سے ہماری فیکٹری میں تیس فیصد پارٹنر شپ ملی اور اب اگر میں اسے یہ کہوں کہ ڈیڈی کینیڈا میں اپنے بزنس کی ایک برانچ کھول رہے ہیں اور وہ مکمل طور پر ہماری ہوگی تو وہ یقیناً مان جائیں گے کیونکہ ان کا دیرینہ خواب پورا ہو جائے گا۔ میں نے ڈیڈی سے بات کر لی ہے اور وہ عنقریب خوش خبری سنائیں گے۔'' وہ ایک فاتح کی طرح مسکرائی تھیں اور جوس کے گھونٹ لیتی ہوئی شکیلہ انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

''ضرورت کیا ہے مشعل کو ساری عمر اس کے نام پر بٹھائے رکھنے کی؟ جاتے ہی طلاق کے پیپرز بھجوا دینا تاکہ انہیں اپنی اوقات کا پتا چلے، ہونہہ! چلے ہیں اونچے خاندان سے رشتہ جوڑنے۔'' شکیلہ نے تنفر آمیز انداز سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

''نہیں! میں چاہتی ہوں کہ انہیں اپنے کیے کی عبرت ناک سزا ملے۔'' نبیلہ کے انداز میں نفرت ہی نفرت تھی۔

''ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔'' شکیلہ کو ان کی بات پسند آئی تھی۔

.....o.....

افتخار احمد لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے جب نبیلہ ایک فائل ہاتھ میں تھامے ان کے پاس چلی آئیں اور فائل انہیں تھما کر ان کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئیں۔

''یہ کیا ہے؟'' افتخار احمد نے فائل دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

''کھول کر دیکھیے!'' نبیلہ نے اٹھلاتے ہوئے کہا پھر کینیڈا والی نئی برانچ کے سارے کاغذات اپنے نام دیکھ کر وہ حیران رہ گئے تھے اور انہوں نے نبیلہ کا شکریہ ادا کیا تھا۔ جواباً نبیلہ ایک ادا سے مسکرائی تھیں۔ وہ سوچ رہی تھیں کہ ڈیڈی کی بات مان کر انہوں نے گھاٹے کا سودا نہیں کیا۔ کاغذات بنتے وقت ڈیڈی نے مشورہ دیا تھا کہ ''اگر وہ افتخار احمد کو اپنی مٹھی میں رکھنا چاہتی ہیں تو سارے کاغذات اس کے نام کروا دیں تب وہ تمہارے خلاف جانے کا کبھی سوچ بھی نہیں سکے گا اور ساری عمر تمہارے احسانوں تلے دبا رہے گا۔''

''اور اگر سارا بزنس اپنے نام دیکھ کر اس نے منہ موڑنا شروع کر دیا تو......؟'' نبیلہ نے سوال اٹھایا۔

''احسانوں تلے دب جانے والے لوگ اگر ایماندار بھی ہوں تو پھر وہ گردن کٹا تو دیتے ہیں گردن اٹھاتے نہیں۔ خطرہ ہمیشہ بے ایمانوں سے ہوتا ہے افتخار جیسے لوگوں سے نہیں۔'' اور اسے ڈیڈی کی یہ بات بہت پتے کی لگی تھی اور اب افتخار احمد کا انداز دیکھ کر بھی نبیلہ کے سارے خدشات جیسے منوں مٹی تلے جا سوئے تھے۔

''تم نے اپنی ساری جائیداد میرے نام کر دی؟'' افتخار ابھی تک حیران تھے۔

''میں اور آپ الگ تو نہیں، ڈیڈی جب کاغذات

میرے نام بنوانے لگے تو میں نے کہا کہ آپ کاغذات افتخار کے نام بنوائیں، مجھے اچھا نہیں لگتا کہ ان کے ہوتے ہوئے کاغذات میرے نام بنیں۔" نبیلہ نے کمال بے نیازی سے سفید جھوٹ بولا اور افتخار احمد اپنی عظیم بیوی کی محبت پر اش اش کراٹھے۔

"تو کب جوائن کررہے ہیں اپنا نیا آفس؟" نبیلہ نے مسکرا کر "اپنا" پہ زور دیتے ہوئے کہا۔

"ان شاءاللہ بہت جلد!" یہ افتخار احمد کا جواب تھا۔

❀......o......❀

پارک سے واپسی پر جب ریحان اسے اللہ حافظ کہہ کر واپس اپنے گھر جانے لگا تو مشعل نے کہا۔

"تم بھی اندر آؤ، دادا ابو سے ملتے جانا، وہ تمہارا انتظار کررہے ہوں گے۔" اور وہ گھر جانے کا ارادہ تبدیل کرکے اندر آگیا۔

"کیسے ہو برخوردار! آخر بھول گئے نا اپنے دادا ابو کو؟" گلزار احمد اسے دیکھ کر بولے۔

"السلام علیکم دادا ابو! آپ بھی کوئی بھولنے کی چیز ہیں۔ آپ میرے دادا ہی نہیں دوست اور محسن بھی ہیں۔"

"بس بس رہنے دو، زیادہ مکھن نہیں لگاؤ یار! پہلے بوڑھا تھا، اب تو بیمار بھی ہوں۔ اپنے باپ سے کہنا کہ اپنی بیوی کی طرح عید کا چاند نہ بنے اور آکر مل جائے مجھے۔" ان کے لہجے میں دکھ ہی دکھ تھا۔

"السلام علیکم ابو!" افتخار احمد اندر داخل ہوتے ہوئے بولے تو گلزار احمد کے جھریوں زدہ چہرے پر رونق در آئی۔ ان کے اندر کی خوشی چہرے سے صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"آؤ آؤ بیٹا! بڑی لمبی عمر ہے تمہاری۔ میں ابھی ریحان سے تمہارا ہی ذکر کررہا تھا۔" انہوں نے سلام کا جواب دینے کے بعد کہا۔ ریحان نے اپنی نشست ان کے لیے خالی کردی اور باہر نکل گیا۔

"بیٹا! ایک بات کرنی تھی تم سے؟" گلزار احمد، افتخار احمد سے مخاطب ہوئے۔

"حکم کریں ابو!" افتخار احمد بولے۔

"بیٹا! میری خواہش ہے کہ اب مشعل کی رخصتی کردی جائے۔"

"مگر ابو اتنی جلدی کس بات کی ہے؟ ابھی تو ان دونوں کی پڑھائی بھی مکمل نہیں ہوئی۔" افتخار احمد کو شاید اندازہ نہیں تھا کہ وہ یہ بات چھیڑ دیں گے۔

"بیٹا! آج نہیں تو کل پڑھائی تو پوری ہو ہی جائے گی مگر زندگی کا کیا بھروسا، آج ساتھ چھوڑ جائے یا کل؟ میں اپنے مطلب کے لیے خودغرض ہورہا ہوں لیکن دنیا سے جانے سے پہلے میں ان دونوں کو ایک ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیسی باتیں کررہے ہیں ابو! اللہ آپ کو لمبی عمر دے، ابھی تو آپ کو ریحان کے بچوں کو اپنی گود میں کھلانا ہے۔"

"مجھ جیسے بڈھے کو تسلی دینے کے لیے تو یہ باتیں ٹھیک ہیں مگر بیٹا! لگتا نہیں ہے کہ اب زیادہ عرصہ جی پاؤں گا بس تم میرا یہ آخری کام کردو، یہ تمہارا مجھ پہ احسان ہوگا۔"

"پلیز ابو! ایسا تو نہ کہیں۔ جیسا آپ چاہتے ہیں ویسا ہی ہوگا۔ اس عید کے بعد رخصتی کی کوئی بھی تاریخ رکھ لیتے ہیں، آپ بھیا اور بھابی سے بھی مشورہ کرلیں۔" افتخار احمد نے پل بھر میں فیصلہ کرلیا۔

"ارے...... ثمینہ بیٹا! تم نے مو کل چھوڑ رکھے ہیں جو ادھر ہم نے بات مکمل کی اُدھر تمہیں پتا چل گیا۔" گلزار احمد نے پُرتکلف چاٹ کے ساتھ ثمینہ کو آتے دیکھ کر کہا تو وہ مسکرا کر رہ گئیں۔

"ابو! یہ مٹھائی تو افتخار بھائی لے کر آئے ہیں، کینیڈا میں اپنا نیا بزنس اسٹارٹ کرنے کی خوشی میں۔" ثمینہ نے ہنستے ہوئے بتایا۔

"اچھا! یہ تو خوشی کی خبر ہے۔ افتخار میاں تم نے بتایا ہی نہیں!" انہوں نے قریب بیٹھے افتخار سے پوچھا۔

"جی ابو! یہی تو بتانے کے لیے حاضر ہوا تھا۔" افتخار احمد نے جواب دیا۔

"بہت بہت مبارک ہو بھئی! اُسن کر بہت خوشی ہوئی،

کب جارہے ہو؟"

"عید کے بعد......!"

"صرف تم جاؤ گے یا بہو بھی ساتھ جائے گی؟"

"ان شاءاللہ ابو! سب جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔"

"تو چلیے اسی اچھی بات پر منہ میٹھا کیجیے ابو!" ثمینہ نے مٹھائی کی پلیٹ اٹھا کر ان کے سامنے کردی۔

❀......o......❀

نبیلہ نے بہت کوشش کی تھی کہ ان کے کینیڈا جانے تک کسی طرح یہ رخصتی ٹل جائے لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا تھا۔ آخر وہی ہوگیا تھا جس کا انہیں ڈر تھا، ان کے لاکھ بہانوں کے باوجود عید کے تیسرے دن تاریخ طے کردی گئی تھی اور وہ سوائے بڑبڑانے کے اور کچھ نہیں کرسکتی تھیں۔

"بلیک میلر ہے بڈھا! دیکھو کس طرح اپنی بیماری کو ہتھیار کی طرح استعمال کیا ہے۔" نبیلہ نے شکیلہ کے سامنے دل کے پھپولے پھوڑے۔

"تم بھی پرلے درجے کی بے وقوف ہو۔ جو کام کل سوچا تھا کرنے کے لیے، اسے کل ہی کرلیتیں تو آج یہ نوبت ہی نہ آتی۔ ریحان کے نکاح کے فوراً بعد کینیڈا اسیٹل ہوجاتیں اور بہانہ کردیتیں کہ ریحان کی پڑھائی اور افتخار کے بزنس کی وجہ سے وہاں سیٹل ہورہے ہیں تو ان کے منہ خود ہی سل جاتے اور آج وہ تمہارے محتاج ہوتے کہ تم کب انہیں رخصتی کی تاریخ دیتی ہو۔ اِدھر تم نے کینیڈا جانے کا سوچا ہے اُدھر انہوں نے رخصتی کی تاریخ طے کردی، اب بھگتو!" شکیلہ تو اس سے بھی زیادہ چڑی بیٹھی تھی اور چڑتی کیوں نہیں آخر اس نے اپنی بیٹی حنا کا رشتہ طے کرنے کا سوچا تھا ریحان سے اور شادی کینیڈا میں ہونا طے پائی تھی دونوں بہنوں میں اور یہ رشتہ حنا کی پسندیدگی کو دیکھتے ہوئے طے کیا گیا تھا مگر اب اس کے دور دور تک آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے، وہ تو یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوگئی تھی کہ اب یہ شاکنگ نیوز حنا کو کیسے سنائے۔

"اب مجھے کیا پتا تھا کہ وہ بڈھا اس طرح بیمار ہوجائے گا اور اس طرح چالاکی سے اپنی بیماری کا استعمال کرے گا۔ اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا تو یہ کام میں پہلے ہی کردیتی۔ میں نے تو کہا بھی تھا کہ رخصتی ریحان کے ایم بی اے فنانس اور مشعل کی بی ایس سی کے بعد ہی کریں گے مگر ان مگرمچھوں نے تو وقت سے پہلے ہی مجھے ثابت نگل لیا۔ اب کیا کروں، کوئی راستہ بھی تو نہیں نکل رہا، اللہ کرے وہ بڈھا ہی مرجائے۔" تلخی سے بولتے بولتے نبیلہ نے آخر میں بددعا دی۔

"ہاں اللہ کرے کہ وہ بڈھا ہی مرجائے تاکہ یہ رخصتی ٹل جائے، اب تو یہی ایک آخری راستہ بچا ہے۔" شکیلہ نے نبیلہ کی بات کی تائید کی۔

"اچھا میں اب چلتی ہوں کافی دیر ہوگئی۔" وہ شکیلہ کو خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئیں۔ جب ان کی گاڑی باہر نکلی تو حنا کی گاڑی کے قریب سے گزری اور ان کی نگاہیں حنا کے وجود سے ٹکرائیں، گاڑی اس کا کوئی دوست ڈرائیو کررہا تھا۔ شکیلہ اپنی بیٹی کے تمام کرتوتوں سے واقف تھیں مگر چشم پوشی سے کام کرتی تھیں یوں بھی ان کی سوسائٹی میں اس قسم کی دوستیاں معیوب نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ سو شکیلہ کے لیے بھی یہ بات معیوب نہیں تھی۔

❀......o......❀

"چاند نظر آگیا......" ماہ رخ چیخ کر قریب کھڑی مشعل سے لپٹ گئی۔ "کل عید ہوگی" اس نے مزید کہا۔

"آج کا چاند اور کل کی عید بہت بہت مبارک ہو۔" مشعل نے کہا۔

"آپی! چاند بہت بہت مبارک ہو۔" پاس ہی کھڑے علی عون نے کہا تو وہ دونوں بھی اسے مبارک باد دینے لگیں۔ وہ تینوں ہی نماز کے بعد چھت پر آگئے تھے۔

"سب سے پہلے میں جا کر مبارک باد دوں گی دادا ابو کو ابو جان کو اور امی کو۔" ماہ رخ نیچے لپکی، علی عون اس کے پیچھے تھا۔ مشعل وہیں کھڑی ان دونوں کا جوش دیکھ رہی تھی کہ اس نے ریحان کو اوپر آتے دیکھا۔

"چاند رات بہت بہت مبارک ہو۔" اس نے سفید

گلاب کی ادھ کھلی کلی اس کی جانب بڑھائی جسے اس نے ہاتھ بڑھا کر تھام لیا۔

''بہت بہت شکریہ' تمہیں بھی مبارک ہو۔''

''کبھی تم بھی بھولے سے ایک عدد پھول' چلو گلاب کا نہ سہی موتیے' چنبیلی کا ہی دے کر چاند مبارک کہہ دیا کرو۔ ہمیشہ یونہی مجھ سے پھول لے کر چاند رات مبارک کہہ دیتی ہو۔''

''میری تو باتوں ہی سے پھول جھڑتے ہیں پھر خالی خولی پھول دینے کا تردد کیوں کروں؟'' اس نے سفید گلاب کے پھول پر اپنی مخروطی انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔ جواباً ریحان کا قہقہہ بے ساختہ تھا پھر وہ بولا۔

سنا ہے لوگ اسے آنکھ بھر کے دیکھتے ہیں
تو اس کے شہر میں کچھ دن ٹھہر کے دیکھتے ہیں
سنا ہے ربط ہے اس کو خراب حالوں سے!!
تو اپنے آپ کو برباد کر کے دیکھتے ہیں!!

وہ سر جھکائے اسے سن رہی تھی عین اسی وقت اس کی سماعت سے رونے کی آوازیں ٹکرائیں۔ اس نے سرعت سے گردن اٹھا کر ریحان کی طرف دیکھا' اس کی پریشان نگاہوں میں سوال تھا گویا وہ اس سے پوچھ رہی ہو کہ کیا تم نے بھی کچھ سنا یا یہ میرا وہم ہے؟ اس کی نگاہوں میں بھی ایسے ہی احساسات تھے پھر وہ ایک ساتھ نیچے کی جانب لپکے تھے۔ رونے کی آوازیں دادا ابو کے کمرے سے بلند ہو رہی تھیں۔ وہ دونوں دھڑکتے دل اور لرزتے قدموں کے ساتھ وہیں چلے آئے اور سب کو روتا دیکھ کر ساکت ہو گئے۔ دادا ابو اب اس دنیا میں نہیں رہے تھے۔ یہ جان لیوا انکشاف ان کی سانسیں بے ربط کر گیا۔ اشک بے ساختہ ان دونوں کی آنکھوں سے بہہ نکلے تھے۔ اتنی اچانک وہ ان سب کو چھوڑ کر چلے جائیں گے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ ہر آنکھ اشک بار تھی سوائے نبیلہ کے!

شاید اس کے منہ سے نکلی بددعا کسی قبولیت کے لمحے کی زد میں آ گئی تھی۔

''کیا کر رہی ہو مشعل!'' ماہ رخ نے کچن کے دروازے میں سے جھانک کر چولہے کے پاس کھڑی مشعل سے پوچھا۔

''پکوڑے بنا رہی ہوں۔''

''ریحان بھائی کے لیے؟''

''ہاں......!''

''ہمیں بھی ملیں گے؟''

''ہاں کیوں نہیں' سب کے لیے بنا رہی ہوں۔'' ماہ رخ اندر آ گئی اور اس نے پلیٹ میں سے ایک پکوڑا اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔

''تم پکوڑے بناتی کم کم ہو مگر بناتی اچھے ہو' تبھی تو ریحان بھائی تم سے ہمیشہ پکوڑوں پر ہی شرط لگاتے ہیں۔'' ماہ رخ نے تبصرہ کیا۔

''تعریف کا شکریہ! یہ تم اندر لے جاؤ اور یہ میں ریحان کے لیے لے کر جا رہی ہوں۔'' پکوڑے اور چٹنی کی پیالی کی جانب اس نے اشارہ کر کے بتایا تو ماہ رخ کہے بنا نہ رہ سکی۔

''ان کی طرف لے کر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اِدھر تم لان میں قدم رکھو گی اُدھر وہ دروازے سے نمودار ہوں گے۔'' اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ کھل گئی۔ تھوڑے عرصہ پہلے ہی کی بات ہے وہ پکوڑے ٹرے میں سجائے اس کی طرف جا رہی تھی کہ وہ سامنے دروازے سے نمودار ہوتا دکھائی دیا تھا وہ ان کی طرف جانے کا پروگرام ملتوی کرتے ہوئے بولی۔

''میں ابھی تمہاری طرف ہی آ رہی تھی۔''

''دیکھ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے اِدھر تم نے یاد کیا اُدھر ہم حاضر!'' وہ بھی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

''ہاں شیطان کو یاد کیا اور شیطان حاضر!'' مشعل نے کہا تو اس کا منہ بن گیا۔

''تم بھی نا! پل میں انسان کو عرش پر بٹھا دیتی ہو اور پل میں فرش پر پٹخ دیتی ہو۔'' اس نے دہائی دینے والے انداز میں کہا تو وہ اس کا گلہ دور کرتے ہوئے بولی۔

''چلو شیطان ہٹا کر فرشتہ لگا دیتے ہیں' اب خوش؟''

''ہاں! یہ ٹھیک ہے' جو میرے ساتھ بیٹھی ہے وہ خود شیطان سے کافی ملتی جلتی ہے۔'' اس نے پکوڑا کھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں ظاہر سی بات ہے اب فرشتے تو شیطان سے دوستی کرنے سے رہے۔'' وہ دوبدو بولی تو اس نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

''شیطان نے پکوڑے تو بہت اچھے بنائے ہیں۔''

''شیطان خود کھا رہا ہے تبھی اسے اتنے مزے کے لگ رہے ہیں۔'' اس نے منہ پھلا کر کہا۔

وہ بیتے لمحوں کے سحر سے نکل کر باہر لان میں آ گئی اور اس کی نگاہیں سامنے دروازے پر جم گئیں۔ وہ اکثر اس دروازے سے نمودار ہوتا تھا مگر نجانے کیوں اس کا دل گواہی نہیں دے رہا تھا کہ وہ آج دروازے سے نمودار ہوگا۔ ایک ایک بڑھتے قدم کے ساتھ ''ہاں'' اور ''نہیں'' کی تکرار بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ دروازے پر پہنچ چکی تھی اور وہ نمودار نہیں ہوا تھا۔ اس کا دل ڈوب سا گیا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے برآمدے کی جانب آ گئی۔ لاؤنج میں کھلنے والا داخلی دروازہ بھی بند تھا۔ ٹرے پر اس کی گرفت غیر ارادی طور پر مضبوط ہو گئی۔ برآمدے کی سیڑھیاں چڑھ کر اس نے ٹرے ایک ہاتھ میں کی اور پھر دروازے کی ناب پر ہاتھ رکھا اور کھولنے کے لیے گھمایا لیکن دروازہ نہیں کھلا۔ اس نے ناب کو دوبارہ گھمایا لیکن دروازہ ٹس سے مس نہیں ہوا' اس کا ہاتھ کانپنے لگا تھا اور دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

اس نے تیسری مرتبہ ناب گھمائی کہ شاید کھل جائے پھر وہ چوتھی بار بھی گھماتی اگر گھر کے مالی کی آواز اس کے کانوں سے نہ ٹکراتی۔

''یہ دروازہ بند ہے بی بی! یہاں پر کوئی بھی نہیں ہے' وہ سب چلے گئے ہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے کینیڈا! میں بھی جا ہی رہا تھا آپ کو دروازے سے الجھتے دیکھا تو رک گیا۔ خدا حافظ بی بی جی!'' وہ اس کے سر پر بم پھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔

اور وہ تو جیسے پاتال میں جا گری تھی۔ اسے اپنے گرد گہرے اندھیرے پھیلتے محسوس ہو رہے تھے۔ ٹرے اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین بوس ہو چکی تھی اور وہ خود بھی نیچے گرنے والے انداز میں بیٹھتی چلی گئی۔

''ریحان مجھے چھوڑ کر چلا گیا وہ بھی کچھ بتائے بغیر؟'' سوچتے ہوئے اس کی گیلی نگاہوں کی زد میں سب سے اوپر والی سفید سیڑھی پہ دھرا ادھ کھلا گلاب آ گیا۔ وہ اس کی برتھ ڈے پر ہمیشہ سرخ گلاب دیا کرتا تھا اور آج جاتے ہوئے وہ یہ پھول شاید اس کے لیے رکھ گیا تھا۔ اس نے بے جان ہاتھوں کو آگے بڑھا کر وہ پھول اٹھا لیا' آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں نے جل تھل مچا دیا تھا اور اس کی آنکھوں نے بھی جل تھل مچا دیا تھا تب بھی وہ بے تحاشا روئی تھی اور آج چار سال بعد بھی وہ بے تحاشا رو رہی تھی۔

وہ کیا عجیب شخص تھا کہ جس کی ذات پر
جب اعتبار بڑھ گیا تو اختیار نہ رہا!

چار سال پہلے بھی وہ ریحان سے پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ اسے چھوڑ کر کیوں چلا گیا اور آج چار سال بعد بھی وہ اس سے یہی پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ اسے محبتوں کے بندھن میں باندھ کر کیوں منجدھار میں چھوڑ کر چلا گیا...... کیوں؟ وہ یہ سارے سوال وقتاً فوقتاً خود سے کرتی مگر اپنی سالگرہ کے دن وہ یہ سوال خود سے نہیں کرتی تھی کیونکہ اس دن وہ بہت خوش ہوتی تھی۔ وہ سارا سارا دن گیٹ پر نگاہیں جمائے بیٹھے رہتی کہ کب بیل بجے وہ بھاگ کر گیٹ پر جائے اور کینیڈا سے بھیجا گیا ادھ کھلا سرخ گلاب وصول کرے۔ سارے سال کے انتظار کا پھل اسے ایک پل میں حاصل ہو جاتا تھا' وہ خوش ہو کر خود سے کہتی ''بس اس نے مجھے بھلایا نہیں ہے' میں اسے یاد ہوں' وہ آج بھی مجھ سے محبت کرتا ہے تبھی تو اسے میرا جنم دن یاد ہے۔'' وہ پھر سے جی اٹھتی تھی اور وہ جیتی رہتی تھی تب تک جب تک اسے اپنی سالگرہ پر پھول ملتا رہا تھا اور یہ پھول اس کے جانے کے تین سال تک اسے ملتا رہا تھا۔ چوتھے سال اسے وہ پھول نہیں ملا تھا اس کی شادی کا کارڈ ملا تھا جو بڑے اہتمام سے اس کے لیے

کینیڈا اسے بھیجا گیا تھا۔ اس کی شادی حنا سے ہو رہی تھی اور وہ اس دن دوبارہ مر گئی تھی۔

❁……o……❁

"آخر کب تک ہماری بیٹی اس کے نام پر بیٹھی رہے گی؟ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا نا۔" ثمینہ نے سونے سے پہلے لیٹے ہوئے ذوالفقار سے کہا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

"ہاں اب کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا' افتخار بھی یہاں سے جاتے ہی ہمیں بھول گیا۔ میں کئی مرتبہ اس سے بات کرچکا ہوں مگر اس نے ہر بار یہی کہا کہ وہ جلد ہی کوئی جواب دے گا مگر اس جلدی کو تین سال بیت گئے۔ اس نے اپنے بیٹے کی شادی بھی کروادی اور ہماری بیٹی کو آج تک سولی پر چڑھا رکھا ہے۔ پانی سر سے اونچا ہوگیا ہے' اب کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ آخری بار افتخار بھائی سے فیصلہ کن بات کرکے دیکھیں' اس کے بعد ہی کوئی انتہائی قدم اٹھایئے گا۔ آپ ان سے دوٹوک بات کریں رخصتی کی تاریخ دیں یا پھر……" وہ پل بھر کو تھمی تھیں۔ "یا پھر…… مشعل کو طلاق بھجوادیں۔ اگر اس مسئلے میں بھی وہ اسی چلن سے کام لیں تو کورٹ میں خلع کا کیس دائر کروادیں' آپ ان سے بالکل نپے تلے انداز میں باتیں کریں' بہت ہوگیا یہ چوہے بلی کا کھیل…… ہماری بچی بھی انسان ہے کوئی بے جان گڑیا نہیں۔ آخر کب تک ہم اس پر ظلم ہوتا دیکھتے رہیں؟" ثمینہ نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"ہاں میں بھی یہی سوچ رہا تھا اب ان سے فیصلہ کن بات کرنی ہی پڑے گی۔" مشعل کا اپنے پیروں پر کھڑا ہونا دوبھر ہوگیا تھا۔ وہ ان کے کمرے کے پاس سے گزر رہی تھی کہ ان کی گفتگو سن کر اس کے قدم تھم گئے تھے۔

آتا ہی نہیں دل میں رہائی کا تصور
دلچسپ بہت جرم محبت کی سزا ہے

اس نے ریحان سے خلع لینے کا سوچنا تو کیا کبھی تصور تک نہیں کیا تھا' یہ سننا بھی اس کے لیے سوہان روح تھا۔ وہ مردہ جسم اور بے جان پیروں کے ساتھ اپنے کمرے میں آ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ وہ اس سے جدا ہونا نہیں چاہتی تھی نہ اس سے طلاق لینا چاہتی تھی نہ خلع لیکن وہ اپنے والدین کو یہ قدم اٹھانے سے منع نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے پہلی بار خود کو بے بسی کی انتہا پر محسوس کیا' پہلی بار اسے سارے راستے بند محسوس ہوئے۔ اسے اپنے چاروں طرف اندھیرے چھاتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

"یااللہ! تُو غفور الرحیم ہے' تُو ہی بخشنے والا ہے' تُو مجھے بخش دے' اپنے پیارے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے مجھ پر اپنا کرم کر' تُو ہی مجھے اس امتحان سے نکالنے والا ہے۔ تُو ہی بند راستے کھولنے والا ہے' تُو ہی اندھیروں کو روشنی دینے والا ہے۔ تُو ہی مجھے ریحان سے ملاسکتا ہے' میرے اللہ مجھے ریحان سے ملادے' میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں' میں اس سے جدا ہوکے اب مزید نہیں جی سکتی۔ میرے اللہ مجھے اس کے نام سے الگ مت کرنا' میرے اللہ مجھے اس سے جدا مت کرنا' مجھے اس سے ملادے۔ میرے اللہ مجھے اس سے ملادے۔" وہ روتے روتے سجدے میں چلی گئی تھی اور سجدے میں بھی اللہ تعالیٰ سے اسے ہی مانگ رہی تھی۔

کچھ رات کی آنکھیں بھیگی تھیں
اور چاند بھی روٹھا روٹھا تھا
کچھ یادیں اس کی باقی تھیں
اور دل بھی ٹوٹا ٹوٹا تھا
کس موڑ پہ بچھڑے یاد نہیں
ہونٹوں پہ کوئی فریاد نہیں
اس وعدے کی بھی خبر نہیں
وہ سچا تھا یا جھوٹا تھا
ہر لمحہ آہیں بھرتے ہیں
نہ جیتے ہیں
نہ مرتے ہیں
بس ایک دعا یہ کرتے ہیں
وہ لوٹ کے واپس آجائے!!
وہ لوٹ کے واپس آجائے!!

❁……o……❁

"آپ کی بات ہوئی افتخار بھائی سے……؟" ثمینہ نے چند دنوں بعد پوچھا۔

"بات تو ہوئی تھی مگر افتخار سے نہیں نبیلہ بھابی سے' انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ریحان نہ تو مشعل کو طلاق دے گا اور نہ رخصت کروا کے اپنے ساتھ لے جائے گا جو کرنا ہے کرلو۔ بس یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کردیا۔" ذوالفقار بہت تھکے تھکے سے لگ رہے تھے پل بھر کے لیے تو ثمینہ کو چپ سی لگ گئی۔

"تو پھر کیا سوچا ہے آپ نے؟" انہوں نے سوال کیا تھا۔

"سوچنا کیا تھا؟ میں نے انہیں کورٹ کا نوٹس بھجوادیا ہے۔ آج سارا دن اسی کام میں لگا رہا انہوں نے میری صابر بچی کے صبر کو خوب آزمالیا مگر اب نہیں…… ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔"

کچن میں کھڑی پکوڑوں کا بیسن گھولتی ہوئی مشعل کی آنکھیں تیزی سے گیلی ہو رہی تھیں۔ اس نے ماہ رخ سے اپنے آنسو چھپانے کے لیے اپنا رخ موڑ لیا۔ ہال میں سے ثمینہ اور ذوالفقار کے بولنے کی آوازیں صاف آرہی تھیں اور اس نے ان کی گفتگو کو حرف بہ حرف سنا تھا۔

❁……o……❁

پاکستان سے آئی ہوئی رجسٹری ریحان نے خود وصول کی تھی۔ وہ کورٹ کی طرف سے بھیجا گیا خلع کا نوٹس تھا۔ وہ رجسٹری ہاتھ میں لیے اندر آگیا اور رجسٹری میز پر پھینک کر خود صوفے پر بیٹھ گیا۔ اسے دیکھ کر نبیلہ سیدھی ہوکر بیٹھ گئیں۔

"یہ کیا ہے؟" انہوں نے دریافت کیا۔

"کورٹ نوٹس!"

"کورٹ نوٹس؟ مگر کیسا کورٹ نوٹس اور کس کے لیے آیا ہے یہ؟" نبیلہ نے پوچھتے ہوئے کاغذات اٹھالیے اور پڑھتے ہی ان کے لبوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ در آئی۔ "اوہو! تو مشعل نے خلع کے لیے کورٹ نوٹس بھجوایا ہے۔ ہاں بھئی ظاہر ہے اس آوارہ لڑکی سے کیا بعید…… دے دیا ہوگا مشورہ کسی عاشق نے' جبھی تو کورٹ نوٹس بھجوایا ہے۔"

"امی پلیز! بہت ہوگیا……" ریحان پہلی بار نبیلہ کے سامنے حلق کے بل چلایا تھا۔ نبیلہ دم ساکت رہ گئیں ریحان کے اس روپ کو دیکھ کر۔ اتنا طیش میں تو وہ تب بھی نہیں آیا جب انہوں نے مشعل کی توہین آمیز تصویریں اسے دکھائی تھیں۔ تصویریں دیکھنے کے بعد اس نے حنا سے شادی کے لیے ہاں کہہ دی تھی مگر آج تو وہ اس کا ایک نیا ہی روپ دیکھ رہی تھیں' جو انوکھا ہی نہیں حیران کن بھی تھا۔ وہ مشعل سے اس وقت سے محبت کرتا تھا جب اسے محبت کا مفہوم بھی نہیں معلوم تھا۔ اسے اس کے ساتھ وقت گزارنا بہت اچھا لگتا تھا اور دادا ابو کے بہانے وہ اس کے ساتھ وقت گزارتا بھی تھا۔ نبیلہ اسے وہاں جانے سے منع کرتیں یا ٹوکتیں تو وہ ان سے کہتا کہ وہ دادا ابو سے ملنے جارہا ہے تب نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اسے اجازت دے دیتی تھیں۔ پھر وہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑے ہوتے چلے گئے اور ان کی چاہتوں میں شدت آنے لگی تب پہلی بار دادا ابو نے اس سے ایک چونکا دینے والی بات کی تھی۔ وہ مشعل سے الجھنے کے بعد ہمیشہ کی طرح ان کے کمرے میں آیا تھا اس کی شکایت لے کر تب پہلی بار اس کی شکایت سننے کے بعد وہ کافی دیر تک اس کی صورت کو دیکھتے رہے تھے۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں دادا ابو!" اس نے دریافت کیا۔

"دیکھ رہا ہوں کہ میرا پوتا کتنا بڑا ہوگیا ہے؟" انہوں نے مسکرا کر شرارت بھرے انداز میں کہا۔

"دادا ابو! آپ کا پوتا بڑا نہیں بہت بڑا ہوگیا ہے' دیکھ لیں اس نے آپ سے بھی لمبا قد نکال لیا ہے۔" جواباً گلزار احمد کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ ہنسے کس بات پر ہیں۔ وہ ٹکر ٹکر ان کی صورت دیکھ رہا تھا جب انہوں نے اس سے دریافت کیا تھا۔

"مشعل سے بہت محبت کرتے ہو نا!" ان کے منہ سے یہ غیر متوقع بات سن کر وہ جھینپ سا گیا پھر قدرے

حیرانی سے بولا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا؟"

"بیٹا میں تمہارے باپ کا بھی باپ ہوں۔" اور وہ مزید جھینپ گیا۔ "کچھ کرنا پڑے گا۔" وہ جیسے خود سے بولے تھے۔

"کیا مطلب دادا ابو؟"

"مطلب یہ میری جان کہ اب تم بہت بڑے ہوگئے ہو، اپنے دادا ابو سے بھی لمبا قد نکال لیا ہے لہٰذا اب تمہارا نکاح کروادیا جائے مشعل بیٹی سے۔"

"سچ دادا ابو؟" وہ ان سے لپٹ گیا تو دادا ابو بے ساختہ ہنسنے لگے۔

"سچ مچ! مگر یہ نکاح مشعل بیٹے کی رضامندی کے بعد ہی طے ہوگا۔ اگر وہ راضی ہوئی تو پھر ایسے موقعوں پر وہی کہاوت ہوتی ہے کہ دلہا دلہن راضی تو کیا کرے گا قاضی! قاضی مطلب نبیلہ بی بی!"

"وہ تو انکار کر ہی نہیں سکتیں۔" اس کی زبان سے بے اختیار پھسلا تھا اس نے زبان دانتوں تلے دبالی اور گلزار احمد نے اس کا کان پکڑ لیا۔

"کیا کہا تم نے؟ ذرا پھر سے کہنا؟"

"آہ! دادا جی پلیز کان چھوڑ دیجئے بہت درد ہو رہا ہے۔"

"مجھ سے اداکاری؟" انہوں نے اس کے کان کو مزید مروڑا اور پھر اس کا کان چھوڑ دیا تو وہ ان کی جانب دیکھے بنا ہی بھاگ گیا۔ گلزار احمد تادیر مسکراتے رہے تھے۔ انہوں نے مشعل کی رضامندی کے بعد ان کے والدین سے بات کی اور یہ رشتہ طے کردیا۔ ظاہر یہی کیا کہ یہ رشتہ ان کی اپنی مرضی اور خواہش پر طے ہوا ہے لیکن اندر کی بات ہے۔ یہ صرف ان تینوں کو ہی علم تھا۔

❀ .... ❀

اس دن جب نبیلہ اپنی بہن شکیلہ کے سامنے دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھیں وہ اچانک وہاں چلا گیا تھا اور پھر ان کی گفتگو سن کر حیران رہ گیا تھا۔ وہ دبے پاؤں کسی سے ملے بغیر وہاں سے واپس آیا اور گلزار احمد کو سارا ماجرا سنایا، وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولے۔

"تم پریشان نہ ہو، تمہاری اماں کے جانے سے پہلے پہلے تمہاری رخصتی کروادیں گے۔" تب وہ پُرسکون ہوگیا تھا۔ گلزار احمد نے اپنے قول کے مطابق بیماری کی پروا نہ کرتے ہوئے رخصتی کی تاریخ طے کرادی تھی مگر موت نے انہیں اتنی مہلت ہی نہیں دی تھی کہ وہ اپنے جان سے پیارے بچوں کی خوشی دیکھ سکتے۔ وہ اس دنیا سے چلے گئے تھے اور ساتھ ہی ان کی زندگی بھی اجڑ گئی۔ وہ ان کی مدد سے اٹوٹ بندھن میں تو بندھ گئے تھے مگر ایک نہیں ہوسکے تھے اور ایک ہونے کے لیے ہی وہ نبیلہ سے سمجھوتا کرکے اسے بنا بتائے ان کے ساتھ کینیڈا چلا آیا تھا، کہ آج نہ سہی تو کل شاید وہ اپنے بیٹے کی خوشیوں کی خاطر مشعل کو بہو کے روپ میں قبول کرلیں مگر اس کی خوش فہمی پر اس وقت پانی پڑ گیا جب انہوں نے اسے حنا سے شادی کرنے کے لیے کہا۔ اس نے انہیں دوٹوک انداز میں منع کردیا تھا کہ وہ مشعل کی جگہ کسی اور کو دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس کا دوٹوک جواب نبیلہ کو اپنے منہ پر تمانچے کی طرح محسوس ہوا۔

"کپڑوں کی طرح بوائے فرینڈ بدلتی ہے وہ...... یہ دیکھو...... یہ دیکھو...... یہ...... یہ میرا ہاتھ سوکھ گیا ہے ان تصویروں کو دیکھتے دکھاتے، چھی دیکھو اس بے حیا لڑکی کے! میں اس کی ان ہی حرکتوں کی وجہ سے اسے اپنی بہو نہیں بنانا چاہتی اور تم اسے بیوی بنا کر رکھنا چاہتے ہو؟ اس لڑکی سے شادی کرنے سے تو بہتر ہے چلو بھر پانی میں ڈوب مرو، جس کی تصویریں اتنی واہیات ہیں وہ خود کتنی گھٹیا ہوگی سوچو؟" نبیلہ بول رہی تھی اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ حد تو یہ تھی کہ نبیلہ نے یہ تصویریں افتخار کو بھی دکھادی تھیں اور پھر بنا کچھ کہے سنے وہ جانے کیسے راضی ہوگیا تھا۔

"آپ جس سے کہیں گی میں اس سے شادی کے لیے تیار ہوں۔" پھر یہ کہنے کے بعد وہ وہاں رکا نہیں تھا۔ اس کے وہاں سے جاتے ہی نبیلہ نے فاتحانہ انداز سے وہ تصویریں اٹھائیں اور جاکر جلا ڈالیں۔ اب وہ ان کے کسی کام کی نہیں تھیں مگر تصویریں جلانے سے پہلے انہوں نے شکیلہ کو فون کرکے مبارک باد دی تھی کہ ریحان حنا سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوگیا ہے، تم کل ہی کینیڈا آجاؤ تاکہ جلد از جلد ان دونوں کی شادی ہوجائے مگر شکیلہ نے انہیں چند مہینے ٹھہرنے کا کہا تھا۔

"مگر کچھ دن پہلے تو تمہیں بڑی جلدی تھی اب کیا ہولیا؟" نبیلہ کو چھ دن ٹھہرنے والی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی مگر پھر بھی انہوں نے شکیلہ کی بات مان لی تھی اور اب سیت سات مہینے بعد اس کی شادی ہو رہی تھی۔ حنا اور شکیلہ کینیڈا آچکی تھیں اور ان کا قیام نبیلہ کے گھر پر ہی تھا۔ شادی سے کچھ دن پہلے اس کے والد کی آمد بھی متوقع تھی وہ اپنی شادی پر بہت خوش تھی اور اپنی شادی کی ساری شاپنگ ریحان کے ساتھ مل کر اس کی پسند سے کرنا چاہتی تھی۔ اس دن بھی وہ دونوں ایک ساتھ شاپنگ کرنے گئے تھے جب ریحان کی ملاقات اپنے ایک پاکستانی دوست سے ہوگئی۔ اس کے ساتھ اس کے دونوں جڑواں بچے اور بیگم بھی تھیں۔

"یار! لگے ہاتھوں اپنی ہونے والی بیگم سے بھی ملوادو، شادی پر تو ہم تمہاری ویسے بھی نہیں آسکیں گے کیونکہ آج یہاں ہمارا آخری دن ہے اور کل ہمیں ہر حال میں پاکستان روانہ ہونا ہے۔" ناصر نے اسے پیشگی مبارک باد دینے کے بعد کہا۔ اس سے قبل کہ ریحان کچھ کہتا ہاتھوں میں شاپنگ بیگز اٹھائے حنا وہاں چلی آئی جس کی نگاہوں کی زد میں صرف اور صرف ریحان تھا۔ اس نے سامنے کھڑے جوڑے کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"چلیں ریحان!" وہ ریحان سے مخاطب ہوئی لیکن ریحان کے کچھ بولنے سے پہلے ہی بیگم ناصر بول اٹھیں۔

"ارے حنا جی! آپ؟ کیسی ہیں آپ اور یہاں کیسے؟ ریحان کی کوئی رشتہ دار ہیں آپ؟"

"آپ ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟" ریحان نے حنا کے چہرے سے نگاہیں ہٹا کر ان سے پوچھا۔

"ارے یہ تو ہماری محسن ہیں، ان دونوں جڑواں بچوں کو ان ہی سے تو لیا تھا ہم نے۔" ریحان نے بے اختیار حنا کے چہرے کی جانب دیکھا لیکن وہ نگاہیں چرا گئی۔ ناصر کی بیگم کہہ رہی تھیں۔ "یہ میرے کلینک پر ابارشن کروانے آئی تھیں کیونکہ ان کے مالی حالات اچھے نہیں تھے اور یہ ان دونوں بچوں کو جنم نہیں دینا چاہتی تھیں لیکن تب ابارشن ان کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ ابارشن نہ کروائیں اور ان بچوں کو جنم دیں، سارا خرچہ ہم اٹھائیں گے۔ بڑا دل ہے ان کا جو انہوں نے دونوں بچے ہمارے حوالے کردیے۔ بچوں کے برتھ سرٹیفکیٹ پر بھی ہمارے نام ہیں۔"

"اور آپ نے ان کی مالی امداد بھی کی ہوگی؟" ریحان نے دریافت کیا۔

"جی بالکل! کیوں کہ یہ تو پہلے ہی بُرے حالات کا شکار تھیں۔" اس مرتبہ ناصر نے جواب دیا۔

"بات پیسوں کی نہیں بات تو اس خوشی کی ہے جو انہوں نے ہمیں دی۔ یہ بچوں کی کفالت نہیں کرسکتی تھیں اور ہمیں بچوں کی ضرورت تھی بہرحال یہ ہیں عظیم عورت...... آپ نے بتایا نہیں کہ آپ دونوں کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟" بیگم ناصر نے دوبارہ پوچھا۔

"ہم دونوں ایک دوسرے کے کزن ہیں۔" اس نے نامکمل تعارف کروایا۔ "مگر یہ بُرے حالات سے نکل آئی ہیں۔"

"ہاں! یہ تو لگ رہا ہے ان کے حلیے سے اور ان کی صحت سے۔" بیگم ناصر نے جواب دیا۔ ریحان نے انہیں رات کے کھانے پر مدعو کیا جسے وہ بڑے سلیقے سے ٹال گئے۔ انہوں نے ایک بار پھر اس سے اس کی ہونے والی بیگم کے بارے میں دریافت کیا تو ریحان نے ٹال دیا۔ اس کے بعد وہ ان سے اجازت لے کر آگے بڑھ گیا۔ حنا نے بھی ایک تیکھی اور زہریلی نگاہ ان دونوں میاں بیوی پر ڈالی اور اس کے پیچھے چل دی۔

"امی! میں یہ شادی نہیں کرسکتا۔" رات کو کھانے کی میز پر اس نے گویا دھماکا کیا تھا۔ شاپنگ سے واپسی کے

بعد اب تک اسے خاموش دیکھ کر حنا کو حیرت ہو رہی تھی مگر اب یہ حیرت دور ہوگئی تھی۔ اس نے آتے ہی شکیلہ کو سب کچھ بتادیا تھا اور شکیلہ کی سٹی گم ہوگئی تھی پھر انہوں نے اسے تسلی دے کر کہا تھا کہ ''تم پریشان نہ ہو میں خود سب سنبھال لوں گی۔''

''مگر کیوں بیٹا! اس سے پہلے تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں تھا؟'' نبیلہ نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔ ''میں نے تو شادی کے کارڈ بھی تقسیم کروادیے۔''

''کیوں کہ آپ ایک بدکردار لڑکی کو بہو نہیں بنا سکتیں۔ مشعل کو تو آپ پہلے ہی رد کر چکی تھیں تو پھر آپ حنا جیسی دو بچوں کی کنواری ماں کو کیسے اپنی بہو بنا سکتی ہیں۔''

''بیٹا! یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟ تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، حنا ایسی لڑکی نہیں ہے۔'' نبیلہ نے ان دونوں کو کھانا چھوڑ کر اندر جاتے دیکھا تو رودینے والے لہجے میں ریحان سے کہا۔ افتخار بھی کھانا چھوڑ کر بیٹھ گئے تھے اور ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سن رہے تھے۔

''امی! آپ بہت اچھی طرح جانتی ہیں کہ حنا کس قسم کی اور کیسی لڑکی ہے۔'' اس نے ٹھہرے ہوئے انداز میں اپنے لفظوں پر زور دے کر کہا۔ افتخار اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب چلے گئے پھر اس نے نبیلہ کو اٹھ کر شکیلہ کے کمرے کی جانب جاتے دیکھا۔ صرف ریحان تھا جو میز پر بیٹھا بڑے سکون سے کھانا کھا رہا تھا۔ بہت عرصے بعد اسے بھوک محسوس ہو رہی تھی اور وہ ڈٹ کر کھانا چاہتا تھا۔ وہ دونوں اسی رات ان کا گھر چھوڑ کر چلی گئی تھیں اور اس وقت نبیلہ بیگم اپنی پوزیشن بہتر بنانے کے لیے انہیں گالیاں اور کوسنے دے رہی تھیں جب کہ وہ بیٹھا مسکرا رہا تھا پھر اس نے کہا۔

''امی! میں نے شادی کے لیے ہاں صرف اور صرف اس وجہ سے کی تھی کہ میرے انکار پر آپ نے اس کی تصویریں پندرہ لڑکوں کے ساتھ بنوالی تھیں اور اگر میں اس کے بعد بھی انکار کرتا تو آپ اس کی تصویریں اس سوا ایک نئے چہروں کے ساتھ بنوالیتیں کیونکہ آپ کو پیسوں کی کمی تھی نہ ہی کسی کی عزت کی پروا...... لیکن مجھے اس کی پروا تھی، میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے انکار کی سزا اسے ملے۔ صرف اس کی عزت کی خاطر میں نے حنا سے شادی کے لیے ہاں کی تھی، اس لیے نہیں کہ وہ بدکردار تھی، وہ میرے لیے کل بھی ایک مقدس دیوی تھی اور آج بھی اتنی ہی پاکیزہ ہے۔''

ذوالفقار نماز پڑھنے کے لیے مسجد گئے ہوئے تھے۔ ماہ رخ اور علی عون ثمینہ کو لے کر اوپر ٹیرس پر عید کا چاند دیکھنے گئے تھے۔ ماہ رخ تو ثمینہ کی طرح مشعل کو بھی زبردستی اوپر لے جانے کے درپے تھی لیکن اس نے منع کردیا تھا اور باہر لان میں آگئی تھی۔ لان میں لگی ساری لائٹس آن تھیں، اس نے ایک سرد آہ کے ساتھ قریبی گھر کی طرف دیکھا جہاں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس نے عمارت پر سے نظریں ہٹائیں اور سر گھٹنوں پر ٹکالیا۔ کاش وہ مجھ سے تعلق ختم نہ کرتا۔ کاش وہ اس سال بھی میری سالگرہ پر سرخ گلاب بھیج دیتا۔ کاش وہ مجھ سے ملنے آجاتا، اسے بھی میری اتنی ہی یاد آتی جتنی مجھے۔ کاش وہ اس چاند پر یہاں ہوتا۔ اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اس کی زندگی ایک مسلسل اذیت بن کر رہ جائے گی۔ وہ گھٹنوں پر سر گرائے بے آواز رو رہی تھی۔

دل کے تاروں کو ذرا آکے ہلادے سجنا!
پیار کا گیت کوئی آکے سنادے سجنا!
شوق دیدار کا آنکھوں میں اُتر آیا ہے
اپنی صورت مری آنکھوں کو دکھادے سجنا!
ایک شعلہ سا لپکتا ہے مرے دل میں مگر
عشق کی آگ کو کچھ اور ہَوا دے سجنا!
زخم رستے ہوئے فریاد یہی کرتے ہیں
درد بڑھ جائے نہ زخموں کی دوا دے سجنا!
واسطہ گزرے ہوئے کل کا تجھے دیتا ہوں
آج کی رات مرے گھر کو سجادے سجنا!
تشنگی کہتی ہے اب پیاس بجھادے میری
لذتِ وصل سے دیوانہ بنادے سجنا!

چاندرات مبارک ہو...... اس نے مانوس سی آواز پر سرعت سے گردن اٹھا کر دیکھا۔ وہ ہاتھ میں سفید پھول اٹھائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے اس ڈر کی وجہ سے ہاتھ آگے نہیں بڑھایا کہ کہیں یہ خواب ٹوٹ نہ جائے لیکن وہ خواب نہیں تھا......! وہ اس سے ہم کلام تھا۔

''تمہیں پورا حق ہے اس پھول کو نہ لینے کا، مجھ سے ناراض ہونے کا!'' وہ اٹھ کر اس کے مقابل کھڑی ہوگئی، اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آگئی تھی۔ ''مجھے تمہیں بتائے بغیر نہیں جانا چاہیے تھا، مجھے تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دینے چاہیے تھے۔'' اب وہ دوسرا ہاتھ اٹھا کر اس کے آنسو صاف کر رہا تھا۔

''تم نے اس بار میری سالگرہ پر پھول کیوں نہیں بھیجا؟'' مشعل نے اس کے ہاتھ سے سفید پھول پکڑ لیا۔

''مجھے پھول لے کر خود جو آنا تھا۔'' اس نے اقرار کیا۔

''تمہیں چاندرات مبارک ہو۔'' مشعل نے کہا۔

''آج تو باتوں سے پھول جھڑنے کے ساتھ ساتھ بارش بھی ہو رہی ہے۔'' اور وہ دونوں کھلکھلا اٹھے تبھی اوپر گیلری سے ماہ رخ نے نیچے جھانکا تو حیران رہ گئی۔

''وہ دیکھو ماہ رخ! چاند نظر آگیا۔'' علی عون خوشی سے چلایا تھا۔

''آج تو دو دو چاند نظر آرہے ہیں، ایک اوپر آسمان پر اور ایک نیچے دھرتی پر......!'' ماہ رخ نے آسمان پر یکم شوال کا چاند دیکھ کر کہا اور دونوں کو ریحان کی آمد کا بتایا پھر وہ تینوں ایک ساتھ ہی نیچے پہنچے تھے۔ ثمینہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں، ذوالفقار بھی خوش تھے۔ رات دیر تک سب آپس میں گپ شپ لگاتے رہے، گلزار احمد کے ذکر پر سب کی آنکھیں نم ہوگئی تھیں۔

دستک کی آواز پر اس نے دروازے کی جانب دیکھا، جہاں ریحان ہاتھ میں ایک پیکٹ اٹھائے کھڑا تھا۔ ماہ رخ نے آنکھوں کو گول گول گھما کر ان دونوں کی جانب دیکھا اور ساتھ ہی ریحان کو اندر آنے کی دعوت دی۔

''دیر سویر، تمہیں تمہاری منزل مل ہی گئی۔'' ماہ رخ نے مسکرا کر کہا۔

''یقین کامل ہو تو منزل مل ہی جاتی ہے۔'' وہ منمنائی۔

''اس منزل کے دو مسافر ابھی بھی گم ہیں۔'' ماہ رخ نے کہا۔

''ان دونوں مسافروں کو بھی آنا تو اپنی منزل پر ہی ہے، ایک نہ ایک دن وہ بھی ضرور آئیں گے۔'' اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے مشعل کی بجائے ریحان نے جواب دیا۔ پھر وہ بولا۔

''عید تو کل ہے، ابھی ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟'' ماہ رخ بے ساختہ کھلکھلا اٹھی۔

''کباب سے ہڈی نکالنے کا اچھا طریقہ ڈھونڈا ہے آپ نے......!'' اور وہ جھینپ سا گیا۔

''اگر چائے کے ساتھ پکوڑے بھی مل جائیں تو؟'' ماہ رخ نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''پھر تو اور بھی اچھی بات ہے۔'' ریحان نے کہا۔

''میں ہمیشہ اچھا ہی کہتی ہوں۔ ویسے آپ کو مزے کی بات بتاؤں؟ اس مرتبہ پورے رمضان المبارک میں پکوڑے مشعل نے ہی بنائے تھے۔''

''اچھا......!'' ریحان واقعی حیران ہوا تھا پھر وہ اٹھ کر چائے بنانے چلی گئی اور کمرے میں وہ دونوں رہ گئے۔

''تمہیں کیسے پتا چلا کہ میرا عید کا جوڑا ہرے رنگ کا ہے؟'' ریحان نے پیکٹ کھول کر ہرے رنگ کی چوڑیاں اسے پہنانا شروع کیں تو وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھی۔

''دیکھ لو، دل کو دل سے راہ ہوتی ہے، بس پتا چل گیا۔'' وہ اسے ساری چوڑیاں پہنا چکا تھا۔ مشعل کی نگاہیں اپنے سفید بازو پر سجی ہرے رنگ کی چوڑیوں پر جمی ہوئی تھیں اور ریحان کی مشعل کے سراپا پر...... آنکھیں چار ہونے پر وہ دونوں آسودگی سے مسکرادیے تھے۔

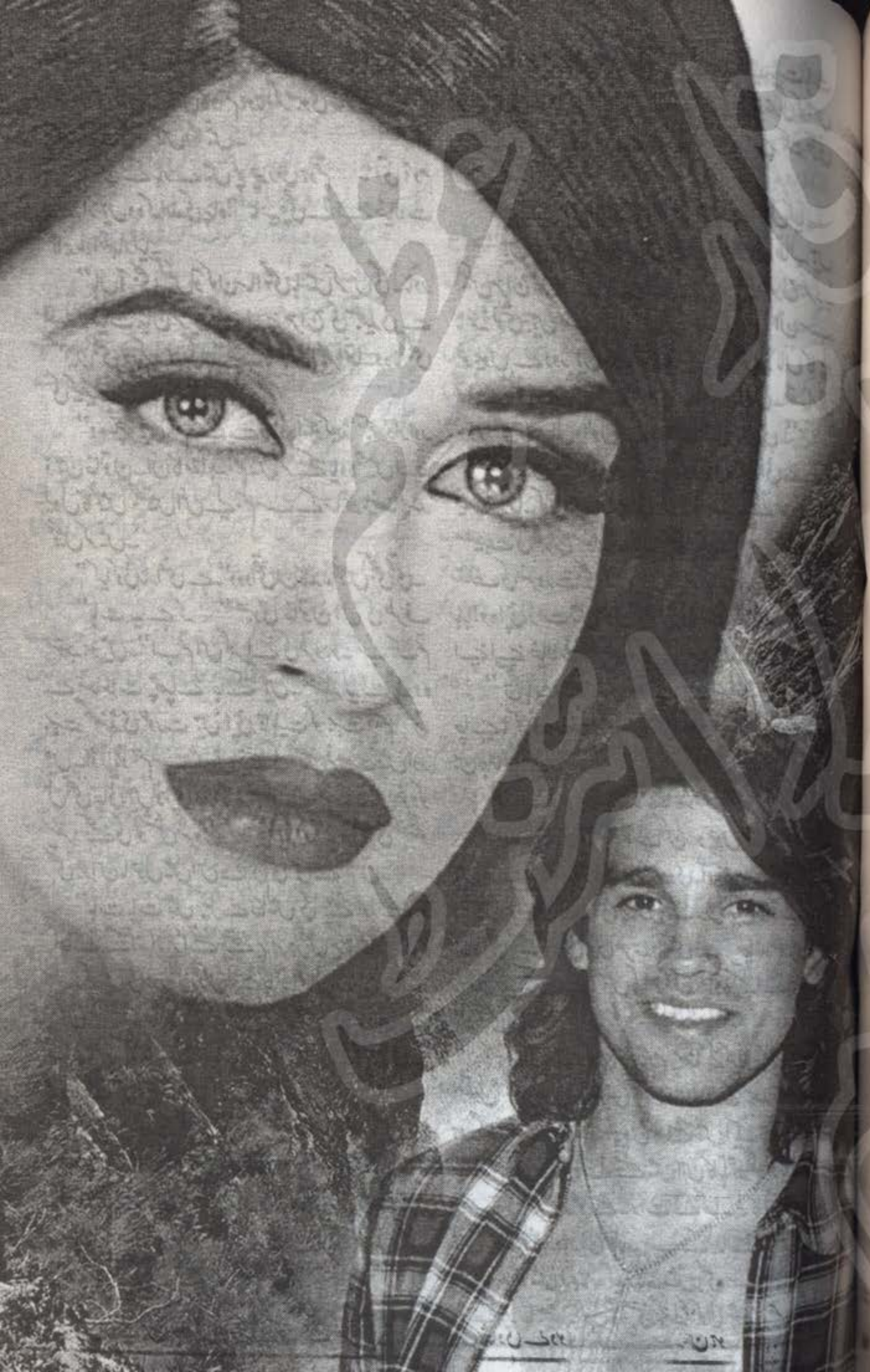

بانٹتے چلو پیار

طلعت آغاز

عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر

بند مٹھی میں کوئی جگنو چھپاؤں جاناں
ان اندھیروں میں کوئی دیپ جلاؤں جاناں
ساری محفل کی سنی تم نے جو خاموشی سے
آج کچھ اپنی بھی رو داد سناؤں جاناں

وہ جب سے اس گھر کی بہو بن کر آئی تھی خود کو تمام سسرالی رشتے داروں کے درمیان گھرا پایا۔

ساس (صبوحی خاتون) بہت خوش اخلاق اور خوش گفتار خاتون کے روپ میں ملیں۔ اپنی اسی عادت کی بناء پر وہ اپنی تمام دیورانیوں، بیٹیوں اور ان کے شوہروں تک کے دل پر راج کر رہی تھیں۔ سب ہی رشتہ دار باری باری ان کے گھر آتے اور وہ سب کی ہی ناز برداریاں یوں کرتیں جیسے پہلی بار وہ ان کے گھر آئے ہوں۔ وہ ان کی اکلوتی بہو بن کر آئی تھی اس لیے شروع دن سے ہی سب اسے بہت توجہ دے رہے تھے، خوب محفلیں جمتیں۔ اس کی نند رمشا نے جو بھائی کی شادی اٹینڈ کرنے آئی ہوئی تھی، کچن کا کام سنبھال رکھا تھا۔

صبوحی خاتون کی دیورانیاں ان کی بچیاں بہت ہنس مکھ طبیعت کی تھیں، اس سے بہت محبت سے پیش آتیں کیونکہ ساس ان بہن بھائیوں میں بڑی تھیں، اس لیے ان کی دو تین دیورانیاں تو بالکل نئی دلہن کی طرح ہی تھیں۔ دوسرے نمبر والی ثانیہ چچی تو بالکل دوستوں کی طرح تھیں۔ ملنساری اور بزجستگی ان کے مزاج میں تھی، ہنستے ہنستے کوئی غلط جملہ منہ سے نکل جاتا تو خود ہی زبان دانتوں تلے دبا کر ہنس دیتیں اور ان کا یہ انداز سب ہی کو ہنسنے پر مجبور کر دیتا۔ کوئی بڑا پن ان میں نہ تھا ہمیشہ اپنی دونوں تینوں دیورانیوں کو فارغ اوقات میں لیے پہنچ جاتیں چونکہ سب کے گھر قریب قریب تھے اس لیے آنے جانے کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ اب بھی انیتا چچی آئی ہوئی تھیں۔

"امی...... میں نے دو دن سے بھابی سے بات نہیں کی ہے۔" عروبہ بیڈ میں آن گھسی جو اپنے فائنل ٹیسٹ کی وجہ سے ملنے نہیں آسکی تھی۔ چچی کو ہٹا کر اس کے پاس آ بیٹھی۔

"تو بیٹھو نا......" چچی کھسک گئیں۔

"دو دن سے تم نہیں آئیں لیکن ان دو دنوں میں میرے کان تو تم نے کھا لیے کہ بھابی کیسی ہیں؟" ان کے بولنے کا انداز ہی ایسا تھا کہ سب ہنس دیئے۔

"کیوں نہیں پوچھوں گی، اس خاندان کی سب سے بڑی اور پیاری بہو میری بھابی جو بن کر آئی ہیں۔" وہ گلے میں باہیں ڈال کر لاڈ دکھاتی۔

لڑکے بھی اتنے ہی دوستانہ مزاج کے تھے اکثر فارغ اوقات اس کے کمرے میں آتے، کبھی آئسکریم، کبھی پیزا تو کبھی فالودہ حالانکہ فرخ اس کے فریج میں دل بہلانے کو یہ سب چیزیں لا کر ڈھیر لگا تا رہتا لیکن بچوں کی محبت کا کوئی نعم البدل نہ تھا۔ وہ اس کی دلبستگی کے بہانے ڈھونڈتے تو وہ ناقدری کیسے کرتی۔ سب بھابی...... بھابی کہہ کر محبت کا بے ساختہ اور برملا اظہار کرتے جو اسے اس نئے ماحول میں بہت اچھا لگتا لیکن...... پانچویں نمبر والی عنبر چچی جنہیں شادی کے دنوں میں اس نے دلہن ہونے کی بناء پر

کم ہی دیکھا تھا۔ وہ خوش شکل ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ مغرور بھی لگیں۔ یہ اس کا وہم ہوتا اگر صبوحی خاتون اس وہم پر صداقت کی مہر نہیں لگاتیں۔

"کن کے بارے میں پوچھ رہی ہو تم......؟ اتنی آدم بے زار ہیں وہ کہ اللہ کی پناہ!" تانیہ چچی نے اپنے خیالات کا برملا اظہار کیا۔

"ہاں آ بھی گئیں تو کون سا اچھی باتیں کریں گی۔ نادر فلسفۂ حیات بیان کریں گی۔ اپنے مزاج کی سنجیدگی سے تمہیں بھی بور کردیں گی۔" سب کا قہقہہ ابھرا تھا۔ وہ نا سمجھی کی کیفیت سے دیکھے گئی۔

"وہ ٹیچر ہیں، ہم سب سے زیادہ ایجوکیٹڈ، سمجھ دار اور ذہین خاتون۔ ان کا مقابلہ ہم نہیں کر سکتے یا وہ ہمیں اپنے لیول کا نہیں سمجھتیں اس لیے ہم سب کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتیں۔"

"کیا کوئی ناراضی ہے۔" وہ واقعی ان کا مدعا نہیں سمجھی تھی۔

"بات یہ ہے کہ......" صبوحی خاتون اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔ "اب تم اس گھرانے کی فرد ہو۔ کب تک تم سے معاملات چھپائے جاسکتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ وہ بہت گھمنڈی عورت ہیں، اپنی قابلیت کو بہت اہم سمجھتی ہیں۔ اوّل تو ہم سب میں مل بیٹھنے کی انہیں فرصت نہیں اور مل بھی جاتی ہیں تو اپنی جداگانہ گفتگو سے ہم سب میں خود کو منفرد سمجھنے کی کوشش شروع کردیتی ہیں۔" یہ پہلی منفی گفتگو تھی جو اس ماحول میں اس نے سنی بھی کسی کے متعلق۔

"بات بات میں کیڑے نکالیں گی، پہننے اوڑھنے پر، کھانے کے انداز پر، اٹھنے بیٹھنے پر، ہر ہر عمل پر ناگواریت کا اظہار کریں گی اور بس نہیں چلے گا تو اقوال زریں سنانے لگیں گی۔ پڑھائی کے متعلق پوچھنے لگیں گی۔ آج کے نصاب اور مستقبل کے نصاب کا موازنہ کرنے لگیں گی۔"

عروبہ نے بھی اپنی تیکھی ناک چڑھائی۔

"اب ہر وقت کی یہ عالمانہ گفتگو ماحول کو بوجھل ہی بنا سکتی ہے۔ شگفتہ نہیں کرسکتی ہم نے ناگواری کا اظہار کیا تو وہ کٹی کٹی رہنے لگیں ہم سب سے، بس تقاریب وغیرہ میں آنا جانا، ملنا ملانا ہوجاتا ہے۔ نہ انہوں نے ہم میں مکس ہونے کی کوشش کی نہ ہم نے خواہش کا اظہار کیا۔ بھئی سچی بات تو یہ ہے کہ ملنے کی چاہ بھی ان لوگوں سے ہوتی ہے جن کی نظر میں ہماری بھی کوئی حیثیت ہو۔ اب بات بات پر اپنا مذاق بنوانا کون چاہتا ہے دو چار دن کی زندگی کو ہنس کھیل کر گزار لینا چاہیے نا کہ قدم قدم پر نکتہ چینی کرکے......"

"بچے نہیں ہیں ان کے......؟" اس نے سوال کیا۔

"ہیں...... تین بیٹیاں ہیں، تینوں اسکول کی طالبہ ہیں لیکن مزاج میں وہ بھی ماں پر ہی گئی ہیں۔ جس طرح عروبہ، نائمہ، نوشی ہیں سب میں گھل مل جانے والی، ان سب خوبیوں سے دور ہیں وہ۔ کبھی آئیں گی بھی تو ماں کا پلو تھامے بیٹھی رہیں گی، جیسے ہم ان کے دشمن ہوں۔ ملنساری تو ذرا بھی ددھیال والوں سے وراثت میں نہیں ملی۔"

"پتا نہیں کیسے اماں نے ہم لوگوں کی دیورانی بنانے کا فیصلہ کرلیا۔ کون سی ادا بھائی کہ ہم سب کے سروں پہ مصیبت کی طرح سوار کردیا۔ بھئی سب ہم مزاج ہوں تو تکلف کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ جو چاہے بولو۔ اچھا ہے بابا! وہ اپنی ذات میں خوش، ہم اپنی ذات میں......" سب اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرکے اٹھ چکے تھے۔

"صحیح بات ہے زندگی کو تو ہلکے پھلکے انداز میں ہی گزارنا چاہیے نا کہ خود ساختہ الجھنوں میں خود کو گرفتار کرکے مریض بن جانا چاہیے۔"

......☆☆☆......

"ارے بھابی......! آپ کن سوچوں میں گم ہوچکی ہیں، رکیے نا...... شادی کی مووی آچکی ہے، چلیں نا دیکھیں۔ ایمان سے اتنی پیاری لگ رہی ہیں نا آپ، میں نے اتنی حسین دلہن پہلی مرتبہ دیکھی ہے۔ چاند سورج کی جوڑی لگ رہی ہے۔" اس کی تعریف پر وہ مسکراتے ہوئے اٹھ بیٹھی تھی۔

آہستہ آہستہ لوگوں کا ہجوم چھٹا، لڑکیاں، لڑکے بھی اسکول، کالج کی چھٹیاں ختم ہونے کے بعد مصروف ہوگئے۔ اب بھی سب چچیوں کا ہفتے میں ایک چکر لگ ہی جاتا۔ صبوحی خاتون نے میٹھے میں اس کا ہاتھ لگوادیا۔ جس پر سب ہی لوگ مدعو تھے۔ رات کے کھانے کا انتظار تھا۔ فرخ بہت سنجیدہ مزاج تھا۔ سب کے سامنے بالکل لیے دیئے انداز میں رہتا۔ گیدرنگ میں بھی سب سے الگ صوفے پر جا بیٹھا۔ کوئی ذومعنی جملہ، کوئی شوخ فقرہ، کوئی

چوری چھپے ہونے والی نظروں کی واردات ایسا کچھ بھی نہ ہوتا۔ زیادہ شوخ مزاج تو وہ بھی نہیں تھی لیکن اتنا روکھا پھیکا رویہ کہ سب کے سامنے بات کرنا تو درکنار دیکھنے میں بھی محتاط رویہ اپناتا۔ اس کا یہ انداز اب تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ تنہائی میں البتہ بہت رومینٹک ہوتا۔

"آج بے حد خوب صورت لگ رہی ہو۔ لگتا ہے بلیو کلر تمہارے لیے ہی بنا ہے۔ کتنی دل کشی ہے تمہاری سنہری رنگت میں۔" وہ بے حد گہری نگاہوں سے اسے دیکھتا۔

"اچھا! سب کے سامنے تو مجھے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اب تشبیہات سوجھ رہی ہیں محترم کو۔ میں نے کتنی مرتبہ آپ کو نوٹ کیا ہے کہ سب کے سامنے کسی بھی گفتگو میں میرا ذکر تک نہیں کرتے آپ۔ جیسے آپ سے میرا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔"

"ارے نہیں یہ تمہارا وہم ہے۔" وہ ہنسا۔ "اب سب کے سامنے کیا وارفتگی دکھاؤں میں بات بات پر۔ یہ بھی تو اچھی بات نہیں، سب کزنز مجھ سے چھوٹے ہیں۔ بڑوں کو ذرا سنجیدہ بن کر رہنا چاہیے۔" وہ مسکرایا۔

"کیا سب کے سامنے دیکھنے پر بھی پابندی ہے یا کام کی باتوں پر بھی روک ٹوک ہے؟"

"اب ایسا بھی نہیں بس تمہیں احساس نہیں ہوتا۔ تم کوئی نظر انداز کرنے والی چیز ہو بھلا۔" وہ شرارت پر آمادہ ہوا تو وقتی طور پر اس کا دھیان بھی بھٹک گیا لیکن دل پر جمنے والی میل چھٹ سکتی ہے بھلا۔

کچھ انہونی کا احساس اسے ہورہا تھا۔ سب کی محبتیں ایک طرف لیکن اپنے دل میں بپا ہونے والے اس کھٹکے سے کچھ چوکنا سی ہوچکی تھی۔ یہ احساس خود فرخ کی نظروں نے دلایا تھا اور کچھ صبوحی خاتون کی گرفت لیے نظروں کو بھی پہچان رہی تھی۔

ناشتے سے رات گئے تک جب تک وہ دونوں بیڈ روم میں نہیں آجاتے وہ اس کے گرد چکر لگاتی رہتیں۔ کبھی دودھ کا گلاس، کبھی جوس تو کبھی کٹے ہوئے پھل فریج سے نکال کر ثمرن بھابی کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہوتی۔

"آپ کو تو کھانے پینے کی بھی یاددہانی کروانی پڑتی ہے بھائی! آفس میں تو گم رہتے ہی ہیں کہ آنکھیں ترس جاتی ہیں پورا دن آپ کو دیکھنے کے لیے۔ آپ بھی بھائی کا دھیان نہیں رکھتیں بھابی! بھائی کو بھی صحت کا احساس دلائیں اور اپنا بھی دھیان رکھیں۔" چاؤ چونچلے سے بولتی وہ بہت کچھ اسے سمجھا رہی تھی۔

"کمرے میں ہی رہیں مگر یہ پھل کھالیں۔" فرخ ہنسا جیسے کسی نے چوری پکڑلی ہے۔

"میں آ ہی رہا تھا اس طرف، بس ٹی وی پر یہ ٹاک شو میں مصروف ہوگیا۔"

"ٹی وی صرف آپ کے کمرے میں نہیں، لاؤنج میں بھی ہے، چلیے وہاں سب جمع ہیں آیئے۔ بھابی آپ بھی......" بہت خوب صورتی سے وہ بات بناتی وہاں سے چلی گئی۔

رات کے بارہ، ایک بجے آپ لاؤنج میں بیٹھیں گے تو اٹھیں گے کب؟ صبح آپ کو آفس بھی پہنچنا ہوتا ہے۔ صحت کے لیے دودھ، پھل ہی نہیں پوری نیند بھی ضروری ہوتی ہے۔" اسے نہ چاہتے ہوئے بھی غصہ آگیا۔

"تم اس مسئلے میں مت بولا کرو حریم! میں پہلے بھی ٹی وی لاؤنج میں ہی بیٹھا کرتا تھا گھر والوں کے ساتھ۔ اب یہاں آجاتا ہوں تو کیا ان لوگوں کو میری کمی محسوس نہیں ہوگی؟" وہ مشتعل ہوا۔

"میں نے کبھی منع کیا ہے ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے پر۔" اس کا گلا رندھ گیا۔ "آدھی آدھی رات تک گپیں لگانا کہاں کی عقل مندی ہے۔ ابھی وہیں سے اٹھ کر آئے ہیں آپ، بلکہ میں خود وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ چاہتی تو اپنے کمرے میں آرام کرسکتی تھی صرف وضع داری نبھا رہی ہوں۔ ورنہ پورا دن ان لوگوں کے ساتھ ہی میرا گزرتا ہے۔ کیا یہ ٹائم بھی میرا اپنا نہیں ہوگا؟"

"تم خوامخواہ چھوٹی سی بات کو بڑھا رہی ہو حریم! یہ بھی تو دیکھو انہوں نے اپنی خدمت کے لیے ہمیں آواز نہیں دی ہے بلکہ وہ ہم دونوں کی کمپنی انجوائے کرنا چاہتی ہیں۔ کسی پل کے لیے بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتیں۔ یہ ان کی محبت ہے جس کی قدر کرنی چاہیے، اس طرح گھر والوں کے لیے دل میں مقام بڑھے گا باقی ہم دونوں تو دل سے ایک دوسرے کے ہی ہیں۔" وہ بہت ملائمت سے گھر والوں کا مقام سمجھا رہا تھا۔

"وقتی جذباتیت اور ماحول سے فرار دلوں میں بدگمانی

کو جگہ دیتی ہے۔ تو کیا ضرورت ہے ہمیں دلوں میں کدورتیں پیدا کرنے کی۔ دل کو بڑا کرو ان کا یہ فعل ہم دونوں کے درمیان دوری نہیں پیدا کرے گا بلکہ ہم سب کے درمیان محبت اور خلوص کو جنم دے گا۔ ساتھ رہ کر بڑے سے بڑا دکھ کا لمحہ بھی شیئر ہو جاتا ہے۔" اس کی سب باتیں اچھی تھیں لیکن اگر دل ان لوگوں کی طرف سے آہستہ آہستہ مکدر نہ ہونے لگتا۔

صبوحی خاتون کا مزاج ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ فرخ کی غیر موجودی میں بھی اس طرح سے خیال رکھتیں کہ زیادہ گھریلو کام نہیں کرنے دیتیں خود یا ثمرن کالج سے آنے کے بعد ہی کرتیں۔

"تھک جاؤ گی، جاؤ آرام کرو۔ آہستہ آہستہ تو تمہیں ہی سب کچھ سنبھالنا ہے۔" وہ کہہ کر کچن سے باہر نکال دیتیں اور فرخ کے آجانے کے بعد ان کی نگاہیں بیٹے کے گرد ہی طواف کرتی رہتیں۔ ایسے اس کا خیال رکھتیں جیسے صرف وہی ہوں فرخ کی پروا کرنے والی ان کے بیٹے کی زندگی میں ابھی کوئی اور آیا ہی نہ ہو۔ اسے محسوس ہوتا جیسے فرخ سے اس کی سنگت کا ہر لمحہ وہ چھین لینا چاہتی ہوں اور اس کے ہر لمحے کا کڑا حساب وہ رکھنے والی ہوں۔ ان کے اس پراسرار رویے پر وہ گھبرا سی گئی۔ بہت الجھنوں کا شکار ہوگئی۔ ان ہی سوچوں میں مغموم بیٹھی تھی کہ عروبہ آ گئی۔ خوب صورت تراش خراش کے کپڑوں میں بالوں کی اسٹیپ کٹنگ کرائے وہ بے حد پُرکشش لگ رہی تھی۔ پور پور سے خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ وہ جلدی جلدی بیڈ شیٹ درست کرنے لگی۔ صبح سے بے دھیانی میں ایسے ہی پُرشکن تھا۔

"کیا کر رہی تھیں بھابی! ارے ابھی تک آپ نے کمرے کی سیٹنگ نہیں کی، خیریت تو ہے...... طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپ کی۔" اس نے بغور دیکھا۔

"نہیں...... ٹھیک ہوں۔ اصل میں موسم ایسا سست کر دینے والا طاری ہے کہ ناشتے کے بعد ہی دوبارہ نیند آنے لگتی ہے۔ اب میں اٹھ ہی رہی تھی، تم سناؤ کیسی ہو؟ کالج نہیں گئیں؟"

"میں آپ کے سامنے ہوں ایک دم فریش!" وہ چہکی۔ مخروطی موٹی آنکھوں میں کاجل اور مسکارا عجیب ہی بہار دے رہا تھا گرچہ کہ یہ بے محل سجنا سنورنا تھا لیکن وہ گھر میں بھی ایسے ہی رہا کرتی تھی۔

"رہی کالج کی بات تو اب ہم انٹر کے پیپرز تک کالج سے فری ہو چکے ہیں۔ اس لیے سوچا پہلے آپ سے مل لوں۔ تائی اور ثمرن سے مل چکی ہوں۔ اب آپ سے تھوڑی دیر گپ شپ چلے گی۔ چینل چینج کیجیے نا بھابی! سلمان خان کی مووی آ رہی ہے۔ میں وہی آپ کے ساتھ دیکھنے آئی ہوں ابھی ثمرن بھی سالن چڑھا کر آ رہی ہے۔ نائمہ بھی آتی ہی ہوگی۔" وہ ہنسی۔

"تم نے ابھی تک وہ فلم نہیں دیکھی۔" اسے بڑی عجیب اور بچگانہ بات لگی اس کی اور پھیکی ہنسی کے ساتھ ریموٹ اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور خود برش لے کر اپنے بال سلجھانے لگی۔

"سلمان کی فلم تو جتنی بار دیکھ لوں کم ہے، کسی بھی چینل پر اس کی فلم چل رہی ہو تو میں چینل چینج نہیں کرنے دیتی۔" مزے لیتی وہ پسندیدہ چینل لگا کر بیٹھ گئی وہ بھی فل آواز پر۔

"تھوڑی سی آواز کم کر دو عروبہ! میں نے ابھی سر درد کی گولی لی ہے۔"

"اوہ...... سوری بھابی!" اس نے دوبارہ آواز کم کر دی۔ "اصل میں ہم لوگ شروع سے ہی ایک ماحول میں رہے ہیں، سب کزنز ایک ہی مزاج کے تھے ہلچل مچانے والے، شور و غل کے عادی۔ اس لیے تیز آواز کا اثر کانوں پر ذرا کم ہی پڑتا ہے۔" بولنے کا انداز بھی اس کا بے حد تیز تھا۔ اپنے دل کی بات کیا کہتی سب ہنسی خوشی بات تو کر لیتے لیکن راز دار کسی کو نہیں بنا سکتی تھی۔

میکے جانے کی اجازت مانگتی تو اس کی ساس بے حد اشتیاق سے اجازت دے دیتیں، جیسے اس بات کی وہ کب سے منتظر ہوں۔ واپس آتی تو فرخ کا انداز ہی عجیب ہوتا، ماں بہن کے پاس سے اٹھتا ہی نہیں۔ کمرے میں آ کر بھی تکلف کا سرا آہستہ آہستہ کھلتا۔ اس لیے میکے کے نام سے کچھ محتاط ہوگئی تھی لیکن اس روز امی کا فون صبح ہی آ گیا۔ ان کا دل گھبرا رہا تھا اس سے ملنے کو ان کا دل چاہ رہا تھا، اس لیے وہ تیار ہوگئی کہ فرخ آفس جاتے ہوئے گھر چھوڑ دے گا اور نہ جاتی تو زندگی میں چھا جانے والے آسیب کی

پُراسرار گتھی کیسے سلجھتی۔

"آپ آفس سے واپسی پر مجھے لے لیجیے گا میں تیار رہوں گی۔"

"امی کی طبیعت خراب ہے، دو چار دن رہ لو گی تو ان کا دل بھی بہل جائے گا۔" صبوحی بیگم اسی وقت کمرے میں داخل ہوئیں۔

"کوئی خاص خراب نہیں ہے امی! بس ماؤں کے دلوں کا تو پتا ہے آپ کو، بیٹیوں سے ملنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔" وہ مسکرائی۔

"رہ کر بھی کیا کر لوں گی میں، بھابی تو کوئی کام کرنے نہیں دیتی۔ امی کی تیمارداری، دل جوئی بھی بیٹیوں سے بڑھ کر کر لیتی ہیں۔"

"یہ تو صحیح بات ہے لیکن یہاں بھی تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ نا ہو کہ ارسہ آپا سمجھیں کہ ہم نے کوئی پابندی لگائی ہوئی ہے۔"

"یہی تو بات ہے کہ ابھی تک آپ نے مجھے ذمہ داریوں کے قابل ہی نہیں سمجھا۔" اس کا دل خاک ہو گیا، ان کی لپک جھپک کر ہر کام خود سے کر لینے والی عادت اسے کھٹکتی اور جس کام کو انجام دینے سے وہ رہ جاتیں ثمرن بیڑا اٹھا لیتی۔ بڑی خوش اسلوبی سے اسے ہٹا دیتی۔

"نہیں! انہیں آپ کی عادتوں کا پتا ہے کہ ابھی تک آپ لوگوں نے اس گھر کی باگ دوڑ سنبھالی ہوئی ہے۔" دل کا ایک جلتا پھپھولا پھوڑ کر اس نے پرس اٹھا لیا۔ وہ عجیب نظروں سے دیکھے گئیں۔

"اپنے بھائی کے ساتھ آ جانا، فون کر کر کے فرخ کو پریشان نہیں کرنا۔ آفس میں سو طرح کے کام ہوتے ہیں، سو طرح کے لوگوں سے ڈیلنگ ہوتی ہے۔ خوامخواہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے مرد کو پریشان کرنے سے مرد بھی چڑ چڑے ہو جاتے ہیں۔" اس نے کوئی جواب نہ دے کر مزید انہیں چڑایا۔

فرخ کو شام کو فون کیا کہ آ کر اسے لے جائے اس نے بڑی صفائی سے انکار کر دیا۔ کہ ابھی تو میٹنگ میں مصروف ہوں تم آذر بھائی کے ساتھ گھر چلی جاؤ۔

"وہ بھی مصروف ہیں فرخ! آپ جب بھی فارغ ہوں مجھے لے لیجیے گا، میں تیار ہو جاؤں گی۔" وہ جانتی تھی اس کے ساتھ آنے پر صبوحی خاتون کا موڈ بگڑ جائے گا اس لیے وہ انکار کر رہا تھا۔

"کوشش کرتا ہوں حریم! جانے کب فارغ ہوں، ویسے بھی تمہارے گھر کا روٹ بالکل مختلف ہے۔ شام کو تھکن کے مارے بس گھر ہی جانے کا دل چاہتا ہے۔"

"بہانے مت بنائیں فرخ! صاف صاف بات کیا کریں، مجھے سب پتا ہے آپ امی سے ڈرتے ہیں کہ وہ میرے ساتھ آپ کو دیکھنا نہیں چاہتیں۔"

"فضول باتیں مت کرو، وہ بھلا ایسا کیوں چاہیں گی۔" اس نے گڑبڑا کر اسے ڈانٹا۔

"اسی "کیوں" کا جواب میں ڈھونڈ رہی ہوں، جس سے آپ بھی واقف ہیں بس بتانا نہیں چاہتے۔" اس نے فون پٹخ دیا اور اسی وقت گھر جانے کا فیصلہ کر لیا۔

❁ ...... ☆ ...... ❁

کھولتے دل و دماغ سمیت اندر داخل ہوئی تو صبوحی خاتون نیچے نہیں تھیں۔ اوپر سے باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اپنے کمرے میں پرس رکھ کر چادر اتار کر اوپر جانے لگی۔ زینہ عبور کر کے جیسے ہی بڑے کمرے میں جانے لگی کہ صبوحی خاتون کے رونے کی آواز نے جیسے دل دہلا دیا۔ ان کے گھٹ گھٹ کر رونے کی آواز وقفے وقفے سے آ رہی تھی۔ وہ دانستہ رک گئی بڑی چچی کی آواز آ رہی تھی۔

"چپ ہو جائیں بھابی! کیوں خود بھی پریشان ہو رہی ہیں اور بیٹے کو بھی پریشان کریں گی۔ آپ کی صورت دیکھ کر کیا فرخ پریشان نہیں ہوگا۔ اس کے آنے سے پہلے خدا کے لیے خود کو سیٹ کر لیں، پلیز بھابی! اپنے بیٹے کے لیے اس حقیقت کو قبول کر لیں، ورنہ ایک بار اس کے دل میں بدگمانی نے جڑ پکڑ لی تو بیٹا آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ جس کے ڈر میں آپ اندر ہی اندر پگھل رہی ہیں۔"

"میں نے عروبہ کا رشتہ مانگنا چاہا میرے بیٹے نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس کی اور میری عمر میں بہت فرق ہے یہ میری پہلی خواہش میرے بیٹے نے رد کی۔ اس تابعدار بیٹے سے مجھے یہ امید نہیں تھی۔ بہت سمجھایا، بہت آنسو بہائے لیکن وہ تو جیسے گم صم ہو کر رہ گیا تھا۔ تب میں غیر کا دروازہ کھٹکھٹانے نکلی، حریم کے رشتے پر بغیر دیکھے ہاں کر دیا۔ آج کم از کم یہ بے اطمینانی میرے اندر زہر بن کر

دوڑتی تو نہیں کہ کوئی غیر میرے بیٹے کو آ کر ہتھیا لے گی۔ عروبہ کی طرف سے ایک اطمینان تو ہوتا کہ اسی خاندان کی ہے ماحول میں رچنے بسنے میں ٹائم بھی نہیں لگے گا اور بیٹے کی طرف سے بھی بے فکری رہتی۔"

"دیکھیں بھابی! آپ کا بیٹا صحیح رہے گا تو حریم آپ کے سکون کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گی۔ اس لیے میری یہی صلاح ہے فرخ کو ہاتھ میں رکھیں۔ اس کے آرام و سکون کا اتنا خیال رکھیں کہ آپ سے دوری اس کے لیے سوہانِ روح بن جائے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب آپ اس کی خوشی میں اپنی خوشی ظاہر کریں گی' ساتھ ساتھ حریم کو بھی قابو میں رکھیں۔ کبھی وہ آپ کے ڈر کو سمجھ نہ سکے۔ یہ جو منٹوں میں آپ بھڑک اٹھتی ہیں نا اسے ذرا قابو میں کیجیے ورنہ بیٹا تو آپ ہاتھ سے جائے گا ہی' ساتھ دنیا والوں کی چار باتوں کے لیے ڈر کو تیار رکھنا پڑے گا کہ اتنی جلدی بہو بیٹے کی محبت کھٹکنے لگی اور حریم میدان مار لے گی۔" یہ تھیں ثانیہ چچی خوش اخلاق' خوش گفتار' بات بات پر زبان دانتوں تلے دبا کر معصوم بننے والی خاتون' اس وقت الگ ہی روپ میں اس کے سامنے تھیں۔

"بہت اپنے دل کو سمجھاتی ہوں' بہت اپنے من کو مارتی ہوں لیکن عنبر کی طرف سے جو تجربہ ہوا کہ میرا چہیتا دیور...... میری ہر بات پر سر جھکانے والا ذیشان میرے ہاتھ سے نکل گیا اب تو شاذ و نادر ہی رسم دنیا نبھانے آ جاتا ہے لیکن عنبر معرکہ مار گئی۔ وہ جنگ میں حریم کو جیتنے نہیں دینا چاہتی۔"

"وہ بہت اعلیٰ پائے کی چیز ہے۔ کالج یونیورسٹی کی خاک چھانتے چھانتے کیا مردوں کو گرفت میں کرنے کے گر سے واقف نہیں ہوئی ہوگی۔ تعلیم صرف لفظوں کی ہیرا پھیری نہیں سکھاتی بلکہ بہت کچھ سکھاتی ہے۔ اماں کو اپنی بھتیجی کچھ زیادہ ہی بھا گئی تھی خود تو اس جہانِ فانی سے گئیں ایک چھوٹ ڈالنے والی عورت کو ہمارے خاندان سے منسلک کر گئیں ورنہ سب دیور آج بھی اماں کے بعد آپ کے پلو سے بندھے ہوتے۔ اس نے آتے ہی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ کر لی۔" چچی نے بے زاری سے کہا۔

"اور باتیں کیسی کرتی ہیں جیسے ان سے زیادہ عالمہ و فاضلہ کوئی نہیں۔ بس منفرد نظر آنے کا جنون اسے کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔ وہ بھی بچوں والی ہے۔ دیکھتے ہیں خاندان سے کٹ کر رہنے والی کو کون اپناتا ہے۔" یہ منجھلی چچی تھیں۔

"یہی ڈر تو مجھے حریم سے ہے کہ میرا بیٹا بھی کسی جادو کے اثر میں گرفتار ہو کر نکل گیا تو میں ہاتھ ملتی رہ جاؤں گی۔" ان کی آواز میں پھر سے نمی آ گئی تھی۔ بہت ملی جلی آوازیں تھیں۔

اتنی تنگ نظری' تنگ دلی اور اتنی گندی گھریلو سیاست سے تو وہ آج ہی روشناس ہوئی تھی۔ صبوحی خاتون' ثمرن کی ساری عنایتیں جو وہ بیٹے کی خوشنودی کے لیے نچھاور کرتی تھیں اصل میں فرخ کا سکون نہیں تھیں بلکہ اس کے گرد جال کا ایسا تانا بانا تھا جو گرفت میں کرنے کے لیے بُنا جا رہا تھا اور سب کے سب ان کے حق میں بول رہی تھیں جیسے اس سے کوئی واسطہ نہ ہو۔

ساری تعریفیں اور ہنسی منہ دکھاوے کی تھیں' ان لوگوں کا باطن کچھ اور تھا۔ وہ خاموشی سے نیچے اتر گئی۔

سارے سوالوں کا جواب آج مل گیا تھا۔ عنبر چچی سسرال سے الگ کیوں ہوئی تھیں؟ انہوں نے کیا کیا تھا؟ اس سے اسے کوئی سروکار نہیں تھا اسے بس اپنی زندگی کو دیکھنا تھا۔ اس ایک ڈر کے لیے صبوحی خاتون میاں بیوی میں دوری بڑھا دینا چاہتی تھیں' اسے تو گھر والوں نے یہ سکھایا ہی نہیں تھا کہ شوہر کو کیسے قابو میں کرتے ہیں۔ بہت دیر بعد وہ نیچے آئیں تو اسے کمرے میں دیکھ کر ٹھٹک گئیں۔

"تم...... کب آئیں؟" پیچھے سب لوگ بھی تھے وہ جان بوجھ کر بیڈ پر بکھری اپنی چادر تہہ کرنے لگی۔

"ابھی آئی ہوں۔ آج گرمی بہت ہے۔" اس نے خوامخواہ پیشانی سے پسینہ صاف کیا۔

"جاؤ ثمرن بھابی کے لیے شربت لے کر آؤ' فرخ نہیں آیا؟" انہوں نے ٹٹولتی نگاہوں سے اسے تاڑا۔

"نہیں! وہ کام میں مصروف تھے' میں خود چلی آئی۔" اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیسے اپنے دل کو قابو میں کرے۔ کیسے اپنے اندر کی تلخی کو چھپائے ڈرامہ باز تو تھی نہیں۔ جذباتیت بس کوٹ کوٹ کر بھری تھی کہ صاف صاف سامنے والے کے منہ پر سب کچھ اگل دیتی۔ آج بھی لگ رہا تھا چیخ چیخ کر سب کو بتا دے کہ تم لوگوں کی

اصلیت کھل کر میرے سامنے آ گئی ہے۔ تم لوگوں کی محبت' مکر و فریب کا ایک ایسا پردہ ہے' جس کے پیچھے تم لوگوں کے دوسرے چہرے چھپے ہیں۔

رات کو اس بھید کا بھی پتا چل گیا جب فرخ سے ایسے ہی باتوں میں باتوں اس نے پوچھ ڈالا کہ کیا عروبہ کا رشتہ آپ کے لیے مانگا تھا امی نے۔

"ہاں! تمہیں کیسے پتا چلا؟" وہ مسکرایا۔

"یہ کوئی چھپنے کی بات ہے بھلا' جہاں لڑکے لڑکیاں ہوتے ہیں وہاں اس قسم کی بات عام ہوتی ہیں۔ حیرت کی بات تو بس یہ ہے کہ آپ نے انکار کیوں کر دیا۔ وہ آپ کی خاندانی لڑکی تھی' آپ کی فیملی کے تمام اصول و قواعد کو سمجھنے والی اور شادی کے بعد یقیناً پاسداری بھی کرتی پھر انکار کی کوئی تک سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیوں! میں انکار کا حق نہیں رکھ سکتا کیا' یا میری کوئی مرضی نہیں تھی؟"

"جواز تو ہونا چاہیے۔"

"میری اس کی عمر میں بہت فرق تھا تمہیں نظر تو آ رہا ہوگا۔" وہ دوٹوک بولا۔

"جہاں اتنی خوبیاں ہوں وہاں دس بارہ سال کے فرق کا بہانہ بہت کم ہے۔ مجھے بھی تو آپ نے نہیں دیکھا تھا لیکن ماں کی پسند پر فوراً اقرار کیوں کر دیا۔ مجھ سے چھپانے کا کیا فائدہ فرخ! تمام حقیقت ایک ایک کر کے آشکار ہو رہی ہیں۔ ایک روز یہ بھی حقیقت کھل جائے گی خوامخواہ ہم دونوں کے بیچ ایک دوسرے کو نہ سمجھنے کا پردہ حائل ہو جائے گا۔ میں بیوی ہوں آپ کی' کون سا میں سب کے سامنے اس حقیقت کو کھولوں گی۔ عروبہ میری نظر میں بہترین لڑکی ہے۔ خوب صورتی اور خوش اخلاقی تو اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے' سب سے بڑھ کر امی کی پسند ہے۔"

"ہم کوئی اور بات نہیں کر سکتے۔ تم زبردستی مجھے نہ کریدا کرو اور یہ جو تم ہر بات کو ہوا بنا کر سر پر سوار کر لیتی ہو نا اس سے ذرا چھٹکارا پاؤ۔ یہ ٹینشن نہ تمہیں سکون سے رہنے دے گی نہ مجھے۔" بول کر اس نے منہ پھلا لیا۔

"لیکن یہ چھوٹی چھوٹی باتیں نہیں' میری زندگی میں کچھ ننگی تاریں ہیں جہاں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی غلط قدم اٹھ گیا تو میری موت تیار کھڑی ہے۔" وہ سوچ کر رہ گئی پھر اختلافات بڑھتے چلے گئے۔ جہاں بدگمانی آ جائے وہاں جھگڑے خودرو پودے کی طرح بڑھتے ہیں۔

صبوحی خاتون کو عدم تحفظ کا احساس چاٹ گیا۔ ان کے اکلوتے بیٹے پر حکمرانی کا شوق اس کے نوخیز ارمانوں کو اجاڑ بیٹھا۔ وہ تو کسی کو کسی سے جدا کرنے کا شوق لے کر ہی نہیں آئی تھی سب کے خود ساختہ خوف نے زندگی کی ہری بھری کھیتی میں سیم و تھور پیدا کر دیے تھے۔ اب اسے صبوحی خاتون اچھی لگتیں نا ان کے اہل خانہ۔ سب کے سب ایک لڑی میں پروئے نظر آتے۔ ضرورتاً بات کر لیتی بلکہ کتنے سوالوں کا جواب رکھائی میں دیتی اندر بڑھ جاتی۔

صبوحی خاتون کی پیشانی پر بل پڑ جاتے اس کے اطوار دیکھ کر جس کام کا دل ہوتا کرتی' جس کا نہیں ہوتا سر درد کا بہانہ بنا کر کمرہ بند کر لیتی۔ اب تو اس کا مزاج دیکھ کر نائمہ' عروبہ' ثمرن بھی دور ہی رہتیں۔ باتوں میں سرد مہری بڑھ گئی تھی۔

"اپنی اصلیت دکھانی شروع کر دی بھابی نے' کب تک مسکراہٹوں بھری زندگی گزارتیں۔" اس نے ثمرن کو کہتے سنا۔ دل تو چاہ رہا تھا نکل کر کہے میری مسکراہٹ تو تم لوگوں کے دوغلے رویے نے ختم کر دی' ورنہ میں کب ایسی گندی سوچ لے کر آئی تھی کہ اپنے شوہر پر حکمرانی کروں گی۔ میں نے تو سوچا تھا بیٹے کو بیٹا ہی رہنے دوں گی۔ شوہر کو اپناؤں گی' بھائی کی قدر بہنوں کی نظر میں بڑھاؤں گی لیکن جب شوہر میرا نہیں ہو سکا تو باقی رشتوں کا کیا کروں۔ اس نے آنسوؤں کو بہنے دیا۔

اس دن تو حد ہی ہو گئی' جب رات ایک بجے وہ آ کر ٹی وی آن کر کے بیٹھا تھا

"بیویاں مسکراہٹوں سے شوہر کے سارے دن کی تھکن اتار دیتی ہیں' ایک تم ہو مزید میرا موڈ خراب کر رہی ہو۔"

"کیوں! امی کی محبت نے تھکن اتاری نہیں جو میرے آگے اس شکوے کی نوبت آ گئی۔" کرخت لہجے پر اس نے بے ساختہ دیکھا۔

"تم سدا میری ماں کی آگ میں خود بھی جلنا اور مجھے بھی جلانا۔ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی کہ تم اتنی حاسد لڑکی

ہوگی۔ ایک ماں کی محبت سے جلتی ہو۔ بہن کے ارمان بھرے مان پر حسد کرتی ہو۔"

"توقعات پوری کب ہوتی ہیں فرخ صاحب! کبھی اپنی بیوی کی تمناؤں کی طرف بھی نظر اٹھا کر دیکھیے کہ اس کی طلب کیا ہے کب تک ماں بہن کی جھوٹی آرزوؤں کے پیچھے بھاگیں گے۔ کیا میرے دل کی ساری طلب پوری ہوتی ہے جو میں آپ کے ہر تقاضے کو پورا کروں گی۔"

"کیا کمی ہے تمہیں یہاں؟ جو میری ماں بہن کو جھوٹا بنا رہی ہو۔ بن ین ... سسرال والوں کو برا بھلا کہنے کے ساتھ شوہر کو بھی بے سکونی ر ... گی عطا کرتی ہے۔" اس کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

"کمی کی بات کررہے ہیں آپ، ب ... ی کیا...... یہ ... یشاں ... ش ... ماتوں کی کھوکھلی دیواریں ہیں یہ فریب ہے فریب...... جزوی رشتوں کو ساتھ لے کر چلنے والے بنیادی رشتوں کو جو پکڑنے سے ڈرتے ہیں کہ کہیں تخت، تختہ نہ بن جائے، اپنی پیدائش اور تربیت پر مضبوطی کا احساس نہیں، احساس ہے تو بس اس کا کہ تیس سالہ محبت کو ایک لڑکی آ کر تیس دن میں برباد نہ کردے۔ اتنے کچے احساس کے دھاگوں سے بندھی ہیں امی!" وہ چیخ پڑی۔ ایک زناٹے دار تھپڑ نے اس کا منہ سرخ کردیا۔ دونوں ماں بہن بھاگی ہوئی آئیں۔ حریم کی سرخ آنکھوں سے ایک لمحے کو تو دونوں وحشت زدہ ہوگئی تھیں، بمشکل خود کو کنٹرول کیا۔

"کیا مسئلہ ہے...... کیا ہوا......؟ روز تم لوگوں کے درمیان کسی نہ کسی بات پر بحث ہوتی ہے۔ ڈیڑھ ماہ ہوئے ہیں تمہاری شادی کو اور مار پیٹ کی نوبت آگئی۔ آگے زندگی کیسے گزرے گی۔"

"آگے زندگی آپ لوگوں کے ساتھ گزاریں گے تو اچھی ہی گزرے گی نا، میرے ساتھ تو ایسا ہی ہوتا رہے گا۔" وہ نظریں صبوحی خاتون پر ڈال کر پھنکاری۔ "کیونکہ میرے اور ان کے درمیان آپ ہیں، ہم دونوں کے درمیان لڑائی جھگڑے کا موجب۔ میں ہٹ جاؤں گی تو آپ دونوں کے بیچ کوئی نہیں آئے گا۔"

"اے...... لو......" وہ شپٹا گئیں۔ "کیا میں نے سکھا کر بھیجا تھا کہ یہ تم سے آ کر لڑے۔ ارے قسم لے لو میں نے کبھی اسے کوئی پٹی پڑھائی ہو۔" آنسوؤں سے آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

"بیٹا ماں کی محبت میں آ کر بیٹھتا ہے تو کیا یہ میں کہتی ہوں کہ میرے پاس آ کر بیٹھے۔ آج بھی سر میں درد کی شکایت لے کر آیا تو میں نے سر میں تیل کی مالش کردی کہ سکون مل جائے گا۔ جب سے شادی ہوئی ہے اس کی ساری فرمائشیں اس کے منہ سے خود ہی نکلتی ہیں۔ کیا میں ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھاتی ہوں۔" بیٹے کی ہمدردیاں بٹورنے کے سارے گُر سے واقف تھیں وہ۔

"تمہاری شکایت تو دور کی بات، میں تو اپنے پاس سے اسے اٹھاتی ہی ہتی ہوں کہ بہو انتظار کررہی ہوگی، جاؤ سلین یہ سنتا نہیں ہے۔"

"میں تو کہتی ہوں آپ کو ان کی شادی کرانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ناحق شوہر بنادیا ہے آپ نے۔" وہ سر پکڑ کر باقاعدہ رونے لگیں۔

"امی صحیح کہہ رہی ہے یہ، شادی کی ضرورت تو تھی لیکن اس حاسد عورت سے نہیں۔ کاش میں آپ کی پسند کو ہی ترجیح دے لیتا، آج کم از کم میں سکون سے تو رہتا۔" کھولتے دماغ پر ایک اور ضرب لگی۔

"او...... و...... آ گئے نا اپنی حسرت ناتمام کی گرفت میں، تبھی میں کہوں میرا شوہر جو میری ہی کسی خوبی سے واقف کیوں نہیں ہوتا۔ میری کوئی بھی خوبی اسے بھاتی کیوں نہیں۔" وہ زخمی ناگن کی طرح پھنکاری۔

"تم عہد رفتہ کی محبت کو سینے سے لگائے بیٹھے ہو تو سن لو میری زندگی میں بھی کوئی تھا۔ صرف اور صرف ماں باپ کی عزت کی خاطر ان کی رضا میں ہامی بھری میں نے۔ اپنے تئیں اس نے ساری ناانصافیوں کا بدلہ لے لیا تھا۔" وہ حیرت سے مڑا تھا۔ صبوحی خاتون آنسو پونچھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ثمرن نے اسے حیرت سے دیکھا کہ جیسے اس کے سامنے گندگی کا ڈھیر اپڑا ہو۔

"پتا چل گیا نا آپ کو کہ بھائی بھابی کے درمیان تنازعہ کی اصل وجہ کیا ہے۔ جھوٹ موٹ آپ کو بدنام کررہی تھیں امی! پرانی محبت کے سحر میں گھل رہی تھیں۔" اب کے ثمرن نے زبان کھولی۔

"توبہ...... توبہ یہ کیسی بے حیا لڑکی ہے کہ اپنے شوہر اور

سسرالی رشتوں کے آگے حقیقت تو کھول ہی رہی ہے ساتھ پرانی عاشقی کا پٹارہ بھی خالی کررہی ہے۔“ پر کا پرندہ بن چکا تھا۔ وہ مطمئن تھی اب ہر بات کی توقع تھی اسے۔

”تو...... تم نے یہاں شادی کیوں کی‘ کوئی زبردستی تھی کیا تمہارے ساتھ یا میری ماں نے جوتے گھسا دیے تھے تمہاری دہلیز پر۔ یا وہ کوئی لچا لفنگا تھا کہ تمہارے ماں باپ نے میرے سر منڈھ دیا اسے ترجیح دینے کے بجائے۔“

ماں باپ کا خیال آتے ہی بہت بڑے خطرے کا احساس ہوگیا تھا کہ اپنے ہاتھوں ہی کسی کنویں میں گر گئی تھی وہ۔ بہت دنوں کی ٹینشن نے زبان سے یہ کیا نکلوا دیا تھا۔

”ارے...... دھکے دے کر نکال اسے فرخ! بے غیرتی کی پوٹ کو جانے دے‘ اپنے عاشق کے پاس‘ جس کی یاد میں کھو کر یہ تجھ سے لڑتی ہے اور ہمیں ذلیل کرتی ہے۔“ ڈر کے بے لگام گھوڑے کو مضبوط لگام مل گئی تھی اب تو صبوحی خاتون جس طرح چاہے اسے موڑتیں اور قہقہہ لگاتیں۔

”استغفار...... ہمیں تو خبر ہی نہیں تھی اتنے خوب صورت چہرے کے پیچھے ایک مکروہ حقیقت ہے۔ بُلا اس کے ماں باپ کو پہلے تو انہیں ذلیل کروں گی کہ کیوں دھوکا دیا ہمیں‘ جو اپنی داغدار بیٹی کا پیوند ہمارے صاف شفاف خاندان میں جوڑ دیا۔ بہت شریف بنے پھرتے تھے نا‘ ظاہر ہے عیار ماں باپ کی بیٹی بھی عیار ہی ہوگی نا۔ ایسی خوب صورتی پر لعنت! ارے میری آنکھوں پر بھی اس کی معصوم صورت کی پٹی ایسی بندھی تھی کہ ایک دو ہی پھیرے میں رشتہ پکا کر بیٹھی۔“

”میرے ماں باپ کو کچھ مت کہیں‘ انہیں کچھ خبر نہیں۔“ اب وہ گڑبڑا کر بیڈ پر بیٹھتی چلی گئی۔

”کیوں ایسے ماں باپ کو کیوں نہ کچھ کہیں‘ جن کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اولاد جو چاہے کرتی پھرے۔“

”امی اب کچھ کہنے سننے کا وقت نہیں رہا۔ بلائیں اس کے ماں باپ کو فون کرکے اور اسے ان کے حوالے کردیں۔“ فرخ شکست کھائے جواری کی طرح بیٹھا تھا۔ آنکھیں خالی خالی دیواروں کو دیکھ رہی تھیں‘ لب بھینچ گئے تھے۔ مٹھیاں فوم میں دھنس گئی تھیں۔

”ماں باپ ہی نہیں‘ اس کا پورا خاندان آئے گا اور میرا بھی خاندان اکٹھا ہوگا تاکہ ہماری جگہ ہنسائی کا اعتراف کریں‘ لڑکی ان کے حوالے کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔ بڑی بات تو ہماری رسوائی کی ہے۔“ اس کا رواں رواں کانپ گیا تھا۔ اب کیا ہوگا؟ سائیں سائیں دماغ میں صرف آندھیاں چل رہی تھیں۔ اپنے ہاتھوں بہت بڑی مصیبت کو دعوت دے دی تھی اس نے۔ انسان کی ہر کمی‘ ہر خامی برداشت ہوجاتی ہے لیکن کردار کی ذرا سی بھی چوک بہت بڑے خسارے کو دعوت دیتی ہے۔

صبوحی خاتون نے تمام رشتہ داروں کو بلوالیا۔ امی نے تو آتے ہی تھپڑوں کی بارش کردی۔ ابو کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

”تم نے اتنی بڑی بات بولنے کی جرأت کیسے کی۔ بڑھاپے میں سر میں خاک ملوانا چاہتی ہو کیا؟ ارے بولتے وقت ہماری عزت کا بھی خیال نہیں آیا۔ خود کو تو چھرا گھونپا ہی ہمیں بھی لہولہو کردیا۔“ بھابی نے بیچ بچاؤ کرایا۔

”امی بس کریں‘ دیکھیں اس کی حالت‘ کیا اس پر آپ کو اعتماد نہیں‘ اس نے کہا نہیں اس سے کہلوایا گیا ہے۔ کوئی تو محرک ہے اس کے پیچھے ورنہ حریم ایسی نہیں ہے۔“ سدا کی ہمدرد بھابی نے اسے سینے سے لگا کر مزید تھپڑوں سے بچایا اور شعلہ بار نگاہوں سے سب کو دیکھا۔

واہ...... یہاں تو حمایتی بھی کھڑے ہیں بجائے اپنی ندامت کا اظہار کرنے کے ہم لوگوں کو زیر بار کرنا چاہ رہی ہیں محترمہ!“ بڑی ثانیہ چچی کی پھول برساتی زبان اس وقت انگارے اگل رہی تھی۔ لگ ہی نہیں رہا تھا یہ ہر وقت کی ہنستی مسکراتی خاتون ہیں‘ جس کی بات بات پر سب قہقہے لگاتے تھے‘ محفلوں کی جان تھیں۔

بھابی کی زبان کو جیسے بریک لگ گیا اور کسی نے کیا حمایت میں بولنا تھا۔ بات ہی ایسی تھی کہ سب خاموش کھڑے تھے۔ آنسوؤں سے اس کا چہرہ تر ہو رہا تھا۔

”بیٹا! کیوں کیا تم نے ایسا بولو...... ہم تو جانتے ہیں کوئی نہیں تھا تمہاری زندگی میں ورنہ ان لوگوں کو دھوکا کیوں دیتے‘ اب تمہارے منہ سے یہ بات نکل ہی گئی ہے تو تم خود ہی تصدیق یا تردید کرو۔ ورنہ میری زبان پر تو کبھی یہ لوگ یقین نہیں کریں گے۔“

ابو کو اس کی حالت پر رحم آ گیا تھا جس بیٹی کو سدا مسکراتے ہوئے دیکھا تھا‘ نہ لڑتے نہ جھگڑتے نہ بے جا من مانی کرتے۔ اس کی زندگی میں آخر ایسا کیا در آیا تھا کہ اپنے آپ کو حقیر بنانے پر اتر آئی تھی۔

”زیادہ معصوم بننے کی ضرورت نہیں قیوم صاحب! جو بولنا تھا یہ بول چکی اب اپنے گھر میں رکھ کر خود ہی اس کی صفائی سنتے رہیں۔ ہمیں بخشیے۔ اپنے حصے کی ذلالت ہمیں بھگتنے دیں‘ کس کس کو کیا کیا جواب دینا پڑے گا یہ ہم ہی جانتے ہیں۔ کبھی کسی بہو نے ایسا نہیں کیا تھا اس خاندان میں اس نے نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ جانے کون سی منحوس گھڑی تھی جب اسے دیکھ کر میں نے ہامی بھری تھی۔“

”دیکھیں بہن! ہمیں اپنی صفائی کا کچھ موقع تو دیں۔“ ابو لجاجت سے بولے‘ اس روپ میں تو کبھی اس نے انہیں دیکھا ہی نہیں تھا۔

رضا کے لیے اس کا رشتہ آیا ضرور تھا ان سب نے بارہا چاہا کہ یہ رشتہ ہوجائے لیکن اس کے لیے حریم نے خود انکار کیا تھا۔ آپ جو چاہے قسم لے لیں‘ میں خود اس لڑکے کو بلا کر لا سکتا ہوں۔“

”تو پھر کیا‘ ہم نے اسے مجبور کیا کہ ایسا بولے یہ‘ یا خود یہ الزام لگا رہے ہیں۔ ہمیں اب نہ کچھ سوچنا ہے نہ سمجھنا آپ اسے لے کر جائیں‘ فیصلہ چند دنوں میں ہوجائے گا۔“

”نہیں نہیں‘ اتنی جلدی فیصلہ مت کیجیے گا۔ کچھ مہلت تو دیں ہمیں یہ وقتی غصہ بہت بڑی تباہی لائے گا ہم لوگوں کی زندگیوں میں‘ کچھ سوچیے سمجھیے‘ آپ بھی بیٹیوں والی ہیں احساس رکھیے گا ماں باپ کے دلوں کا۔ ہم تو رسوا ہو ہی رہے ہیں وقت کے ہاتھوں لیکن کچھ وقت دیجیے کہ ہم بھی معاملہ کلیئر کرسکیں۔“

”اب سوچنے سمجھنے والا وقت ہی کہاں رہ گیا‘ جلدی سے اسے لے کر جائیں ورنہ ہم لوگ بھی بدنام ہوجائیں گے کہ ہم بھی اسی کٹیگری سے تعلق رکھتے ہیں۔“ حالات خراب ہوں تو پتھر کو بھی زبان مل جاتی خلاف گواہی دینے کے لیے یہ تو نند تھی ثمرن! جسے کسی رشتے سے زیادہ اپنا موبائل عزیز تھا‘ ہر وقت ہاتھوں میں لیے غائب دماغی سے سب کے بیچ ہوں ہاں کررہی ہوتی یا پھر وہ عروبہ اور امرئیل کھسر پھسر کررہی ہوتیں۔ اس نے سدا ان کی ان حرکات کو جوانی کا الھڑ پنا سمجھ کر دیکھا جو آج پولیس کی طرح اسے دیکھ رہی تھیں۔

”فرخ! تم تو کچھ کہو بیٹا‘ کیا تم ان ڈیڑھ ماہ میں اپنی بیوی کو سمجھ نہیں پائے کہ یہ کس نیچر کی ہے۔ مرد کی نگاہیں تو سب کچھ جان لینے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ تم نے کبھی محسوس کیا کہ حریم ایسی ہے کچھ تو بولو...... تم شوہر ہو نا...... اس کے محافظ ہو۔ اس کے سائبان‘ اتنی جلدی اسے اپنی محبت سے محروم مت کرو۔ بہت مان سے اپنی بیٹی سونپی تھی تمہیں‘ سب رشتوں سے اچھا مان کر۔“ انہوں نے بُت کی طرح جامد کھڑے فرخ کو ہلایا جو لب بھینچے نا جانے کس سوچ میں گم تھا۔

”لفظوں کی شیرینی ٹپکانے کا کیا فائدہ...... ایسا کریں اسے اپنے ساتھ لے جائیں یا تو اس کا برین واش کروا دیں یا کسی عامل کے پاس لے جائیں جو اس کا دماغ اپنے قابو میں کرکے سوچنے سمجھنے کی حس سے بے گانہ کردے۔ داماد آپ کا ہوجائے گا۔“ منجھلی چچی کس طرح اس میدان میں پیچھے رہتیں جن کے بغیر گفتگو کے موضوع ادھورے رہتے تھے۔

اب کیا رہ گیا انکل! بیوی اسے مانتا نا جو بیوی بن کر بھی دکھاتی یہ تو کسی ٹیچر کے روپ میں میرے سامنے آتی تھی۔ میری کسی نہ کسی خامی کو اجاگر کرتی ہوئی‘ کبھی میں نے اس کے چہرے پہ مسکراہٹ دیکھی ہی نہیں۔ آخر ایسی کیا وجہ تھی کہ سب رشتے ناتے کو جھوٹا ثابت کردیا اور سچائی اس کے منہ سے نکل پڑی۔

اس نے جو کہا یہ سچائی نہیں‘ سچائی خدا ثابت کرے گا ایک التجا ہے اس بوڑھے شخص کی کہ کوئی بھی فیصلہ جلد بازی میں مت کرنا۔ چلو بیٹا! اسے لے کر چلو۔“ وہ بہو بیٹے کی طرف مڑے بھابی سنبھال کر اسے گاڑی میں بٹھانے لگیں۔

”ہمیں معاف کردیجیے گا‘ انسان کی سو غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ بھی ہے جو حریم نے کی اور اسے معاف کرنا بڑے ظرف کی بات ہے‘ باقی ثبوت ہم فراہم کریں گے آپ کو‘ بس تھوڑا سا وقت دیں۔“ بڑے بھائی نے فرخ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر یقین دہانی کرائی وہ سر جھٹک کر پیچھے ہٹ گیا‘ بہت لٹا پٹا سا یہ قافلہ روانہ ہوا تھا اپنے پیچھے

مغلظات اور رسوائی کی نئی ایک داستان رقم کرتے۔

☆

اس نے تو جیسے کچھ نہ بولنے کی قسم کھائی تھی خالی خالی آنکھوں سے سب دیکھتی رہتی۔

''کچھ تو بولو تمہاری چپ سب کی زندگیاں اجاڑ دے گی۔ کیا تباہی کا انتظار کررہی ہو' اتنی ہمت نہیں ہم میں کہ آنے والے طوفان کا سامنا کرسکیں' کچھ تو بول حریم!''

''اگر میرے الفاظ نے ہم سب کی زندگی تباہ کردی تو تب کیا ہوگا ابو!'' اتنے عرصے میں ابو کے نم لہجے نے اس کی چپ کی قفل کھول دی تھی۔

''حسرت تو نہیں رہے گی نا کہ گمنامی بھری رسوائی میں میری بیٹی نے مجھے دھکیل دیا۔ رضا تمہیں پسند تھا تو کیوں انکار کردیا تھا' کیوں ہنسی خوشی فرخ کے سنگ روانہ ہوئی تھیں؟ تمہاری شادی اس کے ساتھ کرادیتا۔''

''میری کم عقلی اور جذباتیت نے مجھے تو گالی دی ہی ہے ابو آپ مت دیں...... مت دیں۔'' وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔

''تو اعتراف کیوں نہیں کیا اپنی غلطی کا۔ ہمیں وجہ بتاؤ اپنی نادانی کی' تمہارا بدلا ہوا برتاؤ میں نے نومی کی سالگرہ والے روز محسوس کرلیا تھا لیکن تم سے کریدنا اس لیے مناسب نہیں سمجھا کہ ہوگئی ہوگی میاں بیوی میں کوئی کھٹ پٹ......''

''افوہ! یہ سالگرہ والے روز اکیلے ہی روانہ ہوگئی تھی سسرال۔ میں نے بہت کہا بھیا کو فارغ ہولینے دو وہ چھوڑ دیں گے' لیکن جانے کس وسوسے کے حصار میں تھی یہ؟''

''اسی ایک دن میں تو صبوحی بیگم اور دیگر لوگوں کی حقیقت کھل کر میرے سامنے آئی' میں اپنے اندر کی الجھنوں سے تنگ آ کر وہاں نہ پہنچتی تو اسی طرح خیالات کی یورش میں بدروح کی طرح بھٹکتی رہتی۔ بھابی وہاں اچانک پہنچنا ہی ساری حقیقت کھولنے کا موجب بن گیا۔'' ساری سچائی کھولنے کے بعد بے تحاشا رو رہی تھی۔ سب حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

''بس ابو اتنے دنوں کی تذلیل اور اس دن عروبہ کے حوالے سے ان کی حسرت کے اظہار نے مجھ سے وہ کچھ کہلوا دیا جو میں نہیں چاہتی تھی۔ اچانک ہی ان کے رویے نے مجھے ڈس لیا۔ عزت نفس کی پامالی کا بدلہ میں نے اپنے تئیں جھوٹ بول کر کیا لیکن خود ہی پھنس گئی ان کے مکروفریب کے جال میں انہیں نکتہ مل گیا مجھے فرخ کی نظر میں نیچا دکھانے کا اور مجھے جی بھر کر ذلیل کرنے کا۔''

ابو نے گہری سانس بھری۔

''تو یہ تھی ساری کہانی! اس تعلیم یافتہ دور میں بھی ساسوں کی روایتی حسد والی عادت نہیں گئی ہے۔ حیرت ہے جسے اپنے خون پر اعتماد نہیں وہ دوسروں پر کیا اعتماد کرے گا اور فرخ...... جب اسے اپنی کزن پسند تھی تو کیوں نہیں کی تھی شادی اس سے' بیوی کو لا کر بھی اس کے حق اور فرائض سے بے گانہ ہوگیا' کسی نے زبردستی تو نہیں کی تھی اس کے ساتھ۔ بہو کو بسانے کے لیے دل ودماغ وسیع کرنے پڑتے ہیں ورنہ گھر یونہی اجڑ جاتے ہیں اور بیٹا عقل والا ہو تو بیوی کے حقوق کی پاسداری بھی کرسکتا ہے ورنہ بہت مشکل ہوجاتی ہے۔'' امی نے ساری بات سن لی تھی آگے بڑھی تھیں' اسے ساتھ لگانے کو۔

''غلطی تو تم نے کرہی لی بیٹا!'' وہ نکتے کی تلاش میں تھے کہ تمہاری خامیوں کا افسانہ بنائیں' تم نے تو قلم کاغذ ہی ان کے ہاتھ میں تھمادیا' اب کون کرے گا تمہاری بے گناہی کا اعتبار۔

''بات کچھ بھی نہیں' فرخ کو کیا ضرورت تھی عروبہ کا ذکر بیچ میں لانے کی ایک تو بیوی کے مزاج کو سمجھا نہیں۔ اسے وقت نہیں دیا' ماں' بہن کے پلو سے بندھا رہا دوسرے پرانی محبت کا ذکر چھیڑ دیا۔ ایسے حالات بہت بے راہ رو کردیتے ہیں انسان کو۔ حریم بھی گھریلو سیاست سے واقف ہی کہاں ہوئی ہے۔ بس ڈیڑھ مہینے کی شادی شدہ زندگی سے اس کے مزاج کا بچپنا چلا جائے گا کیا......؟'' بھابی آگ بگولہ ہورہی تھیں۔

''رہنے دو اپنے خاندان کے حصار میں گم اسے۔ ان حالات میں یہ کہاں تک جنگ لڑ سکے گی تنہا' ابو! سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔ جب تک فرخ کو خدا عقل نہیں دے گا' حریم کی زندگی کبھی نہیں سنور سکتی ہے۔ ابھی پوری زندگی ہے' کیسے بتائے گی اپنے آپ کو پامال کرکے یہ۔ رونے کے بجائے حقیقت کو فیس کرو۔ فرخ لوٹ آیا تو خدا کا شکر ادا کرنا ورنہ قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کرلینا۔ ایسے بے شرم لوگوں کے آگے جھکنے سے بہتر ہے خدا سے دعا مانگو۔'' بھابی کے فیصلے کے آگے سب چپ ہوگئے۔ ''اور کر بھی کیا سکتے تھے۔ معافی تلافی کے تمام راستے انہوں نے خود بند کردیئے تھے۔ غلطی کو غلطی ماننے پر تیار ہی نہیں تھے۔''

صبوحی خاتون کو کئی مرتبہ ابو نے فون پر سمجھانے کی کوشش کی انہوں نے واضح الفاظ میں کہہ دیا۔

''فرخ کے سامنے ساری صفائیاں پیش کیجیے اگر اس کے اندر شرم نہیں ہوگی تو ضرور آپ کی بات مان لے گا۔''

اور فرخ تو نمبر دیکھ کر ہی فون آف کردیتا۔

طرح طرح کی چہ مگوئیاں لوگوں کی زبانی سننے کو ملتیں۔ بھابی کی چھوٹی بہن ثمرین کے ہی کالج میں پڑھتی تھی۔ اس نے ایک روز آ کر بتایا کہ ثمرین اور عروبہ اپنے گروپ والوں کو بتارہی تھیں کہ ہماری بھابی نے تو کہیں ہمیں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔

☆

وہ خزاں رسیدہ پتے کی طرح اجڑ کر رہ گئی تھی۔ اتنے دنوں میں احساس ہوا تھا۔ فرخ جتنا اس کی طرف سے بے پروا رہا تھا اسے اس سے اتنی ہی محبت ہوچکی تھی۔ یہ چاہت بھی خودرو پودے کی طرح ہوتی ہے نہ زرخیزی دیکھتی ہے نہ نمی سے اسے کوئی تعلق ہوتا ہے۔ ریگستان کے کسی کونے پر بھی لہلہا کر اپنے آپ کو منوا لیتی ہے۔

رمضان کی آمد آمد تھی سب گھر والے اس کی تیاری میں لگے ہوئے تھے اور وہ بس چپکے چپکے ہی اس کے لوٹ آنے کا معجزہ ہوجانے کی دعا مانگتی وہ تو نہیں لوٹا لیکن ایک دن عنبر چچی اچانک چلی آئی تھیں۔ گھر والے تو حیران تھے ہی وہ خود پریشان ہو اٹھی کہ وہ اس کی حالت پر سب کی طرح ہنسنے آئی ہیں یا جھوٹا تاسف کا اظہار کرنے۔ آخر وہ بھی سسرالی ہی تھیں۔ چہرے پر نرم بھیگی سی مسکراہٹ لیے وہ بھابی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھی تھیں۔ بے شک وہ تمام چچیوں سے زیادہ حسن کی مالک تھیں۔ اپنی شادی میں بس رسموں کے وقت انہیں سرسری دیکھا تھا اور مووی میں بھی خال خال ہی نظر آئی تھیں۔ کبھی انہیں سسرالی گیدرنگ میں بھی نہیں دیکھا تھا جو اس کے گھر آئے روز جمتی۔

''میں آپ لوگوں سے کیا بات کروں؟ حالات ہی کچھ ایسے ہیں کہ کھل کر ملنے کی مسرت کا اظہار بھی نہیں کرسکتی۔ پہلے حریم سے ملوں گی اگر آپ اجازت دیں تو؟''

''ضرور ملیے! لیکن اس کے زخموں کو ہرا مت کر کے جائیے گا' بڑی مشکلوں سے اس کے آنسو تھمے ہیں۔'' امی ان لوگوں سے بہت تلخ ہوچکی تھیں۔

''ایسا کوئی ارادہ میں لے کر نہیں آئی۔ لوگوں کے دکھوں کو میں محسوس کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں۔'' ان کا لہجہ بھی اتنا ہی ٹھنڈا تھا۔ حریم کسی بے جان بُت کی طرح ان کے سامنے بیٹھی تھی۔

''پتا نہیں آپ میری بے بسی کا تماشا دیکھنے آئی ہیں یا ہمدردی کا اظہار کر کے اپنا کردار ادا کرنا چاہتی ہیں' آخر سب سے الگ تو نہیں ہوں گی نا آپ۔'' وہ اس کے لال بھبھوکا چہرے کو دیکھے گئیں۔

''ایسی کوئی خواہش ہوتی تو سب کے ساتھ ہی تماشا دیکھتی خدا کا خوف کیے بغیر۔ میں تو سب کو ایک طرف چھوڑ کر تمہارے پاس آئی ہوں تمہارا دکھ بانٹنے بتاؤ حریم تم نے ایسا کیوں کیا؟ کوئی لڑکی اپنی زبان سے ایسا بھی بول سکتی ہے کیا؟'' انہوں نے اس کے آنسو صاف کیے۔ ''اگر اپنی خوشی سے ایسا کہتی تو آج یہ حالت تمہاری نہیں ہوتی۔''

ان کا انداز' لہجہ کی پھوار سے بڑھ کر حریم پر اعتماد کے اظہار نے انہیں سب کچھ بتادینے پر مصر کیا تھا کہ وہ ایک ایک لفظ بتاتی گئی جیسے سامنے کوئی سسرالی نہیں۔ ماں' بہن بیٹھی ہیں وہ ایک ایک لفظ ایسے سن رہی تھیں گویا کوئی مسیحا اپنے مریض کے بول پر ہی نہیں اس کے تکلیف دہ تاثرات پر بھی نظر رکھتا ہے۔

انہوں نے سب سن لینے کے بعد گہری سانس لی تھی' بہت سا وقت خاموشی کی نذر ہوگیا تھا۔

''تو تم نے ہار مان لی اپنے ہی اوپر سارے الزام کو سچ ثابت کرنے کے لیے من گھڑت کہانی گھڑ لی۔ بجائے اس کے کہ حالات کو اپنے فیور میں کرتیں' خود حالات کے رحم وکرم میں بہہ گئیں۔''

''کیا کرتی؟ میرے ساتھ تو میرے شوہر کی بھی سپورٹ نہیں تھی۔ سب سے بڑا دکھ تو اسی بات کا تھا۔ آپ

یہ بتائیں ان کی رشتہ دار ہوکر آپ میرے حق میں بولیں گی یا خلاف...... یہ سب رام کہانی سن کر فائدہ؟ کیا کرلیں گی آپ؟“

”دیکھو! کیا کرتی ہوں میں‘ شاید خدا مجھے کچھ کرنے کے قابل بھی بنائے‘ میں خود تین بیٹیوں کی ماں ہوں۔ بُرا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ تم یہ بتاؤ فرخ سے محبت ہے تمہیں؟“ انہوں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا وہ نظریں چرا گئی۔

”ایسی یک طرفہ محبت نے تو مجھے ڈبویا ہے۔“

”محبت ڈبویا نہیں کرتی پتوار بن جاتی ہے‘ دکھوں کے سمندر میں یقین رکھو۔ اچھا میں پھر آؤں گی۔ انہوں نے اس کا ہاتھ تھپتھپایا تو ایک سکون کی لہر جیسے وجود میں سرایت کرگئی پھر دو تین دن ایسے ہی گزر گئے گھر والے بھی مخمصے میں پڑے ہوئے تھے کہ صبوحی بیگم اور ان کے گھر والوں جیسے طوفان کا سامنا یہ ہستی کیسے کر پائے گی لیکن اس روز سے حریم کی آنکھ میں آنسو نہیں آئے تھے‘ بس ایک انتظار سا لگا رہتا تھا۔ جیسے کسی پل وہ فرشتہ صورت دوبارہ آن ٹپکے گی اور واقعی وہ آ گئیں۔

”آج مجھے حریم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں پلیز ہمیں تنہائی دیجیے گا۔“ وہ ایسے ہی شگفتگی سے بولتی تھیں کہ سب کی بولتی بند ہوجایا کرتی وہ اس کے کمرے میں بیٹھی تھیں۔ آنکھوں سے چشمہ ہٹا کر ایک طرف رکھا بے شک ان کی آنکھیں بھی بے پناہ خوب صورت تھیں جو خوب صورت فریم والے چشمے کے اندر سے بھی اپنی دلکشی کا ثبوت پیش کرتیں۔ ”آج میں اپنی کہانی تمہیں سناتی ہوں حریم! تم بور تو نہیں ہوگی لیکن میری کہانی میں تمہیں اپنا پن ضرور نظر آئے گا۔“

”میں آپ کی کسی بات سے بور نہیں ہوتی ہوں چچی!“ بہت دنوں بعد وہ مسکرائی تھی۔

”چلو ٹھیک ہے‘ پھر میں سناتی ہوں‘ صبوحی بھابی! جو تمہاری ساس ہیں انہیں حکمرانی کا شوق آج کا نہیں بہت پہلے کا ہے کیونکہ جٹھانیوں میں سب سے بڑی ہیں تو بھی ان کے اس شوق کو خوب ہوا ملی۔ ساس بھی اللہ جنت نصیب کرے‘ ضعیف تھیں۔ اس لیے انہیں سسرال میں لاتے ہی اپنے ساتوں بیٹوں کو ان کے سپرد کر کے خود کنارہ کش ہوگئیں۔ صبوحی بھابی نے سب کو خوشی خوشی سنبھالا دیا۔ ان کی اس خوبی کی تعریف کرنا بے جا نہ ہوگا کہ چھوٹے چھوٹے دیوروں کو کھلانا پلانا منہ دھلوانا بھی وہ اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں ان کی ایک ایک ضرورت کا خیال رکھتیں جو آج کل لڑکیوں میں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں ملتی ہیں۔ اب ان خوبیوں کے پیچھے ان کا خلوص تھا یا حکمرانی کا جذبہ یہ کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ ساس نے بھی ان پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کیا۔ ان کی یہ خوبی کھل کر تب سامنے آئی جب انہوں نے دیورانیوں کو گھر میں لانا شروع کیا۔ دیور پوری طرح ان کی مٹھی میں تھے تو دیورانیوں کو کیسے پیچھے چھوڑ دیتیں۔ سب کی سب انہی کے رنگ میں رنگتی گئیں۔ کس سے کیسے کام نکلوانا ہے‘ ساس کی نظر میں کیسے بہتر اور کیسے بہتر ثابت کرنا ہے یہ وہ اچھی طرح جانتی تھیں۔ دیورانیوں نے بھی اپنی عافیت اسی میں جانی کہ ان کی ہاں میں ہاں ملائی جائے بھلے سے پیٹھ پیچھے وہ اپنی جٹھانی کو کوسنے دیں۔“

چہرے کی ملمع کاری سے تو حریم بھی اچھی طرح واقف ہوچکی تھی چپ بیٹھی سنتی رہی۔

”مجھے ناپسند کرنے کی سب سے پہلی وجہ ان کی یہ تھی کہ میں صبوحی بھابی کی منتخب کردہ دیورانی نہیں بلکہ ساس کی پسند سے آئی بہو تھی۔ میں ان کی بھتیجی تھی اس لیے پھوپو نے مجھے بہت پہلے سے ذیشان کے لیے پسند کیا تھا۔ دوسری وجہ ناپسندیدگی کی یہ تھی کہ میں ان کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتی تھی بلکہ صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہتی تھی۔ پتا نہیں بس بچپن سے ہی یہ خوبی مجھے ورثے میں ملی تھی اپنی اس عادت کی بناء پر میں نے نقصان بھی بہت اٹھائے لیکن کیا کروں مجھ سے دوغلی چال چلی ہی نہیں جاتی ہے۔ ذیشان کو میں نے ان کی گرفت سے اس لیے دور رکھا کہ جنہیں میں پسند نہیں وہ میرے شوہر کو بھی میرا نہیں ہونے دیں گی۔ میں نے صاف کہہ دیا بھابی کی گیدرنگ سے رات دو بجے اٹھ کر آنے کی ضرورت نہیں خوامخواہ میری بھی نیند خراب ہوتی ہے وہیں کسی کونے میں سوجایا کریں۔ انہیں فری ہینڈ دے دیا‘ میری اس چال کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں میری بے اعتنائی کھلنے لگی۔ میں نے تو اپنے دل کو ایسے ہی مضبوط کرلیا تھا کہ خوامخواہ کی چپقلش کا کوئی فائدہ نہیں‘ جو

میرا ہوگا وہ میرا ہی رہے گا لیکن خدا نے میرے دل کی سن لی وہ میری قدر آہستہ آہستہ جاننے لگے اور یہ بھی کہ میں کس مزاج کی ہوں۔ میں رشتوں کی بے انصافی چاہتی ہی نہیں ہوں۔ ہر رشتے کے تقاضے کو مجھے پہچاننے تک کا حوصلہ بہت آہستگی سے ہوا‘ حریم تمہاری طرح جلد بازی میں آتی تو شاید میرا گھر بھی اجڑ جاتا۔“

”پھر میری بیٹیوں نے زندگی میں آ کر ہم دونوں کے درمیان رہی سہی دوری ختم کردی۔ یہی بات صبوحی بیگم کو اور میرے خلاف بھڑکا گئی کہ وہ ذیشان کو میرے خلاف نہیں کرسکیں پھر میری ان کی تعلیم کا فرق میں نے کبھی نہیں لاگو کیا وہی لوگ سر پر سوار کیے رکھتیں‘ ماحول اور سب سے بڑھ کر مزاج کے فرق نے انہیں مجھ سے بہت دور کردیا بس میرے صبر نے ذیشان کی محبت کی صورت میں پھل دے دیا۔ بہت طعنے سنے بہت طنز برداشت کیے۔ شاید عنبر جادو جانتی ہے میکے جاتی ہے وہیں سے تعویز گنڈے لے کر آتی ہے ورنہ ذیشان ایسا نہ تھا۔ ساس سے زیادہ وہ آہیں بھرتی‘ انہیں یہ نہیں معلوم کہ نیک نیتی خود سب سے بڑا جادو ہے جو سر چڑھ کر بولتی ہے تو بدنیتی کی بولتی بند کروادیتی ہے۔ پالنے پوسنے سے زیادہ انسان کی نیت کا اس کی زندگی میں عمل دخل ہوتا ہے۔ احسان کر کے کسی فقیر کو بھی بھیک عطا کریں گے تو وہ نیکی ضائع کردی جاتی ہے۔“

”تم نے نوٹ کیا ہے ہماری اکلوتی نند ان کے گھر کیوں نہیں آتی ہیں؟“ اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

”انہیں بھی بس شادی کی مووی میں دیکھا تھا لیکن ان کی غیر موجودگی کو کبھی محسوس نہیں کیا۔“

”ہاں...... وہ تو کبھی نظر نہیں آتیں۔“

”کیونکہ ان کے میاں بھی صبوحی بھابی کے بہت گرویدہ تھے ایک مرتبہ دونوں میاں بیوی کے درمیان کوئی تنازعہ ہوگیا تو بجائے معاملہ سلجھانے کے وہ نندوئی کی ناجائز باتوں کی حمایت میں بولنے لگیں تاکہ مرد کی نظر میں ان کی اچھائی بڑھ چڑھ کر ثابت ہو‘ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی لڑائی بہت بڑے معرکے کی صورت اختیار کرگئی۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا میں بیچ میں آ گئی ان کے گھر جا کر انہیں سمجھایا دونوں کو ایک دوسرے کی قدر کا احساس دلایا تب کہیں جا کر میری نند کا گھر بس پایا۔ سب تمہیں بتانے کا

صدف نورین

آنچل کے تمام قارئین رائٹرز اور اسٹاف کو میرا پُرخلوص اور محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ امید ہے میرے فیملی اینڈ فرینڈز پھولوں کی طرح مسکراتے ہوں گے۔ جناب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ کون ہے مجھے کہتے ہیں صدی! آپ بھی کہہ سکتے ہیں ویسے گھر والے ہی کہتے ہیں‘ اصل نام صدف نورین ہے‘ آج سے بیس سال پہلے 18 جون کو اس پیارے سے سید گھرانے میں آنکھ کھولی۔ میرا تعلق گجرات کے نواحی گاؤں موہدی پور سے ہے۔ ہم سات بہن بھائی ہیں‘ میں تیسرے نمبر پر ہوں‘ مجھ سے دو بڑی بہنیں ہیں۔ ہم چھ بہنیں اور ایک پیارا سا بھائی ہے۔ مجھے آنچل پڑھنے کی عادت میری آپا سے پڑی ہے۔ میں آنچل میں پہلی بار لکھ رہی ہوں۔ میں آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ ہر ماہ 26 یا 27 تاریخ کو آنچل مل جاتا ہے جس کا مجھے بڑی بے صبری سے انتظار ہوتا ہے۔ میں آنچل ملتے ہی سب سے پہلے سرگوشیاں اور حمد و نعت پڑھتی ہوں‘ اس کے بعد آنچل کا کونہ کونہ چھان مارتی ہوں۔ رائٹرز میں اقراء صغیر احمد‘ سمیرا شریف طور اور عشنا کوثر سردار مجھے بہت پسند ہیں۔ میرا پسندیدہ ناول ”یہ چاہتیں یہ شدتیں“ ہے اور بھی بہت سے ہیں لیکن یہ بہت پسند ہے۔ مجھے اپنا ملک بہت پسند ہے مگر اسلام آباد شہر دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ میں فضول خرچ یا کنجوس نہیں ہوں‘ بس نارمل ہوں۔ مجھے گرمی کا موسم بہت پسند ہے‘ پھلوں میں آم اور مالٹا پسند ہے اور کھانے میں سب کچھ کھاتی ہوں نخرے نہیں کرتی بس گوشت نہیں کھاتی جیسا بھی ہو مجھے پسند نہیں۔ رنگوں میں مجھے سب رنگ ہی پسند ہیں کیونکہ سب رنگ ہی اللہ نے بنائے ہیں۔ لباس میں شلوار قمیص اور بڑا سا دوپٹا پسند ہے اور جیولری میں ٹاپس اور چوڑیاں‘ رمضان کا مہینہ میرے لیے سب سے خاص ہے کیونکہ یہ رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے اور دن سب ہی اچھے ہوتے ہیں اگر انہیں اچھا بنایا جائے۔ امید ہے کہ آپ کو مل کر خوشی ہوگی کیونکہ میں نے بہت ہمت کر کے پہلی بار اپنا تعارف لکھا ہی مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیسے لکھوں جیسا بھی لکھا ہے بتایئے گا ضرور‘ اب اجازت دیں اپنی دوست صدی کو۔ اپنا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

مقصد کسی کی برائی کو اچھالنا نہیں بلکہ تم خود ان کے ہر وصف سے واقف ہوچکی ہو۔ مقصد صرف یہ ہے کہ نامساعد حالات میں بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ میرے ساتھ تو خیر دیورانی جٹھانی کی جنگ ہے لیکن تمہاری وہ ساس ہیں' تمہیں قدر کرنا پڑے گی' بہت حوصلے اور تحمل سے ہی فرخ کو اپنا بنا سکتی ہو' ورنہ اس جنگ میں جہاں تم نے ہتھیار ڈال دیئے وہیں ہار تمہارا مقدر بن جائے گی۔ ہر رشتے کو پہچاننا سیکھو' دستبردار کسی سے نہ ہو۔"

"لیکن کیسے چچی! فرخ عروبہ کو پسند کرتے تھے جانے کیسے ان کی مجھ سے شادی ہوگئی۔ ایسے حالات میں میں باقی رشتوں کو کیا قدر دوں گی۔"

"کس نے کہا فرخ عروبہ کو پسند کرتا ہے؟ وہ بھی جذباتیت میں بول بیٹھا تھا لیکن ہمارے معاشرے کا یہ المیہ ہے مرد کی جذباتیت پر مردانگی کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور عورت کی جذباتیت اس کے لیے الزام بن جاتی ہے۔"

"لیکن...... یہ سب آپ کو کیسے پتا؟ فرخ کے دل کا حال آپ کیسے جانتی ہیں؟"

"اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس نے عروبہ کو ٹھکرا کر تم سے شادی کی' جب کہ پورا گھر عروبہ کا دیوانہ ہے۔ فرخ عروبہ کو سخت ناپسند کرتا ہے' اظہار نہیں کرسکتا کہ خاندانی لڑکی ہے ایک ذرا سی بات پورے خاندان میں آگ بھڑکا سکتی ہے اس لیے بس اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔"

"عروبہ کا کردار مشکوک ہے' فرخ نے خود کئی لڑکوں کے ساتھ کبھی شاپنگ سینٹر میں کبھی آئسکریم پارلر میں دیکھا ہے۔ اسی لیے اس نے اپنی ماں کی پسند کو ریجیکٹ کر کے تمہیں اپنایا۔ وہ سب باتیں تو بس غصے میں کہی گئیں کچھ شیطانی لمحات کی کارستانی تھی۔ وہ تمہیں چاہتا ہے حریم! بس اظہار کرنے سے قاصر ہے۔"

"اسی ایک خامی نے اسے تخت سے تختہ کا سزاوار بنادیا۔"

"کیسے یقین کرلوں چچی کیسے......؟ آپ تو خود ابھی جوان ہیں' شادی کو دس ہی سال ہوئے ہیں' کیا سمجھتی نہیں ہوں گی کہ مان اور عزتِ نفس کے بغیر ایک عورت کی زندگی کتنی کھوکھلی ہوتی ہے۔ ان سب کے بغیر کیسے سب کی عداوتوں کا بوجھ اٹھا سکتی تھی کچھ تو درکار ہوگا مجھے بھی اپنی مضبوطی کے لیے۔"

"صبر اور انتظار ہی تمہیں حوصلہ دے سکتے ہیں اور تمہاری محبت آہستہ آہستہ فرخ کو اپنا گرویدہ بنا سکتی ہے' وعدہ کرو...... تم حوصلہ نہیں ہارو گی۔ سب کی باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دینے کا وصف سیکھو' دیکھنا حالات تمہارے حق میں بول اٹھیں گے۔ فرخ کے دل میں پنہاں محبت کو تم ہی اجاگر کرسکتی ہو۔ وہ دل کا بُرا نہیں' بس گھر والوں کی محبت اور بیوی کے حق میں توازن برقرار نہیں رکھ پایا ہے۔ وہ میرے پاس آتا ہے' مجھے سمجھتا ہے۔ جو اپنی چچی کو پہچاننے کی صفت رکھتا ہے وہ بیوی کو کیوں نہیں پہچانے گا؟"

پے در پے حیرانیوں کا سلسلہ چل رہا تھا جن کے خلاف گھر والے تھے ان کو مان دیتا ہے ان کی مسیحا صفتی کو پہچانتا ہے۔

"میں نے بہت سمجھایا ہے اسے' تم سے میرا کوئی خونی رشتہ نہیں لیکن اجڑے لوگوں کو آباد کرنے میں خدا جہاں میرا وسیلہ بنائے گا وہاں میں کھڑی ہوجاؤں گی۔"

"فرخ تمہیں مان دے گا حریم! بس اپنا حوصلہ قائم رکھنا۔" انہوں نے اس کی آنکھ میں آئے آخری آنسو بھی پونچھ ڈالے۔

"تم تیار ہونا اس گھر میں جانے کے لیے؟"

"خود سے تو گھر والے جانے بھی نہیں دیں گے جتنی تذلیل انہوں نے میرے ساتھ ساتھ میرے گھر والوں کی ہے' اس کے بعد کیا یہ ممکن ہے؟"

"ٹھیک ہے' پھر فرخ کا انتظار کرو۔ آہستہ آہستہ یہ مرحلہ بھی میں طے کرلوں گی۔ اب اپنی پیاری سی مسکان کا تحفہ مجھے دو تاکہ میں جاؤں۔" وہ مسکرائیں تو اس کے چہرے پر بھی گلاب کھل اٹھے تھے۔

"آپ جیسی عورت خضرِ راہ ہیں چچی! میری زندگی کو سنوار دیا آپ نے' اب آپ کے کہے ایک ایک لفظ کی پاسداری کروں گی میں۔ اگر آپ جیسی ایک عورت بھی ہر خاندان سے منسلک ہوگی تو وہ خاندان کبھی نہیں بکھرے گا۔ یہ دعویٰ ہے میرا......!"

"ضروری نہیں ہر عورت ہی ایک رنگ میں ڈھل جائے۔ حاسد' غاصب اور چغل خور کے روپ میں' کچھ عورتوں کو تو اپنا منفرد مقام بنانا چاہیے' خاندانی سیاست سے ہٹ کر' بھلے وقتی پریشانی ہو تو ہو۔ اتنی زیادہ تعریفیں' باقی آئندہ وقتوں کے لیے اٹھا رکھو تم سے تو دوستی رہے گی ان شاء اللہ۔ اوکے' اللہ حافظ۔"

❁......☆......❁

گھر والے بھی کایا پلٹنے پر شکر گزار تھے ان کے کہ کوئی تو ان کی بات سمجھنے کے لیے کھڑا ہوا۔ مصلحت پسندی ہر ایک کو خدا ودیعت نہیں کرتا یہ تو اپنے نیک بندوں کے لیے ایک انعام ہے کہ خود بھی سکون سے رہتے ہیں اور دوسروں کی راہ سے بھی بے سکونی کے کانٹے چن دیتے ہیں۔

اب عید کے دن قریب آتے جارہے تھے اور اس کا اضطراب بڑھتا جارہا تھا کہ اب تک نا تو چچی نے کوئی خبر لی نا فرخ آیا اب عید میں تین چار روز رہ گئے تھے کہ اچانک سے فرخ آگیا اسے لینے جسے دیکھ کر اس کی آنکھیں نمناک ہوگئی تھیں اس نے کھل کر اسے رونے دیا۔

"میں تو غلطی پر تھا' تم نے اس سے بڑی بھول کرلی۔ کیا سمجھوں اسے' تمہاری نادانی یا جذباتیت......؟"

"جو بھی تھا' سزا تو میرے پورے خاندان کو ملی۔ اپنے ماں باپ کو میں نے ہی رسوا کردیا۔"

"میں معافی مانگ چکا ہوں' سب سے باقی میرے گھر والوں کو اللہ ہدایت دے اور میں کیا کرسکتا ہوں۔"

"میں امی کے دل سے یہ ڈر نکال دوں گی فرخ! کہ میں ان کے اکلوتے بیٹے کو ان سے چھیننے آئی ہوں۔ اب اپنی محبت اور خلوص سے اس وسوسے سے باہر لانا ہے انہیں۔"

"تمہیں بھی میری طرف سے کوئی شکایت اب نہیں ہوگی۔ اعتماد اور مان دوں گا تمہیں تاکہ کسی مقام پر تمہیں کسی کمی کا احساس نہیں ہو۔ حریم یہ وعدہ ہے میرا۔ اور اب عید میں بھی تین دن رہ گئے ہیں چلو اب گھر چلو......"

"امی ابو نے کیا کہا ہے؟" اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"سب نے مجھ پر فیصلہ چھوڑ دیا ہے کہ آج لے جانا چاہوں تو کوئی مسئلہ نہیں اور عید تک تمہیں رہنے دوں تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں لیکن میرا موڈ نہیں اب تمہیں چھوڑنے کا۔" وہ شرارتی ہوا۔

"ہوں......!" اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کے بدلے بدلے انداز دیکھے' منزل بہت دور نہیں تھی۔

خوش گمانیاں خوش قسمتی میں بدلتی نظر آرہی تھیں لبوں پر دھیمی سی مسکان نے ہمیشہ کے لیے قبضہ کرلیا تھا۔

"اور وہ کہاں ہیں؟ میری زندگی کے اندھیروں کو اجالا بخشنے والی۔" اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہ پری چہرہ' فرشتہ صفت ہستی نظر نہیں آئی تھیں جن کی بدولت آج وہ بے پایاں محبتوں کے احساس سے سرشار تھی۔ ایک اعتماد اس کے ساتھ تھا۔

"ان کی بچیوں کے اسکول میں آج "یوم والدین" ہے۔ وہ وہیں گئی ہیں۔ اتنی مصروفیت کے ساتھ دوسروں کے دلوں کا اتنا خیال رکھتی ہیں۔ ان کی بچیاں بھی ان ہی کی طرح نیک خصلت' معصوم اور پیاری ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"ظاہر ہے گلاب کے پودے میں گلاب ہی اُگیں گے نا۔ کتنی خوش بُو ہوگی ان کے گھر آنگن میں۔ نیک سیرتی کی مہک اور چمک ہی الگ ہوتی ہے' ہے نا فرخ!" اس نے تائید کے لیے اسے دیکھا۔

"صحیح کہہ رہی ہو۔ نیک سیرتی غریب کے آنگن کو بھی نورعطا کردیتی ہے۔ اسے زیبائش و آرائش کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

"میری تمام عمر کی دعائیں ان کے ساتھ رہیں گی کہ خدا ان کی بچیوں کے لبوں سے مسکان کو کبھی جدا نہ کرنا۔ جہاں جہاں وہ قدم رکھیں وہیں وہیں پھول کھلیں۔ آمین"

دل میں سرشاری ہی ایسی تھی کہ عنبر چچی کے لیے الفاظ بھی کم پڑ رہے تھے۔ ایسی عورتیں دنیا کے لیے ایک انعام ہوتی ہیں جو سب سے ہٹ کر کردار ادا کرتی ہیں۔ ہنر جانتی ہیں پتھروں میں پھول اگانے کا۔ نم آنکھوں میں مسکراہٹ کے جگنو بھرنے کا۔

❁

عید سعید

عید کا جوڑا

نزہت جبیں ضیاء

عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر عید نمبر

ذرا تاخیر ہوجاتی اگر واپس پلٹنے میں
مجھے معلوم ہے تیرے سبھی اقرار مر جاتے
میرے اندر کی فن کاری تیری دریافت ہے صاحب
وگرنہ تو میرے اندر سبھی شاہکار مر جاتے

عیدالفطر کا چاند نظر آ گیا تھا۔ ساتھ ہی بازاروں کی رونقیں بڑھ گئی تھیں۔ ہر طرف روشنیاں' بھاگتی دوڑتی' گاڑیاں' ہجوم اور خوش گوار ماحول تھا۔ لوگ اپنے اپنے طور طریقوں اور حقیقت کے مطابق عید منانے کی تیاریاں کرر ہے تھے۔

حناطہ کب سے چھت پر لیٹی آسمان کو گھور رہی تھی' کتنی اداس اور مضمحل تھی وہ...... نیچے اماں اور خولہ عید کی تیاریاں کرر ہی تھیں اور وہ ان خوشیوں اور گہما گہمی سے قطعی بے نیاز تھی۔ اس کی اداس آنکھوں میں انتظار جیسے آ کر ٹھہر گیا تھا۔

''ابریز......!'' اس کے لبوں سے آہ کی صورت یہ نام نکلا۔ ''تم ایسے تو نہیں تھے تم نے تو آنے کا وعدہ کیا تھا ناں پھر...... کیوں......؟ نہیں آئے۔ نا کوئی بات' نا کوئی کال' نا مسیج' آخر تم کہاں چلے گئے...... کیوں ابریز تم نے ایسا کیوں کیا؟'' آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ نکلے تھے۔

❁......☆......❁

''آپا! ادھر آؤ جلدی سے ایک مزے کی بات بتاؤں؟'' حناطہ کالج سے آئی تو خولہ اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی کمرے میں لے گئی۔

''ارے...... ارے کیا ہوگیا ہے؟ پاگل ہوگئی ہو کیا......؟'' حناطہ نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔

''اتنی اچھی خبر سنا رہی ہوں' ابا جی کے دوست ہیں نا آفاق چچا! ان کا بیٹا آ رہا ہے ابریز! اور پتا ہے وہ آپ کے رشتے کے لیے آ رہا ہے۔ آفاق چچا تو آپ کو دیکھ کر گئے تھے ناں اب ابریز بھائی کو بھیج رہے ہیں ویسے ابریز بھائی کی جاب بھی یہیں ہوگئی ہے۔ ہائے سچ کتنا مزا آئے گا ناں......'' خولہ کی خوشی دیدنی تھی۔ حناطہ کے چہرے پر مایوسی ابھر آئی۔

''ہاں پتا ہے ہر کسی کی طرح وہ بھی......'' حناطہ کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے خولہ نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

''نہیں آپا! پلیز ایسا مت سوچو' اس بار اللہ بہتر کرے گا۔ میری آپا تو لاکھوں میں ایک ہیں' اب لوگوں کی نظریں ہی تمہیں نہیں پہچانتیں تو غلطی ان نظروں کی ہے۔'' خولہ نے کہا تو حناطہ پھیکی ہنسی ہنس دی۔

اماں نے بھی نئے سرے اور نئی امید کے ساتھ ابریز کا انتظار شروع کر دیا۔ ابا جی بھی کچھ مطمئن تھے۔ امتیاز صاحب آفس میں جاب کرتے تھے' اللہ نے دو بیٹیاں حناطہ اور خولہ دی تھیں۔ بیٹا کوئی نہیں تھا حناطہ اور خولہ میں چھ سال کا فرق تھا۔ خولہ گوری چٹی' خوب صورت نقوش کی مالک تھی جب کہ حناطہ کی شکل تو ٹھیک تھی مگر رنگت سانولی تھی۔ امتیاز صاحب نے حناطہ کو اس کی خواہش کے مطابق ایم اے کروایا تھا اور اب وہ مقامی کالج میں لیکچرر تھی۔ پچھلے کئی سالوں سے ان کے والدین حناطہ کی شادی کے لیے کوشاں تھے مگر جو رشتہ آتا وہ شوخ و چنچل اور گوری چٹی خولہ کو پسند کر لیتا پھر اماں نے خولہ کو سختی سے کہہ دیا تھا کہ رشتے کے لیے آنے والی خواتین کے سامنے نہ آئے' خولہ بے چاری اتنی دیر کمرے میں بند رہتی تھی' جتنی دیر خواتین بیٹھی رہتیں مگر...... جو بھی آتا فضول باتیں کرتا' کوئی کہتا عمر زیادہ ہے' کوئی کہتا بہت سیدھی سادی ہے' آج کل ایسی لڑکیاں گھر نہیں چلا سکتیں۔ کوئی کہتا رنگت کم ہے۔ اماں بے چاری ٹھنڈی آہ بھر کر رہ جاتیں اور حناطہ خوامخواہ ہی شرمندہ ہونے لگتی کہ گویا جیسے وہ مجرم ہو' اپنی بوڑھی ماں کی' کمزور اور بے بس باپ کی اور اسے بے تحاشا رونا آتا وہ راتوں کو بستر پر بے آواز روتی اور اپنے ربّ سے بھلائی کی بھیک مانگتی۔

❁......☆......❁

اس روز وہ کالج سے تھکی ہاری لوٹی تو برآمدے میں ابا جی کے ساتھ بیٹھے نوجوان کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ بلو جینز اور بلیک ٹی شرٹ میں وہ معقول اور جاذب نظر لگ رہا تھا۔

''آؤ...... آؤ بیٹی!'' امتیاز صاحب نے اسے دیکھ کر آواز دی۔ وہ جھجکتے ہوئے آگے آئی۔

''حناطہ بیٹی! یہ ابریز ہے۔ آفاق کا بیٹا' نوکری

اے چاند سی لڑکی

سنو! اے چاند سی لڑکی
ابھی تم کہہ رہی تھیں نا
تمہیں مجھ سے محبت ہو نہیں سکتی
چلو مانا کہ یہ سچ ہے
مگر اے چاند سی لڑکی مجھے بس یہ بتاؤ تم
کہ جب موسم بدلتے ہیں
گلوں میں رنگ بھرتے ہیں
تو پھر کیوں مضطرب ہو کر
اکیلے پن سے گھبرا کر
ہوا کو راز دیتی ہو مجھے آواز دیتی ہو
سنو اے چاند سی لڑکی!
تمہارے سامنے جب کوئی میرا نام لیتا ہے
تو پھر کیوں چونک جاتی ہو
چلو مانا تمہیں مجھ سے محبت ہو نہیں سکتی
مگر اتنا سمجھ لو تم جہاں چاہت نہیں ہوتی
وہاں الفت کے ہونے کا کوئی امکاں نہیں ہوتا
میرا دعویٰ ہے چاہت میں
صلہ نفرت نہیں ہوتی
یہاں اکثر یہ دیکھا ہے
اگر کچھ وقت کٹ جائے
وقت کی دھول چھا جائے
تو نفرت بھاگ جاتی ہے
محبت جاگ جاتی ہے
محبت جاگ جاتی ہے

جاوید شیخ جیدی...... بیروالا' بہاولنگر

کے سلسلے میں آیا ہے' کچھ روز یہیں رہے گا اور ابریز یہ میری بیٹی ہے' حناطہ! مقامی کالج میں لیکچرر ہے۔"

"السلام علیکم!" دونوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا۔ ابریز نے غور سے دیکھا' لائٹ پرپل کاٹن کے سوٹ میں سر پر سلیقے سے دوپٹا اوڑھے وہ اچھی لگ رہی تھی۔

"ایکسکیوزمی! میں چینج کرلوں۔" وہ پلٹی۔

"آپا! جلدی سے فریش ہوکر آجاؤ' آج تمہاری پسند کا کھانا بنایا ہے اماں نے۔" خولہ نے کچن سے آواز لگائی۔

⁂......☆......⁂

ابریز پڑھا لکھا' سوبر اور سنجیدہ نوجوان تھا۔ وہ غیر ضروری گھر میں نہیں رہتا کوشش کرتا کہ اس وقت رہے جب امتیاز صاحب ہوں۔ اس نے آنے کے چند دن بعد ہی آفاق صاحب کو فون کردیا تھا کہ اسے حناطہ پسند ہے۔ حناطہ کم گو' سیدھی سادی' قابل اور ذہین تھی۔ جو بات کرتی نپی تلی اور بامعنی ہوتی۔ بات کرنے کا انداز دھیما اور نرم ہوتا۔ ابریز بھی ایسا ہی تھا۔

"آپا......! ابریز بھائی نے تمہیں پسند کرلیا ہے۔" اس روز جب پتا چلا تو خولہ نے خوشی سے اسے گود میں اٹھالیا۔ وہ بھی حیرت زدہ' خاموشی سے خولہ کو دیکھتی رہی۔

"اماں نے بتایا ہے......"

تب ہی اماں بھی آگئیں۔ حناطہ نے سوالیہ نظریں اماں پر ڈالیں۔

"میری بچی! تجھے اللہ نے صبر کا انعام دیا ہے۔ سدا سکھی رہے۔" انہوں نے سینے سے لگا کر دعا دی' ساتھ ہی ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

⁂......☆......⁂

گھر میں خوش گوار سی تبدیلی آگئی تھی' حناطہ کو ابریز سے شرم آنے لگی تھی' ابریز بھی گھر میں بہت کم رہتا۔ وہ کالج سے نکلی تو سامنے ہی ابریز کھڑا تھا۔ ابریز کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔ عجیب سی کیفیت ہورہی تھی ابریز قریب آگیا۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام! آپ یہاں؟" وہ پزل ہورہی تھی۔

"ہاں دراصل مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے' ہم کہیں بیٹھ کر بات کرسکتے ہیں؟" ابریز نے کہا۔

"جی! مگر......؟" وہ کچھ ہچکچا رہی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اس طرح کسی غیر مرد کے ساتھ یوں جانا۔

"اگر تم نہیں چاہتیں تو کوئی بات نہیں' بس مجھے تم سے کچھ باتیں کرنی تھیں۔" ابریز کے چہرہ بجھنے لگا تھا۔

"نہیں...... نہیں چلیں پلیز!" حناطہ جلدی سے بولی کچھ دیر بعد وہ دونوں آئس کریم پارلر میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

"دراصل حناطہ! تم کو پتا ہوگا میں یہاں کس مقصد سے آیا ہوں اور میں نے اپنا فیصلہ بھی سنا دیا ہے۔"

"جی......!" حناطہ نے نگاہیں جھکا کر دھیمے لہجے میں کہا۔

"حناطہ! میں ظاہری خوب صورتی' دکھاوا اور نمود ونمائش کا قائل نہیں' مجھے سیدھی سادی' سمجھ دار اور پڑھی لکھی بیوی چاہیے' الحمدللہ! میری معقول جاب ہے' کچھ عرصے میں مجھے گھر بھی مل جائے گا۔ میری فیملی کے بارے میں امتیاز چچا اچھی طرح جانتے ہیں۔ ابا جی بھی تم لوگوں سے بہت مطمئن ہیں' میں تھوڑا سا کنفیوژ ہوں کیونکہ میں تمہارے منہ سے تمہارا فیصلہ سننا چاہتا ہوں تاکہ میں مطمئن ہوجاؤں' کیا تمہیں میرا ساتھ منظور ہے؟" ابریز نے اپنا مضبوط ہاتھ ٹیبل پر اس کے عین سامنے رکھ کر تھوڑا سا جھک کر پوچھا۔ حناطہ کی حالت عجیب سی ہورہی تھی' اچھا بھلا اسمارٹ بندہ اس کے بالکل قریب بیٹھا اس سے سوال کررہا تھا۔ وہ پسینہ پسینہ ہورہی تھی۔

"حناطہ! ریلیکس ہوکر جواب دو پلیز......" وہ دوبارہ گویا ہوا۔ حناطہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر اپنا فیصلہ بہت خوب صورت انداز میں سنایا تھا اور ابریز نے اس کے نازک سے ہاتھ کو ہاتھوں میں لے کر بہت خوب صورت نظروں سے اسے دیکھا تھا' حناطہ خفیف ہوگئی۔

"اب چلیں! جب کچھ دیر تک ابریز اسے دیکھتا رہا' تو حناطہ نے نروس سے انداز میں اس کو مخاطب کیا۔

"اوہ...... ہو...... ہاں...... ضرور شکریہ حناطہ!" اس نے جھک کر سرگوشی کی اور دونوں پارلر سے باہر آگئے۔

⁂......☆......⁂

زندگی بہت خوب صورت ہوگئی تھی' رمضان المبارک شروع ہوچکے تھے۔ سب لوگ عبادتوں میں مصروف تھے' رمضان المبارک کے پہلے ہفتے میں ہی ابریز واپس اسلام آباد جانے والا تھا کہ دوسرے عشرے میں وہ اپنی ماں کو لے کر آئے گا اور پھر عید پر رسم کردی جائے گی۔

سحری کے بعد نماز اور قرآنِ پاک پڑھ کر خولہ' امتیاز صاحب اور اماں سوگئے۔ حناطہ چھت پر آگئی' اسے صبح صبح یہاں آنا بہت اچھا لگتا تھا' وہ وہیں پلنگ پر بیٹھ گئی اور گملے میں لگے موتیے کی مہک کو اپنے اندر اتارنے لگی۔ تب ہی قدموں کی چاپ پر پلٹی' سامنے ابریز کھڑا تھا۔

عائشہ اعظم

آنچل اسٹاف اور آنچل قارئین کو میری طرف سے السلام علیکم! جی تو میرا نام عائشہ ہے اور کاسٹ کے لحاظ سے ہم راجپوت ہیں اور میں فیصل آباد کے ایک گاؤں تحصیلدار میں رہتی ہوں۔ میں 10th کلاس کی طالبہ ہوں۔ آنچل میں سب کا تعارف پڑھا تو اچھا لگا اور میرا بھی دل کیا کہ میں بھی اپنے بارے میں کچھ لکھوں اور ہاں ہم باقاعدہ اجازت سے آئے ہیں۔ ہم آٹھ بہن بھائی ہیں' سب سے بڑی جویریہ آپی' سدرہ آپی پھر مابدولت خود ہیں پھر عثمان' مقدس' سفیان اور نور ہیں۔ نور سے تو اللہ ہی توبہ اتنی شرارتیں کرتی ہے کہ کسی بھی بچے کو گھر نہیں آنے دیتی۔ اب آتے ہیں پسند ناپسند کی طرف۔ کلرز میں مجھے پنک' وائٹ اور بلیک کلرز بہت پسند ہیں۔ کھانے میں بریانی اور چکن کی بنی ہوئی کوئی بھی ڈش ہو پسند ہے۔ پھلوں میں آم اور انگور پسند ہیں اور سردیوں میں مجھے چاکلیٹ' آئس کریم کے ساتھ کوکا کولا بہت پسند ہے (ہے ناں عجیب بات)۔ جیولری میں مجھے چوڑیاں اور گجرے پسند ہیں۔ اب آتے ہیں خوبیوں اور خامیوں کی طرف' یہ تو دیکھنے والے ہی بتاسکتے ہیں کہ ہم میں کتنی خوبیاں اور خامیاں ہیں۔ کوکنگ اور گھر کے سارے کام کرنے آتے ہیں لیکن کرتی نہیں ہوں (بقول جویریہ آپی اور سدرہ آپی کے کام چور ہوں) ویسے سدرہ آپی کو میری اسمارٹنس بہت پسند ہے اور میری دوستوں کو میری آنکھیں بہت پسند ہیں۔ میری اور سدرہ آپی کی بڑی انڈر سٹینڈنگ ہے' ہم دونوں ایک دوسرے سے ہر بات شیئر کرلیتے ہیں میری اتنی زیادہ فرینڈز نہیں ہے اور جو ہیں ان کے نام یہ ہیں عیشا' نادیہ' ماریہ' آمنہ اور فوزیہ۔ فوزیہ نے تو منگنی کروا کے ہمیں چھوڑ ہی دیا ہے' مشاغل میں آنچل پڑھنا ہے' آنچل مجھے بہت زیادہ پسند ہے اس کے علاوہ میں ایف ایم بھی سنتی ہوں۔ ایف ایم کے عتیق الرحمن بھی مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ میری فیورٹ کہانیاں "محبت دھنک رنگ اوڑھ کے' جب وہ موم پتھر ہوا" اور "یہ چاہتیں یہ شدتیں" بہت پسند ہیں۔ رائٹرز میں مجھے نازیہ کنول نازی' عشنا کوثر سردار' اقراء صغیر احمد اور عفت سحر میری پسندیدہ رائٹرز ہیں۔ شاعری سے مجھے کوئی لگاؤ نہیں ہے لیکن اگر کوئی شعر اچھا لگے تو اپنی ڈائری میں اتار لیتی ہوں۔ ارے آپ لوگ تو بور ہونے لگے؟ چلیں اب جانے لگی ہوں' مجھے برداشت کرنے کا شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین اور پلیز دعا کریں کہ پاکستان کے حالات جلد ٹھیک ہوجائیں۔ امید ہے آپ لوگوں کو میرا تعارف پسند آیا ہوگا اب اجازت دیں' اللہ حافظ۔

"آپ......؟" اس نے جلدی سے دوپٹا ٹھیک کیا۔

"ہاں جی! کیوں میں نہیں آ سکتا کیا؟" وہ مسکراتا ہوا وہیں بیٹھ گیا۔

"نہیں...... یہ بات نہیں......" وہ گڑبڑائی۔

"حناطہ میں کل جا رہا ہوں جلد ہی اماں کو لے کر آؤں گا اور اگر ہو سکے تو نکاح ہی کروالوں گا۔ ٹھیک ہے ناں؟" اس نے سوال کیا۔

"جی...... اتنی جلدی......؟" وہ گھبرا گئی۔

"میرا بس چلے تو آج کروالوں۔" وہ ستانے کے موڈ میں تھا۔

"پلیز......" وہ بلش ہوگئی۔

"جب میں آؤں نا تو تم یہ کپڑے پہننا پلیز عید پر......" اس نے ایک پیکٹ سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"ان شاء اللہ جلد لوٹ آؤں گا میں۔ کل دوپہر کو چلا جاؤں گا اس وقت تم کالج میں ہوگی اس لیے آج ہی ملنے آیا ہوں کہ پھر موقع ملے نا ملے۔ میرا انتظار کرنا...... اوکے۔"

"ابریز! بس تم جلد لوٹ آنا......" اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

"پلیز...... پلیز...... ایسا مت کرو یار! میں بہت کمزور دل رکھتا ہوں اب وہ بھی تمہارے پاس ہے تو برداشت کیسے کر پاؤں گا۔" ابریز کی شرارت پر وہ روتے روتے ہنس دی۔

"دل بہت اداس ہو رہا تھا چند دنوں میں ہی ابریز اس وقت قریب آ گیا تھا کہ دوری کا احساس گویا جان لیوا لگ رہا تھا۔

......☆......

حناطہ جو بہت ناامید ہو چکی تھی پھر سے اس کے اندر نئے جذبے جنم لینے لگے تھے۔ ابریز کی آمد نے اس کی زندگی بدل کر رکھ دی تھی اسے زندگی سے پیار ہونے لگا تھا۔ موسم اچھے لگنے لگے تھے۔ چاہنا اور چاہے جانے کا احساس کتنا خوب صورت ہوتا ہے یہ احساس اس کی رگ رگ میں اترنے لگتا تھا۔ اپنا آپ معتبر لگنے لگا تھا۔ وہ بھی کسی کی ضرورت ہے یہ احساس کتنا دلفریب اور خوش کن تھا۔

اس احساس نے اسے یکسر بدل کے رکھ دیا تھا۔ اسے بات بے بات ہنسی آنے لگی تھی۔ خود کو سجانے سنوارنے کا خیال رہنے لگا تھا۔

ابریز چلا گیا تو ماحول کچھ بدل سا گیا تھا مگر اس کے لوٹ آنے کے تصور سے وہ آپ ہی آپ مسکرا دیتی۔ اماں ابا جی اور خولہ بھی بہت خوش تھے اس دفعہ تو عید کی خوب زور و شور سے تیاریاں ہو رہی تھیں سارے کام پندرہویں روزے سے پہلے ختم کرنے تھے کہ پندرہویں روزے کو ابریز نے آنے کا کہا تھا۔ دو تین دن تک تو ابریز کے میسج آتے رہے پھر اچانک آنا بند ہوگئے وہ میسج کرتی تو جواب نہ ملتا۔

اسے پریشانی ہو رہی تھی نا جانے کیا مسئلہ ہوگیا تھا۔ بہت سوچ کر اس نے کال کی تو نمبر بند تھا۔

"یا الٰہی خیریت رہے۔" اس نے دل سے دعا مانگی۔ دل تھا کہ عجیب عجیب سے وسوسوں کا شکار تھا۔ پھر خولہ سے پتا چلا کہ ابا جی کا رابطہ بھی آفاق چچا سے نہیں ہو رہا تھا وہ لوگ کب آ رہے ہیں؟ کیا پروگرام ہے؟ کچھ پتا نہیں تھا؟ سب ہی پریشان تھے کہ اچانک ابریز کو کیا ہوگیا یا آفاق چچا کیوں خاموش ہیں۔ حناطہ رو رو کر ربّ کے آگے دعائیں مانگتی گڑگڑاتی ابا جی اور اماں بھی دعائیں مانگتے۔ آتے آتے خوشیاں گویا راستہ بدلنے لگی تھیں۔

حناطہ زیادہ تر کمرے میں رہتی افطار کرتی سحری کرتی اور پھر کمرے میں بند ہو جاتی۔ اماں منہ

چھپائے آنسو پونچھتی رہتیں۔ ابا جی سر جھکائے مزید بوڑھے لگنے لگتے۔ خولہ کی شوخی بھی نہ جانے کہاں چلی گئی تھی۔

......☆......

دن پہ دن گزرتے رہے رمضان المبارک کا بابرکت اور پاک مہینہ اختتام کو پہنچا اور آج عید الفطر کا چاند بھی نظر آ گیا تھا۔ چاند دیکھ کر حناطہ کی آنکھوں سے ڈھیر سارے آنسو بہہ نکلے تھے۔ اس نے وہ جوڑا نکال کر دیکھا تھا جو جاتے وقت ابریز دے کر گیا تھا۔

"ابریز...... پلیز آ جاؤ......" اس کے لبوں سے سسکاری نکلی۔

"آ گیا......!" کانوں کے قریب آواز آئی تو حناطہ نے چونک کر اپنے بائیں جانب دیکھا۔ سامنے سینے پر ہاتھ باندھے ابریز کھڑا تھا۔

"ابریز......!" آنکھیں پھاڑے وہ غیر یقینی انداز میں دیکھ رہی تھی۔ اسے اپنی بصارت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"تم...... تم......؟" گھبرا کر وہ پلنگ سے اٹھ گئی۔

"ہاں محترمہ! آپ کے سامنے آپ کا اپنا ابریز اور آپ کا مجرم کھڑا ہے جس نے آپ کو بہت دکھ دیئے۔ پلیز حناطہ! میں بہت مجبور تھا اور بڑی مشکل میں تھا اس لیے نا چاہتے ہوئے بھی تمہیں دکھی کیا۔ مجھے معاف کر دو۔" وہ شرمندگی سے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"تم...... تم...... کہاں تھے ابریز......! اندازہ ہے تم کو کتنا روئی ہوں میں؟" وہ پھر سے رونے لگی۔

"پلیز...... پلیز...... حناطہ! یہاں بیٹھو اور سنو مجھ پر کیا گزری۔" ابریز نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ پلنگ پر بٹھایا اور خود اس کے برابر میں بیٹھ گیا۔

"پتا ہے تم کو جب میں نے اماں سے تمہارے لیے بات کی تو اماں ناراض ہوگئیں اور اپنی بھانجی سے میرا نکاح کروانے کی ضد کرنے لگیں۔ میں اور ابا جی اپنے فیصلے پر قائم رہے اور اماں اپنے فیصلے پر...... میں نے بھی کتنی اذیت میں گزارے یہ دن تم نہیں سمجھ سکتیں اگر تم سے رابطہ رکھتا تو کیا کہتا میں تو اماں سے جنگ کرتا رہا۔ آخرکار اماں کا دل پسیجا اور انہیں مجھ پر ترس آ ہی گیا اب میں ابا اور اماں کو لے کر آیا ہوں۔ اماں کو بہت جلدی ہے اپنی بہو سے ملنے کی۔ تم بتاؤ کہ میں نے کس طرح گزارے ہوں گے یہ اذیت ناک دن...... تو معافی تو ملے گی ناں۔" اس نے کان پکڑ کر معصومیت سے کہا۔

"ہاں!" کہہ کر وہ نیچے کی طرف جانے لگی۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"اب تمہارا دیا ہوا سوٹ پہن کر اپنی ساس کو سلام کروں گی۔" پلٹ کر وہ شرارت سے بولی تو ابریز زور سے ہنس دیا۔ وہ بھی ہنستی ہوئی نیچے کی طرف بھاگی۔ جہاں ابا جی اماں چچا آفاق اور چچی مل کر کل کے نکاح کا پروگرام سیٹ کر رہے تھے وہ گنگناتی ہوئی عید کا جوڑا پہننے چل دی۔

"آپا! اماں کہہ رہی ہیں چاچا چاچی سے مل لو پھر مہندی لگوانے بھی جانا ہے۔" خولہ نے اسے دیکھ کر کہا تو خولہ کی آواز کی خوشی اس کی سماعتوں میں رس گھولنے لگی۔ اپنے ربّ کا ڈھیروں شکر ادا کرتی ہوئی وہ اسٹور کی طرف چل دی جہاں عید کا خوب صورت جوڑا اس کا منتظر تھا۔

قصہ نصف بہتر کا

مسز حرا امجد...... کینیڈا

نصف بہتر کا مطلب تو ہے ایک آدھا دوسرے آدھے سے بہتر ہے اور ہم یہ زیادہ تر میاں بیوی کے تعلقات کے لحاظ سے استعمال کرتے ہیں اور یہ تقریباً ہر گھر کا قصہ ہے۔

نصف بہتر عموماً اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کسی کام کی تفصیل میں بحث ہوتی ہے اور خواتین کو ہی نصف بہتر کہا اور سمجھا جاتا ہے۔ کہنے کو تو ہر چیز میں شراکت ہوتی ہے مگر کام کا زیادہ تر بوجھ ہر گھر میں آخر میں عورتوں پر ہی پڑتا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ عورت گھر کے کام کاج میں ذمہ دار ٹھہرائی جاتی تھی اور مردوں کے ذمہ باہر کے کام ہوتے تھے مگر آج کل عورت گھر کی ذمہ داری بھی اٹھا رہی ہے اور باہر مرد کے ساتھ کام بھی کر رہی ہے۔

لوگ سوچتے ہیں وہ کون سا بہتر زمانہ تھا جب عورت مزے سے گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی تھی اور باہر نکلنا کبھی کبھی ہوتا تھا۔ یا یہ زمانہ جب تقریباً روز ہی وہ اپنے شوہر کے ساتھ اس کی ذمہ داریاں نباہ رہی ہوتی ہے۔

آج کے دور میں ہر چیز بھاگ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی کیسے کیسے جوڑے بنائے ہیں۔ اب ہر ایک تو بہتر اور نصف بہتر ہو نہیں سکتا۔ کوئی پورا بہتر بھی ہو سکتا ہے اور کوئی بہتر ہی نہیں ہوتا۔

دراصل بات یہ ہے کہ......! ارے ٹھہریے پہلے ہم آپ کو اپنے گھر اور گھر والوں کے متعلق تو کچھ بتا دیں تاکہ اتنی لمبی تمہید کا مطلب بھی واضح ہو جائے۔

ہمارا گھر تین پورشن میں بنا ہوا ہے۔ گیٹ سے داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ پر سیڑھیاں ہیں جو بالائی منزلوں کی طرف جاتی ہیں اور بائیں جانب دو دروازے ہیں جو ہماری جٹھانی صاحبہ کی رہائش گاہ ہے۔ جہاں وہ پورے طمطراق سے رہتی ہیں اور ہر آنے جانے والے پر نظر رکھنا ان کا بہترین مشغلہ ہے۔

درمیان والے پورشن میں ما بدولت کی چھوٹی سی سلطنت ہے۔ جہاں ہم ایک عدد بادشاہ سلامت (میاں) اور دو شہزادیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ خیر یہ تو تھا مختصر سا تعارف اور اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

مطالعہ کا شوق تو ہمیں شروع سے ہی تھا۔ لیکن ابھی کچھ عرصہ سے ہمیں محسوس ہوا کہ ہمارے اندر بھی لکھنے لکھانے کے جراثیم موجود ہیں اور باہر آنے کے لیے کلبلا رہے ہیں۔ لہٰذا ہم نے ان جراثیم کو باہر لانے کے لیے کمر کس لی۔ ہم نے سوچا کوشش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مدیر صاحب کی حوصلہ افزائی ہوئی تو ٹھیک ہے اور نہ ہوئی تو کیا ہوا ہمارے اندر کا رائٹر تو زندہ رہے گا۔

بڑے سوچ بچار کے بعد ہم نے اپنے مشن کا آغاز کیا اور تصور میں ہم نے اپنے آپ کو نام ور مصنفین کی صف میں کھڑے دیکھنا شروع کر دیا۔

یہ تصور اس وقت ڈھیر ہو گیا ابھی صرف ارادہ ہی کیا تھا کہ چھوٹی بیٹی کی آواز آئی کہ اس کو باتھ روم جانا ہے اور راگ بھیرویں میں ہمیں یاد کر رہی ہیں۔ ہنستے ہوئے ہم نے ان کو فارغ کروایا اور دوبارہ یہ سوچ کر بیٹھ گئے کہ اسی موضوع یعنی نصف بہتر پر ہی کچھ طبع آزمائی کی جائے۔ ابھی قلم سنبھالا ہی تھا کہ شوہر نامدار کی آواز کیا دہائی کان میں پڑی۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ موصوف بھوک سے بے چین ہیں۔ دل ہی دل میں نصف بہتر (یعنی موضوع کو خود کو ہنس) کر کوستے ہوئے ناچار کچن کی طرف گئے اور میاں صاحب کے معدے کو بھرنے کا انتظام کرنا شروع کر دیا تاکہ معدہ تک اور پھر دل تک رسائی کو آسان بنایا جا سکے۔

اب یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ صرف بیوی ہی نصف بہتر ہو کیا ایک شوہر نصف بہتر نہیں ہو سکتا۔ ویسے یہ تو ہم جیسے بڑے رائٹرز کی سوچ ہے اور لکھنے پر کوئی پابندی بھی نہیں جو دل چاہا گھسیٹ دیا اب یہ پڑھنے والے (یعنی مدیر) اور چھاپنے والے کی مرضی ہے کہ وہ مناسب سمجھے تو پزیرائی ورنہ جگ ہنسائی۔

تو جناب بات ہو رہی تھی ہمارے نصف بہتر کی۔ ہمارے خیال میں یہ جو نام خواتین کو دیا گیا ہے دراصل مرد حضرات کو دینا چاہیے تھا۔ اب دیکھیے نا آدھا دن "وہ" گھر سے باہر آدھا دن آفس سے باہر آدھا دن کمرے سے باہر اور آدھا دن بے چارے باتھ روم کی نذر۔ تو جب شوہر حضرات ہر کام آدھا کرتے ہیں اور پھر بھی سمجھتے ہیں کہ ہم بہترین ہیں تو یہ نام یعنی Better Half بھی ان ہی کو زیب دیتا ہے۔ وجہ آپ کے سامنے ہے دیکھیں نا کہ کھانا ہم نے پکایا تو انہوں نے کھایا۔ آدھی ذمہ داری بانٹ لی۔ کمرہ صاف ہم نے کیا وہ بستر پر محو استراحت ہوئے (احسان)' کپڑے ہم نے دھوئے تو انہوں نے پہن کر آدھی ذمہ داری پوری کر دی۔ لہٰذا ہم کو یہ پکا یقین ہو گیا کہ "نصف بہتر" دراصل شوہروں کے لیے ہونا چاہیے۔ کیونکہ ہم لوگ تو صرف نام کے ہی بہتر ہیں اور "وہ" اپنے آپ کو بہترین سمجھتے ہیں۔

ابھی قصہ یہیں تک پہنچا تھا کہ بڑی صاحبزادی کی آواز آئی۔

"مما پلیز مجھے مچھر کاٹ رہے ہیں آ کر کھجا دیں۔" 'اف' سر پیٹنے کی کسر رہ گئی تھی اب کوئی ان سے کہے کہ۔

شگفتہ خان کی پسند...... بھلوال سے

تمہیں عشق تو ہو پتا چلے

یہ جو آنکھ نم ہے تو کس لیے
یہ جو لب ترستے ہیں تو کس لیے
یہ جو دل تڑپتا ہے تو کس لیے
یہ جو سانس تھمتی ہے تو کس لیے
یہ جو دھڑکنوں میں اضطراب ہے تو کس لیے
یہ جسم و جاں پر عذاب ہے تو کس لیے
یہ جو زندگی بے آباد ہے تو کس لیے
یہ جو ہر طرف خزاں کی رت ہے تو کس لیے
یہ جو ہر سو دکھ کا بسیرا ہے تو کس لیے
کبھی
تمہیں عشق ہو تو پتا چلے......!

☆......☆......☆

درخشاں بی بی کی پسند...... چوٹالہ سے

غزل

مجھے تم نظر سے گرا تو رہے ہو
مجھے تم کبھی بھی بھلا نہ سکو گے
کبھی نام باتوں میں آیا جو میرا
تو بے چین ہو کے دل تھام لو گے
نگاہوں میں چھائے گا غم کا اندھیرا
کسی نے جو پوچھا سبب آنسوؤں کا
بتانا بھی چاہو بتا نہ سکو گے
میرے دل کی دھڑکن بنی ہے جو شعلہ
سلگتے ہیں ارماں یوں بن بن کے آنسو
کبھی تو تمہیں بھی یہ احساس ہوگا
مگر ہم نہ ہوں گے تیری زندگی میں
بھلانا بھی چاہو بھلا نہ سکو گے
میری یاد ہوگی جدھر جاؤ گے تم
کبھی نغمہ بن کے کبھی بن کے آنسو
تڑپتا مجھے ہر طرف پاؤ گے تم
شمع جو جلائی ہے میری وفا نے
بجھانا بھی چاہو بجھا نہ سکو گے
مجھے تم نظر سے گرا تو رہے ہو

"بیٹا کم از کم کھجا تو خود لیا کرو اس کے لیے بھی مما کی ضرورت ہے۔" (ابا نے مفت کی ملازمہ رکھی ہوئی ہے) مگر جی کیا کریں "بہتر" ہونے کے چکر میں ناچار اٹھے اور مچھروں کو کوستے ہوئے بٹیا کے کمرے میں جا کر حسب خواہش بہترین کام کر کے واپس آئے مگر واپس آنے سے پہلے کوائل لگانا نہیں بھولے تا کہ اب اس کے بعد کوئی پرابلم نہ ہو اور ہم یکسوئی سے اپنے رائٹر بننے کے خواب کو شرمندہ تعبیر کر سکیں۔

مزے کی ایک بات تو بتانا بھول ہی گئے۔ جب سے رائٹر بننے کا کیڑا سر میں کلبلایا تھا تب سے اب تک اپنے گھر میں کاغذ کی تلاش کر رہے ہیں مگر وہ تو خزانے کی تلاش سے بھی کٹھن کام نکلا کیونکہ ہماری راج دلاری چھوٹی شہزادی شاید بکری سے قرابت رکھتی ہیں جو کاغذ اور کتاب ہاتھ لگے اس کو چبانا عین سعادت سمجھتی ہیں۔ مگر پھر ایک ہفتے کی تلاش کے بعد جو کاغذ دستیاب ہوئے وہ چار خانے والی کاپی کے تھے جن پر یاد ہے کہ بچپن میں ون، ٹو، تھری، فور لکھا کرتے تھے۔ تو سوچا کہ چلو کوئی بات نہیں ابتدا ہی تو ہے۔ (ہمارے رائٹر بننے کی) لہٰذا صبر و شکر کر کے انہی کاغذات کو استعمال کیا۔ بلآخر دو تین صفحات لکھ ہی ڈالے اور دوسرے دن پر ڈال کر سو گئے۔ دوسرے دن وہ کاغذ ہماری میز پر سے ایسے غائب ہوئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ تین دن کے بعد یہ عقدہ کھلا کہ ہماری جیٹھانی صاحبہ (جو کہ خاصی خوش خوراک واقع ہوئی ہیں) نے ان کاغذات کو سموسوں کا تیل نچوڑنے کے لیے استعمال کر لیا۔ اپنے ٹیلنٹ کی یہ ناقدری دیکھ کر دل چاہا کہ سب چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جائیں مگر کیا کریں وہ ہے نا کہ "شوق دا مل کوئی نا" تو جناب ایک نئے جذبے کے ساتھ دوبارہ نئے کاغذات ڈھونڈے اور پھر سے کمر بستہ ہو کر قلم اٹھا لیا۔

ابھی دو یا تین سطریں ہی لکھی تھیں کہ پھر بٹیا رانی کی پکار سنائی دی۔ "ممی دُدُو دے دیں۔" ابھی ان کو دودھ دے کر فارغ کیا ہی تھا کہ دوسری صاحبزادی منہ بسورتی ہاتھ میں کاپی اور پنسل پکڑے چلی آ رہی ہیں۔

"مما مجھے ڈرائنگ بنا دیں۔" نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کے مصداق بڑے پیار سے پوچھا کہ "بیٹا کیا بنا دیں؟" جھٹ بولیں۔

"مما چھپکلی، کاکروچ اور ڈائنوسار بنا دیں۔"

اب کوئی ان سے پوچھے کہ بیٹا بچے تو تتلی، پھول، ستارے بنواتے ہیں یہ کاکروچ اور ڈائنوسار کیوں اب کیا کہہ سکتے ہیں۔ اکیسویں صدی کی اولاد ہے۔ جو ابھی سے اپنے آپ کو طرم خان کہتی ہے بلکہ کہتی کیا سمجھتی ہے۔

ناچار الٹے سیدھے خاکے بنا کے ان کو مطمئن کیا ہی تھا کہ "وہ" ایک بار پھر چلے آئے۔

"ارے طمانیہ کی ماں (جب ہمیں چڑانا ہو تو وہ اسی نام سے پکارتے ہیں) ذرا اچھی سے چائے تو بنا دو، ساتھ تمہارے ہاتھ کے بنے مزیدار اسنیکس بھی ہوں تو کیا بات ہے۔ دراصل باجی آئی ہوئی ہیں نیچے والے پورشن میں تو میں ان سے کہہ کر آیا ہوں کہ چائے ہمارے ساتھ پئیں تو ذرا جلدی سے سب کچھ بنا لو فٹافٹ۔" (اونہہ حاتم طائی کہیں کے)۔

ناچار صبر کے گھونٹ بھرتے اپنے نصف بہتر کو گھورتے، اپنے کاغذات، قلم کو حسرت سے دیکھتے مجبوراً اٹھے اور کچن کی طرف چلے کیونکہ آخر کو ہم بھی تو نصف بہتر ہی ہیں۔

عید سعید

روحانی مسائل اور ان کا حل

حافظ شبیر احمد

صائمہ مریم...... لاھور

جواب:۔ ہر نماز کے بعد اول و آخر 3'3 بار درود شریف اور 21 بار **سورۃ العصر** پڑھ کر اپنے شوہر کے چہرے کا تصور کر کے پھونک ماریں۔ گندی بد عادات کے خاتمے اور باہر جا کر کمانے کی نیت کریں۔

ر ب...... خانیوال

جواب:۔ دعا کریں اپنے حق میں اللہ آپ کو جلد اپنے گھر کا کر دے۔

والد پر جادو ہے عشاء کی نماز کے بعد 3 مرتبہ **سورۃ عبس** پڑھ کر اپنے والد پر دم کریں پانی پر دم کر کے بھی پلائیں روزانہ۔

اسماء لقمان...... ملتان

جواب:۔ **اللھم انا نجعلك فی نحورھم ونعوذ بك من شرورھم** بہنوئی اور اس کی فیملی کا سوچ کر پڑھیں۔ جب یاد آئے۔

نماز کی پابند کریں۔ فجر کی نماز کے بعد 41 مرتبہ **سورۃ الفاتحہ** مغرب کی نماز کے بعد 41 مرتبہ **آیۃ الکرسی** پڑھ کر اپنے سر اور جسم پر دم کیا کریں۔ پانی پر بھی دم کر کے پیا کریں۔ (اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف)

س ع...... نا معلوم

جواب:۔ رشتے کے لیے جو وظیفہ بتایا ہے وہ جاری رکھیں۔ عشاء کی نماز کے بعد 111 مرتبہ **سورۃ العصر** اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ پڑھتے وقت تصور ہو کہ فرمانبردار ہو جائیں اور رشتہ کے لیے راضی ہو جائیں۔ تصور میں لا کر دم بھی کریں ان دونوں پر اور ایک گلاس پانی پر دم کر کے صبح نہار منہ پلائیں روزانہ۔

آپ انہیں ہر بات پر ٹوکنا بند کر دیں۔

سمعیہ...... فیصل آباد

جواب:۔ سب کاموں کے لیے ہر نماز کے بعد 41 بار **یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع** اگر آسانی ہو تو 101 بار ہر نماز کے بعد۔

بھائی چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے یا رزاق پڑھتے رہیں۔ پیسا آئے گا تو آپس میں ٹھیک ہو جائیں گے۔

رخشندہ پروین...... لیاقت آباد، کراچی

جواب:۔ میرے حساب سے بچی کا اس کی شخصیت کے لیے بہتر نہیں (تبدیل کر لیں) پانی اور تیل کے لیے ماہنامہ آنچل سے رجوع کرنا ہوگا۔

نظر اتارنے کے لیے 7 لال مرچیں لے کر اس پر سورۃ اخلاص 11 بار پڑھ کر دم کریں اور بچی پر سات بار گھما کر آگ میں ڈال دیں۔ دھانس آئے تو نظر نہیں ہے اگر دھانس نہ آئے تو نظر ہے۔ دوبارہ کریں صبح و شام 1'1 بار۔

رینا...... ملتان

جواب:۔ "**یا جبار**" 313 مرتبہ روزانہ بعد نماز عشاء اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

والدہ خود پڑھیں اور اپنے تمام مسئلوں کے لیے دعا کریں۔

اطہر احمد صدیقی...... راولپنڈی

جواب:۔ بعد نماز عشاء **سورۃ قریش** 111 مرتبہ روزانہ۔ اول و آخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

کاروبار کے لیے دعا کریں۔

ہر ماہ صدقہ دیتے رہیں (بکرا/گائے)

صبا حسن...... سیالکوٹ

جواب:۔ مسئلہ نمبر1:۔ **"سورۃ النصر"** 125 مرتبہ اول و آخر 25،25 مرتبہ درود ابراہیمی بعد نماز عشاء روزانہ زمین کے لیے۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں رکھیں۔

مسئلہ نمبر2:۔ تازہ دودھ اور پانی برابر ملا کر پئیں۔ "یا شافی یا کافی" 7 بار پڑھ کر کسی پر پھونک مار کر پئیں۔ انفکشن ختم ہوجائے گا۔

اسماء...... سرگودھا

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ عشاء کی نماز کے بعد (اسماء خود کرے)۔

ایک تسبیح استغفار' ایک تسبیح درود شریف پڑھ کر اپنے مسئلے کے لیے دعا کریں۔

س۔رانی...... گجرات

جواب:۔ بعد نماز عشاء 111 مرتبہ **سورۃ القریش** اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

امتحان میں کامیابی اور معاشی حالات کے لیے دعا کریں روزانہ۔

ناہید اختر...... حیدرآباد

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔

جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ **سورۃ مزمل** پڑھ کر دم کردیں۔ لڑائی جھگڑے نہیں ہوں گے۔ اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔

رشتوں کے لیے:۔ بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

معاشی مسائل کے حل کے لیے:۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

فرخ فاطمہ اشرف...... حویلی لکھا

جواب:۔ سرسوں کا (کڑوا تیل) 41 مرتبہ **سورۃ فاتحہ** اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ روزانہ رات سر کی مالش کریں صبح غسل کرلیں۔

عظمٰی بنت نسیم اختر...... خانیوال

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ فاتحہ** 41 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر پورے جسم پر ہاتھ پھیریں۔

مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد **سورۃ فلق' سورۃ الناس** 19،19 مرتبہ دم بھی کریں۔

ع۔ر اسلم...... سرگودھا

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں جلد اور اچھے رشتے کے لیے۔

بعد نماز مغرب اور عشاء **سورۃ الفلق' سورۃ الناس** 19،19 مرتبہ بندش ختم کرنے کے لیے۔

"یا قوی" فرض نماز کے بعد 11 مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر۔ سبق پڑھنے سے پہلے 7 مرتبہ **سورۃ قریش**۔

ا۔ن...... ضلع چکوال

جواب:۔ رشتے کے لیے بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 درود شریف۔

بعد نماز مغرب اور عشاء **سورۃ الفلق' سورۃ الناس** 19،19 مرتبہ بندش اور رکاوٹ کے لیے۔

جو کام شروع کریں پہلے استخارہ کرلیا کریں۔ بعد نماز عشاء 111 مرتبہ **سورۃ القریش** اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ روزی کے لیے دعا کریں۔

ثوبیہ...... فیصل آباد

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ یٰسین** 3 مرتبہ

پڑھ کر اپنے مسئلے کے لیے دعا کریں۔

سیما پروین...... کراچی

جواب:۔ بعد نماز عشاء 111 مرتبہ **سورۃ القریش** اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

عائشہ رحمت علی...... گوجرانوالہ

جواب:۔ (ا) جب تک ضرورت محسوس کریں وظیفہ جاری رکھیں۔ خاص دنوں میں نہ پڑھیں۔

سورۃ **"بینہ"** پارہ ۳۰' صبح و شام 3،3 مرتبہ پانی پر دم کرکے پلائیں۔ روزانہ اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔

رقیہ بی بی...... جام پور

جواب:۔ بعد نماز عشاء **سورۃ قریش** 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دونوں پڑھیں۔ اپنے اپنے مسئلوں کے لیے۔

رضیہ بیگم...... لاہور

جواب:۔ وظیفہ جاری رکھیں۔

چاروں قل شریف' 3 مرتبہ۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**' ایک تسبیح۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

آپ کی بیٹی پانی پر پڑھ کر روزانہ آپ پر چھڑکے' پورے جسم پر۔

نسرین اختر...... میانوالی

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔

رشتہ کے لیے **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز فجر۔

سامان کی واپسی اور زمین کے لیے:۔ **سورۃ یٰسین** 3 مرتبہ بعد نماز فجر دعا بھی کریں۔

دکان کے لیے:۔ **سورۃ الفلق** اور **سورۃ الناس** 21،21 مرتبہ پڑھ کر پانی دکان میں چھڑکیں روزانہ۔

111 مرتبہ **سورۃ القریش** پڑھیں بعد نماز عشاء اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دکان چلے گی انشاءاللہ۔

مسئلہ ۵:۔ اللہ سے توبہ کرو، حلال کھاؤ۔

یسریٰ...... ہری پور

جواب:۔ بہتر استخارہ آپ خود کریں۔ طریقہ عالم سے پوچھ لیں پھر کوئی فیصلہ کریں۔ اللہ آپ کے حق میں بہتر فیصلہ فرمائے۔ آمین

ثناء عارف...... گوجرانوالہ

جواب:۔ آیات شفاء 21 مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کریں گھر کے تمام افراد پئیں صبح نہار منہ روزانہ۔

کاروبار کے لیے:۔ بعد نماز عشاء 111 مرتبہ **سورۃ قریش** اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

سعدیہ صدیق...... شورکوٹ

جواب:۔ بعد نماز عشاء **سورۃ آل عمران** آیت نمبر 38 روزانہ 101 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں پھر۔

ثناء عشرت...... سہالہ

جواب:۔ نیم کے پتوں کا رس نکال کر پورے جسم پر لگائیں۔ 10 منٹ بعد غسل کرلیں۔ ہفتہ میں 3 مرتبہ۔

رشتہ کے لیے:۔ **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74' 70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ بعد نماز فجر دعا بھی کریں۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے۔

ثناء عشرت...... راولپنڈی

جواب:۔ اللہ سے مانگیں اور خود بھی کوشش کریں۔

ہر نماز کے بعد سورۃ اخلاص 11 مرتبہ۔

مادیہ عظیم...... واہ کینٹ

جواب:- بعد نماز عشاء **سورۃ قریش** 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔
وظیفہ شروع کر دیں اور نتیجہ آنے تک جاری رکھیں ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔ دعا بھی کریں۔

شمازیہ

جواب:- مسئلہ ا:- قسم کی اہمیت کے متعلق عالم سے رجوع کریں۔ وظیفہ جاری رکھیں۔
مسئلہ ۲:- **سورۃ قریش** 111 اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ اچھی اور جلد نوکری کے لیے دعا کریں اور کچھ نہ پڑھیں۔

تحریم..... جھڈو

جواب:- ا:- آیات شفاء صبح و شام 7،7 مرتبہ پڑھ کر دم کریں اور پانی بھی پئیں۔
۲:- بچی جب سو جائے تو ماتھے اور سینے پر انگلی (شہادت) سے (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لکھ دیا کریں۔ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

بشریٰ ملک..... فیصل آباد

جواب:- مسئلہ ا:- کوئی حل نکالیں۔
۲:- مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد 7،7 مرتبہ **سورۃ الفلق** اور **سورۃ الناس** پڑھا کریں۔

م ع..... مانگٹ

جواب:- فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر "یا قوی" 11 مرتبہ پڑھا کریں۔ قوت حافظہ کے لیے۔

بعد نماز عشاء **سورۃ قریش** 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔
معاشی مسائل اور گھر بکنے کے لیے دعا کریں۔

شمائلہ کرن..... چھوٹا گھسیٹ پورہ

جواب:- آپ نے اپنے والد کا نام تو لکھا نہیں خط میں؟ استخارہ کرلیں۔
معاشی حالات کے لیے **سورۃ قریش** 111 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ دعا کریں پھر۔

کومل رباب..... لاہور

جواب:- بعد نماز فجر **سورۃ شمس** 41 مرتبہ پانی پر پڑھ کر دم کریں۔ صبح نہار منہ گھر کے تمام افراد کو پلائیں۔ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود پڑھیں۔
نیت بھی ہو کہ فرمانبردار بن جائیں۔

کومل..... لاہور

جواب:- "یامانع" ہر نماز کے بعد 41 مرتبہ۔ اول و آخر 3،3 مرتبہ درود شریف۔
معنی ذہن میں ہو اور تصور ہو کہ واپس لوٹ رہا ہے۔

روحانی مسائل کا حل کوپن اکتوبر ۲۰۱۲ء

نام..... والدہ کا نام..... گھر کا مکمل پتا.....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پذیر ہیں.....

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

سیدنا لکھتی ہیں کہ میں نے دس ماہ پہلے APHRODITE منگوایا تھا۔ جس کے استعمال سے چہرے کے بال تھوڑے ہلکے ہوئے ہیں۔ رنگ صاف کرنے کے لیے JODUM-IM تلاش کیا مگر یہاں کہیں نہیں ملا۔ اگر میں رات کو لگاؤں تو صبح برائٹ کریم استعمال کر سکتی ہوں، ضرور بتائیں۔

محترمہ آپ APHRODITE کا استعمال جاری رکھیں۔ آپ کے چہرے سے فالتو بال ان شاء اللہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔ اس کو رات کو لگائیں تو دن میں کوئی بھی کریم استعمال کر سکتی ہیں۔ جوڈم ون ایم صرف ہومیو پیتھک اسٹور سے ملے گی۔

صائمہ، گجرات سے لکھتی ہیں کہ میری ٹھوڑی پر بال ہیں میں APHRODITE منگوانا چاہتی ہوں۔ میرے کچھ سوالات کے جواب دیں۔ APHRODITE تیل ہے یا کریم اس سے جلد کالی تو نہیں ہوتی، کچھ عرصہ بعد بال دوبارہ تو نہیں ہوتے۔

محترمہ افروڈائٹ تیل کی شکل میں ہے۔ وزارت صحت حکومت پاکستان کی لیبارٹری سے ٹیسٹ شدہ ہے۔ جلد پر کوئی مضر اثرات نہیں ہوتے۔ فالتو بالوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کرتی ہے۔ ترکیب استعمال بوتل پر لکھی ہوتی ہے۔ مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں آپ کو دوا گھر پر پہنچ جائے گی۔

جاذبہ دیول، مری سے لکھتی ہیں کہ چہرے پر دانے ہوتے ہیں اور میرے خوب صورت چہرے پر داغ دھبے چھوڑ جاتے ہیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پیا کریں۔ ان شاء اللہ داغ دھبے بالکل ختم ہو جائیں گے یہ دوا مری کے کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی۔

نادیہ جبیں، وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ EUPION-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ث، چشیاں سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ اخراج میں بہت کمی ہے جس کی وجہ سے پیٹ بڑھ رہا ہے اور عمر 27 سال ہے۔ آدھے سے زیادہ بال سفید ہو چکے ہیں۔ موٹاپے کے لیے فائی ٹولا کا استعمال کر رہی ہوں۔

محترمہ آپ JABORANDI-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ملا کر صبح شام لیں اور PITUITRIN 30 کے دس قطرے دوپہر و رات کو لیں۔ میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں۔ بالوں کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

حافظ محمد طارق، کھاریاں سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کر دیں۔

محترم آپ CHINA-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور بیگم کو CALCIUM FLUOR 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں۔ میرے کلینک کے نام پتے پر 550 روپے کا منی آرڈر ارسال کر دیں۔ آپ کو دوا بھیج دی جائے گی۔ نسوانی حسن کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

سعدیہ، حضرو سے لکھتی ہیں کہ تلوں کے لیے دوا دو ماہ سے استعمال کی فائدہ نہیں ہوا اور رنگ گورا کرنے کے لیے THUJA M استعمال کی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

محترمہ بعض تل کسی دوا سے بھی ختم نہیں ہوتے اور رنگ گورا کرنے کی دوا JODUM-IM ہوتی ہے۔

اذان حسین، سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ نظام ہضم خراب ہے۔

محترم آپ CARBOVER-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

مسز ثریا' رچنا ٹاؤن سے لکھتی ہیں کہ سر کی ہڈی گردن اور ریڑھ کی ہڈی میں شدید درد ہوتا ہے۔میری بیٹی کے معدے آنتوں میں درد رہتا ہے۔

محترمہ آپ THRIDION 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور بیٹی کو CARBOVEG6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

رابعہ شاہ کوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ NATRUM SULF 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔ ان شا اللہ شفاء حاصل ہوگی۔

ثومیانہ جٹ' خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرا قد چھوٹا ہے جسم موٹا ہے کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن پیا کریں۔تین ماہ مکمل کرلیں۔

عمر فاروق' مظفر گڑھ سے لکھتے ہیں کہ ہر بیماری کا علاج موجود ہے تو مجھے بھی میری بیماری کا علاج بتائیں۔

محترم آپ AGNUSCAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں۔

مہر ارم ارشد' حافظ آباد سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام خراب ہے اور موٹاپا ہوگیا ہے۔

محترمہ آپ SENICIO-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ ماہانہ نظام درست ہوگا تو مٹاپا بھی ختم ہوجائے گا۔

شانزے ملک' لودھراں سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ MAG PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور امی کو CINAMOM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔ان شاء اللہ دونوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

خورشید' چکوال سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام خراب ہے۔دوسرے میرا سینہ بہت بڑھ گیا ہے۔ہاتھ اور پاؤں کے ناخن بھی بیٹھ گئے ہیں۔

محترمہ آپ CINAMOM 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ سینہ کم کرنے کے لیے CHIMAPHILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

عانیہ تانیہ' فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر نسخہ تجویز کردیں۔

محترمہ سانس کے لیے NATRUMSULF 6X کی چار چار گولی تین وقت کھائیں۔قد بڑھانے کے لیے CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن لیں تین ماہ مکمل کرلیں۔

شاہدہ عمران' کھپرو سے لکھتی ہیں کہ مجھے بی پی ہائی رہتا ہے اور میرا رنگ بہت زیادہ سیاہ ہوگیا ہے۔

محترمہ آپ BRYTAMOR 3X کی ایک گولی روزانہ کھالیا کریں اور JODUM-1000 کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن بعد لیا کریں۔

صبا' ٹنڈو الٰہیار سے لکھتی ہیں کہ کوئی کھانا ہضم نہیں ہوتا جلن بدہضمی گیس تیزابیت بہت ہے۔

محترمہ آپ CARBOVEG-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت کھانے سے پہلے لیا کریں۔

اضفی' فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میری امی کو مٹاپا ہے اور ہم بہنوں کو سیلان کا مرض ہے۔

محترمہ آپ اپنی امی کو PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے تین وقت روزانہ دیں اور آپ BORAX 30 کے تین قطرے تین وقت روزانہ لیں۔

لاریب چوہدری' کنجاہ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 18 سال ہے قد چھوٹا ہے وزن 80 کلو ہے۔

محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک مرتبہ دیں۔

آنسہ انور' رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ APHRODITE کے لیے منی آرڈر کر رہی ہوں اور میری رنگت کالی ہے اور لیکیوریا ہے دوسرے مٹاپے کی دوا بھی بتادیں۔

محترمہ آپ BORAX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور JODUM- 1000 کے پانچ قطرے پندرہ دن میں ایک بار لیں۔

سحر فاطمہ' ڈگری سے لکھتی ہیں کہ ہم چار بہن بھائی ہیں ہمارے جسم تو صحیح ہیں مگر چہرے خراب ہیں۔گال پچکے ہوئے ہیں اور چہرے پر دانے نکلتے ہیں جو سیاہ داغ چھوڑ جاتے ہیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ارم علی' سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ پڑھائی کرتی ہوں سبق یاد نہیں رہتا بھائی کا مسئلہ ہے وہ کمزور ہے اور رنگت سانولی ہے۔

محترمہ آپ KALPHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ لیں اور بھائی کو FIVE PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور JODUM 1000 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر پندرہ دن میں ایک بار لیں۔

گلزار فاطمہ' ٹنڈو جان محمد سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت خراب ہو رہے ہیں دومنہ روکھے اور بے رونق ہیں۔گرتے بہت ہیں ایسا لگتا ہے کہ گنجی ہوجاؤں گی۔

محترمہ آپ میرے کلینک کے نام پتے پر 650 روپے منی آرڈر کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا نام پتا صاف ستھرا لکھیں اور مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER ضرور لکھیں۔آپ کو دوا گھر پہنچ جائے گی۔

ڈاکٹر یوسف کاظمی' کراچی سے لکھتے ہیں کہ مجھے بھی اگر کسی مریض کے لیے مشورہ کرنا ہو تو آپ سے رہنمائی حاصل کرسکتا ہوں۔

محترم آپ کلینک کے اوقات صبح 10 تا 1 بجے اور شام 6 تا 9 بجے فون 021-36997079 پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

نیک محمد' کراچی سے لکھتے ہیں کہ نوجوانوں کی بیماریوں کے علاج کے لیے کراچی میں ہزاروں شفا خانے کھلے ہیں مگر یہ لوگ ہزاروں روپے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں آپ کی مخلصانہ خدمات واقعی بہت بڑی بات ہے۔میں اپنا مسئلہ لکھ رہا ہوں شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

متین بیگم' سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بال ہیں بہت پریشان ہوں۔ آپ کے APHRODITE کی بڑی تعریف سنی ہے۔ مجھے اس کے بارے میں ایک بیوٹی پارلر والی نے بتایا تھا کیا میں اسے استعمال کرسکتی ہوں۔

محترم آپ مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر کردیں۔ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر کرنا منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل نام پتا ضرور لکھیں۔

مسلم خان' راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ مجھے ورم جگر کی شکایت ہے جگر کا فعل درست نہیں ہے۔

محترم آپ CHELIDONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

قطب الدین' سرگودھا سے لکھتے ہیں کہ بادی بواسیر ہے مسوں میں چبھن بہت زیادہ ہوتی ہے۔

محترم آپ AESCULUS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

نسرین جہاں' سکھر سے لکھتی ہیں کہ آپ کا فون

بہت زیادہ مصروف رہتا ہے کبھی بات ہی نہیں ہوتی کوئی اٹھاتا ہی نہیں۔ مجھے ڈاکٹر حسن بانو سے بات کرنا ہے۔

محترمہ آپ کلینک کے اوقات میں فون کریں ڈاکٹر حسن بانو صرف صبح 10 تا 1 بجے موجود ہوتی ہیں۔

نسیم بیگم' وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ اخراج بہت زیادتی سے ہوتا ہے درد بھی رہتا ہے۔

محترمہ آپ SABINA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں۔

مشتاق احمد' ملتان سے لکھتے ہیں کہ مشتاق نام کے لوگوں میں انسانیت کی خدمت کا بے حد جذبہ ہوتا ہے۔ اسی لیے مشتاق قریشی صاحب نے آپ کی خدمات حاصل کی ہیں اور آپ کی صحت کا سلسلہ نے دکھی انسانیت کی خدمت جاری ہے۔ اللہ آپ لوگوں کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے اور آپ کی مغفرت کا سبب بنائے آمین۔ میرا بھی ایک مسئلہ ہے شائع کیے بغیر اسے حل فرمائیں۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

گل بانو' پشاور سے لکھتی ہیں کہ میرے 6 بچے ہیں سب کو اپنا دودھ پلایا ہے مگر اب بالکل لٹکے ہوئے بے جان ہو گئے ہیں خوب صورتی ختم ہو گئی ہے۔

محترمہ آپ JODUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور مبلغ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کر دیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام BREAST BEAUTY ضرور لکھیں۔ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ ان شاء اللہ قدرتی خوب صورتی بحال ہوگی۔ JODUM 30 جرمنی کی بنی ہوئی کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے حاصل کر سکتی ہیں۔

ذکیہ سلطانہ' چیچہ وطنی سے لکھتی ہیں کہ مجھے بہت پرانا سر درد ہے کسی علاج سے نہیں جاتا۔

محترمہ آپ USENIA BARB-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں۔

نذیر احمد' ملتان سے لکھتے ہیں کہ مہروں کی خرابی سے کمر درد رہتا ہے کبھی بازوؤں تک میں آتا ہے۔

محترم آپ THRIDION 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

محترمہ صائمہ' جمال کراچی سے لکھتی ہیں کہ بریسٹ بیوٹی کے علاوہ نسوانی حسن کی کمی دور کرنے کے لیے آپ کے کلینک پر آلات کے ذریعے بھی علاج ہوتا ہے۔

محترمہ بریسٹ بیوٹی اور ادویات کے علاوہ آلات کے ذریعہ بھی علاج کیا جاتا ہے وہ بھی کافی مفید ہے۔

بوٹا خان' سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کر دیں۔

محترم آپ KALMIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

معین الدین' اٹک سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ AGNUSCAST 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

معائنہ اور باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔ صبح 10 تا 1 بجے۔ شام 6 تا 9 بجے۔ فون: 021-36997059' ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5' K.D.A فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2' سیکٹر 14-B نارتھ کراچی 75850۔

خط لکھنے کا پتا: آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75، کراچی۔

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

سویاں

اجزاء:۔

سویاں	ایک پیکٹ
کھویا	آدھا پاؤ
زعفران	تھوڑا سا
چینی	حسب ذائقہ
گھی	ایک چھٹانک
پستہ	10 گرام
دودھ	375 گرام

ترکیب:۔

چینی کی چاشنی تیار کر لیں اور کھویا گھی میں دو منٹ بھونیں۔ پانی میں ابال آنے کے بعد چھلنی میں چھان لیں۔ چاشنی کی پتیلی چولہے پر چڑھا کر بھونا ہوا کھویا چاشنی میں ڈال کر کفگیر سے ہلائیے۔ پھر چاشنی چولہے سے اتار لیں۔ زعفران اور دودھ ایک اور پتیلی میں ڈال کر جوش دیجیے۔ جب دودھ تقریباً خشک ہو جائے تو اس پتیلی میں سویاں اور چاشنی ڈال کر کفگیر نرم ہاتھ سے چلائیے تاکہ چاشنی اور سویاں ایک جان ہو جائیں۔ اس کے بعد سویوں کو تھوڑی دیر کے لیے دم پر رکھ دیں۔ پھر پتیلی چولہے سے اتار کر ان میں پستے کی گریاں باریک کتر کر ڈال دیں اور پیش کریں۔

فرح جاوید......کراچی

قوامی سویاں

اجزاء:۔

چینی	دو کلو/حسب ضرورت
کھویا	3 پاؤ
دیسی گھی	ڈیڑھ پاؤ
کشمش	10 گرام
سویاں	آدھا کلو
دودھ	ڈیڑھ لیٹر
زرد رنگ	ایک گرام
پستہ	10 گرام
بادام	10 گرام
سبز الائچی	10 گرام
روح کیوڑا	حسب ضرورت
چاندی کے ورق	حسب ضرورت
لونگ	5 گرام

ترکیب:۔

پہلے ڈیڑھ لیٹر دودھ کو پکا کر آدھا کر لیں۔ پھر دودھ میں چینی ڈال کر قوام تیار کر لیں۔ جب قوام تیار کر لیں تو اتار لیں۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ قوام پتلا نہ ہو ورنہ سویاں کھل جائیں گی۔ پھر ایک کھلے منہ کی دیگچی میں پانی ابال لیں۔ جب پانی کھول جائے تو اس میں زرد رنگ ڈال دیں۔ پانی کو چولہے پر چڑھا رہنے دیں۔ اس کے بعد سویاں باریک کپڑے میں باندھ لیں اور پوٹلی کو پانی میں آہستہ آہستہ ہلاتے رہیں۔ پھر پانی نچوڑ کر سویاں قوام میں ملا دیں۔ کھویا تھوڑے سے گھی میں بھون لیں۔ جب کھوئے کا رنگ قدرے سرخ مائل ہو جائے تب کھویا سویوں میں ملا دیں۔ پھر گھی میں لونگ اور چھوٹی الائچی کڑکڑا کر سویوں کو بگھار لگا دیں۔ بگھارنے کے بعد سویوں کو چولہے پر رکھ کر ہلکی آنچ پر پکائیں اور برابر کفگیر چلاتے رہیں تاکہ سویاں دیگچی میں لگنے نہ پائیں۔ جب سویوں کا پانی بالکل خشک ہو جائے اور گھی چھوڑ دیں تو کیوڑا چھڑک کر نیچے اتار لیں۔ چھوٹی پلیٹوں میں جما دیں۔ اوپر سے بادام' پستہ' باریک کاٹ کر چھڑک دیں۔ پلیٹوں میں جمانے کے بعد ورق لگا دیں۔ بہت لذیذ ہوں گی یہ سویاں' کافی عرصہ تک خراب نہیں ہوتی ہیں۔

اقصیٰ سعید......گوجرانوالہ

شاہی سویاں

اجزاء:۔

سویاں	ایک کلو

چینی	حسب ذائقہ
چھوہارے	2 عدد
زعفران	تھوڑا سا
پستے (کٹے ہوئے)	10'8 عدد
تیل	کھانے کا ایک چمچ
دودھ	2 لیٹر
سبز الائچی	2 سے 3 عدد
ناریل (پسا ہوا)	چائے کا ایک چمچ
بادام (کٹے ہوئے)	10'8 عدد
کشمش	10 عدد

ترکیب:

دودھ اتنا پکائیں کہ آدھا رہ جائے۔ تیل میں الائچی ڈال کر بھونیں پھر سویاں ڈال کر پانچ منٹ بھونیں۔ اب اس میں دودھ اور چھوہارے ڈال کر پکائیں۔ آمیزہ گاڑھا ہوجائے تو چینی ڈال دیں۔ دھیمی آنچ پر پکاتے رہیں جب پکتے پکتے آدھا ہوجائے تو زعفران، بادام، پستے، کشمش وغیرہ ڈال کر مزید تھوڑا پکائیں۔ جب حسبِ منشا ہوجائے تو ڈش میں نکال کر پیش کریں۔

ہما عمران...... کراچی

شاہی ٹکڑے

اجزاء:

ڈبل روٹی کے توس	چار عدد (کاٹ کر آٹھ ٹکڑے کرلیں)
چینی	ایک کپ
خشک دودھ	ایک کپ
زردہ کا رنگ	ایک چٹکی
بادام	10 عدد
دودھ	ایک لیٹر
سبز الائچی (پسی ہوئی)	8 عدد
گھی	ایک کپ
کیوڑا	کھانے کے دو چمچ
چاندی کے ورق	حسب ضرورت

ترکیب:

نان اسٹک پین میں گھی گرم کریں اور ڈبل روٹی کے توس تل کر سرخ کرلیں۔ جب سارے توس سرخ کرلیں تو نکال کر رکھ لیں۔ اب اس پین میں سارا گھی نکالیں اور دودھ ڈال دیں۔ جب ایک ابال آجائے تو چینی اور الائچی ڈال کر پکنے دیں۔ پانچ سے سات منٹ بعد اس میں سرخ کیے ہوئے توس ڈال کر ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ جب دودھ خوب گاڑھا ہوجائے تو زردہ رنگ کو کیوڑا میں ملا کر ڈال دیں۔ اب اس کو کسی کھلی اور گہری ڈش میں ڈال کر ٹھنڈا کریں۔ اس پر بادام چھڑک دیں اور چاندی کے ورق لگادیں۔

امبر...... لاہور

بنارسی بریانی

اجزاء:

باسمتی چاول	ایک کلو
گوشت	ایک کلو
ٹماٹر	آدھا کلو
دہی	50 گرام
ادرک (چھوٹا ٹکڑا)	باریک کترا ہوا
پیاز (باریک کٹی ہوئی)	2 عدد

ثابت گرم مسالا (لونگ، دار چینی، جاوتری، بڑی الائچی، کالی مرچ، زیرہ، جائفل)

ثابت دھنیا، سونف	ایک چائے کا چمچ
سرخ ثابت مرچ	6 تا 8 عدد
پسی سرخ مرچ	حسب ذائقہ
نمک اور اچار	حسب ذائقہ
تیل	ایک کپ

ترکیب:

سب سے پہلے گوشت کی بوٹیاں بنا کر دھو کر ایک پتیلی میں ڈالیں دو گلاس پانی ڈال کر دار چینی، لونگ، زیرہ، چار جوئے لہسن ڈال کر گلنے رکھ دیں۔ چاول کو چن کر الگ سے بھگو دیں۔ اب ایک پتیلی میں تیل ڈالیں اور پھر اس میں پیاز براؤن کریں اور آدھی پیاز نکال لیں۔ اس میں گوشت ڈال کر بھونیں پھر ٹماٹر کٹے ہوئے ڈال کر اچھی طرح بھونیں۔ اس دوران توے پر زیرہ، ثابت مرچ، ثابت دھنیا اور سونف ہلکی سی بھون کر پیس لیں اور اس کا آدھا پیسٹ گوشت میں ڈالیں۔ دہی، پسی لال مرچ، ہلدی ڈال کر اچھی طرح بھونیں اور گوشت کی یخنی اس میں ڈال دیں جب ایک ابال آجائے تو بھیگے ہوئے چاول اس میں ڈال دیں۔ تیز پات، گرم مسالا، آلو بخارہ، پسی ہوئی ایک جائفل اور جاوتری ایک چمچ اچار اس میں ڈال دیں۔ 6 سے 8 عدد ہری مرچیں بیچ میں سے کاٹ کر ڈال دیں۔ پانی اور نمک ڈال کر ڈھک دیں۔ جب چاول دم پر آنے لگیں تو بچا ہوا بھونا ہوا پیسٹ کٹے ہوئے بادیان کے پھول، لیموں کے قتلے یا املی کا پانی، زردے کا رنگ اور براؤن کی ہوئی پیاز چورا کر کے ڈال دیں۔ پودینہ بھی چھڑک دیں اور ہلکی آنچ پر دم پر رکھ دیں۔ دس منٹ بعد رائتے اور سلاد کے ساتھ سرو کریں۔ عید کے دن آئے مہمان اس چٹ پٹی بریانی کی بدولت آپ کے گرویدہ ہوجائیں گے۔

مہر گل...... اورنگی کراچی

ہرا ملائی تکہ

اجزاء:

مرغی کے سینے	2 عدد
لیموں کا رس	2 کھانے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ
پسا لہسن، ادرک	2 کھانے کے چمچ
پودینہ، ہرا دھنیا، ہری مرچ	ایک پیالی (پیس لیں)
کریم	ایک پیالی
لال مرچ پاؤڈر	2 کھانے کے چمچ
گرم مسالا پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ

ترکیب:

مرغی کے سینے پر چھری کی مدد سے نشان لگائیں تمام اشیاء مرغی کے سینے پر لگائیں اور 2 گھنٹوں کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ اوون کی ٹرے کو آئل سے چکنا کر کے مرغی کے ٹکڑے اس پر رکھیں اور پہلے سے گرم اوون میں 180 پر 20 منٹ پکائیں۔ درمیان میں برش کی مدد سے تکوں پر تیل لگائیں۔ مزے دار ہرا ملائی تکہ تیار ہے۔ آپ چاہیں تو اسے باربی کیو کرسکتے ہیں۔

رابیل کنول حلیمہ سعدیہ...... ڈیرہ اسماعیل خان

پستہ آئس کریم

اجزاء:

دودھ	ایک لیٹر
چینی	آدھا کپ
پستے	آدھا کپ (چوپ کرلیں)
پستہ ایسنس	آدھا چائے کا چمچ
گرین فوڈ کلر	ایک چٹکی
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچ
دودھ	ایک چوتھائی کپ

ترکیب:

ایک لیٹر دودھ کو پکائیں اور ایک چوتھائی کپ دودھ میں کارن فلور حل کر کے گرم دودھ میں ڈالیں۔ گاڑھا ہوجائے تو چینی ڈالیں۔ چینی حل ہوجائے تو چولہا بند کردیں۔ ٹھنڈا ہوجائے تو گرین فوڈ کلر پستہ ایسنس اور کریم مکس کردیں ٹھنڈا کر کے پھینٹیں۔ دوبارہ یہ عمل دہرائیں آخر میں پستے ڈال کر آئس کریم جمانے کے لیے رکھ دیں اور مہمانوں کو پیش کریں۔

مسز کامران خان...... کوہاٹ

کالی مرچ والی ہانڈی

اجزاء:

چکن (چھوٹی بوٹیاں کروالیں)	ایک کلو
کالی مرچ (کٹی ہوئی)	ڈیڑھ چائے کا چمچ
ادرک (باریک کٹی ہوئی)	ایک انچ کا ٹکڑا
تیل	ڈیڑھ پیالی
دہی	ایک کپ

پیاز	آدھا پاؤ
ہلدی	آدھا چائے کا چمچ
ہرا دھنیا	آدھی گڈی
ہری مرچ	4 عدد
لہسن ادرک (پسا ہوا)	ایک کھانے کا چمچ
گرم مسالا	ایک چائے کا چمچ

ترکیب:۔

ٹماٹر‘ پیاز‘ لہسن‘ ادرک اور ہری مرچ ڈال کر ابالیں اور گرائنڈر میں پیس لیں۔ چکن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنوالیں اور دھو کر ایک چھلنی میں رکھیں تاکہ زائد پانی نکل جائے۔ ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں اور چکن کو تل لیں ساتھ میں گریوی ڈال کر بھونیں۔ آدھا چمچ ہلدی اور دہی بھی شامل کردیں اور چکن گلنے تک خوب بھونیں‘ آخر میں گرم مسالا‘ کالی مرچ اور ہری مرچ ڈال کر دم دیں۔ ادرک اور ہرا مسالا چھڑک کر پیش کریں۔

سمیرا مشتاق ملک......اسلام آباد

ٹماٹر گوشت

اجزاء:۔

ٹماٹر	آدھا کلو
گوشت	آدھا کلو
پیاز	ایک پاؤ
ادرک لہسن	2 چائے کے چمچ
پسی لال مرچ	2 چائے کے چمچ
پسا ہوا گرم مسالا	آدھا چائے کا چمچ
جائفل جاوتری	آدھا چائے کا چمچ
چھوٹی الائچی	4 عدد
ہری مرچ	6 عدد
ہرا دھنیا	گارنشنگ کے لیے تھوڑا سا
نمک	حسب ذائقہ
کوکنگ آئل	ایک کپ

ترکیب:۔

تھوڑی سی پیاز لے کر کسی برتن میں آئل گرم کرکے فرائی کریں اور نکال کر الگ رکھ لیں۔ اسی آئل میں لہسن و ادرک کا پیسٹ‘ نمک اور مرچ ڈال کر گوشت بھی شامل کردیں اور اچھی طرح بھون لیں اب ٹماٹر اور بقیہ پیاز بھی ڈال کر گوشت گلنے تک پکنے دیں۔ جب گوشت گل جائے تو فرائی کی ہوئی پیاز اور اس کے ساتھ جائفل جاوتری کا پاؤڈر گرم مسالا اور چھوٹی الائچی بھی ڈال کر اچھی طرح بھون کر اتار لیں ہری مرچ اور ہرا دھنیا چھڑک کر تناول کریں اور سنی شاہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے۔

صنم شاہ عرف سنی......گاؤں حضرت پیر عبدالرحمان

دم چکن

اجزاء:۔

مرغی	ایک کلو (ٹکڑے کرلیں)
میدہ	ایک کپ
مکھن یا گھی	ایک کپ
کیچپ	ایک کپ
سرکہ	ایک کھانے کا چمچ
مسٹرڈ پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
ووسر شائر سوس	1/4 چائے کا چمچ

ترکیب:۔

ایک پین میں گھی یا مکھن گرم کریں۔ مرغی کے ٹکڑوں کو میدہ لگا کر پین میں ہلکا براؤن کرکے نکال لیں۔ کیچپ‘ سرکہ‘ ووسر شائر سوس‘ نمک‘ مسٹرڈ پیسٹ کو ملا کر اسی پین میں تھوڑا سا پکائیں۔ اس کے بعد مرغی شامل کرکے ڈھک کر آدھا گھنٹہ یا جب تک مرغی گل جائے اس وقت تک پکائیں۔ نان کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

ساجدہ زید......ویروالہ

عید سعید

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

عید کے لیے خصوصی

چہرے کا مساج

چہرے کا مساج جلد کے لیے نہایت مفید ہے۔ مساج نا صرف یہ کہ جلد کو صاف کرتا ہے بلکہ اس سے جلد کی کنڈیشننگ بھی ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی جلد کے درجہ حرارت میں اضافہ ہوتا ہے اور خون کی گردش بھی بڑھ جاتی ہے۔ مساج ہر طرح کی جلد کے لیے فائدہ مند ہے بشرطیکہ قاعدے سے اور ہولے ہولے کیا جائے۔

پیشہ وارانہ طور پر چہرے کا جو مساج کیا جاتا ہے اس میں کلینزنگ‘ جلد کی اچھی طرح رگڑائی‘ ماسک اور کنڈیشننگ شامل ہوتی ہے‘ اس کے علاوہ گردن کا مساج بھی کیا جاتا ہے اگر آپ کا میک اپ دیر تک قائم نہیں رہتا تو پھر چہرے کا مساج اس حوالے سے آپ کے لیے بہت مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔ آپ ایسا بھی کرسکتی ہیں کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑیں اور جب یہ گرم ہوجائیں تو انہیں چہرے کی جلد پر بطور مساج استعمال کریں۔ اگر آپ کی جلد خشک ہے تو بھی آپ کے چہرے کو مساج سے فائدہ پہنچ سکتا ہے‘ جلد نرم رہے گی اور آپ کا میک اپ بھی دیر تک قائم رہے گا۔

مساج کے مختلف گر

اگر آپ جلد کی بناوٹ اور اس میں فائبر کی ترتیب سے واقف نہیں ہیں تو پھر آپ کو مساج کرنے میں دقت پیش آئے گی‘ آپ کو چاہیے کہ آپ اپنی انگلیوں کو درست سمت میں حرکت دیں‘ اگر جھریاں ہیں تو ان کو احتیاط سے مساج کریں۔ عموماً جھریاں مسلز کی دائیں جانب بنتی ہیں‘ اس سے فائبر کی سمت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ اگر جھریاں عمودی ہیں تو افقی انداز اور اگر افقی ہیں تو عمودی انداز میں مساج کریں یعنی انگلیوں کو حرکت دیں۔

مسل کئی لحاظ سے ایک پتے سے مشابہ ہوتا ہے یعنی یہ صرف ایک ہی سمت میں چلتا ہے اس لیے مساج بھی ایک ہی سمت میں ہونا چاہیے اگر مسل درمیان سے باہر کی طرف جارہا ہے تو آپ کو اندر اور باہر دونوں سمت میں مساج کرنا ہے۔

مساج کرتے وقت آپ کو چہرے پر بہت سارا کریم لگانے کی ضرورت نہیں اگر بہت ضرور ہو تو آپ آدھائی اسپون کریم لے لیں جو آپ کی انگلیوں کو چہرے پر پھیلنے میں مدد دینے کے لیے کافی ہوگی۔

تولیہ سے مدد

اگر آپ کو مندرجہ بالا طریقہ دشوار لگے تو آپ صرف یہ کریں کہ مساج کریم (معمولی مقدار میں) انگلیوں پر لگا کر چہرے پر جگہ جگہ لگالیں‘ دوسرے مرحلے میں نیم گرم تولیے کو تیس سکینڈ تک چہرے پر مساج کے طور پر رگڑیں۔

مساج کریم صاف کرنا

مساج سے فارغ ہوجائیں تو مساج کریم کی صفائی پر توجہ دیں۔ ٹشو پیپر سے کریم صاف کرنے کی کبھی کوشش نہ کریں۔ اس سے آپ کی جلد کو نقصان پہنچے گا اور مساج سے جو اثر حاصل کیا گیا ہے وہ ضائع ہوجائے گا‘ اسے صاف کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کاٹن پیڈ کو ملک لوشن میں بھگو کر کریم کو ہولے ہولے صاف کرلیں۔ متبادل کے طور پر آپ گرم تولیے سے اپنا چہرہ صاف کرسکتی ہیں۔ تولیہ کو اگر تھوڑی دیر کے لیے اسٹیم کرلیں تو اور بھی اچھا رہے گا‘ اس سے

چہرہ صاف کرنے سے جلد کی رنگت اور نکھر جائے گی۔

مرحلہ وار طریقے

گھر پر فیشل پر مساج سے سو فیصد نتیجہ حاصل کرنے کے لیے ذیل میں دی گئی ہدایات سے استفادہ کریں۔

مساج کی شروعات گردن سے کریں۔ دونوں ہاتھوں کو استعمال کریں اور ایک ہاتھ سے مساج کرنے کے فوراً بعد دوسرے ہاتھ کو حرکت میں لے آئیں تاکہ تسلسل قائم رہے۔ دونوں ہاتھوں کو حرکت میں رکھتے ہوئے اوپر کی طرف آئیں یعنی جبڑے کے نچلے حصے اور پھر گالوں کی طرف ذہن میں یہ بات رہے کہ انگلیوں کی حرکت ایک ہی سمت میں ہو۔

جہاں ہنسنے کی وجہ سے لکیر بن جاتی ہے اسے لافنگ لائن کہتے ہیں' اب وہاں سے مساج کا عمل شروع کریں' ناک سے اوپر کی طرف جائیں مگر آنکھوں کے نیچے دباؤ ہلکا رکھیں۔ ایک بار پھر اس بات کا خیال رکھیں کہ مساج ایک ہی ڈائریکشن میں ہو۔

اب ٹھوڑی پر آجائیں اور دونوں ہاتھوں سے اوپر کی طرف حرکت دیتے ہوئے مساج کریں۔ اوپری ہونٹ کے پاس دونوں ہاتھوں سے مساج کریں اور دونوں ہاتھوں کی حرکت میں اختلاف ہو یعنی ایک کو دائیں جانب تو دوسرے کو بائیں جانب حرکت دیں۔

شہادت کی انگلی کی مدد سے آئی پاکٹ کا اندازہ لگائیں اور باہر والے کارنر سے مساج کا عمل شروع کریں۔ پپوٹوں پر آئیں اور اسی طرح دوسرے کارنر پر نکل جائیں مگر پک کو ٹچ نہ کریں۔ اب ناک کے اوپر' اوپر سے نیچے کی جانب مساج کریں' ناک کی دائیں بائیں جانب بھی یہی عمل کریں۔

ماسک کا استعمال چہرے کو نئی شادابی عطا کرتا ہے

آج کل گھریلو ماسک تیار کرنے کا رجحان فروغ پا رہا ہے۔ گھر میں بنائے جانے والے ماسک میں ایک فائدہ ضرور ہے وہ یہ کہ آپ کو اپنی جلد کے تقاضوں کے مطابق اس میں لچک رکھنے میں آسانی ہو سکتی ہے۔ گھریلو ماسک استعمال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو اپنی جلد کی نوعیت سے بخوبی آگاہی ہو۔ بہت سے ماسک' پھلوں' سبزیوں' انڈوں' دودھ اور وٹامن سے بھی تیار کیے جاتے ہیں۔

انڈوں کو ماسک کے طور پر استعمال کرنے کا رجحان اس لیے زیادہ ہے کہ انڈے ہر قسم کی جلد پر ملے جاسکتے ہیں اور اس کا طریقہ استعمال بھی آسان ہوتا ہے۔ تازہ پھلوں مثلاً اسٹرابری کو کاٹیے یا اسے اچھی طرح کچل کر چہرے پر ملیے' اس طرح کیلے کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے' کیلے میں وٹامن' کیلشیم' فاسفورس اور پوٹاشیم کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے لہٰذا انہیں استعمال کرنے کا رجحان بھی عام ہے۔ عام طور پر کیلے حساس جلد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ٹماٹر' پپیتے' دہی' بالائی والے دودھ' شہد کو بھی چہرے کی جلد کی حفاظت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

بازار میں دستیاب ماسک استعمال کرنے میں بہت سہولت رہتی ہے۔ گھر میں ماسک کی تیاری کے لیے اجزائے ترکیبی کے لیے بہت محنت کرنا پڑتی ہے اور وقت بھی بہت ضائع ہوتا ہے۔ بہر حال ماسک بازار سے خریدنے کے بجائے بیوٹی سیلون سے بھی منگوا سکتی ہیں۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ وہ آپ کی جلد سے واقف ہوگی۔

عید سعید

لوٹ آؤ عید آئی ہے

اسے کہنا کہ لوٹ آؤ سنا ہے عید آئی ہے
ایک بار آ کے مل جاؤ سنا ہے عید آئی ہے
اسے کہنا کہ بن تیرے بہت سی عیدیں گزری ہیں
اس بار تو ملنے آجاؤ سنا ہے عید آئی ہے
اسے کہنا جدائی سے محبت کم نہیں ہوتی
یہ دنیا کو بتلا جاؤ سنا ہے عید آئی ہے
اسے کہنا کہ چاہت کا بھرم نہ ٹوٹنے دینا
پل دو پل ہی آجاؤ سنا ہے عید آئی ہے
اسے کہنا کہ تنہا ہے کوئی عید کے دن بھی
یہ تنہائی مٹا جاؤ سنا ہے عید آئی ہے
اسے کہنا کہ لوٹ آؤ سنا ہے عید آئی ہے

کیسے سجائیں اپنی عید

لوگ کہتے ہیں عید آ رہی ہے
اپنوں سے ملنے کی نوید آ رہی ہے
خوشیوں کے رنگ لیے
چوڑیوں کی کھنک لیے
جھلمل جوڑوں کی جگمگاہٹ بھی ہے
دلوں میں امنگ اور ترنگ بھی ہے
کہ روزے داروں کا ہے یہ انعام عید
ربّ کے پیاروں کا ہے یہ انعام عید
میں نے مانا آ رہی ہے عید
اپنوں سے ملنے کی نوید لیے
مگر جن کے اپنے بچھڑ گئے ہیں
جن کے سپنے بکھر گئے ہیں
خوشیاں غم کی ردا اوڑھے ہیں
چوڑیاں ٹوٹ گئیں' رنگ جوڑوں کا اڑ گیا
دل میں اداسیاں ہیں' ویرانیاں ہیں
مجھے کوئی بتائے وہ منائیں عید
کیسے وہ سجائیں اپنی عید

عروسہ شہوار......مقام نہیں لکھا

غزل

تُو ہی چاند ہے میرا دلنشیں' تیری دید سے میری عید ہو
تیرے وصل سے مہکے زندگی' کوئی ایسی ساعت سعید ہو
دل ناتواں نام کی کلی' بادِ ہجر سے تھی تمتما اٹھی
یہ چٹک اٹھے' یہ مہک اٹھے' اسے ایسی کوئی نوید دو
کی ہے نام تیرے یہ زندگی' چمن' قلب' جان کی قیصری
تم رہو گے سنگ میرے عمر بھر' مجھے ایسی کوئی امید دو
دمِ نزع آئے ہو جاں میری' کروں خاطریں کیسے تیری
ہوں میں ربّ سے اب محو التجا' زیست دو گھڑی کی مزید ہو
جانِ مہر عید کی ہے گھڑی' نہ بڑھاؤ روح کی تشنگی
نہ بڑھاؤ ہجر کی تم گھڑی' نہ یوں دم کو زخم مزید دو

مہر گل......اورنگی' کراچی

غزل

ہر گلی ہر صحن میں ہے گل فشانی عید کو
ہر کسی کے واسطے ہے رت سہانی عید کو
آشنا ناآشنا سے گفتگو میٹھی کرو
دور کردو دل سے ہر اک بدگمانی عید کو
اک پری پیکر نے بھیجا ہے مہکتا عید کارڈ
دل کے مندر میں ہوئی ہے شادمانی عید کو
ڈار سے بچھڑی ہوئی اک کونج جیسے غم زدہ
بن کسی کے ایسے ہوگی اک جوانی عید کو
صحن میں اک چاند اترے گا دیارِ غیر کا
خستہ گھر میں اس لیے ہے گل فشانی عید کو
اے مصائب گر ہوا نہ وصل کا وعدہ وفا
نذرِ آتش ہوگی تیری ہر نشانی عید کو
روبرو تم کو سلام عید راہی کہہ سکے
لوٹ اپنے دیس کو کر مہربانی عید کو

برکت راہی......ڈگری سندھ

غزل

اے قمر عید نوید وصل سنا تو سہی
تو روٹھے یار کو میرے ذرا منا تو سہی
نہ دن کو چین ہے، راتوں کو نہ سکون ہم کو
تُو حال دل میرا جا کر اسے سنا تو سہی
وہ تیری دید کے مشتاق، میں طالبِ دیدار
اسی بہانے انہیں بام پر بلا تو سہی
ہلال عید کو دیکھیں کیا یار کو دیکھوں
عجب مشکل میں ہوں کچھ جانِ جاں بتا تو سہی
سمٹ گئے ہیں سبھی فاصلے جہاں بھر کے
اے جانِ مہر گلے شکوے کو اب مٹا تو سہی

کوثر مہرین گل مہر...... اورنگی، کراچی

غزل

ابھی کچھ اور جیتے تو تمہیں رونے نہیں دیتے
پرایا ایک پل میں خود کو یوں ہونے نہیں دیتے
بہت سے لوگ ہیں جن کی دعائیں ساتھ رہتی ہیں
ہمارے بس میں ہوتا تو انہیں کھونے نہیں دیتے
ہمیں ان خالی ہاتھوں کی لکیروں نے رُلا ڈالا
وگرنہ تم کو غیروں کا کبھی ہونے نہیں دیتے
سرِ محفل جو ہنس ہنس کے بھرم خود اپنا رکھتی ہے
اسے تنہائی میں رنج والم سونے نہیں دیتے
یہی گمان لے ڈوبا ہمیں وہ بس ہمارے ہیں
وگرنہ بے خودی میں ہم انہیں کھونے نہیں دیتے
انا کی مار نے ہم کو اکیلا کر دیا ورنہ
غموں کے بیج یوں دل میں کبھی بونے نہیں دیتے
بہت ناداں ہو نازی تمہیں معلوم ہی کیا ہے
جو نیندیں چھین لیتے ہیں، وہ بچھونے نہیں دیتے

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد، بہاولپور

واپس لوٹ آؤ عید آئی ہے
امید کے چراغ جلاؤں کیسے
جلتے ہوئے دیے بجھنے لگے ہیں
واپس لوٹ آؤ عید آئی ہے
مسافت باقی ہے ابھی شاید
منزل میری ہے بھی یا نہیں
واپس لوٹ آؤ عید آئی ہے
درد ہچکولے کھانے لگا ہے میری آنکھوں میں
دکھ عیاں نہ ہو جائے آنکھوں میں
واپس لوٹ آؤ عید آئی ہے
تمہارے بن ہر چیز پر چھائی ہے اداسی
تمہارے بن رلاتی ہے یاد تمہاری
واپس لوٹ آؤ عید آئی ہے
ستاروں کے ہجوم میں
دھنک کے رنگوں میں
پھولوں کی خوشبو میں
کہاں ڈھونڈوں اپنا چاند
واپس لوٹ آؤ عید آئی ہے

دیا خان خٹک...... مسلم کالونی، میانوالی

غزل

اس کو تلاش کرنے کدھر تک نہیں گیا
شاید میں اپنے دل کے بھنور تک نہیں گیا
پاؤں پکڑ کے میرے یہ روتی رہی زمین
رستے میں گر پڑا ہوں میں گھر تک نہیں گیا
سر پر کڑی دوپہر کا سورج تھا اور میں
سائے کی آرزو میں شجر تک نہیں گیا
قدموں میں میرے آ کے انائیں لپٹ گئیں
اس کی گلی کے چاند نگر تک نہیں گیا
مدت سے اپنے شہر کے محور میں گم رہے
راشد میں اپنے ذوقِ سفر تک نہیں گیا

راشد ترین...... مظفر گڑھ

ضرورت

آج پھر چاند رات
اس نے مجھے
جوڑا
چوڑی
مہندی
سب چیزیں بھیجیں
ابھی کچھ دیر پہلے اس کا
میسج آیا
دیکھو......!
مجھے تمہاری ضرورت کا خیال تھا
چیزیں میں نے بھیج دی ہیں
بدگمان نہ ہوا کرو......
اس کے لفظوں سے اک نئی
اذیت روح میں سرائیت کر گئی
کہ......
آج بھی وہ دشمن جاں
اتنا ہی انجان ہے
میں اسے کیسے بتاؤں
میری خوشی تم ہو
میری عید تم ہو
میری ضرورت صرف تم ہو

شمع مسکان...... جام پور

ایک خواہش

میں جانتی ہوں کہ
میں سورج کو نہیں چھو سکتی
کیونکہ سورج میری بساط سے
دور......
بہت دور ہے
لیکن پھر بھی جانے کیوں؟
اسے چھونے کی خواہش
دل میں مچلتی رہتی ہے

نیلم کنول...... میاں چنوں

غزل

کسی نے ہم کو پھر دھوکا دیا ہے
ہماری دوستی کا یہ صلہ ہے
ابھی سے چلتے چلتے تھک گئے ہو
ابھی تو راستہ لمبا پڑا ہے
ہَوا کا زور ہے اور میرے آگے
محبت کا کوئی جلتا دیا ہے
چلو بن جائیں ہم اک دوسرے کے
ہماری زندگی کا کیا پتا ہے
ہماری آنکھ میں اشکوں کی بارش
دکھوں کا دور تک اک سلسلہ ہے
بچھاور جس پر میں نے زندگی کی
وہ رانا کیوں بہت بدلا ہوا ہے

قدیر رانا...... راولپنڈی

غزل

ایک حیرت کا ہے سماں دل میں
تیری الفت ہے اب کہاں دل میں
تم سنگ جینے کے خواب دیکھتے تھے
ہے ان خوابوں کا اب دھواں دل میں
دل کا عالم اجاڑ بستی سا
بسائیں کس کو رائیگاں دل میں
ہم کو شمس و قمر سے لگتے ہیں
زخم فرقت ہیں جو نہاں دل میں
گل کسی اور بزم میں جائیں
یا سجائیں پھر کہکشاں دل میں

سپاس گل...... رحیم یار خان

مجھے تم سے محبت ہے؟

کبھی وہ مجھ سے کہتا تھا
میں نے دل کے نہاں خانوں میں بس تم کو چھپایا ہے
عیاں ہو پھر بھی تم مجھ پر
جبھی تو دنیا والے تم کو مجھ میں دیکھ لیتے ہیں
مجھے دیوانہ کہتے ہیں
کبھی وہ مجھ سے کہتا تھا
میرے دن رات کا ہر لمحہ تم کو سوچا کرتا ہے
تصور میں تمہارے ساتھ بلکہ خواب نگری میں
میں نے اک گھر بنایا ہے
جو میرا کل سرمایہ ہے
کبھی وہ مجھ سے کہتا تھا
چلو آؤ افق کے پار اس دنیا میں چلتے ہیں
جہاں کے باسی ہر ساعت محبت بانٹا کرتے ہیں
محبت ہی میں جیتے ہیں، محبت ہی میں مرتے ہیں
کبھی وہ مجھ سے کہتا تھا
میرا دل کرتا ہے کن من برستی بارشوں کی مثل
تم پر میں برس جاؤں
میرے شوریدہ جذبوں کی مسلسل بوندیں تم کو پھر
سرتاپا بھگو ڈالیں، تمہیں مجھ میں سموڈالیں
میں تیرے بن ادھورا ہوں، میری تکمیل کردو نا؟
سحر انگیز رات میں، کسی پُرکیف ساعت میں
تپش دو اپنے قرب کی کہ سانس تک مہک جائیں
میری دھڑکنیں تمہارا لمس پاتے ہی ٹھہر جائیں
کبھی وہ مجھ سے کہتا تھا
مگر اب اس کا کہنا ہے
وہ سب لفاظی تھی، وہ باتیں احمقانہ تھیں
بھلا دو تم انہیں دل سے اسی میں تم کو راحت ہے
کبھی میں نے کہا تم سے
مجھے تم سے محبت ہے؟

شہناز شانزے سیال...... خانیوال

ساون کی رت

ساون رت، میں اور تم
رم جھم رم جھم بارش تھی
بھیگ رہے تھے میں اور تم
گھور اندھیری راتوں میں
جگنو تتلی میں اور تم
مدہوشی کا عالم تھا
گم سم گم سم میں اور تم
جنگل سارا رقص میں تھا
جھوم رہے تھے میں اور تم
روشن روشن راتوں میں
چاند ستارے میں اور تم
پنچھی بن میں چہک رہے تھے
مہک رہے تھے میں اور تم

فریدہ فری...... لاہور

ڈیئر قارئین!

آپ بہن بھائیوں کی نگارشات موصول ہوئیں، آپ سے گزارش ہے کہ آپ اپنی تخلیقات کو کسی مستند غزل گو استاد سے چیک کروا کر، تھوڑی سی مزید محنت کے ساتھ دوبارا رسال کریں، شکریہ۔

مخدوم یوسف عزیز احسان، پورکوٹ ادو۔ غزل ناز، کراچی۔ نورین فاطمہ، ڈگری۔ رائمہ خٹک، میانوالی۔ پاکیزہ سحر، تلہ گنگ۔ سید کنزیٰ زین، منڈی بہاؤ الدین۔ طاہرہ ملک، جلالپور۔ انعم خان، ہری پوری۔ فصیحہ آصف خان، ملتان۔

نوٹ:۔ بہنوں سے التماس ہے کہ کلام کے ساتھ اپنا موبائل نمبر تحریر مت کریں۔ تحریر ضائع ہونے کی صورت میں صفحات محفوظ نہیں کیے جاتے۔

بیاض دل

میمونہ تاج

(پہلا انعام) چندا مثال...... قصور

عشق قاتل سے بھی اور مقتول سے ہمدردی بھی
یہ بتا کس سے محبت کی جزا مانگے گا
سجدہ خالق کو بھی اور ابلیس سے یارانہ بھی
حشر میں کس سے عقیدت کا صلہ مانگے گا؟

(دوسرا انعام) نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

دوسروں کے سپرد کر کے اسے
خود کو دھوکا دیا تھا خود میں نے
کس قدر یادگار لمحہ تھا
اس کو رخصت کیا تھا خود میں نے

نازیہ کنول نازی...... ہارون آباد

غم کے بادل فضاؤں میں کچھ ایسے
دل کی دنیا میں منور نہ ہوا عید کا چاند
کتنی پلکوں سے فضاؤں میں تمہارے ٹوٹے
کتنی ا فسانوں کا عنوان بنا عید کا چاند

ماریہ گھمانوی مایا...... ایبٹ آباد

سوچ کر میں نے چنی ہے آخری آرام گاہ
میں تھا مٹی اور مجھے مٹی کا گھر اچھا لگا
منزلوں کی بات چھوڑو، کس نے پائیں منزلیں
اک سفر اچھا لگا اک ہم سفر اچھا لگا

ماہ رخ سیال...... سلانوالی

یوں جرم کی سزا دیتی ہے دنیا
ہنستے ہوئے چہروں کو رُلا دیتی ہے دنیا
مرنے کی تمنا ہو تو مرنے نہیں دیتی
جیتے ہیں تو جینے کی سزا دیتی ہے دنیا

سماریہ چوہدری...... گجرات

اڑ جائیں گے تصویر کے رنگوں کی طرح ہیں
ہم وقت کی ٹہنی پر پرندوں کی طرح ہیں
تاریخ کی نظروں میں اک عمر سے محسن
ہم اسکول سے بھاگے ہوئے لوگوں کی طرح ہیں

نمرہ افتخار...... اوکاڑہ

تجھ کو سوچوں تو ایسا لگتا ہے
جیسے خوشبو سے رنگ ملتے ہیں
جیسے صحرا میں آگ جلتی ہے
جیسے بارش میں پھول کھلتے ہیں

شہناز انجم...... لاہور

وہ شام، وہ ملاقات کا سماں یاد رہے گا
وہ پل، وہ وقت، وہ سفر یاد رہے گا
ہم بھول سکتے ہیں نہ تجھے بھول سکیں گے
تُو یاد تھا، تُو یاد ہے، تُو یاد رہے گا

مدیحہ نورین...... برنالی

ہر کسی کو دل کا حال سنانا چھوڑ دیا
ہم نے بھی گہرائی میں جانا چھوڑ دیا
جب کسی کو یاد ہی نہیں آتی ہماری تو
ہم نے بھی احساس دلانا چھوڑ دیا

یاسمین عندلیب...... شورکوٹ، کینٹ

تم کیا جانو ہمارے عشق کا جنون اے دوست
تپتی ریت پر سجدہ کریں تو بارش ہوجائے

نورین شاہد...... رحیم یار خان

الفاظ تو بہت ہیں میری محبت بیان کرنے کے لیے
وہ میری خاموشی نہ سمجھ سکا تو میرے الفاظ کیا سمجھے گا

حنا کنول...... حویلی لکھا

ٹوٹ کے چاہنا اور پھر ٹوٹ جانا
بات چھوٹی ہے مگر جاں لیوا ہے

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

لگتا ہے اک بار پھر کسی سے محبت ہو ہی جائے گی

رات پھر میں نے خواب میں خود کو مرتے دیکھا ہے
مریم الیاس...... گجرات

کبھی اس کی مسکراہٹ میں چھپے غم کو محسوس تو کیا کر زیت
وہ تو ہنس ہنس کر خود کو سزا دیتا ہے
انیس انجم...... جھنگ صدر

ٹوٹ جاتا ہے غریبی میں وہ رشتہ جو خاص ہوتا ہے
ہزاروں یار بنتے ہیں جب پیسہ پاس ہوتا ہے
مہوش ملک...... گنگا پور

حسن کے سمجھنے کو عمر چاہیے جاناں
دو گھڑی کی چاہت میں لڑکیاں نہیں کھلتیں
حافظہ سمیرا...... شاہ نکڈر

وہ ڈوبتے ہوئے سورج کو تو دیکھتا ہوگا فراز
کاش میں بھی شام کا اک منظر ہوتا
رافیہ بلوچ...... مقام نہیں لکھا

ہر جرم میری ذات سے منسوب ہے محسن
کیا میرے سوا اس شہر میں معصوم تھے سارے
ساجد زید...... ویرووالہ چیمہ

پل پل اس کا ساتھ نبھاتے ہم
اک اشارے پر دنیا چھوڑ جاتے ہم
سمندر کے بیچ میں پہنچ کر فریب کیا اس نے
وہ کہتا تو کنارے پر ہی ڈوب جاتے ہم
فیاض اسحٰق...... سلانوالی

مانا کہ تقدیر کا لکھا ہوا ہے اٹل
میرا ایمان ہے کہ دعاؤں میں اثر ہوتا ہے
اس کو میں مانگوں گی خدا سے جنون کی حد تک
عشق جب حد سے بڑھتا ہے تو امر ہوتا ہے
نور...... خوشاب

گلاب رُت میں بہار بن کر چلے بھی آؤ
خزاں بھی رخصت ہو رہی ہے چلے بھی آؤ
میرا ہار سنگھار ساجن ادھورا تم بن
دل ہے محو انتظار چلے بھی آؤ
کوثر مہرین گل مہر...... کراچی

یہ سال تیرے واسطے خوشیوں کا نگر ہو
کیا خوب ہو ہر روز تیری عید اگر ہو
ہر رات مسرت کے نئے گیت سنائے
لمحات کے پیڑوں پر بھی شبنم کا اثر ہو
مریم کاشف...... لطیف آباد حیدر آباد

کب گزرا عید کا دن خبر نہ ہوئی
یادوں میں تیری یوں کھوئے رہے
لطف اٹھا نہ سکے کسی بھی رسمِ عید سے
تم ماضی کو یوں دل میں سموئے رہے
انیقہ صدف...... حیدر آباد

ایسا مرہم کوئی ایجاد کریں اہل ہنر
جس کو اس دور کے زخموں پر لگایا جائے
امن اور چین سے دو وقت کی روٹی مانگو
اور اس دور میں کیا ہے جسے مانگا جائے
لبنیٰ ساجد...... صفدر آباد

دل مرا اک کتاب کی صورت
جس میں وہ ہے گلاب کی صورت
میں کڑی دوپہر کی تنہائی
وہ شبِ ماہتاب کی صورت
شہزادی سعادت...... ڈی آئی خان

صبح دم کھلتے ہوئے عکس گل مہر کے ساتھ
دل کی رعنائی نگاہوں میں آتی ہے
اور یادوں کے گلستان میں خزاں ہو کہ بہار
تری خوشبو مرے احساس میں در آتی ہے
فریعہ عفاف...... قصور

جب لوگ ہی جذبوں کی توقیر نہیں کرتے
ہم بھی کوئی دکھ اپنا تحریر نہیں کرتے
دل چیرتا ہے کیسے لہجے کا روکھا پن
کرتی ہے زباں وہ کچھ جو تیر نہیں کرتے
نامعلوم...... خواب نگر

کچھ بھی تو ہمیں حسب تمنا نہ ملا
منزل تو بڑی بات تھی رستہ نہ ملا
میں سب کو تو دکھ درد سنانے سے رہا
اک شخص ہے سو وہ کبھی تنہا نہ ملا
سکینہ عطاریہ ریاض...... کبیر والا

اس نے آشفتہ مزاجی کو نیا موڑ دیا
پابہ زنجیر کیا اور مجھے چھوڑ دیا
اس نے آنچل سے نکالی مری گم گشتہ بیاض
اور چپکے سے محبت کا ورق موڑ دیا
فرخندہ نورین...... خانیوال

یہ دنیا ہے یہاں پہ تماشہ ہو بھی سکتا ہے
ابھی جو غم ہمارا ہے تمہارا ہو بھی سکتا ہے
یہ نہ سمجھو کہ تم ہی میری آخری محبت ہو
محبت جرم ہے ہم سے دوبارہ ہو بھی سکتا ہے
حنا شوکت...... مردان

مجھ سے شکوہ تو ایسے کرتے ہو
جیسے میں زندگی بناتا ہوں
فصیحہ آصف خان...... ملتان

تم پاؤں اپنے بچا کے چلنا
یہ کرچیاں ہیں میرے دل کی
نزہت جبین ضیاء...... کراچی

کبھی کبھار اسے دیکھ لیں کہیں مل لیں
یہ کب کہا ہے کہ وہ خوش بدن ہمارا نہیں
میں اپنے حصے کے سکھ جس کے نام کر ڈالوں
کوئی تو ہو جو مجھے اس طرح سے پیارا ہو

تاخیر سے موصول ہونے والے خط:۔

زائرہ نقوی، راولپنڈی۔ پری وش گوندل، مانگٹ۔ سنبل ملک، لاہور۔ نگہت حق، چیچہ وطنی۔ عاصمہ اقبال، عارف والا۔ حافظہ سدرہ احمد، سمندری۔ فاطمہ عاشی، جھنگ صدر۔ شگفتہ خان، بھلوا۔ نادرہ تبسم، راولپنڈی۔ عاصمہ فرید، وزیر آباد۔ سائرہ رضی، چکوال۔ دیا خان خٹک، میانوالی۔ نورین شفیع، ملتان۔ یاسمین کنول، پسرطور۔ اسماء انور، خان پور۔ ارم شہزادی، ڈی جی خان۔

انعام یافتہ گان اپنا مکمل پتا جلد از جلد ادارے کو ارسال کریں۔

کوپن بیاض دل .... برائے ماہ ستمبر ۲۰۱۲ء

بہنیں اپنا مکمل نام و پتا بھی لکھا کریں تا کہ انعام کی بروقت ترسال میں آسانی رہے۔ جو بہنیں کوپن کے ساتھ اپنا انتخاب ارسال کریں گی وہ شامل اشاعت کیا جائے گا اور بہترین انتخاب پر ایک ماہ کا رسالہ ارسال کیا جائے گا۔ بغیر کوپن کے کوئی بھی انتخاب قابل قبول نہیں ہوگا۔ تمام تر اختیارات ادارے کے پاس محفوظ ہیں۔ انچارج

مکمل نام.................... شہر کا نام....................

اشعار:۔..

....

....

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

حمد باری تعالیٰ

ہر دل کی دھڑکن میں شامل ہے نام تیرا
دیتا ہے جو ہدایات وہ ہے کلام تیرا
تیری ہی روشنی سے روشن ہے تیری ہستی
ذہنوں میں جگمگائے ایسا ہے نام تیرا
سنتی ہے روح جس کو پڑھتی زبان جسے ہے
جو دل میں گونجتا ہے وہ ہے کلام تیرا
کوئی شریک تیرا نہ ثانی ہے اے خدایا
لاریب سب سے ارفع و اعلیٰ مقام تیرا
تُو نے عطا کیا ہے دردِ جنوں شہزادی کو
کرتی ہے ذکر مولا وہ صبح شام تیرا

شہزادی سعادت...... ڈی آئی خان

(پہلا انعام) رزق

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک چیونٹی سے پوچھا تم سال بھر میں صرف دو دانے کھاتی ہو مگر اتنی زیادہ خوراک کیوں جمع کرتی ہو۔ اس کا جواب جاننے کے لیے آپ نے اسے ایک بوتل میں بند کر دیا اور ساتھ ہی دو دانے بھی ڈال دیئے پھر بوتل کا منہ بند کر کے اسے محفوظ جگہ پر رکھ دیا' ایک سال بعد آپ نے بوتل کھولی تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ چیونٹی نے دو کے بجائے ایک دانہ کھایا تھا۔ آپ کے پوچھنے پر چیونٹی بولی۔

''اے پیغمبر خدا! پہلے میں اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے سال بھر میں دو دانے کھایا کرتی تھی' اب چونکہ میں ایک انسان کے قبضے میں ہوں لہٰذا کیا پتا تم مجھے ایک سال کی بجائے دو سال بعد یہاں سے نکالو اس لیے میں نے ایک دانہ اگلے سال کے لیے رکھ لیا ہے۔''

آپ نے چیونٹی کی بات سن کر دعا کی۔ ''اے میرے ربّ! انسان کو روزِ قیامت تک تُو ہی رزق دے اگر یہ ذمہ داری کسی انسان کو دی تو لوگ بھوک کے مر جائیں گے۔''

مریم کاشف...... لطیف نگر' حیدر آباد

(دوسرا انعام) عید کی پیشگی مبارک باد

ان تڑختے نحیف کاندھوں پر
اپنے کنبے کا بوجھ ڈھوتا ہوں
اور جب دل کا بوجھ بڑھتا ہے
بیوی بچوں سے چھپ کے روتا ہوں
ضبطِ غم کی نہیں کوئی میعاد
عید کی پیشگی مبارک باد
بجھتی آنکھیں' ستا ہوا چہرہ
یہی انجام سخت کوشی ہے
جوڑتا ہوں رقم کفن کے لیے
یہی اصل سفید پوشی ہے
ہر تگ و دو کی ہے یہی بنیاد
عید کی پیشگی مبارک باد

کرن وفا...... کراچی

دعا

یا اللہ! اے عطا کرنے والے! میری طلب کو نہ اپنی عطا کو دیکھ' میرا سوال کو نہ اس کے انجام کو دیکھ' وہ دعا قبول کر جس کا انجام اچھا ہو کیونکہ میں انجام سے ناواقف ہو کر مانگتی ہوں پر تُو تو انجام سے واقف ہے' میرے ربّ مجھے بُرے انجام سے بچا۔

یا اللہ مجھ سے راضی ہو جا
اور جو بھی اس دعا کو پڑھے اس سے' اس کے
اہل و عیال سے بھی
راضی ہو جا
بخش دے میرے مالک!
ہم سب مسلمانوں کو
الٰہی میری دعا کو قبولیت بخش دے' آمین ثم آمین!

صائمہ طاہر سومرو...... حیدر آباد' سندھ

حجاب

حجاب محض عورت کا پردے میں چھپ جانا اور سر کی چوٹی سے لے کر پاؤں کی ایڑی تک اپنے آپ کو ڈھانپ لینا ہی نہیں' نا یہ ہے حجاب کہ عورت کو گھر کے کسی کونے میں بند کر دیا جائے جہاں سے نکلنے کی اسے اجازت ہی نہ ہو بلکہ حجاب یہ ہے کہ عورت باعزت طریقے سے اپنا ستر ڈھانپے۔ باوقار اور سنجیدہ لباس پہنے اور اپنی زینت کو غیر محرموں سے چھپائے۔

شمع مسکان...... جام پور

سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ

سیدنا ابوسعید بن مالک بن سنان الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم سے پہلے زمانے میں ایک آدمی تھا' جس نے ننانوے (99) قتل کیے تھے' اس نے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا تو اسے ایک راہب کا پتا چلا' وہ راہب کے پاس حاضر ہوا اور کہا: ''میں نے ننانوے قتل کیے ہیں' کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟'' راہب نے کہا: ''نہیں۔'' اس پر اس نے راہب کو بھی قتل کر کے سو کا عدد پورا کر دیا۔ اس نے پھر زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا تو اسے ایک عالم دین کا پتا بتایا گیا اس نے عالم سے کہا: ''میں نے سو قتل کیے ہیں کیا میری توبہ قبول ہونے کی کوئی صورت ہے؟'' عالم دین نے کہا: ''ہاں! فلاں علاقے میں چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' تم بھی ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو اور اس زمین کی طرف مت آنا۔'' یہ برائی کی زمین ہے وہ آدمی وہاں سے چل پڑا۔ جب ٹھیک درمیان راستے میں پہنچا تو اس کی موت کا وقت آ گیا' اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑ پڑے' رحمت کے فرشتوں نے کہا:

''یہ توبہ کر کے چلا تھا اور اپنے دل کو اللہ کی طرف موڑ چکا تھا۔''

عذاب کے فرشتوں نے کہا: ''اس نے قطعاً کوئی نیک کام نہیں کیا۔''

اب ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں ان کے پاس آیا' فرشتوں نے اس آدمی نما فرشتے کو اپنا فیصل بنا لیا' اس فیصلہ کرنے والے فرشتے نے کہا۔

''دونوں مقامات کے درمیان کا فاصلہ ناپ لو' جس مقام سے وہ قریب ہے اسی میں اس کا شمار کرلو' فرشتوں نے پورے فاصلے کو ناپا تو جس علاقے کی طرف اس کا رخ تھا وہ قریب تر نکلا' لہٰذا رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کی۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ وہ آدمی نیک لوگوں کی بستی کے ایک بالشت قریب تھا چنانچہ اسے نیک لوگوں میں شمار کیا گیا۔

ایک اور روایت میں ہے۔

''اللہ تعالیٰ نے بُرے علاقے کی زمین کو حکم دیا کہ تو دور ہو جا اور نیک علاقے کی زمین کو حکم دیا کہ تُو قریب ہو جا' نیز اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ان دونوں علاقوں کا رقبہ ناپ لو چنانچہ اسے نیک علاقے کی طرف ایک بالشت قریب پایا گیا نتیجتاً اس کی بخشش ہو گئی۔

☆☆

☆ ایک آدمی کا اونٹ رات کو بہت روتا تھا۔ وہ آدمی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سارا حال بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا ''یہ رات کو عشاء کی نماز پڑھے بغیر سوتا ہے تو میں اس کے بستر کے نیچے جلنے والی آگ دیکھ کر روتا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اپنی نمازوں کی فکر چھوڑ دی تو اللہ نے اس کی فکر چھوڑ دی۔''

ساجدہ زید...... ویرووالہ چیمہ

دعا

دعا مومن کا ہتھیار ہے دعا پر اعتماد ہی نیکی ہے جب ہم اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگتے ہیں تو ہمیں یقین کامل ہوتا ہے کہ اللہ ہماری دعائیں سنتا ہے اور جب ہماری دعا میں خلوص ہو اور یہ دل کی گہرائیوں سے مانگی گئی ہو تو یہ ہماری

آنکھوں کو نم کر دیتی ہے اور یہی آنسو دعا کی صورت میں منظوری کی دلیل ہیں' دعا مومن کا سب سے بڑا سہارا ہے۔ دعا ناممکنات کو ممکن بنا دیتی ہے' دعا زمانے بدل دیتی ہے۔ دعا آنے والی بلاؤں کو ٹال دیتی ہے دعا میں بڑی قوت ہوتی ہے جب تک سینے میں ایمان ہے دعا پر یقین رہتا ہے' جس کا دعا پر ایمان نہیں اس کے سینے میں ایمان نہیں۔ ہم سب کو اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمیں دعاؤں کی افادیت سے مایوس نہ ہونے دے اور ہمیں دعاؤں پر کامل یقین حاصل ہو۔

انیقہ صدف ..... لطیف آباد' حیدر آباد

انسان

انسان نے ہواؤں میں پرندوں کی طرح اڑنا تو سیکھ لیا' پانی میں مچھلی کی طرح تیرنا بھی سیکھ لیا لیکن افسوس دنیا میں انسانوں کی طرح رہنا نہیں سیکھا۔

نمرہ افتخار ..... اوکاڑہ

محبت ایک حقیقت ہے

محبت کبھی انسان کو توڑتی یا جوڑتی نہیں' میں اس بات سے اتفاق نہیں کرتی بلکہ محبت کا کردار یہ ہے کہ محبت انسان کو نرم دل' نرم مزاج اور ایک دردمند انسان بنا دیتی ہے۔ جو بات دل میں ہوتی ہے' وہ زبان پر آ نہیں سکتی جو بات زبان پر آ جائے وہ دل کے جذبات سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ احساس ایک ایسا لفظ ہے جو سب سے افضل مانا جاتا ہے کیونکہ انسان کے اندر جب تک احساس نہ ہو محبت جنم نہیں لے سکتی' یہ بات بھی سچ ہے کہ محبت احساس اور جذبات میں آنکھ کا کردار سب سے اہم ہے جب تک آنکھ اجازت نہ دے یہ سارے لفظ ناکام اور ادھورے رہتے۔ یہ بھی سچ ہے کہ انسان کو کسی سے بن دیکھے بھی محبت ہو جاتی ہے؟ آپ کا کیا خیال ہے۔

فرزانہ سرور ..... ستائیس چک

صحت کا فارمولا

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے
وہاں تک چاہیے بچنا دوا سے
اگر تجھ کو لگے' جاڑے میں سردی
تو استعمال کر انڈے کی زردی
جو ہو محسوس معدے میں گرانی
تو پی لے سونف اور ادرک کا پانی
بنے گرم خون بلغم زیادہ
تو کھا گاجر' چنے شلغم زیادہ
جگر کے بل پر ہے انسان جیتا
اگر ضعیف جگر ہے کھا پپیتا
جگر میں ہو اگر گرمی دہی کھا
اگر آنتوں میں خشکی ہو تو گھی کھا
تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے
تو فوراً گرما گرم دودھ پی لے
زیادہ گر دماغی ہے ترا کام
تو کھالے شہد کے ہمراہ بادام
اگر ہو قلب پر گرمی کا احساس
مربا آملہ کھا اور انناس
جو دکھتا ہو نزلے کے مارے
تو کر نمکین پانی کے غرارے
اگر ہے درد سے دانتوں کے بے کل
تو انگلی سے مسوڑھوں پر نمک مل
جو بدہضمی میں چاہے تو افاقہ
تو دو ایک وقت کا کر لے تو فاقہ

مدیحہ شبیر ..... شاہ نکڈر

خلیل جبران کا کہنا ہے

جب میں ایک شفاف آئینہ بن کر تمہارے سامنے کھڑا ہوا تو تم مجھ کو دیر تک غور سے دیکھتے رہے اور تمہیں مجھ میں اپنی صورت نظر آئی پھر تم نے مجھ سے کہا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں لیکن درحقیقت تم نے مجھ میں اپنی ذات سے محبت کی ہے۔

نوشین اقبال نوشی ..... گاؤں بدر مرجان

بات جو دل میں اتر جائے

❖ تنہائی کے مسافر بیمار روحوں کی طرح اذیت کی منزلیں طے کرتے ہیں۔
❖ ہم جتنے بلند ہوتے ہیں اتنے تنہا بھی۔
❖ خوش نصیبی ایک ایسا پرندہ ہے جو تکبر کی منڈیر پر زیادہ دیر نہیں بیٹھتا۔
❖ اگر ایک شخص علم کا سمندر ہے تو وہ کبھی نہ کبھی ڈوب جائے گا۔
❖ یادیں حنا کی مانند ہیں جو سوکھ جانے کے بعد رنگ لاتی ہے۔

فیاض اسحاق ..... سلانوالی

فرق

عزت نفس اور انا میں وہی فرق ہے جو فخر اور غرور میں ہوتا ہے۔ عزت نفس اور فخر کہتا ہے کہ "میں بھی ہوں" لیکن غرور اور انا کہتی ہے کہ "صرف میں ہی ہوں" اور محبت اس باریک فرق کو ناپنے کا پیمانہ ہے۔

صدیقہ خان ..... باغ' آزاد کشمیر

عورت

عورت جتنی عظیم ہے اتنی ہی یہ بہت سی غلطیوں کی ذمہ دار بھی ہے۔ عظیم اس لیے ہے کہ جب حضرت آدم کو جنت میں رہنے کے لیے کہا گیا تب آدم کی خواہش پر ہی تو عورت کی تخلیق ہوئی۔ اماں حوا ہی کو عورت سے ماں' بیٹی' بہن' بہو اور بیوی کے عظیم نام دیے گئے۔

عورت عظیم ہونے کے ساتھ ہی بہت ساری غلطیوں کی ذمہ دار ہے۔ اس لیے کہ جب حضرت آدم کو جنت سے نکالا گیا تو اماں حوا کی غلطی سے اور جب پہلی دفعہ ہابیل قابیل میں لڑائی ہوئی تو ایک عورت کی وجہ سے عورت کو گھر کی عزت قرار دیا گیا۔ بیٹی جو رحمت تھی اب زحمت لگنے لگی ہے' بہن جو اپنے بھائیوں پر جان چھڑکتی تھی اب بھائیوں کی عزت کا تماشا بنانے لگی ہے' عورت ہمیشہ اچھی نہیں رہتی۔ وہ سب کے لیے اچھا نہیں سوچتی' زینت کو سب کے لیے برابر رکھے تو رحمت ہمیشہ قائم رہے۔ جو اللہ اپنے بندوں پر برساتا ہے۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ اسلام نے جو عزت عورت کو دی ہے' وہ ہمیشہ ایسے ہی قائم رہے آمین۔

زرینہ شفیع ..... کسووال

سلسلہ

غالب کہتے ہیں:
بکنے والے اور بھی ہیں جا کر خرید لو
ہم لوگ قیمت سے نہیں قسمت سے ملا کرتے ہیں
فراز نے غالب کو جواب دیا:
اگر چاہوں تو اک نگاہ میں خرید لوں
جس کو ناز ہے بہت کہ بکتا نہیں ہوں میں
ساگر نے فراز کو جواب دیا:
بہت ناز ہے تجھ کو تیری اس نگاہِ الفت پر
مگر ہم وہ نہیں پیارے جو نگاہیں چار کرتے ہیں
ساگر کو کسی شاعر نے کیا خوب جواب دیا:
کسی کو خریدنا میرے بس میں نہیں
میری سادگی دیکھ کر لوگ خود ہی بک جاتے ہیں

رابعہ مفتی ..... ہری پور' ہزارہ

جدید اصطلاحات

آئینہ: دودھ کا دودھ پانی کا پانی
دوپٹا: آج کل لاکٹ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔
شوہر: وہ چیز جو بیوی کے اشاروں پر ناچتی ہے۔
موبائل: عوام کو لوٹنے کا نیا طریقہ۔
زبان: جو پیٹرول کے بغیر میلوں چل سکتی ہے۔
بیوٹی پارلر: جہاں مشرقی تہذیب کی میت کو نہلایا جاتا ہے۔
سچی محبت: دادی اماں کے زمانے کی رسم۔
رٹنا: گنتی یاد کرنے کا آسان طریقہ
کلینک: زندہ رہنے کا ٹیکس یہاں جمع کروائیں۔
پولیس: یہ پیٹ مانگے اور۔

عاصمہ مجید ..... سمندری

بیٹیوں کا نصیب

ہم بیٹی بن کر آئی ہیں ماں باپ کے جیون میں
بسیرا ہو گا کل ہمارا کسی اور کے آنگن میں
کیا سوچ کر یہ ریت خدا نے بنائی ہو گی

کہتے ہیں آج نہیں تو کل کو بیٹی پرائی ہوگی
دے کے جنم پال کر ہم کو بڑا کیا
وقت آنے پر انہی ہاتھوں سے ہم کو وداع کیا
کیوں رشتہ ہمارا اتنا عجیب ہوتا ہے
کیا بس یہی ہم بیٹیوں کا نصیب ہوتا ہے

ایس عطاریہ...... بارہ قطعہ

غم

❖ غم اس لیے نہیں ہوتے کہ ان کو اپنے چہرے پر سجا لو بلکہ یہ تو دل میں بسانے کے لیے ہوتے ہیں۔

❖ غم تو سب کی زندگی میں آتے ہیں' فرق صرف اتنا ہے کہ کوئی تو غم کا اظہار کرتا ہے اور کوئی خود اپنے غم میں چپ چاپ جلتا رہتا ہے۔

❖ یہ عقل مندی ہے کہ اپنے غم میں کسی کو شامل نہ کرو' اگر ایسا کرو گے تو تمہارے دوست تم سے جلد بے زار ہوجائیں گے اور اگر غموں کو چہرے پر سجاؤ گے تو خود کمزور پڑ جاؤ گے۔

❖ یاد رکھو! یہ بھاگتی دوڑتی دنیا ہے۔ یہاں آنسوؤں کا ساتھ کوئی نہیں دیتا۔ خود کو آنسو نہ بناؤ بلکہ سرتاپا ایک مسکراہٹ بن جاؤ' نہ صرف اپنے لیے بلکہ دوستوں کے لیے' غیروں کے لیے' دشمنوں کے لیے' خلوص و محبت کا یہ نذرانہ پیش کرتے رہو۔

ظرف ہو تو غم بھی اک نعمت ہے اک سوغات ہے
جو سکوں رونے میں ہے وہ مسکرانے میں نہیں

رافیہ بلوچ...... گھوٹکی

امریکی شاعر پال پاٹس کی نظموں کا ترجمہ

❖ ہماری تاریخ دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے عیسیٰ علیہ السلام کے جنم سے پہلے' عیسیٰ علیہ السلام کے جنم کے بعد۔ اسی طرح میری زندگی بھی دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے تجھے دیکھنے سے پہلے اور تجھے دیکھنے کے بعد۔

❖ ایک دن میں نے گلی میں عورت کو دیکھا وہ بالکل اس زندگی جیسی تھی جیسی زندگی میں تیرے بغیر جی رہا ہوں۔

❖ کسی ایسے سے پیار کرنا جو تم سے پیار نہ کرتا ہو کسی ایسے ملک کا نمائندہ بننا ہے' جس ملک کا کوئی وجود نہ ہو۔

❖ تجھے پلٹ کر دیکھنا' ایسا ہی ہے جیسے کوئی اندھا ہونے کے بعد پھر سے آنکھیں پالے۔

شگفتہ خان...... بھلوال

آنسو

آنسو بہاؤ اور خوب بہاؤ

یہ سوچ کر نہیں کہ ہماری خواہشات پوری نہیں ہوتیں بلکہ یہ سوچ کر کہ ہم بہت زیادہ گناہ گار ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ گناہوں کے ملال سے نکلا کوئی آنسو تیری مغفرت کا سبب بن جائے اور تیری آخرت سنور جائے۔

چندا مثال...... قصور

انعام یافتہ گان اپنا مکمل پتا جلد از جلد ادارے کو ارسال کریں۔

یادگار لمحے

قارئین بہنوں اپنا مکمل نام و پتا بھی تحریر کیا کریں تا کہ انعام کی ترسیل بروقت ہوسکے۔ کسی بھی دو بہترین انتخاب پر ایک ماہ کے لیے اعزازی رسالہ ارسال کیا جائے گا۔ بہنوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنا مکمل پتا بھی لکھا کریں۔ انتخاب منتخب کرنے کے تمام تر اختیارات ادارے کے پاس محفوظ ہیں۔ انچارج

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم! دعا گو ہو کہ اللہ کریم ماہِ رمضان میں آپ سب کی جانے والی تمام عباداتوں اور دعاؤں کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے اور آپ سب کو عید کی ڈھیروں ڈھیر خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔ ہماری جانب سے آپ سب دلی عید مبارک۔

اقراء ...... سمبڑیال۔ السلام علیکم! میں یہ خط اگست کا شمارہ پڑھنے سے پہلے لکھ رہی ہوں، یقین مانیے کیونکہ میرے بھائیوں کی سروس Slow ہے نا۔ ایپا آپ نے خط شامل کرکے جو خوشی دی وہ الگ لیکن گڑیا کہہ کر خوشی کی بیٹری فل کردی۔ جولائی کے شمارے میں اپنا نام جہاں جہاں دیکھا وہاں وہاں سے ہمیں لیٹر خون لگتا گیا۔ ہم تو خوشی سے مرتے مرتے بچے، ہارٹ اٹیک ہوتے ہوتے رہ گیا کیونکہ ہمیں 5 لیٹر خون مل چکا تھا نا آنچل سے، شکریہ آپی!

شکریہ کی کیا بات ہے بس آپ کی خوشی میں ہم بھی خوش۔

مسکان ...... قصور۔ السلام علیکم! آپی جی کیا حال ہیں؟ اب بات ہوجائے دل کے ٹکڑے کی جان ''پتھروں کی پلکوں پر'' کی ویری ویری بیوٹی فل نازیہ جی زندہ باد' خدا حافظ۔

انیس انجم ...... جھنگ صدر۔ السلام علیکم! آنچل قارئین اور آنچل کی تمام ٹیم کو پرخلوص سلام۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے' آمین۔ اس دفعہ آنچل 27 جولائی کی شام کو مل گیا لیکن پڑھنے کا موقع اگلے دن ملا۔ اس دفعہ ٹائٹل بالکل اچھا نہیں لگا' ٹائٹل پر کمنٹ کرتے ہی سرگوشیاں پڑھیں۔ ''حمد و نعت'' کے بعد سمیرا شریف کے ناول کے پاس پہنچے' بہت ہی خوب صورت انداز میں اینڈ کیا ناول بیسٹ تھا۔ ''تمہارا مان رہ جائے گا'' سباس گل نے بھی بہت اچھا لکھا لیکن ماہین کے بارے میں پڑھ کے دکھ ہوا۔ نازیہ کنول کا ''تم میری عید پیا'' ٹھیک تھا' ناولٹ دونوں ہی زبردست تھے' مریم فضل عباسی ویل ڈن۔ افسانے بھی بیسٹ تھے۔ الفت زہرہ کا تعارف پڑھ کے اچھا لگا' باقی سب بھی اچھے تھے۔ آئینہ میں اپنا نام دیکھا تو بہت اچھا لگا' باقی سلسلے بھی بہت اچھے تھے کیونکہ آنچل ہے ہی بیسٹ' اگلے ماہ تک آنچل کا انتظار رہے گا' ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ اللہ حافظ۔

منزہ حیدر ...... کوٹ قیصرانی۔ سویٹ سی شہلا آپی' کیوٹ سی رائٹرز اور قارئین کو منزہ حیدر کا چاہت بھرا اسلام قبول ہو۔ اگست کا آنچل 25 کو ملا۔ ارے آپی جی میں نے آپ کو تھینکس کہنا ہے کیونکہ آئینہ میں اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ تھینک یو سوچ! آپی جانی آپ نے مجھ ناچیز کو آئینہ میں جگہ دی' سدا خوش رہو آپی جی! اب آتے ہیں آنچل کی طرف ٹائٹل اے ون تھا۔ سمیرا شریف کا ''زندگی کی حسین رہ گزر'' واؤ بہت ہی زبردست۔ نازیہ کا مکمل ناول ''تم میری عید پیا'' دل کو بھا گیا' نازیہ جی! آپ اتنی اچھی تحریریں کیسے لکھ لیتی ہیں۔ ذرا ہمیں بھی تو بتائیں نا اور سباس گل کا مکمل ناول ''تمہارا مان رہ جائے گا'' ویری نائس مگر ایک سوال کیا واقعی اس کی طرح سب مرد ایسے ہوتے ہیں' غلطیاں کرکے معافی بھی مانگ لیتے ہیں' میرے خیال سے تو ایسا نہیں ہے' ہے نا آپی! عشنا کوثر جی یہ دامیان کو اچانک کیا ہوگیا' اتنا جذباتی ہورہا ہے پاگل عشنا جی پلیز دامیان اور انابیتا کو درست کریئے گا اور معارج اور انایا کو بھی اب ایک ساتھ کردیں' بہت دور رہ لیے۔ ''ٹوٹا ہوا تارہ'' سمیرا شریف طور اور نازیہ کنول نازی کا سلسلے وار ناول ''جھیل' کنارہ' کنکر'' کا بہت شدت سے انتظار ہے اور نازیہ جی میں نے دوستی کے حوالے سے آپ سے بات کی تھی پلیز جواب ضرور دیجیے گا' میں آپ کے جواب کی ہمیشہ منتظر رہوں گی اور شہلا آپی جی مجھے بیوٹی کوئین بننے کا بے حد شوق ہے' پلیز آپ میرے لیے دعا کریں کہ میں دنیا کی سب سے اچھی بیوٹیشن بن جاؤں' ان شاء اللہ۔ آمین۔ اب تک کے لیے اجازت دیں زندگی رہی تو اگلے ماہ پھر حاضر ہوجاؤں گی' اللہ حافظ' آنچل زندہ باد۔

ڈیئر منزہ دنیا ہر قسم کے مرد ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ ہر مرد ہی برا ہو۔

ساریہ چوہدری ...... ڈوگہ' گجرات۔ السلام علیکم! شہلا آنی کیسی ہیں آپ؟ اللہ آپ کو ڈھیروں خوشیاں دے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے' آنچل 25 کو ہی مل گیا تھا۔ پچھلے مہینہ میرا خط شامل نہیں ہوا' نازی آپی زبردست آپ گریٹ ہو' اتنی اچھی اسٹوری پر بہت بہت مبارکباد۔ اقراء آپی آپ کی تو کیا ہی بات ہے۔ سباس گل نے بھی بہت اچھا لکھا۔ عروسہ عالم' ام ثمامہ اور سلمیٰ گل فہیم آپ نے زبردست لکھا۔ سمیرا آپی آپ کو کیا کہوں' نازی آپی' عشنا آپی' اقراء آپی آپ چاروں آنچل کی جان ہو۔ آنی اگست میں اپنا افسانہ دیکھ کر خوشی کی انتہا نہیں رہی مگر اپنا نام غلط دیکھ دیکھ کر دکھ بھی بہت ہوا۔ ساریہ کی جگہ شازیہ تھا۔ کوئی یقین ہی نہیں کررہا تھا' خیر مجھے تو پتا تھا اور اپنی محنت کے ثمر پر بہت بہت خوشی ہوئی۔ اللہ پاک نے میری محنت رائیگاں نہیں کی اور آنچل نے مجھے اتنا مقام دیا کس کس کا شکریہ ادا کروں۔ بیاض دل میں نسرین یاسین اور زیدا این پاکیزہ سحر آپ کو بہت بہت مبارک باد اور یادگار لمحے میں عمرانہ رمضان اور مہرین بٹ آپ کو بھی مبارکباد۔ آپ چاروں نے بہت اچھا لکھا۔ باقی سب نے

بھی بہت اچھا لکھا۔ آنچل اک رہنما ہے جس نے میری بھی رہنمائی کی مجھے جینا سکھایا۔ الحمدللہ! مجھے خود پہ بہت اعتماد اور بہت مان ہے اور یہ آنچل کی وجہ سے ہے۔ مجھے یہ چھوٹی سی دنیا بہت اچھی لگتی ہے جہاں سب کچھ ملتا ہے۔ دکھوں کے بعد اک نیا سویرا بھی ہوتا ہے اس دنیا میں آ کر سب کچھ بھول جاتی ہوں۔ حقیقت میں یہ بھٹکنے نہیں دیتا۔ تھینکس آلاٹ آنچل! اللہ کرے آنچل سدا آباد رہے۔ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آئندہ ماہ بھرپور تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی تب تک کے لیے اجازت دیں اللہ نگہبان۔ ہاں! یاد آیا مریم فضل عباسی کی تعریف کرنی تھی الگ سے میں بھول گئی فرسٹ ٹائم لکھا اور اتناز بردست۔ بہت اعلیٰ مریم خدا تمہیں ڈھیروں کامیابیاں دے اور تمہاری تمام جائز دلی حاجات پوری کرے آمین اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

پیاری سار یہ آپ کے خط سے ادارے کو بھی پتا چلا کہ آپ کا نام غلط شائع ہو گیا ہے اس میں تھوڑی سی غلطی آپ کی بھی ہے وہ یہ کہ ایک تو آپ نے کہانی پر اپنا نام نہیں لکھا تھا اور دوسرا یہ کہ کہانی کے ساتھ جو لیٹر تھا اس پر آپ نے سار یہ کے س پر کچھ سائن بنا دیا تھا جس سے یہ غلطی ہوئی۔ دعاؤں کے لیے اللہ کریم آپ کو جزائے خیر دے آمین۔

شہزادی عزیز...... بری سلطان۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیسی ہیں آپ؟ سب سے پہلے تو آپ کو اور پورے اسٹاف کو ماہ رمضان کا برکت والا مہینہ بہت بہت مبارک ہو۔ آپی ابھی تک ہم نے آنچل نہیں خریدا' کیوں ہم گاؤں میں رہتے ہیں اور بچوں کی چھٹیاں ہیں اس لیے عید کے بعد اکٹھے منگواتے ہیں اور اپنی بہن سے منتیں کر کے منگواؤں گی کیونکہ وہ ہے تو چھوٹی سی لیکن نخرے بہت کرتی ہے اور پھر جا کر لا کر دیتی ہے۔ آپی پلیز! مجھے جواب ضرور دیجیے گا ویسے آنچل کا معیار بہت اچھا ہے اس جیسا کوئی نہیں۔ آنچل کی ہر کہانی اور سلسلے وار ناول بہت اچھے ہیں اور میں پچھلے تین سال سے پڑھ رہی ہوں اور آنچل میں میرا دوسرا خط لیکن آئینہ میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں میری طرف سے آنچل کی تمام بہنوں کو سلام اور میری دوستیں انیلہ' عروسہ بشیر' ریحانہ' سدرہ' تابندہ' نوشین' افشین' نادیہ کو بہت بہت سلام۔

اچھی شہزادی خوش آمدید

فاخرہ ایمان کومل رباب افضل...... لاہور۔ السلام علیکم! شہلا آپی تمام آنچل اسٹاف اور تمام پڑھنے اور لکھنے والوں کو محبت بھرا سلام۔ آنچل اس ماہ کی 26 تاریخ کو ملا۔ ٹائٹل گرل پر نظر پڑی تو ایک منٹ کے لیے رک گئی کیونکہ اس کی آنکھیں بہت پیاری تھیں۔ معمول کی طرح سرگوشیاں میں قیصر آرا آنی سے ملاقات ہوئی جو کہ لوڈشیڈنگ کا گلہ کر رہی تھی۔ لوڈشیڈنگ تو رمضان میں بھی بند نہ ہو سکی۔ حمد و نعت سے دل کو منور کیا اس کے بعد دانش کدہ میں انکل مشتاق سے ملاقات ہوئی۔ ہمارا آنچل میں صائمہ علی' پاکیزہ سحر' الفت زہرہ' صدیقہ خان' آصفہ ملک اور فاطمہ فرح سے ملاقات اچھی رہی۔ بہنوں کی عدالت میں عشنا کوثر جی کو سوالوں میں گھرا ہوا پایا۔ اس کے بعد جمپ لگا کر اقرا صغیر کی طرف بڑھے "بھیگی پلکوں پر" بہت تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے لیکن عادلہ اور عائزہ بہت بُرا کر رہی ہیں جس کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑے گا۔ عشنا جی "اور کچھ خواب" میں تو ہم خوابوں میں کھو جاتے ہیں لیکن میں آپ سے کہہ دیتی ہوں دامیان اور انابیتا کو جدا مت کیجیے گا نہیں تم ہم سے بُرا کوئی نہیں۔ سلمیٰ فہیم گل کی کاوش اچھی لگی' سباس گل تو واہ جی' طوبیٰ کا کردار پسند آیا' گریٹ ام ثمامہ وطن کی مٹی کیا بات ہے' واقعی جہاں مرضی چلے جائے اپنا وطن اپنا ہی ہوتا ہے۔ لمحہ ہدایت کسی وقت بھی آ سکتا ہے جیسا کہ فاران صاحب کو۔ عروسہ عالم نے بھی بہت خوب صورت لکھا۔ ڈش مقابلہ میں سب ڈشز مزیدار تھیں۔ بیوٹی گائیڈ پڑھتے تو ہیں لیکن عمل بالکل نہیں کرتے۔ غزل نظم میں ہمیشہ کی طرح نازی جی بیسٹ رہی' باقی سب نے بھی خوب صورت لکھا۔ بیاض دل میں سب کی پسند اچھی لگی۔ انعام جیتنے والوں کو میری طرف سے مبارک باد۔ یادگار لمحے ہر دفعہ کی طرح یادگار رہے۔ آئینہ میں سب کے تبصرے اچھے رہے۔ دوست کا پیغام آئے میں شاہ زندگی اور نورین شاہد سے میری بہن فاخرہ اور میں دوستی کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ ہم سے پوچھئے میں شائلہ آپی کی برداشت کو داد دیتے ہیں۔ اس دفعہ تو مہندی کے ڈیزائن عید سے پہلے واہ کیا بات ہے آنچل کی۔ نازیہ کنول نازی تم میری عید پیا یو آر گریٹ۔ سمیرا جی نے بھی اچھا اینڈ کیا' شکر ہے عمر اور مریم ایک ہو گئے۔ مریم فضل عباسی نے بھی بہت اچھا لکھا' سار یہ چوہدری جی ویلکم اور میری طرف سے رابعہ اور غزالہ کو عید مبارک۔ رابعہ پہچانا؟ (خالہ جانو کو) ہاہاہا' جلدی سے تنکھے بناؤ اور ترقی پاؤ' آمین۔ اب اجازت چاہوں گی تمام آنچل اسٹاف اور پڑھنے' سننے والوں کو عید مبارک۔ اللہ ہمارے ملک کو اپنی امان میں رکھے اور آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے۔

مریم الیاس...... کوٹ گھکہ۔ السلام علیکم! آنچل کے تمام ریڈرز اور رائٹرز کو سلام۔ یقیناً سب اچھے اور فٹ اینڈ فائن ہوں گے' اب آتے ہیں آنچل کی طرف تو 25 کی صبح بھائی کو خاصے تحکمانہ انداز میں آنچل کا آرڈر جاری کیا جو بیلنس ناکافی ہونے کی وجہ سے رد ہو گیا تو مجبوراً اپنی جیب خالی کرنا پڑی لیکن کوئی بات نہیں آنچل زندہ باد۔ سب سے پہلے سرگوشیاں پڑھیں اس کے بعد سیدھا سمیرا آنٹی کے پاس پہنچے واہ جی واہ! موڈ ایک دم فریش' عشنا سے ملاقات ادھوری رہ گئی تھی مکمل ہو گئی۔ اچھی لگیں ہماری طرح رومینٹک مزاج۔ خیر بھاگتے بھاگتے "اور کچھ خواب" کا ٹکٹ پکڑا۔ اوتو یہ کیا پارسا اور عدن کے درمیان پار اینڈ ہونے والا ہے اور کپلز میں دراڑیں خیر یہ عشنا ہی صحیح بتا سکتی ہیں اس کے بعد سیدھا اپنی دوست یعنی پری کے پاس پہنچے تو بے اختیار دل سے نعرہ نکلا جی او طغرل اور ساحر یقیناً رخ سے فلرٹ کر رہا ہے کہ اعوان سے اس کا رابطہ نہیں خیر اقرا جی (تسی گریٹ او رس گلے دی پلیٹ ہو) اس کے بعد نازی جی کا "تم میری عید پیا" سے ملاقات کا شرف ہوا تو رنگیلی دل ناتواں پر بہت بوجھ سا فیل ہوا لیکن اینڈ دیکھتے ہی سرک گیا خیر نازی ویل ڈن فرق تربیت واقعی ماں ہی اپنے بچوں کی اچھی یا بُری تربیت کرتی ہے۔ عروسہ ویل

ڈن سارے رائٹرز نے بہت اچھا لکھا تھا لیکن دی ٹاپ آف لسٹ سباس گل کا "تمہارا مان رہ جائے گا" امیزنگ' ونڈرفل اینڈ کیپ اٹ اپ پھر بھاگتے ہوئے شائلہ جی کے پاس گئے حسب عادت ان کی ٹوکری ہمارا خط ہضم کر چکی تھی' جی بھر کے غصہ نہیں آیا کیونکہ روزہ جو رکھا ہوا تھا۔ باقی ابھی پڑھا نہیں' آخر میں تمام لکھنے' پڑھنے اور سننے والوں کو عیدالفطر بہت بہت مبارک' اللہ ہم سب کو آپس میں اتفاق و اتحاد سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین ثم آمین۔

ڈیئر ہماری پیاری ٹوکری کا بھی روزہ تھا تو کیسے ہضم کرتی وہ بچاری ہاہاہاہا...... آپ کو بھی مبارک ہو۔

جاناں...... چکوال۔ السلام علیکم! پیارے آنچل کے معزز ممبران اور ڈیئر قارئین! آپ سب کو جاناں کی طرف سے محبت بھرا سلام۔ رمضان مبارک اور یوم آزادی مبارک اور عید مبارک۔ کہیے جناب! سب کیسے ہیں؟ ایک ساتھ اتنی مبارک باد کیسی لگی یقیناً اچھا لگا ہوگا۔ سب سے پہلے تو شہلا آپی آپ سے شکوہ کرنا تھا کہ کیا آپ جاناں سے ناراض ہو جو اب میرے لیٹر شامل نہیں کرتیں' آپ مجھ سے ناراض ہو تو پلیز بتا دیں نا' مجھے بہت دکھ ہوا میرا جی نہیں تھا دوبارہ خط لکھنے کا مگر آنچل سے محبت اتنی ہے کہ دوبارہ کاغذ قلم لے کر بیٹھ گئی پلیز اگر اس قابل سمجھیں تو اس بار ضرور شامل کرنا۔ اب بات ہو جائے آنچل کی تو قسط وار ناول ٹاپ آف دی لسٹ ہیں ٹائم ہو یا نہ ہو پھر بھی وقت نکال کر سب سے پہلے وہ پڑھی۔ جولائی میں نازی کے ناول کی آخری قسط پڑھی رومینس سے بھرپور قسط بہت لطف دے گئی' اتنا شاندار اختتام کرنے پر آپ کو بہت مبارک باد پیش کروں گی نازی جی! کاش آپ پاس ہوتیں تو آپ کے خوب صورت ہاتھ چوم لیتی۔ آپی! بشریٰ کو میرا بہت سلام اور دعائیں' خدا آپ کو امتحانات میں کامیابی عطا کرے' آمین۔ رابی یعنی اریبہ شاہ اکیلے کیک کھا کے پیٹ میں درد نہیں ہوا' مجھے ہی بھول گئی بھوکی۔ خدا تم کو ہمیشہ خوش رکھے اور ہم سب فرینڈز کے ساتھ یونہی خوش رکھے' تمہارا ساتھ ہمارے لیے بہت اہم ہے' ڈارلنگ! پریشان نہ ہوا کرو بس خوش رہو۔ تمام تعارف بہت پسند آئے' جون مس ثناء وقار کو پڑھا' دکھ ہوا۔ ثناء آپ خود کو تنہا مت سمجھو' ہم سب آپ کے ساتھ ہیں ڈیئر! ملائکہ چوہدری آپ نے جاناں کو دعاؤں میں یاد رکھا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی یار! آپ بھی خوش رہو' میری دعائیں بھی آپ کے ساتھ ہیں۔ مسکان (قصور) یار امیں ہوں نا' آپ کی دوست ناامید نہیں ہوتے۔ آج سے جاناں آپ کی پکی دوست! آپ اب تو خوش ہونا' سچے دل سے دوست کہہ رہی ہوں آپ کو۔ مقدس رباب جی آپ نے تو میرا دل خوش کر دیا' اب ہم پکے دوست ہیں' آپ کا رابطہ نمبر کیسے مل سکتا ہے' پلیز ضرور جواب دینا۔ کرن شاہ جلدی رابطہ کرنا یار آئی مس یو۔ ثناء علی ایک جھلک دکھا کر کدھر غائب ہو گئی' ہو جلد ملو نا دوبارہ پلیز یار! اریبہ یار تم اب اٹھارہ کی ہو گئی ہو' کیا خیال ہے میں اور صنم نازمل کر تمہیں دلہن نہ بنا دیں' دانیال بھائی کو خوش کر دیتے ہیں' ہے ناصنم! ساتھ دو گی میرا ڈونٹ مائنڈ ہاہاہا۔ مجھے پتا ہے رابی میری بات کا برا نہیں مانتی' صنم آپ بھی مائنڈ مت کرنا۔ تسنیم چوہدری آپ سے بات کر کے بہت اچھا لگا۔ میری پریشانی ختم ہو گئی' میں آپ کی کسی بات کا بُرا نہیں مناتی۔ آپ میرے لیے بشریٰ باجوہ کی طرح اچھی دوست' بڑی بہن کی جگہ ہو۔ پلیز جلد آنچل میں انٹری دو' ہماری خاطر۔ ماہ رخ آپی' نوشی' فزا اسلم' آپ سے دوستی کر کے بھی بہت اچھا لگا۔ فزا یار! تیرا پیار میرے لیے اچھا تحفہ ہے' خوش رہو یار۔ ان شاء اللہ ہماری دوستی قائم رہے گی۔ باقی تمام فرینڈز کو بہت بہت سلام' پیار اور دعائیں۔ سمیرا امتیاز (مری) جو کہ آپ سمیرا قیصر' راولپنڈی ہیں ان کو بھی میرا بہت سلام' دعائیں۔ خوش رہو' مجھے پہچانا ہے کیا؟ اس بار کے لیے اتنا ہی بہت ہے' اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

لیجئے جاناں آپ کا تبصرہ شائع کر دیا ویسے آپس کی بات ہے اس میں تبصرہ کم پیغام زیادہ تھا ہے ناں...... ہاہاہا

مہر گل' ملائکہ' دعا گل...... اورنگی ٹاؤن' کراچی۔ شہلا آپیا آداب عرض! عید کے اس پُرمسرت موقع پر تمام اہلیان وطن' آنچل اسٹاف اور قارئین آنچل کو میٹھی عید کی میٹھی میٹھی مبارک باد۔ سرورق پر مینا' سبز آنچل لیے پیاری لگیں۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور حمد و نعت سے مستفید ہوئے اور جہاں در جواب آں میں اپنی کہانی ناقابل اشاعت میں پا کر دھچکا لگا وہاں "تمہارا مان رہ جائے گا" کے ٹائٹل شعر کی جگہ اپنا ذاتی قطعہ دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ "بھیگی پلکوں پر" پری کے اوپر صباحت کے الزامات دیکھ کر جان جل گئی' وہ تو شکر ہے طغرل کی امی واقف حال تھیں۔ سمیرا نے ناول کا اختتام زبردست کیا' چار دلہن اور دلہا کی جوڑیاں دیکھ کر مزا آ گیا۔ نیا سویرا ڈائجسٹ کی سب سے بہترین تحریر تھی۔ جس کا مورال تھا' خدا ہمارے لیے ہمیشہ بہتر کرتا ہے۔ "اور کچھ خواب" دامیان نے داؤ پلٹ دیا اور انابیتا ٹریک پر آ گئی' مگر دامیان کو للی کے دل میں دوبارہ خواب نہیں جگانے چاہئیں۔ سلمیٰ جی کی کہانی میں ہیرو کا نام فرح پڑھ کر از حد حیرت ہوئی۔ سباس کی کہانی ونڈرفل تھی' وطن کی مٹی اور فرق تربیت سبق آموز افسانہ تھے۔ ڈش مقابلہ میں چھولوں کی چاٹ اور چٹنی کی ترکیب فوراً پڑھی۔ ارشاد انجم' مدیحہ نورین اور طیبہ کی غزل اچھی تھی۔ بیاض دل پر بیوٹی گائیڈ کی سرخی دیکھ کر ہنسی چھوٹ گئی۔ مہک' عمرانہ' مہرین اور طیبہ کا انتخابات "یادگار لمحے" بہترین تھا۔ ہما ایوب نے ہمیں دعاؤں کے بہترین تحفے دیے۔ اچھا بھئی عید کے دن مصروفیت حد سے زیادہ ہوتی ہے اب چلتی ہوں ورنہ امی سے جھاڑ پڑنے کا خطرہ ہے' اللہ حافظ۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیا حال ہے آپ کو آنچل اسٹاف' ریڈرز اور رائٹرز سب کو میری طرف سے عید مبارک۔ پورا آنچل بہت زبردست تھا۔ سبھی بہنوں نے کمال کا لکھا تھا آنچل کے ٹائٹل پر ماڈل نے دوپٹہ بہت پیارا زیب تن کیا ہوا تھا۔ آنچل میں اب کافی نئے چہرے شامل ہو رہے ہیں۔ مدیحہ نورین (برنالی) آپ نے مجھے سلام اور دعائیں بھیجیں' مجھے بہت اچھا لگا آپ ہمیشہ خوش رہیں اور اپنی زندگی میں بہت ساری کامیابیاں سمیٹیں۔ آنچل اسٹاف کو میں یہ کہنا چاہوں گی کہ آپ بہت محنت کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ سب آنچل اسٹاف کو خوش رکھے اور نہیں بچی خوشیاں نصیب ہوں اور یہ کہنا چاہوں گی سب کو خوش رکھیں' اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی مایوس نہیں کرے گا' آپ سب سدا خوش رہیں

اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

طیبہ پیاری جزاک اللہ۔ اللہ تم کو بھی ڈھیر ساری خوشیاں عطا کرے آمین۔

دیبا خان خٹک...... میانوالی۔ السّلام علیکم! آنچل قارئین اور تمام آنچل اسٹاف اور سب کو بہت مبارک' رمضان کے بابرکت مہینے کی۔ جی تو آپیا اس بار جیسے ہی آنچل ملا فوراً ناول کی طرف بھاگی اور ویل ڈن' شاباش نازیہ کنول نازی صاحبہ ''پتھروں کی پلکوں پر'' اینڈ اتنا زبردست رہا کہ میرے پاس الفاظ نہیں جس سے آپ کو خراج تحسین پیش کروں۔ اس کے بعد باقی رسالہ پڑھا' بہت اچھا رہا' اس ماہ کا آنچل۔ سلسلہ دانش کدہ میں امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں جو بیان کیا جا رہا ہے۔ مجھے بہت پسند آیا۔ بیاض دل' یادگار لمحے پسند آئیں۔ آپیا کافی مہینوں بعد لکھ رہی ہوں کیونکہ ساتھ میں حفظ اور کالج کا پڑھ رہی ہوں' سب دعا کیجیے گا جلدی سے حافظ (نیک والی) بن جاؤں' آمین اور جب بھی خاص کر رمضان کے مبارک مہینے میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں' میری ماما جانی کے لیے صحت کی دعا ضرور کریں۔ اپنی مس عمارہ گل اور روشنی کے لیے کہ جہاں رہیں خوش و خرم رہیں' آمین۔

گڑیا دیبا خوش رہو اللہ کریم تو جلد از جلد باعمل حافظہ بنائے آمین۔

یاسمین عندلیب...... شورکوٹ کینٹ۔ ڈیئر قارئین اینڈ آنچل اسٹاف السّلام علیکم! امید کرتی ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ سب ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔ پچھلے ماہ ہم غیر حاضر تھے مگر پیارے آنچل کا شکریہ جس نے ہمیں یاد رکھا۔ سلسلے وار ناول ''بھیگی پلکوں پر'' بہت سست روی کا شکار ہو رہا ہے۔ ''اور کچھ خواب'' عشنا آپی یار ونڈرفل کتنا پیارا لکھتی ہو۔ اتنا خوب صورت سماں باندھ دیتی ہو سحر طاری ہو جاتا ہے۔ ''تم میری عید پیا'' نازیہ آپی کہانی اچھی تھی' آغاز کچھ تھا اور انجام کچھ بہر حال اسٹوری سبق آموز تھی۔ سباس گل جی ''تمہارا مان رہ جائے گا'' تو آپ کا مان بھی ہم رکھتے ہیں' اچھا لکھا آپ نے۔ سمیرا آپی جی ''زندگی کی حسیں رہ گزر'' کو حسین بنا دیا آپ کے انداز تحریر نے۔ ناولٹ ''نیا سویرا' چاند عید اور ہم'' بھی ٹھیک تھے' افسانے بھی سبھی اچھے تھے۔ آنچل سے ایک گزارش ہے مجھے سارے سلسلوں میں شامل نہیں کیا جاتا۔ باقی سلسلوں میں بھی تحریریں بھیج رہی ہوں' امید ہے پسند آئیں گی اور مجھے شامل کیا جائے گا' ویسے میری تنہائی دور کر دیتا ہے آنچل' میری بوریت دور کرنے میں اور میرا موڈ فریش کرنے میں آنچل میرا دوست مجھے کسی لمحے تنہا نہیں چھوڑتا۔ جب بھی قدم ڈگمگانے لگیں' گرنے سے پہلے سنبھال لیتا ہے' میری سوچ کے دریچے وا ہوتے چلے جاتے ہیں اور آسمان کی وسعتوں تک رسائی پا لیتے ہیں' شکریہ آنچل۔

پیاری یاسمین خوش رہو ہر ماہ ہر کالم میں جگہ نہیں پائی جا سکتی ایک ماہ کا گیپ ضروری ہوتا ہے ناں دعاؤں کے لیے جزاک اللہ

غزل...... منگلا کینٹ۔ السّلام علیکم! سب سے پہلے امید کرتی ہوں کہ تمام آنچل اسٹاف خیریت کے ساتھ ہوگا اور میری طرف سے تمام آنچل اسٹاف کو دلی عید مبارک قبول ہو' آنی فرحت کی کمی یقیناً محسوس ہوگئی مگر کیا کریں قدرت کا نظام ہی کچھ ایسا ہے' اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' آمین۔ پتا نہیں آنچل کو مابدولت کا نام بھی یاد ہے کہ نہیں چلیں کوئی بات نہیں' ٹائٹل اچھا تھا اور جو بات زیادہ اچھی لگی وہ ہے ماڈل کے سر کے اوپر دوپٹے کو دیکھ کر واقعی رمضان کا احساس ہوا' تو اب آتے ہیں سلسلے وار ناول کی طرف سب سے پہلے شاہ زر اور سانول کو دیکھا جو کہیں بھی نظر نہیں آئے' یاد کرنے پر یاد آیا ناول تو دی اینڈ ہو چکا ہے' دیکھ لیں نازی جی! آپ کے پرستاوں کا حال اس کے خوب صورت اینڈ کے لیے بیسٹ ویشیز اور نئے کے لیے بیسٹ آف لک اور ''بھیگی پلکوں پر'' سانس لیا کہانی اچھی ہے لیکن سست روی سے آگے جا رہی ہے۔ بہر حال دادی کا پیار دیکھ کر اس رشتے کی خوب صورتی کا احساس ہوتا ہے' سمیرا شریف طور کا تبصرہ اچھا تھا پڑھ کر بور نہیں ہوئے' سمیرا جی تو ہمیں ہر حال میں قبول ہیں اور آنچل سے میری ریکوئسٹ ہے کہ پلیز پلیز بہنوں کی عدالت میں سمیرا جی کی انٹری جلدی جلدی کروائیں کیوں کہ میری موسٹ فیورٹ رائٹر سمیرا ہیں' ان کی ترقی اور کامیابی کے لیے ڈھیروں دعائیں' باقی رائٹر ناراض نہ ہوں آپ سب ہی سے آنچل ہیں۔ بس تبصرہ یہیں تک کیوں کہ باقی آنچل پڑھنا باقی ہے آخر میں ایک بار پھر میری طرف سے آنچل اور تمام بہنوں کو عید مبارک ہو' ہو سکے تو دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

اچھی غزل ہم کیسے بھول سکتے ہیں آپ کو بھلا اور آپ کو بھی بہت سی خوشیوں کے ساتھ عید مبارک۔

ایمن وفا...... جھڈو۔ تمام قارئین کو محبت بھرا اسلام اور خوشیوں بھری عید مبارک۔ ہیلو شہلا آپی عید مبارک! امید ہے خیریت سے ہوں گی اور آنچل کو سجا رہی ہوں گی' ارے عید جو آ رہی ہے۔ اوکے تھینکس پلیز یار پچھلی بار کی طرح ڈسٹ بین کی عیدمت بنائیے گا' پیارا سا آنچل اب اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے' ویل اقراء آپی سے گزارش ہے پلیز یار پری کے ساتھ کچھ غلط مت کرنا اور عشنا آپی کا ناول تو گریٹ ہے مین کریکٹر معارج اور انایا کو پلیز جدا مت کرنا اور دامیان کی شادی للی سے مت کرنا' عشنا آپی ورنہ میں پہلے ہی بتا رہی ہوں' عین نکاح کے وقت چھوارے لینے آ جاؤں گی' ہاہاہا' سوری یار! نو مذاق عشنا آپی للی کو کہیں اور سیٹ کر دیں' اناچا تو دامیان کی ہے ہی اینڈ نازی آپی یو آر گریٹ زبردست ناول تھا۔ سب سے پیارا اشعر لگا۔ باقی سب ناول سو سو لگے۔ سلسلے وار تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح اچھے لگے' اوکے بھی دوستوں دعاؤں میں یاد رکھنا۔ شہلا آپی نے جگہ نہ دی تو خوامخواہ میرا نازک سا دل ٹوٹ جائے گا' سو یہیں پر اختتام کرتے ہیں' اچھا تو ہم چلتے ہیں۔ اللہ ہماری شہلا آپی کو ہمیشہ خوش رکھے اور آنچل کو اور ترقی عطا فرمائے' آمین۔

گڑیا ایمن لو ہم نے تمہارا دل ٹوٹنے سے بچا لیا اب تو خوش وہ بھی ڈھیر ساری عید کی خوشیوں کے ساتھ۔

اسماء انور...... خان پور۔ میری طرف سے ڈیئر آنچل کے سارے اسٹاف کو عید کی ڈھیروں خوشیاں مبارک ہوں۔ میں پہلے بھی آپ کو

خط لکھتی رہی ہوں' پہچان لیا ہاں کیوں نہیں پہچانے گی کیونکہ اپنے پیاروں کی تو خوشبو ہی بتا دیتی ہے کہ کون آیا ہے (کیوں)؟ میں نے درست کہا ہے نا۔ دراصل آپی میں آپ کو اپنی غزل اور ایک شعر بھیج رہی ہوں پلیز آپ میرا دل نہیں توڑیں گی کیوں کہ یہ غزل میں نے جس کے لیے لکھی ہے میں اسے اپنا پیغام آنچل کے ذریعے بھیجنا چاہتی ہوں تو پلیز پلیز آپ میری یہ غزل ضرور شائع کیجیے گا کیوں کہ ایک تو میرا دل ٹوٹنے سے بچ جائے گا' دوسرا یہ پیغام اس تک پہنچ جائے گا اور ہاں اس غزل کا اک اک لفظ سے میری اس دوست کی یادیں وابستہ ہیں تو پلیز ان یادوں کو ٹوکری کی نذر نہ کیجیے گا اور ہاں میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ میں یہ لیٹر رات سے لکھ رہی ہوں اور لکھ لکھ کر پھاڑ رہی ہوں کہ ایسا کیا لکھوں کہ آپ کو میری غزل پسند آ جائے اور آپ شائع کر دیں' پلیز آپی آپ میری حوصلہ افزائی ضرور کیجیے گا کیونکہ حوصلہ افزائی اگر ساتھ ہو تو انسان دوبارہ لکھنے کی کوشش کرتا ہے اور آپ جیسا رہنما ساتھ ہو تو کیا مزہ ہے لکھنے میں۔ میں نے ٹھیک کہا ہے نا بتائیے گا ضرور اور آپ اپنا اور پیارے آنچل کا ڈھیر سارا خیال رکھیے گا۔

پیاری اسماء! خوش آمدید! آئینہ میں غزل شائع نہیں ہوتی۔

ثانیہ ناز...... حاجی والہ۔ السّلام علیکم! آنچل قارئین اور تمام اسٹاف کو میرا پیار بھرا اسلام۔ شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ ڈیئر آپی میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں' امید ہے آپ مایوس نہیں کریں گی۔ ہمیں آنچل بہت زیادہ پسند ہے' میں اور میری آپی دونوں بہت شوق سے آنچل پڑھتی ہیں' ہم تین سال سے آنچل کی مستقل قاری ہیں' اس ماہ کا آنچل 27 کو ملا۔ ٹائٹل بہت زبردست تھا۔ مینا علی کا پُرنور چہرہ دل کو بہت بھایا پھر قیصر آراء آنٹی کی سرگوشیاں سنیں پھر حمد و نعت کے بعد اپنی پسندیدہ سلسلہ وار کہانیوں پر پہنچے' اقراء آپی اور عشنا آپی آپ دونوں بہت زبردست لکھ رہی ہیں' سمیرا آپی کا ناول بہت زبردست تھا۔ نازی آپی کا ناول ''تم میری عید پیا'' حقیقت کے بہت قریب لگا' ویل ڈن نازی آپی' مریم آپی کا ناولٹ ''نیا سویرا'' اس ماہ آنچل کی جان تھا افسانے بھی سبق آموز اور زبردست تھے۔ آنچل کے تمام سلسلے زبردست ہیں' پلیز شہلا آپی ہمیں مایوس مت کیجیے گا' اگلے ماہ پھر جامع تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گے۔ دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

ڈیئر ثانیہ خوش آمدید۔

شاہ زندگی...... پنڈی۔ السّلام علیکم! کیسی ہیں شہلا آپی آپ؟ اگست کا آنچل 24 تاریخ کو پاپا جانی لے آئے' ہم نے نہ آؤ دیکھا اور نہ تاؤ' فوراً اپنے نام ڈھونڈنے لگے بس پھر شہلا رانی ہم آپ کو کیا بتائیں خوشی سے سارے محلے کو بتانے چلے گئے یہ تو رہی تھی ہماری خوشی پھر کہانیوں کی طرف بھاگے' عشناء جی بہت خوب اور اس کی دو قسطیں رہ گئی ہیں ''اور کچھ خواب'' کی تو مزید خوشی ہوئی (نازی جی آپ نے جواب نہیں دیا' پرسنلی بات ہے) باقی سب کہانیاں اچھی تھیں۔ بیاض دل میں مدیحہ اشفاق کا شعر بہت پسند آیا اور صبا کا بھی۔ انا شاہ زاد کی غزل نازیہ کنول نازی خواب نگر بہت پسند آئی۔ بشریٰ' مائرہ ملک' نازیہ' سمیرا' ناز سلوش ذشے' نیناں' فرح طاہر قریشی' ایمن' اسماء عطاریہ' انا' اریبہ شاہ اور خاص کر شہلا رانی آپ کو بہت سلام اور دوستی کی درخواست ہے' جو بہنیں دوستی کرنا چاہتی ہیں جلدی سے آنچل میں انٹری دیں۔

ام ثمامہ...... جھڈو سندھ۔ آج کچھ ماہ بعد قلم اٹھایا ہے تو سوچتی ہوں کہ کیا لکھوں' موت کے ہاتھوں زندگی کے ہار جانے کا دکھ' کسی اپنے بہت پیارے کے بچھڑ جانے کا دکھ' آنسوؤں اور غموں سے لبریز آنکھیں انتظار کی چوکھٹ پر رکھ دینے کا دکھ' غلط فہمیوں' بدگمانیوں اور دوریوں کا دکھ یا پھر ریت کی طرح مٹھیوں سے پھسل جانے والی خوشیوں کا دکھ۔ میں نے آخری ڈاک 6 فروری کو آنچل کے سلسلے ''دوست کا پیغام آئے'' میں بھیجی تھی فرسٹ مارچ کو میرے اکلوتے بھائی جان کی سالگرہ تھی وہ پیغام اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا مگر اسے لکھتے وقت پوسٹ کرتے وقت اور اس کے چھپنے کا انتظار کرتے وقت میرے گمان کے کسی نہاں خانے میں کہیں یہ شائبہ تک نہ تھا کہ اگلے مہینے وہ یہ پیغام پڑھنے کے لیے اس دنیا میں نہیں رہیں گے۔ چودہ فروری کو محبت کے عالمی دن مجھے وہ شخص چھوڑ گیا' جس سے میں عشق کرتی ہوں۔ میں بیس سال بعد ایک بار پھر یتیم ہونے کے دکھ سے گزری' آج سے بیس سال پہلے میرے والد کا انتقال ہو گیا تھا تو میرے مرحوم بھائی جان آفتاب لودھی نے مجھے اولاد کی طرح پالا اور میری کسی خواہش کو کبھی خواب نہیں بننے دیا' وہ ہم تینوں بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے مگر [illegible] لاڈلی ہونے کے باعث میرا اور ان کا باپ اور بیٹی والا انمول رشتہ تھا۔ وہ ایک رات گھر سے تیار ہو کر نکلے اور موٹر سائیکل ایکسیڈنٹ میں انتقال کر گئے اور صرف اڑتیس سال کی عمر میں وہ ہم سب کو جدائی کا دکھ دے گئے' جس کا مداوا کسی کے پاس نہیں ہے' وہ خود اٹھارہ سال کی عمر میں یتیم ہوئے تھے اور آج اپنے بارہ سالہ اور دس سالہ بیٹوں ایان اور ارسلان کے حصے میں بھی یہ دکھ ڈال گئے ہیں۔ امی اور بھابی کی آنکھوں میں جو آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے وہ آج سات ماہ بعد بھی نہیں رکی ہے۔ اتفاق کی بات ہے ان کی سالگرہ کے لیے بھیجا ہوا پیغام مارچ کے بدلے اپریل میں شائع ہوا جس میں ان کی لمبی عمر' صحت سلامتی اور ان کے اپنے بچوں کی خوشیوں دیکھنے کی ڈھیروں دعائیں رقم تھیں پھر اس پیغام نے کس کس طرح رلایا' بیان سے باہر ہے۔ میرے شہزادوں سی آن بان والے بھائی جان! بہت کم بولا کرتے تھے مگر ان کی دو چمکتی براؤن آنکھیں ہر دکھ سکھ شوخی شرارت بیان کر دیا کرتی تھیں۔ لوگ کہتے ہیں وقت کیسا بھی ہو گزر جاتا ہے لیکن کبھی کوئی ایسا بچھڑ جائے جو آپ کی زندگی کا جزو لازم ہو تو وقت ٹھہر بھی جاتا ہے۔ دل کچھ پڑھنے یا لکھنے پر کسی طور آمادہ نہیں تھا مگر پھر خیال آیا کہ یہ سب پڑھ کر اگر کوئی صدق دل سے میرے بھائی جان کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے تو یہ خسارے کا سودا نہیں ہوگا۔ میری آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ میرے مرحوم بھائی آفتاب لودھی کے لیے سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھ کر ایصال ثواب کر دیں اور ان کی مغفرت کی دعا بھی اور میرے بھتیجوں کی لمبی عمر' نیک صحت سلامتی اور خواہش ان ہی دنوں میں پوشیدہ ہیں اور ہم سب گھر والوں کے لیے صبر جمیل کی دعا کریں' آپ کی دعاؤں کی طالب۔

گڑیا یہ تو سب رب کریم کا نظام ہے جس پر کسی بھی انسان کا زور نہیں چلتا سکتا ہم آپ کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ کریم بھائی جان کی مغفرت فرما کر ان کے درجات کو بلند کر کے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کریں آمین۔

حبا حسین...... چکوال' میاں مائر۔ السلام علیکم! آنچل کے تمام قارئین' اسٹاف ممبرز اور شہلا آنٹی کو حبا حسین کا محبت بھرا سلام۔ امید کرتی ہوں آپ سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے باخیر و عافیت ہوں گے۔ آنچل سے میرا تعلق تین سال پرانا ہے۔ اب تو آنچل میرا ساتھی بن چکا ہے اب اس کے بن زندگی ادھوری سی لگتی ہے لیکن آنچل میں پہلی بار آئی ہوں اس امید کے ساتھ کہ آپ میرے خط کو آئینہ میں ضرور جگہ دیں گے۔ آنچل جب بھی مجھے ملتا ہے تو میں سب سے پہلے ابتداء سرگوشیاں پھر حمد و نعت سے پھر اس کے بعد اپنے پسندیدہ سلسلے' سلسلے وار ناولز کی ورق گردانی کرتی ہوں' تینوں ناولز بہت نائس ہیں لیکن اسپیشلی ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' ایک بہت ہی خوب صورت ناول تھا۔ نازیہ آپی جان کی یہ ایک بہترین کاوش تھی۔ مزے کی بات یہ ہے کہ میں نے نازی آپی کے اس ناول کی وجہ سے آنچل پڑھنا شروع کیا ہے ویسے تو میں ہر رسالہ چاٹ لیتی ہوں' ہاں تو بات ہو رہی تھی ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' اس ناول سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ نازی آپی بہت اچھی رائٹر اور ایک بہترین شاعرہ ہیں۔ ان کی ہر تحریر اور شاعری مجھے بہت اٹریکٹ کرتی ہے۔ نازی آپی آپ کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جو میرے جذبات کی ترجمانی کر سکیں۔ میری اللہ پاک سے دعا ہے کہ آپ کو ڈھیروں کامیابیاں ملیں۔ اللہ پاک آپ کو اور آپ کی پوری فیملی کو ڈھیروں خوشیاں' صحت و تندرستی اور لمبی زندگی عطا فرمائے' آمین۔ اس کے علاوہ ناول ''بھیگی پلکوں پر'' بھی ایک بہت اچھی کاوش ہے۔ مجھے پری اور طغرل کا کریکٹر بہت پسند ہے۔ پلیز اقراء آپی پری اور طغرل کو کبھی جدا نہیں کرنا' ورنہ اس نائس سی اسٹوری کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ نوشین اقبال اینڈ بشریٰ نوید باجوہ کی شاعری بھی بہت نائس ہوتی ہے جو کہ عموماً آنچل میں شائع ہوتی رہتی ہے۔ لاسٹ میں میری پیاری سی سسٹرز! نیناں شاہ اور شہزادی سعادت صاحبہ کو محبت بھرا سلام۔ آپ دونوں بہت سویٹ ہو یار! باقی فرینڈز میں امید چوہدری' بشریٰ ملک' فرزانہ ملک' ثناء علی' سدرہ شاہین' سحر' عامرہ' زوبی' کلثوم (چکوال) سدرہ اعوان' فروا علی' نازی آپی' فرح طاہر' کرن وفا' زرتاشیہ' مریم اور سائرہ لنگڑیال کو محبت بھرا سلام۔ اگر زندگی نے وفا کی تو پھر تشریف لاؤں گی' تب تک اللہ نگہبان۔

حبا پیاری خوش آمدید۔

سحرش' مہوش...... میانوالی۔ السلام علیکم! آنچل قارئین اور تمام اسٹاف کو میرا پُرخلوص سلام۔ تین سال سے ہم آنچل کو پڑھ رہے ہیں' اتنے کم عرصے میں ہم اس کے اتنے دلدادہ ہوئے کہ کوئی اور رسالہ اس کی جگہ لینے سے قاصر ہے۔ ہم اپنا خط پہلی مرتبہ بھیج رہے ہیں۔ آنچل کے تمام سلسلے ہم کو بہت پسند ہیں۔ اب اجازت چاہتی ہوں۔ آپ کو ہماری طرف سے ایڈوانس بہت بہت عید مبارک۔ خدا آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین۔

سحرش و مہوش آپ کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔

انا احب...... گجرات۔ السلام علیکم! کیا حال ہیں بھئی آخر کار طویل غیر حاضری کے بعد ہم بھی پھر سے آ ہی گئے۔ خیر آپ میں سے تو کسی نے یاد بھی نہ کیا۔ ہم ہی ڈھیٹ ہڈی کے ہیں' جی تو آتے ہیں تبصرے کی طرف۔ اس بار اس ڈیڑھ سال میں پہلی بار میاں جی نے آنچل دیا 8 کے بجائے 26 کو ہی لاتھمایا۔ ہم تو خوشی سے ناچ اٹھے۔ جب انہوں نے پیار سے رسالہ کو ہمیں دیتے ہوئے کہا: میڈونا! اب تم پھر سے تمام سلسلوں میں آرام سے شرکت کروا گلے ماہ سے اخبارات و رسائل ہاکر ٹائم پر گھر دے جائے گا۔ ایک سرسری سی نظر ٹائٹل پر ڈال کر آگے بڑھ آئے۔ سب سے پہلے نظم و غزل کو دیکھا تو میاں جی اپنے لیے میری لکھی پوئم دیکھ کر بہت بہت خوش ہوئے۔ پھر بیاض دل کا کونہ پکڑا' نسرین واقعی میں انعام کی حقدار لگیں۔ پاکیزہ آپ کو بھی انعام کی بہت مبارک باد۔ اس کے علاوہ عائشہ مغل' امرینہ امبر' وجیہہ' رباب کے اشعار اچھے تھے اور صبا فرام سندھ آپ میری طرف سے پہلے انعام کی حق دار ہیں' مبارکاں۔ آئینہ خانے میں تبصروں سے لطف لیا تو نگاہ نے مدیحہ نورین کا خط چوم ڈالا' مدیحہ یاد رکھنے کا شکریہ۔ ڈش مقابلہ کچھ خاص نہ لگا اور ''پھر'' اور ''کچھ خواب'' کے پیڑ تلے آ کر سانس لیا اور ابھی تک سانس ہی لے رہے ہیں' آگے نہیں گئے' بس جلدی جلدی لکھنے بیٹھ گئے تاکہ ٹائم پر ہمارا خط پہنچ جائے۔ آپ سب کے لیے ڈھیروں دعائیں اور نئے آنے والوں کو ویلکم جیو' خوش رہو' فی امان اللہ۔

انا ڈیئر ویلکم بیک۔

دلکش مریم...... چنیوٹ۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا پُرخلوص سلام۔ میں آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں لیکن اس میں لکھ پہلی بار رہی ہوں' یقین ہے حوصلہ افزائی کریں گی۔ آنچل ایک معیاری رسالہ ہے اور اس کے تمام سلسلے منفرد ہیں' میں تمام سلسلوں میں شرکت کرنا چاہتی ہوں؟ تفصیلی تبصرہ ان شاء اللہ آئندہ ماہ ہوگا۔ اب اجازت دیں' اللہ حافظ۔

پیاری دلکش خوش آمدید۔

کائنات عابد...... فیصل آباد۔ السلام علیکم شہلا آپی! ٹھیک ٹھاک ہو نا آپ؟ میں آپ سے اس دفعہ بہت ناراض تھی سوچا تھا کہ اس بار رائے کا اظہار بھی نہیں کروں گی مگر نا میری کسی نے موجودگی کو اہمیت دینی ہوتی ہے اور نا ہی غیر موجودگی کو سو سوچا کہ اپنی موجودگی ہی ظاہر کر دوں۔ میں ناراض اس لیے تھی کہ ہما آپی سے ''دوست کا پیغام آئے'' میں میرا پیغام شامل کیوں نہیں کیا۔ اس دفعہ میرا پیغام شامل ہونا ضروری تھا تاکہ اس

ہیں میں نے دعا کے لیے کہا تھا اور دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے' چلیں چھوڑیئے گلے شکوے تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ ویسے اس بار میں اپنا تعارف بھی بھیج رہی ہوں' کوشش کریئے گا جلدی شامل کرنے کی اب میں 10th کی اسٹوڈنٹ ہوں' ایسا نہ ہو کہ تعارف تب شائع ہو جب میں 10th کمپلیٹ بھی کر لوں۔ اب آنچل کے بارے میں رائے کا اظہار کر دیتی ہوں۔ اس ماہ کا ٹائٹل کچھ خاص اچھا نہیں لگا۔ سلسلہ وار ناول دونوں ہی اچھے تھے' مگر اقراء آپی کے ناول میں پری کو سمجھائیں کہ طغرل کو ہاں کر دے ورنہ اچھا نہیں ہوگا (آہو جی)۔ نازی آپی کا ناول اچھا تھا۔ آپی! نازی آپی کا ناول ''اے محبت تیری خاطر'' آنچل میں کب شائع ہوگا۔ باقی سمیرا جی کا ناول بہت اچھا لگا۔ افسانے بھی اچھے تھے اور فرح فاطمہ اشرف جی آپ اپنے 10th کے مارکس بھی ضرور بتایئے گا 9th کے تو بہت اچھے تھے۔ بیاض دل میں امرینہ خان امبر کا شعر پسند آیا۔ شہلا آپی غزلوں میں ہم کسی اور کی لکھی ہوئی غزل بھی بھیج سکتے ہیں جب کہ شاعر کا نام نہ ہو پلیز آپی ضرور بتایئے گا۔ او کے اللہ حافظ' اپنا خیال رکھیے گا اور یہ بھی بتایئے گا کہ روزے کیسے گزرے؟ اور عید کی مبارک باد۔

کائنات گڑیا تعارف تو باری آنے پر ہی شائع ہوگا۔ اے محبت تیری خاطر شائع ہو کر مارکیٹ میں آ گیا ہے۔ غزلوں میں صرف اپنی کاوش ہی شامل کی جاتی ہے۔

شمع مسکان...... جام پور۔ سویٹ شہلا آپی اور پیاری پیاری آنچل فرینڈز' رائٹرز السلام علیکم! میری طرف سے آپ سب کو دل کی گہرائیوں سے عید مبارک۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی ہزاروں عیدیں دیکھنا نصیب کرے' آمین۔ سب سے پہلے تو میں تمام فرینڈز کو اطلاع کر دوں کہ اگست میں میری سالگرہ ہے' آنچل فرینڈز تو وش کرنے میں بھی کنجوسی کرتے ہیں۔ شہلا آپی آپ اور عشنا کوثر سردار آپی آپ مجھے ضرور وش کرنا۔ عشنا آپی آپ یہ کیا کر رہی ہیں' دامیان اور انابیتا کے درمیان ہجر کا کوئی لمحہ نہ لائیں پلیز رحم کریں۔ ہم قارئین کے نازک سے دلوں پر۔ سچ اس قسط نے تو ہمیں شاکڈ کر دیا' بہت افسوس ہوا اور دل مضطرب۔ آپی پلیز اچھا اچھا ہی لکھنا۔ انائیا اور تعلق کی اسٹوری زبردست انداز میں زبردست موڑ پر ہے۔ آپ نے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر اعتراف کیا ہے کہ اس ناول کی صرف دو اقساط اور ہیں۔ پلیز ہیپی اینڈ کیجیے گا۔ سمیرا جی کا ناول ''زندگی کی حسین رہ گزر'' کچھ خاص نہیں لگا۔ سمیرا جی کے باقی ناولز کے برعکس یہ ناول کچھ خامی کچھ نامکمل سا لگا۔ بالکل عام سا موضوع' اقراء صغیر آپی کی یہ قسط بھی بہت خوب صورت تھی۔ اب دیکھتے ہیں کہ پری پر کون سی قیامت ٹوٹتی ہے۔ امرینہ ڈیئر آپ نے شکریہ کہا لیکن ڈیئر یہ آپ کا حق تھا۔ توصیف وصول نے کا۔ اس ماہ آپ کا شعر بھی بیسٹ تھا۔ مسکان' قصور فرینڈ آپ سب سے خفا ہیں یقین جانیں میں تین مرتبہ دوست کا پیغام آئے'' میں آپ کے نام میسج بھیج چکی ہوں' پتا نہیں ہما جی ہم سے کیوں ناراض ہیں جو ہمارا کوئی پیغام شائع نہیں کرتیں۔

ڈیئر شمع ہما آپی بچاری بھی کیا کریں بہنوں سے کہہ کہہ کر تھک گئیں ہے کہ مختصر اور جامع پیغام لکھا کریں مگر بہنیں کئی کئی صفحات کے پیغام بھیج دیتی ہیں اب آپ ہی بتاؤں کہ وہ بچاری کیا کریں۔

اسماء...... مقام نہیں لکھا۔ السلام علیکم! آپی کیا حال ہیں؟ آنچل اسٹاف اور پڑھنے والوں کو سلام۔ آنچل میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں' دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے' آنچل کی تمام تحریریں اچھی ہوتی ہے کیونکہ میں اپنی کوئی چیز رکھ کر بھول جاتی ہوں مگر آنچل نہیں۔ نازی بہت اچھا لکھتی ہے میری فیورٹ ہیں۔ شمائلہ ''ہم سے پوچھئے'' کیا کہنے نوک جھونک' وہ بھی بہت پسند ہے۔ رائٹر بہت اچھا لکھتی ہیں آپ لوگوں کے نام' ڈھیر ساری دعائیں' اللہ خوش رکھے آمین۔ آپ لوگوں کو عید کی خوشیاں نصیب کریں۔

گڑیا اسماء خوش آمدید۔

مسکان ملک...... چوٹالہ۔ پیاری آپی کو سویٹ سا سلام۔ آنچل اسٹاف کے لیے ڈھیروں دعائیں' اینڈ عید مبارک۔ آپی میں پہلی دفعہ لکھ رہی ہوں' وہ بھی ڈرتے ڈرتے کہ میرا خط شامل ہو یا نہ ہو۔ آپی میرا بھائی بیرون ملک بہت سے مسائل کا شکار ہے پلیز سب بہنوں سے گزارش ہے کہ میرے بھائی کے لیے دعا کریں۔ سباس گل کا ناول بہت پسند آیا۔ ماڈل کی آنکھیں بہت پیاری تھیں اگر اس دفعہ جگہ ملی تو اگلی دفعہ پھر حاضر ہوں گی' او کے بائے۔

اچھی مسکان ڈرنے کی کیا بات ہے آنچل تو ہے ہی آپ سب بہنوں کا اور ہم دعا گو ہے اللہ کریم آپ کے بھائی کی تمام مشکلات دور کر کے ان کے لیے آسانی فرما دیں آمین۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خط:۔

ساجدہ زید' ویر والہ چیمہ۔ عافیہ رفیق عانی۔ صدف سلیمان' شور کوٹ شہر۔ فضہ یونس' فیصل آباد۔ سمیرا ادھم' حمیرا ادھم' احمد پور شرقیہ۔ شمع فیاض' تونسہ شریف۔ اعظمی احمد' میانہ گوندل۔ وجیہہ خان' بہاولپور۔ نورین شاہد' رحیم یار خان۔

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنچل فرینڈز کے نام

فرسٹ آف آل میں ان تمام قاری بہنوں کی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے میری توقع سے بڑھ کر ماورائی الفاظ میں پتھروں کی پلکوں کے لیے اپنی بے حد پسندیدگی کی سند دی اور اس کے لیے بے حد تعریفی خطوط ارسال کیے پچھلے ایک سال سے اپنی مما کی بیماری کی وجہ سے میں جس ذہنی اذیت اور کشمکش کی شکار تھی اس کنڈیشن میں اس ناول کو یکسوئی سے تحریر کرنا ممکن ہی نہیں رہا تھا مگر اس کے باوجود آپ نے اسے بے تحاشہ پسند فرما کر میرا مان بڑھا دیا اور آپ کی اس ہی حوصلہ افزائی نے مجھ سے جھیل کنارہ کنکر تحریر کروایا اور ان شاء اللہ یہ بھی آپ کو بے حد پسند آئے گا۔ ان شاء اللہ اگلے پیغام میں آپ بہنوں کی محبتوں کا قرض تفصیلاً ادا کروں گی۔ مجھے اور میری مما کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گا۔ آپ سب کو میری جانب سے دلی عید مبارک۔

نازیہ کنول نازی

حسد کرنے والے ساتھیوں کے نام

بے شک حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ اگر کسی کو کسی سے شکوہ ہو تو یا کسی کی بات پسند نہ آئے تو براہ راست لکھنے والے سے شکوہ کریں نا کہ جس کے بارے میں بات لکھی ہو اس سے جھگڑا کرنا شروع کردیں اور اگر کوئی معلومات کی تصحیح کردی جائے تو اس میں برائی کا کوئی عنصر نہیں کہ اس پر ناراض ہوا جائے اور حسد کے جذبات کو دل میں جگہ دی جائے بلکہ ہمیں تو اپنے پیاروں کے نام پڑھ کر ہی خوش ہونا چاہیے نا کہ ان کے بارے میں جھگڑنا شروع کردیں' کسی سے کوئی کتنا پیار کرتا ہے وہ اس کا جوابدہ نہیں ہوتا' یہ تو پیار کرنے والے پر منحصر ہے کہ وہ اسے کتنا چاہتا ہے۔

ساجدہ زید...... ویروالہ چیمہ

بہت عزیز یاور عباس کاظمی کے نام

سلام پُرخلوص! کہ اللہ رب العزت سے آپ کی مغفرت' بخشش اور اس کی رحمت بے پایاں کی دعائیں۔ یاور عباس آپ سے میرا ناتہ ظاہری دنیا میں صرف پانچ دن کا رہا۔ 19 جون 2012ء کو شادی کی تاریخ طے ہوئی' 18 جون کو میں آپ کی آنگن میں گئی۔ 24 جون کو آپ رخصت ہو کر اپنے عشق حقیقی سے جاملے' ہم نکاح اور رخصتی سے پہلے ایک دوسرے سے انجان تھے۔ پھر پہلی ہی رات اپنی روحانیت کی وجہ سے آپ نے میرا دل جیت لیا۔ آپ نے تو کہا تھا اگر تم نے مجھے چھوڑا تو میں جان دے دوں گا۔ پھر میں نے تو نہیں چھوڑا اور آپ نے جان بھی دے دی۔ میں کتنے فخر سے سب کو بتاتی ہوں کہ میرے شوہر تو غازی ہیں' دشمن کے چھکے چھڑانے والا' اپنوں سے کیسے مات کھا گیا۔ ابھی تو آپ کے اور میرے ہاتھوں پر لگی مہندی کا رنگ بھی نہیں اترا تھا کہ آپ نے خون کی مہندی لگالی۔ آپ کو میرا رونا گوارا نہ تھا آج میں کتنا روتی ہوں لیکن آپ نہیں سنتے۔ مجھے جب بھی یاد آتے ہیں میں رب کریم سے اپنے ایمان و آبرو کی سلامتی اور آپ کے لیے اس کی شفقت کے لیے دامن پھیلاتی ہوں اور اس سے التجا کرتی ہوں پاک رب یوں کوئی نہ اجڑے' جیسے میں اجڑ گئی۔ میرا سہاگ یوں لوٹا گیا کہ میں خود نہ سمجھ پائی' تمام بہنوں سے التجا ہے کہ وہ میرے شوہر سید یاور عباس کاظمی کی مغفرت کی دعا کریں اور میں جو 5 دن سہاگ کے گزار کے بیوہ ہوگئی' مجھے اللہ صبر دے' آمین۔

سیدہ جیا یاور عباس کاظمی...... تلہ گنگ

نورین شاہد اور نازی آپی کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں نورین جی؟ آپ نے تو حیران کردیا یقین ہی نہیں آرہا کہ کسی کو ہم سے فرینڈ شپ کرنی ہے' تھینکس آلاٹ میں آپ کی فرینڈ شپ قبول کرتی ہوں۔ ہم دونوں دوست اوکے اور تھینکس دوستی کرنے کا۔ نازی آپی سلام! کیسی ہیں اور ایڈوانس عید مبارک سب کو۔ نازی آپی آئی لو یو سو مچ۔ اللہ آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' کیا آپ مجھ پاگل اور اسٹوپڈ سی لڑکی کو دوستی کا شرف بخشنا پسند کریں گی؟ آپ سب کے جواب کی منتظر رہوں گی آخر میں آنچل پڑھنے والی تمام ساتھیوں کو عید مبارک پلیز دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

ایمن وفا...... جھنڈو

فرینڈز کے نام

میری تقریباً ساری ہی فرینڈز ستمبر کی پیدائش ہیں' اس

لیے یہ آپ سب کے لیے:

خدا کرے کہ تمہیں میری عمر لگ جائے
جنم دن اے جانِ وفا مبارک ہو

(دیا آفریں)

آنچل کے فرینڈز پیاری فرینڈز اور بھائی کے نام

السلام علیکم! فرینڈز کیسی ہیں آپ سب؟ آنچل پڑھنے والی سب بہنوں کو سلام۔ نازیہ کنول نازی کیسی ہیں آپ؟ سب سے پہلے تو 6 ستمبر کو میری سالگرہ ہے آپی پلیز مجھے وش کریں نا۔ 10 اکتوبر کو میرے پیارے بھائی ظفر کی سالگرہ ہے پھر 19 اکتوبر کو میری بچپن کی سہیلی انعم کی سالگرہ ہے جسے لاسٹ ائیر یہ شکوہ تھا کہ میں نے اسے وش نہیں کیا حالانکہ میں نے رات کو 12 بجے اسے وش کیا تھا' پھر بھی جانم آج تو سارے گلے شکوے دور ہوگئے' میں نے تمہیں اپنے آنچل کے ذریعے وش کیا اور میری کرن کیسی ہے؟ کرن آئی مس یو یار اتم نے وعدہ کیا تھا کہ لاہور آؤ گی ممتاز بھائی کے ساتھ۔ تو پلیز ڈئیر میں انتظار کررہی ہوں کہ تم لوگ جلدی آؤ۔ ممتاز بھائی کو سلام۔ حمائل کو پیار اور دوسری بیٹی کو بھی اور سب پڑھنے والوں اور مصنفین کو سلام۔ رابعہ بلال فرام راجن پور کو اسپیشل سلام' حوریہ کو پیار دینا۔ میں نے بہت کچھ سیکھا ہے تمہاری دوستی اور آئندہ فرینڈز بنانے میں احتیاط کروں گی دوست۔ والسلام!

شہناز انجم...... لاہور

خاص لوگوں کے نام

آداب' محبتوں بھرا سلام! میری سویٹ ڈئیر اینڈ کیوٹ بہنا' کزن دوست آئی لو یو۔ طاہرہ مادام جی آج آنچل کے توسط سے میں آپ سے اپنی بدتمیزیوں کی معافی مانگتی ہوں آپ معاف کردینا اور میں کہنا چاہتی ہوں کہ میں آپ سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں آپ کے بعد پھوپو نور فاطمہ جی سے کہوں گی آئی ایم سوری اور آئی لو یو۔ ان کے بعد میرا ڈارلنگ گروپ زندگی لو یو' اقراء مس یو اور اب باری آتی ہے میری زندگی کی۔ آج میں آنچل کے ذریعے اعلان کرتی ہوں کہ اقراء آپ کی رانی آپ سے بہت بہت زیادہ پیار کرتی ہے۔

رانیہ زندگی...... سمبڑیال

عید مبارک

ڈئیر قارئین کرام' آنچل فرینڈز اور میرے پیارے بھائی مرزا فرخ بیگ' زوبیہ بھابی' کاشف بھائی' شہزیلہ بھابی سویٹ بہن شمسہ عمران اور مانی بھائی' عروج اور ایمان آپ سب کو میری طرف سے بہت بہت عید مبارک ہو۔ میری دعا ہے کہ یہ عید ہم سب کے لیے خوشیاں ہی خوشیاں لائے' آمین۔

حنا کنول...... جویلی لکھا

عید سعید

آنچل کے تمام اسیروں کو دوست' احباب' بہن بھائیوں کو میری طرف سے ڈھیروں عید مبارک قبول ہو۔ خدا پاک آپ سب کو اس قدر خوشیاں دے کہ آپ کے سب دکھ' درد دور ہوجائیں۔ عید سعید کے پُرمسرت موقع پر اپنے پیارے وطن کی سلامتی کے لیے بھی دعا گو ہیں اللہ پاکستان کو امن و آشتی کا گہوارہ بنائے' آمین۔

لوگ دیکھ رہے ہیں چاند عید کا
ہمیں انتظار ہے فقط تیری دید کا

طالب دعا!

فصیحہ آصف خان...... ملتان

آنچل کی جان نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم نازو جی! امید ہے آپ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں گی اور آپ کی امی کے لیے دعا کہ وہ بالکل ٹھیک ہوجائیں' آمین۔ نازو جی پہلے تو آنچل قارئین کو تین خط لکھے پر کسی نے دوستی کے قابل نہیں جانا' اب چوتھا خط آپ کو لکھ رہی ہوں' دوستی کے لیے کہ آپ ہی مجھ ناچیز کا ہاتھ تھام لو کیونکہ کوئی نہیں دکھ سکھ سننے والا نہ ماں' نہ بہنیں' نہ مخلص دوست جو دکھ پر دکھی اور سکھ پر سکھی ہو' اس لیے بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہی ہوں' امید ہے مجھے جواب ضرور دیں گی آپ اور آپ کا فون نمبر مل سکتا ہے کیا؟ خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے' آمین۔

مسکان...... قصور

سویٹ دوستوں اینڈ نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! نبیلہ' راحیلہ اور رخسانہ۔ نبیلہ جانی تم کوئٹہ چلی گئی ہو یار بس جلدی جلدی واپس آجاؤ' آئی مس یو جانی ہمیشہ خوش رہو۔ راحیلہ ڈئیر! تم نے جو میرے لیے سونگ کیا مجھے بہت اچھا لگا اور مجھے بہت خوشی ہوئی' تھینک یو راہی جان! سدا خوش رہو۔ ارے رخسانہ کی بچی تم تو شاید بھول ہی گئی ہو کہ کوئی منزہ ہے بھی یا نہیں۔ یار نگی! میں تم سے بہت ناراض ہوں کیونکہ تم نے کہا تھا میں تمہارے گھر آؤں گی یار! میں نے کتنا

انتظار کیا تمہارا' نکی! آپ آ بھی جایار! مسکراتی رہو۔ ہیلو نازیہ جی! کیسی ہو؟ ماشاءاللہ فٹ فاٹ نازیہ جی میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز مجھے جواب ضرور دیجیے گا۔ آخر میں عائشہ مغل (کراچی) میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔ شمع مسکان (جام پور) کیا آپ مجھ سے دوستی کرنا پسند کریں گی' میں انتظار کروں گی آپ کے جواب کا۔ آپ سب ہمیشہ خوش رہیں۔ اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

منزہ حیدر...... کوٹ قیصرانی

ڈیئر سسٹر عدیلہ اینڈ کزن سونیا اعجاز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ عدیلہ باجی؟ امید ہے آپ بالکل ٹھیک ہوں گی۔ سوچا کہ اس بار آپ کو عید آنچل کے ذریعے وش کروں تو کیسا لگا میرا سرپرائز آپ کو۔ میری دعا ہے تم ہمیشہ خوش رہو اور آئی رئیلی مس یو اینڈ ڈیئر سونیا (گڑیا آپی) کیسی ہیں آپ؟ میڈم تھوڑا اپنے آپ کو دیکھو' ذرا کم کھایا کرو ورنہ بہت موٹی ہو جاؤ گی' مجھے پتا ہے کہ خط پڑھ کر تم دانت نکال رہی ہو لیکن مجھے کیا' ہنستی رہو' لوگ تمہیں ہی پاگل کہیں گے۔ بھابی نسرین اور مجھ سے ہی سبق سیکھ لو اور موٹاپا کم کرو تم اور عدیلہ باجی۔ خیر اب اجازت چاہتی ہوں' دعاؤں میں یاد رکھنا' اپنی سویٹ سسٹر کو۔ خدا حافظ۔

نمرہ افتخار...... اختر آباد' اوکاڑہ

سب دوستوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز امید کرتی ہوں آپ سب خیریت سے ہوں گی۔ حنا' عالیہ' ناہید' مسکان' شہناز اور ثنا' مہوش اور باقی آنچل فرینڈز اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہمیشہ خوش رکھے اور غم سے نجات دلائے' آمین۔ سسٹر نوشین 31 اگست کو تمہاری برتھ ڈے ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو اور مینی مینی ہیپی ریٹرنز آف دا ڈے۔ پیاری اپیا! آپ کی میرج اینورسری بھی اگست میں تھی سوری لیٹ وش کرنے کے لیے ہیپی میرج اینورسری۔ سدا ہنستی مسکراتی رہو۔ مسکان اور حجاب کو پیار۔ شاہ زندگی (پنڈی) ویلکم آپ کو اور نورین شاہد کو فرینڈ شپ کے لیے۔ اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

انیس انجم...... جھنگ صدر

ڈیئر اینڈ سویٹ شارق کے نام

آداب! شارق سونو یکم ستمبر کو آپ کی دوسری سالگرہ ہے میری طرف سے یعنی کہ آپ کی چھوٹی اینڈ موٹی خالہ جانی کی طرف سے آپ کو ایڈوانس میں مبارک ہو۔ کیسا لگا میرا سرپرائز۔ سویٹ بھیا عاطی اینڈ آپی مصباح کو میری طرف سے محبت بھرا اسلام۔ خدا آپ کی زندگی میں بہت سی خوشیاں لائے آمین۔ آپ کا چُنا مُنا یونہی مسکراتا رہے۔

نبیلہ ملک...... چوٹالہ

آنچل پریوں کے نام

تمام پریوں کو میرا اخلوص دل سے سلام اور ڈھیر سارا پیار۔ سب سے پہلے اریبہ شاہ تمہیں بہت بہت سالگرہ مبارک۔ تمہارے لیے خوشیوں کی برسات بن کر آئے اور تم ہمیشہ ہر غم سے آزاد پُرمسرت زندگی گزارو' آمین اور میری سویٹ ہارٹ اچھی پری کرن وفا جانو 2 ستمبر کو تمہارا جنم دن ہے خدا تمہیں بھی ہمیشہ خوش وخرم رکھے آمین۔ عائشہ ملک' ثومی' سمیرا کنول' زوبی رانا' آئی رئیلی مس یو۔ زوبی تم وہ واحد لڑکی ہو' وفا کے بعد جو مجھے حقیقت میں بہت بہت یاد آتی ہو۔ میں آپ سب کو کبھی نہیں بھول سکتی' کبھی بھی نہیں' آنچل نے مجھے تم لوگوں کی صورت میں اتنا بڑا گفٹ دیا ہے کہ شاید میں آنچل کا احسان کبھی بھی نہیں اتار پاؤں گی۔ تم سب سدا ہنستی مسکراتی رہو' آمین۔ آخر میں تمام آنچل قارئین کو عید مبارک اور ہاں میری 16 ستمبر کو شادی ہو رہی ہے' اچھی زندگی کے لیے دعا گو رہیے گا۔ آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

مہوش ملک...... گنگا پور

سونیلہ اعوان کے نام

آداب! کیسی ہو؟ تمہارے پاپا کی ڈیتھ کا سن کر بہت دکھ ہوا' اللہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے' پلیز اگر آپ آنچل پڑھتی ہو تو میری ریکوئسٹ سمجھ کر دوبارہ سے آنچل لکھنا اسٹارٹ کرو' تمہارا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے' آپ کی بیسٹ فرینڈ فاطمہ کیسی ہے؟ میری طرف سے مس اسماء اور مس عاصمہ باربی ڈول کو بہت سا سلام۔ آئی مس یو جی بچی میں۔ خدا آپ کی زندگی میں بہت سی خوشیاں لائے' جن لمحوں میں آپ ہنستی ہیں' وہ لمحے کبھی کم نہ ہوں' او کے بائے ٹیک کیئر۔

مسکان ملک...... چوٹالہ

چاند چہروں کے نام

سب سے پہلے میری کول اینڈ لولی فرینڈ انعم صبا خوش رہو' میرے ساتھ ہی میرے بعد بھی کچھ اپنی کچھ پرائی۔ ظل ہما ڈیئر میں آج بھی وہی ہوں جہاں تم نے مجھے اجنبی بنا دیا تھا' امید چوہدری نائس فرینڈز تمہارا ساتھ اور پیار مجھے جینے کا احساس دلاتا ہے۔ رابعہ اکرم یار! اتنا غصہ کرتی ہو پھر بھی گپو ہی ہو' ہم فرینڈ تھیں' ہیں اور رہیں گی۔ سلمیٰ ملک آپ جہاں رہو' خوش رہو۔ میری دعا میری وفا آپ کے ساتھ رہے گی۔ ماہ رخ آپی آپ نے مجھے واقعی بڑی بہنوں والا مان پیار دیا' میری سویٹ آپی خوش رہیں۔ انابیہ علی میری کیوٹ سسٹر اینڈ فرینڈز آپ کے بنا لائف ادھوری سی لگتی ہے۔ ثناء علی یاراں میں تمہارے اُن کے کپڑے نیلے بناؤں یا پیلے' اپنا خیال رکھنا اور خوش رہا کرو تو خوب صورت ہو جاؤ گی مزید۔ جاناں ڈیئر جس طرح آپ مجھے خوش دیکھنا چاہتی ہو میری بھی یہ خواہش ہے تم ہنستی مسکراتی رہو۔ بشریٰ ملک سویٹو! تم بہت اچھی ہو' کم بولتی ہو اچھا بولتی ہو بی ہیپی ڈیئر! ام کلثوم لولی فرینڈ اداس نہ رہا کرو' میں آپ کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ اب باری ہے میری گپو نائس سویٹ کیوٹ سسٹر اریبہ شاہ تم بہت اچھی لگتی ہو۔ جب تم میری تعریف کرتی ہو' میری دعا ہے کہ خدا تمہیں دونوں جہاں کی خوشی نصیب کرے' آمین اینڈ میں میری پیاری کزن عفت قریشی تمہاری خوشیوں میں شریک نہیں ہو سکتی لیکن میری دعا ہے ہر خوشی تمہاری منتظر ہو۔ شہزادی اور میری سویٹ سی چندا اور کیوٹ سی آیت میری دعا تمہارے ساتھ ہے' باقی سب آنچل فرینڈز کو سلام۔ کرن شہزادی' مدیحہ شاہ' الفت زہرہ کو خلوص بھرا اسلام۔

کرن شاہ...... بہاولپور

شاہ زندگی اور تمام پڑھنے والوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ حیران مت ہوں آپ نے پچھلے شمارہ میں ہاتھ بڑھایا دوستی کے لیے ہم نے قبول کیا آپ بھی قبول کریں' اور باقی تمام قارئین جن کا نام میں نے لکھا یا نہیں لکھا آپ بھی جواب ضرور دیں۔ مجھے دوست بنانا نہیں آتے مگر آپ کو دیکھ کر کوشش کی ہے اور سب دعا گو ہیں کہ پشتونوں اور پاکستان کے لیے جو کرنا چاہتے ہیں اللہ آپ کو اس میں کامیابی عطا فرمائے' آمین۔ جواب ضرور دینا اللہ حافظ آپ تمام کے لیے دعا گو!

نورین شاہد...... رحیم یار خان

آنچل پڑھنے والوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو سب لوگ تم؟ دعا ہے ہر پل تم سب لوگوں کا خوشیوں سے بھرا ہوا گزرے۔ سمیرا یار تمہاری برتھ ڈے تو گزر گئی مگر پھر بھی وش کرنا تو حق بنتا ہے نا۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو' ہمیشہ خوش رہو۔ ظل ہما' شمائلہ اکرام' ام ثمامہ' نازیہ کنول نازی' سمیرا اشتیاق ملک' بشریٰ ملک' مائرہ ملک آپ کی تحریر تو چاہے جو بھی ہو آنچل کو مزید روشن کر دیتی ہے۔ پڑھ کر ایسا لگتا ہے جیسے آپ لوگ میرے سامنے بیٹھ کر باتیں کر رہی ہوں۔ آنچل کے ذریعے آپ لوگوں میرا مطلب اتنے اچھے کیوٹ لوگوں سے ملی ہوں کہ تمام عمر بھول نہیں سکتی۔ اریبہ شاہ اور ہما شاہ کیا آپ دونوں سسٹر ہیں؟ سمیرا شریف طور آپ کو عید بہت بہت مبارک ہو' گزر تو گئی ہے عید مگر پھر بھی اتنی دیر نہیں ہوئی' جواب کیوں نہیں دیتی؟ سب آنچل فیملی کو بہت سلام اور پیار ہمیشہ خوش رہیں' دعاؤں میں یاد رکھنا' والسلام۔

طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! پیاری مسکان آپ کا پیغام پڑھ کر بہت دکھ ہوا۔ پیاری اداس مت ہو تم مجھے بتاؤ قصور میں کس جگہ رہتی ہو اور جلدی سے اپنے روٹ کی 324 نمبر بس پکڑو 4479 کا ٹکٹ لے کر 325 اسٹاپ پر اتر کر مجھ تک پہنچ جاؤ۔ شازیہ ہاشم اور کومل رباب تم کہاں ملو گی؟ میں آپ کی بھی منتظر ہوں۔ آخر میں تمام آنچل اسٹاف اور فرینڈز کو میری طرف سے سلام۔ پیار اور ڈھیروں دعائیں۔ آپ سب کی دوست' بہن!

چندا مثال...... قصور

ماہی کے نام

السلام علیکم! ڈیئر ماہی امید ہے کہ آپ ٹھیک ہوں گے' دیکھیں جناب ہوئے نا حیران کہ آنچل کے ذریعے آپ کو یاد کیا اور آپ کو عید کی آمد بہت بہت مبارک ہو۔ مجھے معاف کر دو اتنی ناراضگی اچھی نہیں ہوتی' میری جان آئی ایم ویری ویری سوری یار! ہمیں بھی یاد کر لیا کرو' کبھی ہم آپ کے اپنے تھے۔ بدتمیز اور بے وفا' ہمیشہ خوش رہنا۔

مہوش وفا...... ملتان

عزیزوں کے نام

تمام آنچل اسٹاف اور قارئین آنچل کو دلی عید مبارک۔ اسپیشلی عفت سحر پاشا آپی بمعہ فیملی) فائزہ افتخار' اقراء صغیر' فرحت اشتیاق' نمرہ احمد' میری ننھی پریوں ملائکہ اور دعا کو میری

پیاری اسٹوڈنٹس فریحہ شبیر رامین صبا' انیلہ' رمشاء' شازیہ' افشاں' نورالعین' علینہ ' دوستوں نادیہ' صائمہ اور پیاری دوستوں کرن' حمیرا اور عزیز از جان بھائیوں فراز' محمد شہباز رضا' شعیب سب کو دلی عید مبارک۔ پیاری آنچل فرینڈز آراین جیا' شیبا صابر بٹ' میمونہ اپیا کو شہلا آپی (آئینہ والی) کو ایمان آپی (غزل نظم) سب کو ہما اپیا کو دل کی گہرائیوں سے عید مبارک۔ پیاری امی اور ابو آپ لوگوں کے شکوے اور گلے تو مجھ سے کبھی ختم نہیں ہوتے' شاید میں ہی بہت نافرمان ہوں' سوری آپ کو بھی دلی عید مبارک' آپ کی اپنی۔

مہر گل......اورنگی ٹاؤن' کراچی

سب دوستوں کے نام

السلام علیکم! اریبہ شاہ آپ کو مبارک ہو جنم دن۔ سب دوستوں کو میری طرف سے بہت پیار بھرا اسلام سب دوستوں کیا حال ہے؟ جن میں شامل ہیں اریبہ شاہ' تسنیم چوہدری' انابیہ آپی' بشریٰ باجوہ' مہک ملک' سوری مہک اعوان' ثناء علی' ثناء ملک' جاناں انیسہ بٹ' اسماء بٹ اور میرے پیارے بھائی کو جنم دن مبارک ہو اگر میرا بھائی 14 اگست کو پیدا نہ ہوتا پاکستان وجود میں نہ آتا' والسلام آپ سب کی دوست!

ایمان بٹ......لودھراں

اپنی فیملی کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے؟ اتنے حیران کیوں ہو رہے ہیں یہ میں ہی ہوں طیبہ! آپ لوگوں نے تو یاد نہیں کرنا میں نے سوچا چلو جی آنچل کے ذریعے ہم ہی آپ کو مخاطب کرلیں۔ مما' پاپا نویلہ آپی' (دھیر کے) شکیلہ آپی (لکھو منڈی) ابوبکر بھائی' عمر فاروق بھائی' مصباح آپی' ملکیہ' فری بھائی' ہادیہ نور' ندیا نور اور بہنوئی ذکاء اللہ بھائی اور عبدالقدیر بھائی آپ سب کو میری طرف سے عید کی ڈھیروں مبارک باد اور ابوبکر بھائی' فری بھابی آپ کو شادی کی لکھ لکھ مبارکاں' سدا خوش رہیں۔ آپ سب کے لیے میری طرف سے ڈھیروں دعائیں اور پیار آپ سب ہمیشہ خوش رہیں اور ستاروں کی طرح چمکتے رہیں اور پھولوں میں خوشبوؤں کی طرح مہکتے رہیں' آپ سب کی دعاؤں کی طلب گار آپ کی اپنی۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

دانیال احمد اور آنچل فرینڈز کے نام

ڈیئر بچو! میری خواہش تھی کہ اس دفعہ تم لوگوں کی سالگرہ پر تم لوگوں کو آنچل کے ذریعے وش کروں۔ دانیال 29 ستمبر کو تمہیں اور احمد یکم اکتوبر کو تمہیں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور میری دعا ہے اللہ تعالیٰ سے کہ تم دونوں اسی طرح ہنسو' مسکراؤ اور دنیا میں کامیاب' اچھے انسان کا درجہ پاؤ۔ نیلوفر 17 ستمبر کو تمہیں بھی ہیپی برتھ ڈے اور آنچل فرینڈز کیسی ہو آپ؟ امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گی' ڈیئر فرح! آپ کی باتیں بہت اچھی لگتی ہیں مجھے۔ میں بہت خوش نصیب ہوں جو تم جیسی دوست ملی۔ رومان ملک' نازش خان آپ لوگوں نے میرے پیغام کا جواب نہیں دیا' کیوں؟ میں انتظار کروں گی۔ اوکے بائے تمام فرینڈز کو سلام۔

صدیقہ خان......باغ آزاد کشمیر

آنچل دوست' تمام رائٹر' مدیرہ اور قارئین کرام

السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب لوگ یقیناً اس مقدس مہینہ کی برکتوں سے فیض یاب ہو رہے ہوں گے' اللہ تعالیٰ اس ماہ مقدس میں آپ کی تمام خواہشات کو پورا کرے عید کے اس پُرمسرت موقع پر اچھی تحریریں اور غزلیں نظمیں لے کر ضرور آئیے گا' ہمیں وش ضرور کیجیے گا' آپ سب نے اور آنچل نے تو میرے تنہائیوں کے سحر پر ایک امید بہاراں کر رکھی ہے کہ جس کے آنے سے ہی آتی ہے بہار اور جس کے جانے سے ہی چلی جاتی ہے بہار' ایسی ہے ہی میری سب سے اور آنچل سے وابستگی نہ چھوڑیں گے کبھی وعدہ رہا' ہم مرمٹے ہیں آپ سب پر اور آنچل پر تو یہ دل کی بات ہے۔ آمد عید کی تمام تر خوشیاں مبارک' عید کی دعاؤں میں ہمیں بھی شامل رکھیے گا۔ فی امان اللہ آپ سب کی زندگی بہت بہت عید مبارک ہو۔

عشرت سید محمد رمضان......حیدرآباد' سندھ

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! ڈیئر نازیہ کیسی ہو؟ آپ کی امی کی طبیعت اب کیسی ہے؟ خدا پاک انہیں صحت و تندرستی دے' آمین۔ آپ کی مما کو کیا بیماری ہے؟ نازیہ میری مما کو ہارٹ پرابلم ہے' میرے ابو کو کینسر تھا' گلے میں آپریشن کرانے سے ان کی وفات ہوگئی 15 سال پہلے مجھے اکیلا چھوڑ گئے اینی وے ڈیئر! میں یہ لیٹر تمہیں اس لیے لکھ رہی ہوں کہ تمہیں مبارک باد جو دینی ہے' ویری ویل ڈن نازیہ! بہت اچھا اینڈ کیا خدا کرے ایسے ہی ترقی کی سیڑھیاں پار کرتی جاؤ اور اللہ پاک تمہیں ذہنی و قلبی سکون عطا کرے' بہت ساری خوشیاں تمہارا مقدر بنیں۔ اللہ تعالیٰ

تمہاری ساری پریشانیاں دور کرے' آمین۔ ڈیئر تم کوئی جواب نہیں دیتی ہو پھر بھی نہ جانے کیوں تم سے اپنائیت محسوس ہوتی ہے' تمہاری شاعری ہو یا ناول' تعارف ہو یا کچھ بھی میں اسے سنبھال کے رکھتی ہوں کہ میری بڑی سسٹر جلنی شروع ہو جاتی ہیں' نازیہ جانو میں نے آنچل سے تو بہت کچھ سیکھا پر آپ کی تحریروں سے بھی بہت کچھ سیکھا ہے اور ڈیئر یہ بھی پوچھنا ہے مجھے کہ تمہاری شاعری کی کتنی کتابیں آچکی ہیں مارکیٹ میں' مجھے یہاں حیدرآباد سے تو مل ہی نہیں رہیں۔ ناول ملا تھا "اے محبت تیری خاطر" جو میں نے بہت ساری گاؤں کی لڑکیوں کو گفٹ کیا تھا۔ ڈیئر میں نے ایک مرتبہ طاہر بھائی کو مسیج کیا تھا آپ کے لیے آپ نے مجھ سے رابطہ ہی نہیں کیا کیوں؟ کیا میں اس قابل بھی نہیں کہ اتنی بڑی اور نائس رائٹر مجھ سے بات کرے' اگر میری کوئی بات بری لگی ہو تو پلیز معاف کر دینا' غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں۔ خدا حافظ! زندگی نے وفا کی تو آنچل میں انٹری دیتی رہوں گی اور آپ کے لیے اور آنچل کے لیے آخری سانسوں تک دعا گو رہوں گی' مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھنا اور میری شادی ہونے والی ہے' میرے لیے دعا کرنا۔

صائمہ طاہر سومرو......حیدرآباد' سندھ

پیاری نازیہ کنول نازی

السلام علیکم! میں آپ کو بہت پسند کرتی ہوں' آپ میری فیورٹ رائٹر ہیں۔ آپ کی تمام تحریریں پڑھتی بلکہ بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ میں بھی کچھ لکھنا چاہتی ہوں تھوڑا بہت آپ موقع دیں گی نا' آپ کو دعائیں دوں گی۔ میں نے جب گھر میں بتایا کہ میں آنچل اسٹاف والوں سے رابطہ کر رہی ہوں' یقین جانیے میرا بہت مذاق اڑایا گیا۔ میں آپ کو بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں' اپنے دل کی باتیں سنانا چاہتی ہوں۔ مگر شاید برا مان جائیں گی' اگر زندگی نے ساتھ دیا تو پھر کبھی سہی' آپ سے اجازت لینا چاہتی ہوں' میں بھی اپنی تحریریں بھیج دیا کروں' اگر آپ تک میرا خط پہنچ گیا تو پلیز آنچل کے ذریعے ضرور آگاہ کرنا' میں آپ کی شکر گزار رہوں گی کبھی بھی آپ کا احسان نہیں بھولوں گی' دعائیں دیتی رہوں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے' آمین۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عید کی خوشیاں دیکھنا نصیب کرے' آمین۔

عاصمہ اقبال......مقام نہیں لکھا

نازیہ کنول نازی کے نام

ڈیئر نازیہ جی! السلام علیکم! سب سے پہلے میں آپ کو وش کرنا چاہوں گی' اتنا زبردست ناول "پتھروں کی پلکوں پر" لکھنے پر اور اتنا زبردست اینڈ پڑھا کہ میں آپ کی پرستار ہوگئی ہوں۔ پہلے پہل اس کے اینڈ کا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی پھر سوچا یہ کیا اس کے اینڈ کے بعد تو ہم نازی جی کو بہت مس کریں گے اور جب جولائی کے آنچل میں یہ پڑھا کہ بہت جلد ہی نازیہ کنول نازی کا ناول "جھیل' کنارہ' کنکر" آنچل کی زینت بنے گا تو دل خوشی سے شادباد ہوگیا۔ بس اسی طرح زبردست ناول لکھتی رہیں اور ہمارے دلوں کو شادباد کرتی رہیں۔ دوست کا پیغام آئے میں میں ضرور نظر آؤں گی کیونکہ میں نازی کی پرستار ہوں کوئی مذاق نہیں اور اس دعا کے ساتھ اللہ آپ کو بہت سی خوشیاں دے' کبھی بھولے سے بھی کوئی غم آپ کی زندگی میں نہ آئے' آمین' اللہ حافظ۔

عنفہ قیصرانی......کوٹ قیصرانی

سویٹ دوستوں کے نام

نشاء' سونیا' تانیہ' بابرہ' کرن آپ سب کو میرا اسلام۔ پیاری دوستوں کیسی ہو؟ میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں اور نشاء اور سونیا آپ کی سالگرہ اگست میں ہے' میں نے سوچا اس دفعہ آپ کو الگ طریقہ سے وش کروں اس لیے آنچل کے ذریعے کر رہی ہوں' کیسا لگا Happy Birthday Friends میرے لیے دعا کرنا' آپ کی دوست۔

شبانہ شمس......گھوٹکی

تمام آنچل فرینڈز کے نام

ڈیئر فرینڈز مجھے مخلص اور اچھی دوستوں سے دوستی کرنے کی خواہش ہے' جو فرینڈز مجھ سے دوستی کی خواہش مند ہوں وہ رابطہ کرسکتی ہیں' فرینڈز قلم اٹھاؤ دوستی کی جانب ہاتھ بڑھاؤ۔ آنچل دوست میں پیغام سجاؤ اور میرا نمبر آنچل ڈائجسٹ آفس سے لو اور دوست بن جاؤ' خدا حافظ۔

نبیلہ نازش راؤ......اوکاڑہ

عید سعید

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

ساریہ چوہدری......ڈوگہ گجرات

س: آپی یہ محبت کیا ہے؟ کیا فرصت کی کارستانی ہے یا کوئی سچ میں زندہ حقیقت ہے؟

ج: محبت اللہ اور اس کے محبوب یا والدین سے کی جائے تو حقیقت باقی سب فرصت۔

س: آپی اک اچھی رائٹر بننے کے لیے کون سی خوبی ہونی چاہیے (اسپیشل بتایئے)؟

ج: ہمیشہ پوری توجہ سے چھپی ہوئی کہانیوں کو غور سے پڑھو کہ وہ کس انداز میں لکھی گئی ہیں۔

س: کوئی اچھی سی دعا دیں آپی؟

ج: اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی کے ہر قدم پر کامیابی عطا فرمائے۔

سمیرا مشتاق ملک......اسلام آباد

س: آنکھوں کا آپس میں کیا رشتہ ہے ایک ساتھ جھپکتی حرکت کرتی اور روتی ہیں؟ اگرچہ انہوں نے کبھی ایک دوسرے کو نہیں دیکھا؟

ج: رشتہ بڑا سادہ سا ہے کہ وہ دونوں آنکھیں ہیں۔

س: آنی! سینے میں جلن، آنکھ میں طوفان سا کیوں ہے؟

ج: 7up پی لو طوفان تھم جائے گا۔

س: بقول شیکسپیئر کے خواتین کا چہرہ ایک ایسا کینوس ہے جس پر ہر روز ایک نئی پینٹنگ ہوتی ہے پھر خواتین میک اپ کی بدولت اپنے حسن کو مزید کیوں نکھارتی ہیں؟

ج: اس لیے کہ کہیں شیکسپیئر نظر نہ آنے لگے۔

عائشہ پرویز......کراچی

س: آپی جانی! آپ کی محفل میں آنا چاہتی ہوں اجازت ہے؟

ج: اجازت......اچھا ٹھیک ہے آجاؤ۔

س: شعر مکمل کیجیے "تم کو دی ہے اشاروں میں اجازت میں نے؟

ج: مجھ کو مت کرنا اشارہ ورنہ بہت بھاری پڑ جائے گا......

س: رب سے محبت اور بندے سے محبت میں کیا فرق ہے؟

ج: رب سے محبت میں دونوں کی خیر ہی خیر ہے اور بندے کی محبت میں خسارہ ہی خسارہ۔

س: آپی اگر محبوب روٹھ جائے تو کیسے مناؤں؟

ج: ایک عدد پانی کی بالٹی لو...... اسے پانی سے بھرو...... اور روٹھے محبوب پر الٹ دو سب ٹھیک ہوجائے گا۔

س: اچھا آپی جانی اچھی سی دعا کے ساتھ اجازت دیں، دوبارہ حاضر ہونے کے لیے؟

ج: اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔

ساجدہ زید......ویروالہ چیمہ

س: کیا خواب اور عذاب اکٹھے دیکھے جاسکتے ہیں؟

ج: اس کے لیے غضب کی نظر چاہیے ہوتی ہے۔

س: ایک جملے میں ماضی حال اور مستقبل کی تعریف کریں؟

ج: پاکستان

س: میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں، کیا اجازت ہے؟

ج: اس میں اجازت کی کیا بات ہے۔

س: اچھی سی دعا کے ساتھ اجازت دیں پھر ملیں گے بشرط زندگی......

ج: سدا خوش رہو۔

منزہ حیدر......کوٹ قیصرانی

س: شمائلہ آپی کیا میں آپ کی محفل میں شریک ہوسکتی ہوں؟

ج: آپ......اچھا ٹھیک ہے آجاؤ۔

س: آنکھیں حسین منظر دیکھ کر جھپکنا کیوں بھول جاتی ہیں؟

ج: حیرت کے مارے کہ میں حسین کیوں نہیں ہوں۔

س: آپی جب میرے ہاتھ میں آنچل ڈائجسٹ ہوتا

ہے تو ہر کسی کے منہ پر بارہ کیوں بج جاتے ہیں؟

ج: اس لیے کہ جب ان کے ہاتھ میں ہوتا تو......

س: اچھا اب اچھی سی دعا کے ساتھ اجازت دیں؟

ج: اللہ تم کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔

اقراء تبسم ناز......سمبڑیال

س: پہلی مرتبہ آپ کی محفل میں تشریف لائی ہوں، کہاں جگہ ملے گی؟

ج: جہاں مل جائے گی وہیں......

س: شوہر اور بیگم کی آنکھوں سے بہ یک وقت آنسو کب نکلتے ہیں؟

ج: اچھا ایک ساتھ وہ بھی......

س: وہ آئے، کھایا پیا اور چلے گئے بتایئے کون؟

ج: اقراء اور کون......

نمرہ افتخار......اختر آباد اوکاڑہ

س: آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کی ہے؟

ج: اچھا چلو آجاؤ۔

س: ہر پُر خلوص رشتے میں بھی لوگ عیب کیوں تلاش کرتے ہیں؟

ج: اس لیے یہاں کوئی بھی چیز خالص نہیں ہوتی ہے ناں۔

س: زندگی میں وفا، پیار محبت اور دوستی لازم ہے؟ کیا ان کے بغیر زندگی کچھ بھی نہیں ہے؟

ج: کس نے کہی یہ بات ذرا اس کا نام تو بتاؤ۔

س: آج کل زیادہ لوگ روپے پیسے کو ہی کیوں ترجیح دیتے ہیں؟ کیا ان کے لیے رشتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے؟

ج: جس کے لیے دولت کی اہمیت ہو وہ اس کو اہمیت دیتا ہے، جن کے لیے رشتوں کی اہمیت ہو وہ اسے اہمیت دیتے ہیں۔

س: دل میں شک کیوں پیدا ہوتا ہے اور اگر ہوجائے تو ختم کیوں نہیں ہوتا؟

ج: کوئی بھی اچھا واشنگ پاؤڈر استعمال کرو ختم ہوجائے گا۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

س: ہائے گرمی بہت زیادہ تھوڑی ہے، تھوڑی سی جگہ ملے گی کیا؟

ج: گرمی میں بھی تھوڑی سی جگہ۔

س: آپی جی جب انسان کی سوچیں ہی ختم ہوجائیں تو انسان کے اندر کون سی چیز جنم لیتی ہے؟

ج: نئی سوچیں۔

س: دنیا میں آہستہ آہستہ ہر چیز کم کیوں ہوتی جارہی ہے؟

ج: کس نے کہا کم ہوتی جارہی ہیں؟

س: اگر کسی بندے کو کوئی اہمیت نہ دے اور بولے چھوڑو اس پاگل کو کیا پتا ان باتوں کا، ایسے میں وہ بندہ صحیح ہوتو؟

ج: تو وہ خود ان کا سردار ہوگا۔

س: آپ کو اور سب آنچل اسٹاف، ریڈرز اور رائیٹرز کو میری طرف سے عید کی ڈھیروں مبارک باد؟

ج: آپ کو بھی ہو......

س: عید کے حوالے سے اگر آپ مجھے کوئی دعا دینا چاہیں تو کیا دعا دیں گی؟

ج: اللہ تم کو ڈھیر ساری عیدی ملے جو تم ہمیں بھیج دو سب کی سب۔

ثمرہ وحید/ارم فاروق......جتوئی

س: دادی جی! پہلی بار آنچل میں شرکت کی ہے آپ کو کیسا لگا؟"

ج: یہ دادی جی کو ہی پتا ہوگا۔

س: جن لوگوں کی ہم بہت زیادہ عزت کرتے ہیں وہی سر پر کیوں چڑھ جاتے ہیں؟

ج: سر کو گنجا کروا کر اس پر ڈھیر سارا تیل لگا لو پھر دیکھنا کمال......

صبا رمضان......پنڈدادنخان

س: ہم چاہ کر بھی نماز کی پابندی اختیار کیوں نہیں

کر سکتے؟

ج: ایمان کی کمزوری کی وجہ سے اور دنیا کی محبت اور چاہ کے چکر میں۔

س: والدین تو اولاد کو معاف کردیتے ہیں، اولاد والدین کو معاف کیوں نہیں کرتی؟

ج: ناخلف جو ہوتی ہے۔

س: ماں کو یہ یقین کیسے دلاؤں کہ ان میں میری جان ہے؟

ج: ان کی تابعداری و فرماں برداری کر کے۔

کائنات شاہ...... پشاور

س: سلام آپی! پہلے مجھے پخیر راغلے کہیں پھر باہر جا کر ذرا ٹیکسی والے کو کرایہ دیں؟

ج: پخیر...... ٹیکسی والا کہتا ہے بی بی جی آپ سے ہی لینا ہے اب کیا کروں۔

س: آپی پشاور میں بہت گرمی ہے کیوں نہ میں آپ کے ہاں آ کر گرمی گزاروں؟

ج: کیوں کیا یہاں برف باری ہو رہی ہے۔

س: آپ مجھے اور میری فرینڈز سنبل مراد کو کوئی ایسا مشورہ دیں کہ ذرا اسمارٹ ہو جائے؟

ج: دو سال تک روزے رکھ لو بس۔

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی

س: اپیا ہم پہلی بار آپ کی بزم میں شرکت کے لیے حاضر ہیں، جگہ ملے گی؟

ج: ہاں...... ہاں کیوں نہیں آؤ...... آؤ۔

س: اپیا آپ سب لوگوں کے سوالات کے بڑے دلچسپ جوابات دیتی ہیں، آپ کا انداز مجھے بہت پسند ہے، کہاں سے سیکھا اتنا خوب صورت انداز؟

ج: لو جی...... تم سے ہی تو یہ سب سیکھا تھا بھول گئیں کیا؟

س: اپیا جی دوست دوست کو کیوں آزماتا ہے؟ آج تک یہ بات سمجھ نہیں آئی؟

ج: میری بھی نہیں ابھی تک، اگر تم کو آ جائے تو بتانا ضرور۔

س: اللہ تعالیٰ پورے پاکستان کو اور ہماری آپی کے کراچی کو حفاظت میں رکھے آمین۔

ج: آمین اور تم کو بھی۔

غزل...... منگلا ڈیم

س: آپی محفل میں بیٹھنے کی اجازت ہے؟

ج: خود ہی جگہ بنا کر بیٹھ سکتی ہو بیٹھ جاؤ۔

س: کہتے ہیں 2012ء کے 12 مہینے کی 21 دسمبر کو قیامت آ رہی ہے، کیا واقعی؟

ج: اچھا...... ہمیں تو لگتا ہے کہ......

س: آپی زندگی میں لوگ دکھ ہی کیوں دیتے ہیں حالانکہ خوشیاں بھی تو ہیں۔

ج: خوشیاں دو خوشیاں لو۔

س: زندگی ہمیشہ ان ہی کا امتحان کیوں لیتی ہے، جو ہر امتحان سے گزر چکے ہوتے ہیں؟

ج: اس لیے کہ وہ امتحان دے دے کر ماسٹر ہو جاتے ہیں ناں......

مہک...... شاہ نکڈر

س: آپ کا پسندیدہ کلر کون سا ہے؟

ج: آپ کو کیا لگتا ہے۔

س: آپ کی نظر میں زندگی کیا ہے؟

ج: زندگی......

س: آپی آپ کو میرے سوال اچھے نہیں لگتے؟

ج: کس نے کہا۔

س: آپی میرا رزلٹ آنے والا ہے، دعا کرنا؟

ج: اللہ تم کو کامیاب کرے، آمین۔

کام کی باتیں

حنا احمد

جھائیوں کے لیے

سیب پسے ہوئے	ایک چھوٹا چمچہ
لیموں کا رس	چوتھائی چمچہ
گلاب کا عرق	ایک چھوٹا چمچہ
ہلدی	چوتھائی چمچہ

ترکیب:

ان چاروں چیزوں کو آپس میں اچھی طرح ملائیں اور رات کو چہرے پر لگائیں تو بہتر ہے ورنہ دن میں دو مرتبہ لگائیں، دس منٹ بعد منہ دھو لیں اس سے جھائیوں دور ہو جائیں گی۔

رنگت کو گورا کرنا

اگر آپ کا چہرا سیاہی مائل ہے تو چرونجی کو دودھ میں پیس کر ہلکا گرم کریں اور رات کو سونے سے پہلے اس سے چہرے کی اچھی طرح مالش کر کے سو جائیں، صبح سویرے صابن سے چہرہ دھو لیں۔

صنم شاہ...... گاؤں حضرت پیر عبدالرحمٰن

پیاس بجھانے کا بہترین حل

گرمی میں پیاس، پسینہ اور گھبراہٹ کے تاثرات عام طور پر زیادہ ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات بے احتیاطی کی وجہ سے پسینے کے اخراج سے کمزوری کا احساس ہوتا ہے اس لیے پیاس کی شدت سے بچنے کے لیے مشروبات اور پانی کا استعمال کریں، آلو بخارے کا شربت، فالسہ اور شربت بادام وغیرہ کی مخصوص مقدار میں پانی ملا کر دن میں دو سے تین بار استعمال کریں تو نہ صرف پیاس کی شدت میں کمی ہوگی بلکہ کئی ایک دوسرے جسمانی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

اسی طرح دودھ کی لسی، چاٹی کی لسی، لیموں پانی اور شکنجبین بھی پیاس کو بجھانے اور تسکین و فرحت آمیز مشروب میں ایسے افراد جن کو تیزابیت کی زیادتی کی وجہ سے گھبراہٹ اور بے چینی ہوتی ہو وہ جو کے ستو میں شکر ملا کر استعمال کریں، بازاروں میں بکنے والے مشروبات سے بھی پرہیز کریں۔

مدیحہ نورین...... برنالی

گھریلو ٹوٹکے

❖ جلی ہوئی جگہ پر کپڑوں میں ڈالنے والا نیل لگانے سے ٹھنڈ پڑ جاتی ہے۔

❖ اخروٹ کھانے سے پیشاب بار بار نہیں آتا۔

❖ آم کو نہار منہ نہ کھائیں۔

❖ برف، معدے کو کمزور کرتی ہے البتہ بھوک نہ لگے تو برف ملا پانی استعمال کریں۔

❖ وٹامن K کی کمی کی حالت میں جب چوٹ لگے تو خون بند نہیں ہوتا۔

❖ گوشت کا زیادہ استعمال غصہ پیدا کرتا ہے اور دل و دماغ میں بگاڑ پیدا کرتا ہے۔

❖ جوڑوں کے درد میں لہسن کچی حالت میں کھائیں۔ متاثرہ حصے پر لہسن رگڑنا مفید ہے اور لہسن کا تیل جوڑوں پر اتنا رگڑیں کہ وہ جذب ہو جائے۔

سمیرا اشتاق ملک...... اسلام آباد

گھریلو ٹوٹکے

❖ اگر غلطی سے کان میں پانی چلا جائے تو اس کو نکالنے کا آسان ٹوٹکا یہ ہے کہ آپ الٹے قدموں پیچھے کی طرف چلنا شروع کر دیں۔

❖ اگر ہچکی آئے اور پانی سے نہ رکے تو چند لمحوں کے لیے سانس اندر کھینچ کر روک لیں، ان شاء اللہ ہچکی رک جائے گی۔

❖ اگر کسی کو یرقان کی بیماری ہو اسے چاہیے کہ

کالے بھنے ہوئے چنے سیر ہوکر کھائے' اتنا کہ اس کا پیٹ بھر جائے' اس کے اوپر کھٹی لسی پیے' اتنی کہ مکمل سیری ہوجائے' کھانے سے پرہیز کرے' ان شاءاللہ ایک ہفتہ یہ عمل کرنے سے یرقان (پیلیا) سے نجات مل جائے گی۔

❖ شہد اور پیاز کا پانی ملا کر سر پر لگائیں' گرتے بالوں اور گنج پن کا مفید علاج ہے۔

نازسلوش ذشے......میرپور آزاد کشمیر

مفید مشورے

❖ اگر دودھ میں عرق لیموں ملا کر صبح و شام چہرے پر ملا جائے تو چہرہ خوب صورت نکل آئے گا۔

❖ اگر پھل وغیرہ کھانا کھانے کے بعد کھایا جائے تو دانتوں میں میل نہیں جمتی۔

❖ اگر منہ میں کوئی زخم نہ ہو اور منہ سے بدبو آئے تو سمجھ لیجیے کہ معدہ میں کچھ خرابی ہے۔

❖ موٹاپا دور کرنے کے لیے شہد گرم پانی ملا کر پینے سے جسم کی بڑھی ہوئی چربی دور ہوجاتی ہے اور انسان دبلا ہوجاتا ہے۔

❖ نمک اور شہد سے دانت صاف کیجیے' دانت چمک اٹھیں گے۔

❖ اگر ہونٹوں پر سیاہی یا نیلاہٹ آگئی ہے تو لیموں اور گلیسرین استعمال کریں آہستہ آہستہ نیلاہٹ دور ہوجائے گی۔

❖ اگر کہنی پر میل جم گئی ہو تو لیموں کاٹ کر اس کے آدھے حصے میں کہنی رکھ کر لیموں کو گھمائیں' کہنی بالکل صاف ہوجائے گی۔

مسز کامران خان......کوہاٹ (KPK)

ٹوٹی ہڈی جوڑنے کے لیے

بیر کی گٹھلی باریک پیس لیں اور پرانے سرکہ میں اسے ملا لیں۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی کے مقام پر اسے لگا کر مضبوطی سے باندھ دیں۔

خونی دست بند کرنے کے لیے:۔

مصری چاول کے پچھ میں نمک ملا کر پینے سے آرام آجاتا ہے

اندرونی چوٹ کا درد ختم کرنے کے لیے:۔

تھوڑے سے پانی میں نمک ملا کر اسے گرم کرلیں اور چوٹ کی جگہ پر لیپ کردیں درد دور ہوجائے گا۔

گرمی دانوں کو دور کرنے کے لیے:۔

گرمی دانوں (پت) پر ذرا سا نمک پانی میں حل کرکے مل دیں۔

دانت درد اور منہ کی سوزش کے لیے:۔

ایک تولہ دھنیا کو پانی میں جوش دے کر اس سے کلی کرنے سے دانت کا درد اور منہ کی سوزش کو آرام ملتا ہے۔

خون صاف کرنے کے لیے:۔

دو تولہ شیشم کے تازہ پتے چند دن پانی میں جوش دے کر پیتے رہیں' آپ کے خون کی ہر خرابی دور ہوجائے گی۔

"ذیابیطس کا تین روزہ علاج:۔

ایسے لوگ جامن کے پتے چار عدد صبح اور چار عدد شام کو کھائیں۔

رنگ نکھارنے کا آسان طریقہ:۔

دو چھٹانک پالک میں ذرا سا پانی شامل کرکے ابالیے' چٹکی بھر نمک اور ایک چمچہ شہد شامل کیجیے اور چھان کر ہر صبح پی لیا کریں۔ ایک دو ماہ بعد چہرے کا نکھار دیکھ کر آپ حیران ہوں گے۔

پیٹ کے کیڑوں کا علاج:۔

پیٹ کے کیڑے شفتالو اور شریفے کھانے سے مرجاتے ہیں۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

تندرستی نعمت

لبابہ احمد

چھاتی کا سرطان

احتیاط علاج سے بہتر ہے

چھاتی کے سرطان جیسی مہلک بیماری کا قلع قمع کرنے کے لیے ہمیں ایک طویل سفر طے کرنا ہے' پھر بھی آپ کے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ آپ چھاتی کے سرطان کی روک تھام کس طرح کرسکتی ہیں' اس فوری مرض کے خطرے سے محفوظ رہنے کے لیے آپ کو مندرجہ ذیل طریقوں پر عمل کرنا ہوگا' جس سے چھاتی کے سرطان کے خطرات کم ہوجاتے ہیں۔

باقاعدگی سے ورزش کیجیے

نیشنل کینسر انسٹی ٹیوٹ (NCI) کے جرنل میں شائع ہونے والی ایک جائزہ رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ سن یاس (Monopause) شروع ہونے سے پہلے ورزش کرنے والی خواتین میں چھاتی کے سرطان کے واقعات میں 60 فیصد کمی دیکھنے میں آئی ہے۔ جو خواتین ہفتے میں کم از کم چار گھنٹے ورزش کرتی ہیں خواہ ان کی ورزش صرف پیدل چلنے تک محدود ہو' ان میں چھاتی کے سرطان کے خطرے میں 37 فیصد کمی واقع ہوتی ہے۔ جن خواتین کے فرائض ملازمت میں پیدل چلنا بوجھ اٹھانا ہو یا بھاری بھرکم دستی کام انجام دینا شامل ہو' تو ان میں بھی چھاتی کے سرطان کی شرح نسبتاً خاصی کم ہوجاتی ہے۔

اپنے وزن پر نظر رکھیے

چھاتی کے سرطان کی روک تھام میں ورزش اس لیے بھی مددگار ثابت ہوتی ہے کہ اس سے آپ کا وزن کم ہوجاتا ہے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے ایک مطالعاتی جائزے سے ثابت ہوا ہے کہ 18 سال کی عمر کے بعد جن خواتین کا وزن میں 44 سے 55 پونڈ اضافہ ہو انہیں سن یاس (Monopause) کے بعد چھاتی کے سرطان کا خطرہ دوچند ہوجاتا ہے' بمقابلہ ان خواتین کے جن کے وزن میں صرف چند پونڈ کا اضافہ ہو۔

بقدر ضرورت دھوپ سینکیے

حیاتین (Vitamins) سے متعلق حاصل ہونے والی تازہ ترین معلومات کے مطابق مانع تکسیر غذائیں (Antidants) جن میں بالخصوص وٹامن سی اور بیٹا کروٹین (Beta Corotene) شامل ہیں۔ چھاتی کے سرطان کی روک تھام نہیں کرتیں لیکن وٹامن ڈی سے ایسا ممکن ہے' شمالی کیلی فورنیا کے کینسر سینٹر کے ایستھر جان کی نگرانی میں کیے گئے ایک سروے کے مطابق جنوبی خطے میں رہنے والی خواتین کو چھاتی کے سرطان کی شکایت عام طور پر ان خواتین کے مقابلے میں کم ہوتی ہے جو شمالی مشرقی خطہ میں رہتی ہیں' جنوبی خطے میں رہنے والی خواتین کو دھوپ زیادہ ملتی ہے' جلد کو وٹامن ڈی بنانے کے لیے دھوپ کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایستھر جان کا کہنا ہے کہ وٹامن ڈی کی ضروری مقدار حاصل کرنے کے لیے آپ اپنے جسم پر دن بھر میں 10 سے 15 منٹ تک دھوپ پڑنے دیں گے لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ چھاتی کے سرطان سے محفوظ رہنے کے لیے کتنی مقدار میں وٹامن ڈی یا دھوپ کی ضرورت ہوتی ہے۔

وٹامن ڈی استعمال کیجیے

ایک جائزہ کے مطابق جن خواتین نے دن بھر میں وٹامن ڈی کے 200 یونٹ کا استعمال جاری رکھا ان کے لیے چھاتی کے سرطان کا خطرہ 30 فیصد ہوگیا۔ 50 سال یا اس سے کم عمر خواتین کے لیے وٹامن ڈی کے کم از کم 200 انٹرنیشنل یونٹ یومیہ اور 50 سال سے زائد عمر کی خواتین کے لیے 400 سے 600 انٹرنیشنل یونٹ یومیہ کی سفارش کی جاتی ہے۔

ماں اور بچے کی صحت

گزشتہ سے پیوستہ

خاص طور سے ماں کے لیے یہ بھی ضروری ہے وہ اپنے بچے کی نشوونما پر نظر رکھے بچے کا وزن ہر ماہ کروانا چاہیے۔ اگر دو ماہ تک وزن نہ بڑھے تو تشویش ناک ہے۔ عام حالات میں بچے کا وزن پیدائشی وزن کے مقابلے میں پانچ ماہ میں دوگنا اور ایک سال کی عمر میں تین گنا ہونا چاہیے۔ چار ماہ کی عمر تک صرف ماں کا دودھ کافی ہے۔ چار ماہ کی عمر کے بعد بچے کو دوسری غذا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جس میں وٹامن اے کافی مقدار میں ہو مثلاً سیب، آلو وغیرہ وغیرہ۔ تین سال سے کم عمر کے بچوں کو دن میں پانچ یا چھ بار کھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بیماری کے بعد بچوں کو زیادہ کھانے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ بیماری کی وجہ سے نشوونما میں جو کمی رہ گئی ہے اس کو پورا کیا جائے۔ ہاں یہ ایک خاص بات ہے کہ بچے کی ذہنی نشوونما اور جذباتی نشوونما کے لیے اس پر اپنی توجہ دیں۔ اس کے ساتھ کھیلیں، اس سے باتیں کریں، اسے پیار دیں۔

گندگی اور دھول میں بچوں کو جانے سے منع کریں۔ کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھانپ کر رکھیں اور انہیں مکھیوں، کیڑے مکوڑوں اور دھول سے بچائیں کیونکہ ان سے دست، ہیضہ، تپ دق جیسی بیماریاں پھیلتی ہیں۔

بچے کو ماں کا دودھ پلاتے رہنا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ نرم غذا مثلاً کیلا، کھچڑی، دہی وغیرہ دینا چاہیے۔ ڈاکٹروں سے پوچھے بغیر بچے کو کوئی دوا مت دیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر بچے کو دست، قے یا پانی کی کمی جیسی بیماری حملہ آور ہو تو فوراً بچے کو قریبی مرکز صحت لے جائیں۔

بچوں کو جان لیوا بیماریوں سے بچاؤ کے لیے حفاظتی ٹیکے اور قطرے پلوا لینا چاہئیں۔ ماؤں کو خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے کہ بچے کو ٹیکوں کا کون سا کورس کروانا ہے۔ بچے کو تمام ٹیکے بروقت لگوائیں۔ بچے کو نمونیا سے بچانے کے لیے ماں کا دودھ ضروری ہے۔ بخار میں مبتلا بچے کو ٹھنڈا رکھنا ضروری ہے لیکن بہت زیادہ ٹھنڈا مت رکھیں اور اس کے ساتھ ملیریا کے دوران بچے کو کافی مقدار میں کھانے پینے کی چیزیں بھی دیتے رہیں۔

بچے کی صحت کے ساتھ ساتھ ماں کو اپنی صحت پر بھی دھیان دینا چاہیے کیونکہ ماں کی صحت اچھی ہوگی تو وہ اپنے پیدا ہونے والے بچے کے ساتھ ساتھ دوسرے بچوں کی بھی صحیح نگہداشت کر سکے گی اور اس طرح وہ قوم کو ایک صحت مند انسان میسر کر سکے گی۔

یاد رکھیں!

"ماں کی صحت اچھی تو بچے کی صحت بھی اچھی"

حنا کے رنگ آنچل کے سنگ

حنا کے رنگ آنچل کے سنگ